اشرف القطبی

اردو شرح

قطبی تصدیقات

از حضرت مولانا محمد حسن باندوی

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ۔ کراچی

اشرف القطبی

اردو شرح

قطبی تصدیقات

از حضرت مولانا محمد حسن باندوی

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

قال المقالة الثانية فی القضايا واحكامها وفيها مقدمة و ثلاثة فصول

امّا المقدمة ففی تعريف القضية واقسامها الاولية القضية قول يصح ان يقال لقائله انه صادق فيه او كاذب وهی حملية ان انحلت بطرفيها الی مفردين كقولك زيد عالم و زيد ليس بعالم و شرطية ان لم تنحل اقول لما فرغ عن مباحث القول الشارح شرع فی بيان مباحث الحجة ولما توقف معرفتها علیٰ معرفة القضايا واحكامها وضع المقالة الثانية لبيان ذلك ورتبها علیٰ مقدمة وثلثة فصول اما المقدمة ففی تعريف القضية واقسامها الاولية ای الحاصلة بحسب القسمة الاولية فان القضية تنقسم اولا الی الحملية والشرطية ثم الحملية تنقسم الی ضرورية ولاضرورية مثلاً والشرطية الی اللزومية والاتفاقية فانقسام الحملية والشرطية هی اقسام للقضية الا انها ليست باقسام اولية لها بل اقسام ثانوية ای انما تنقسم القضية اليها ثانيا بواسطة ان الحملية والشرطية تنقسمان اليها فالغرض من وضع المقدمة ذكر الاقسام الاولية ای اقسام القضية بالذات لا اقسام اقسامها۔

ترجمہ مصنف (صاحب شمسیہ) نے فرمایا۔ دوسرا مقالہ قضایا اور اس کے احکام (انواع) واقسام کے بیان میں مشتمل ہے۔ اور اس (مقالے) میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں۔ اما المقدمة ففی تعريف القضية الخ۔ بہرحال مقدمہ پس وہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولی کے بیان میں ہے۔

القضية قول:۔ اور قضیہ وہ قول ہے کہ اس کے کہنے والے کو یہ کہا جانا صحیح ہو کر وہ اس (قول) میں صادق ہے۔ یا کاذب ہے۔ اور وہ قضیہ اگر دو مفردوں کی طرف منقسم ہو تو حملیہ ہے۔ جیسے تیرا قول زید عالمٌ اور زید لیس بعالم، اور شرطیہ ہے اگر منحل (منقسم) نہ ہو۔ اقول لما فرغ عن مباحث الخ۔ میں (قطب الدین رازی) کہتا ہوں کہ ماتن جب قول شارح کے بیان میں سے فارغ ہو گئے۔ تو انھوں نے حجت کی مباحث کا بیان

شروع کیا۔

ولما توقف:۔ اور جب کہ حجت کا سمجھنا قضایا اور اس کے احکام کی معرفت پر موقوف تھا۔ تو ماتن نے مقالہ ثانیہ، اس کو بیان کرنے کے لئے وضع فرمایا (تحریر کیا)

ورتبھا علی مقدمۃ الخ۔ اس مقالہ ثانیہ کو ایک مقدمہ، اور تین فصول پر مرتب کیا۔ بہر حال مقدمہ تو وہ قضیہ کی تعریف۔ اور اس کی اقسام اولیہ کے بیان پر مشتمل ہے یعنی وہ قسمیں جو تقسیم اولی کے اعتبار سے حاصل ہوتی ہیں۔

فان القضیۃ الخ۔ اس لئے کہ قضیہ پہلے منقسم ہوتا ہے۔ حملیہ۔ اور شرطیہ کی طرف اور اس کے بعد حملیہ، ضروریہ اور لا ضروریہ کی طرف مثلاً منقسم ہوتا ہے۔ اور شرطیہ لزومیہ واتفاقیہ کی طرف منقسم ہوتا ہے۔ پس حملیہ اور شرطیہ کی تمام قسمیں درحقیقت قضیہ ہی کی قسمیں ہیں۔ البتہ اس کی اقسام اولیہ نہیں ہیں۔ بلکہ اقسام ثانوی ہیں۔ یعنی قضیہ ان اقسام کی طرف دوسری مرتبہ اس واسطہ سے منقسم ہوتا ہے کہ حملیہ اور شرطیہ ان اقسام کی طرف منقسم ہوتی ہیں۔

فالغرض من وضع المقدمۃ:۔ پس مقدمہ کے تحریر کرنے کی غرض اقسام اولیہ کا ذکر کرنا ہے۔ یعنی بذاتہ قضیہ کی اقسام کو۔ نہ کہ اس کی قسموں کی قسموں کا بیان کرنا۔

تشریح مقالہ اولی میں ماتن نے قول شارح کو بیان کیا ہے۔ اور یہاں سے مقالہ ثانیہ کو بیان کر رہے ہیں۔ مقالہ ثانیہ میں قضایا اور اس کے احکام کو بیان کریں گے۔ اس مقالہ میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں۔

بہر حال مقدمہ۔ تو اس میں قضیہ کی تعریف۔ اور قضیہ کے اقسام اولی کو بیان کیا جائے گا۔ ماتن نے قضیہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان کی ہے۔ کہ قضیہ ایک قول ہے۔ کہ اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے۔

اعتراض:۔ قضایا کے بعد احکامہا اس کے مقابل لانا مستحسن نہیں ہے۔ اس لئے کہ.. مقالہ ثانیہ قضایا ہیں۔ اور احکام سے مراد قضایا کے احوال ہیں۔ اور احوال حقیقی موضوع نہیں ہیں اسلئے کہ القضایا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان بحثوں کے حقیقی موضوع قضایا ہی ہیں۔ اور احکامہا میں یہ مطلب درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ احکام سے مراد احوال ہیں۔ اور قضایا کے احوال ان بحثوں کے موضوع حقیقی نہیں ہیں۔

الجواب اس کا یہ ہے کہ اس مقالے کے موضوعات قضایا کے اقسام اور اس کے احوال ہیں۔ اور ماتن نے احکام کہہ کر احوال ہی مراد لئے ہیں۔

احکامہا۔ قضیہ کے احکام سے اس کے احوال مراد ہیں۔ یعنی نقیض قضیہ، عکس قضیہ اور قضایا کا ایک دوسرے سے تلازم وغیرہ۔

اشکال:۔ مصنفؒ نے قول شارح کو بیان کرنے کے بعد حجت کی بحث کیوں نہیں شروع کی اس کے بجائے قضیہ کی تعریف۔ اور اس کے اقسام کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس لئے شرع فی بیان الحجۃ کہنا درست نہیں ہے۔

الجواب اس کا جواب یہ ہے کہ شرع سے پہلے اراد محذوف ہے۔ یعنی ارادہ ان یشرع مصنف نے حجت کے بیان کے شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مباحث عام ہے۔ خواہ حجت کی مباحث ہوں، یا قضایا سے دونوں کو بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

ولما توقف معرفتہا۔ اصل مقصد اگر حجت ہی کا بیان کرنا ہے۔ مگر حجت کا بیان کرنا چونکہ قضایا اور اس کے اقسام و احکام کے بیان پر موقوف ہے۔ اس لئے پہلے موقوف علیہ کو بیان کیا۔ پھر موقوف کو یعنی حجت کو۔

اقسامہا الاولیۃ:۔ شئی کے اقسام اولی وہ ہوتے ہیں۔ جن کی طرف شئی بنفسہٖ منقسم ہو۔ اور اس کے بعد ان اقسام کو تقسیم کرنے سے جو قسمیں نکلتی ہیں۔ انھیں شئی کی اقسام ثانوی وغیرہ نام رکھتے ہیں۔ مثلاً قضیہ۔ کی دو قسمیں ہیں۔ حملیہ اور شرطیہ، یہ دونوں قسمیں قضیہ کی بالذات اور بلا واسطہ اقسام ہیں۔ ان کو اقسام اولیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد قضیہ حملیہ کی دو قسمیں۔ ضروریہ اور لاضروریہ ہیں۔ یہ قضیہ کی اقسام ثانویہ ہیں۔ اس لئے کہ ان میں حملیہ کا واسطہ ہے۔ اس طرح شرطیہ کی دو قسمیں ہیں لزومیہ اور اتفاقیہ۔ یہ دونوں قسمیں بالذات شرطیہ کی ہیں۔ اور شرطیہ کے واسطے سے قضیہ کی اقسام ہیں۔

پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مقدمہ میں قضیہ شرطیہ کی دونوں قسمیں یعنی شرطیہ متصلہ اور شرطیہ منفصلہ اسی طرح قضیہ حملیہ کی دونوں قسموں یعنی ضروریہ اور لاضروریہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ قضیہ کی قسمیں نہیں۔ بلکہ قسموں کی اقسام ہیں۔ یعنی اقسام ثانویہ ہیں۔ جواب اس کا یہ دیا جائیگا کہ انکو ضمنا بیان کیا گیا ہے۔ مقصود ان کو بیان نہیں کرنا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اقسام اولیہ سے مراد وہ اقسام ہیں جو قضیہ کے ذات کے اعتبار سے ہوں۔ امر خارج کا اس میں لحاظ نہ کیا گیا ہو اور متصلہ میں اتصال اسی طرح منفصلہ میں۔ انفصال اسی حکم کی قسم ہے۔ جس کی قسم حملیہ اور شرطیہ ہیں۔ لہذا حملیہ اور شرطیہ کی طرح یہ دونوں قسمیں بھی اقسام اولیہ میں داخل ہیں۔

فالقضیۃ قول یصح ان یقال لقائلہ انہ صادق فیہ او کاذب فالقول وھو اللفظ المرکب فی القضیۃ الملفوظۃ او المفہوم العقلی المرکب فی القضیۃ جنس یشتمل الاقوال التامۃ والناقصۃ وقولہ یصح ان یقال لقائلہ انہ صادق او کاذب فصل یخرج الاقوال الناقصۃ والانشاءات کلھا من الامر والنھی والاستفہام وغیرھا

ترجمہ پس قضیہ ایک قول ہے۔ کہ اس کے کہنے والے کو کہا جائے کہ وہ صادق (سچا) ہے اس قول میں۔ یا کاذب ہے۔

فوائد قیود:۔ تعریف میں قول وہ ایسا لفظ ہے۔ جو قضیہ ملفوظہ میں مرکب کیا گیا ہو۔ یا پھر وہ ایسا مفہوم عقلی ہے۔ جو قضیہ معقولہ میں ترکیب دیا گیا ہو۔ اور لفظ قول جنس ہے۔ جو اقوال تامہ، اور ناقصہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اس کا قول یصح ان یقال لقائلہ انہ صادق فیہ او کاذب صحیح ہو کہ اس کے قائل کو کہا جائے کہ وہ اس قول میں صادق ہے یا کاذب ہے یہ فصل ہے۔ جو اقوال ناقصہ اور تمام انشاء کی اقسام کو خارج کرتا ہے مثلاً امر، نہی۔ استفہام وغیرہ

تشریح فالقضیۃ قول یصح ان یقال الخ۔

تعریف:۔ قضیہ اس قول کو کہتے ہیں۔ جس کے کہنے والے کو یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس قول میں صادق ہے یا کاذب۔

فوائد قیود:۔ اس تعریف میں لفظ قول جنس ہے۔ ناقصہ و تامہ تمام اقوال کو شامل ہے اور یصح الخ فصل ہے جس سے اقوال ناقصہ۔ اور انشاء جیسے امر، نہی استفہام، قسم وغیرہ سب قضیہ کی تعریف سے خارج ہو گئے۔

مشہور تعریف:۔ قضیہ کی مشہور تعریف القضیۃ قول یحتمل الصدق والکذب قضیہ ایک قول ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے۔ اس تعریف میں صدق اور کذب کا قول کی صفت بتایا گیا یعنی قول صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے۔ اور ماتن اور شارح نے اوپر جو تعریف کی ہے۔ اس میں صدق و کذب کو قائل کی صفت بتایا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ کہنے والے کو صدق و کذب کیساتھ متصف کر سکیں۔ حالاں کہ کسی چیز کی تعریف میں خود اسی چیز کے حال کا اعتبار کیا جانا بہتر ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے کہ شئی کو چھوڑ کر اس کے متعلق کے حال کا اعتبار کیا جائے۔ نیز مشہور تعریف مصنف کی بیان کردہ تعریف سے مختصر بھی ہے۔ جبکہ تعریف میں مختصر اور جامع الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ پھر ماتن نے اس کو کیوں ترک کر دیا۔

الجواب اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور تعریف پر دور لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ خبر کے صادق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خبر واقع کے مطابق ہے۔ اسی طرح خبر کے کاذب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خبر واقع کے مطابق نہیں ہے۔ نیز خبر اور قضیہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ تو گویا یوں کہا جائے گا۔ خبر اور قضیہ دونوں صدق وکذب پر موقوف ہیں۔ اور صدق وکذب خبر وقضیہ پر موقوف ہیں۔ تو خبر وقضیہ موقوف علیہ بھی اور موقوف بھی۔ اس کو توقف الشیٔ علی نفسہ کہا جاتا ہے۔ اور یہی دور ہے۔ اور دور باطل ہے۔ لہٰذا تعریف مخدوش اور قابل اعتراض ہے۔ اسی وجہ سے شمس الدین رازی نے اپنی کتاب شمسیہ میں مشہور تعریف کو ترک کر دیا ہے۔ اور ایسی تعریف کی کہ جس سے دور لازم نہ آئے۔

وهي اما حملية او شرطية لانها اما ان تنحل بطرفيها الى مفردين او لم تنحل وطرفا القضية هما المحكوم عليه والمحكوم به۔

ترجمہ اور وہ یا حملیہ ہے یا شرطیہ ہے۔ اس لئے کہ یا وہ منقسم (اور منحل ہوگا کھلے گا) اپنے دونوں طرف کے اعتبار سے دو مفردوں کی طرف۔ یا منقسم نہ ہوگا (دو مفردوں کی طرف) وطرفا القضیۃ۔ اور قضیہ کے دونوں طرف محکوم علیہ اور محکوم بہ ہیں۔

تشریح دلیل حصر:۔ قضیہ کی صرف دو ہی قسمیں ہیں۔ شارح نے یہاں اس کی دلیل بیان کی ہے۔ کہ قضیہ دو مفردوں کی طرف منحل ہو تو وہ قضیہ حملیہ ہے۔ اور دو مفردوں کی طرف منحل نہ ہو تو وہ شرطیہ ہے۔

فائدہ:۔ مصنف نے بطرفیہا۔ کی قید کا اضافہ اس لئے کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے انحلال سے صرف طرفین کا انحلال مراد ہے۔ اس لئے الحیوان الناطق ھو قائم (الحیوان موصوف الناطق صفت مل کر موضوع اور ھو مبتدا وقائم خبر۔ مبتدا خبر مل کر محمول۔ اور موضوع ومحمول مل کر قضیہ حملیہ ہوا)۔ اس مثال پر موضوع یعنی الحیوان الناطق اور دوسرا جزء ہو قائم ہے۔ اگر اس قضیہ کو منحل کریں گے تو یہ کہیں گے کہ الحیوان الناطق ایک جزء اور دوسرا جزء وقائم ہے۔ اور ہو رابطہ حذف کر دیا گیا۔ لہٰذا قضیہ کا جزء اول مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے۔ اور بعض نے بطرفیہا کے معنی باعتبار طرفیہا کے لئے ہیں۔ یعنی طرفین کے لحاظ سے دو مفرد ہوں۔

ومعنى انحلالها ان تحذف الادوات الدالة على ارتباط احدهما بالاخر فاذا حذفنا من القضية ما يدل على ارتباط الحكمي بان كان طرفاها مفردين فهي حملية اما موجبة ان حكم فيها بان احدهما هو الاخر كقولنا زيد هو عالم واما سالبة

ان حکم فیہا بان احدہما لیس هو الآخر کقولنا زید لیس هو بعالم فانا اذا حذفنا لفظة هو الدالة علی النسبة الایجابیة من القضیة الاولی ولیس هو الدالة علی النسبة السلبیة من القضیة الثانیة بقی زید وعالم وهما مفردان وان لم یکن طرفاها مفردین فهی شرطیة کقولنا ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود واما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا فانه اذا حذفنا ادوات الاتصال وهی کلمة ان والفاء بقی الشمس طالعة والنہار موجود وهما لیسا بمفردین وکذلک اذا حذفنا ادوات العناد وهی اما واو بقی هذا العدد زوج وهذا العدد فرد وهما ایضاً لیسا بمفردین -

ترجمہ

ومعنی انحلالها الخ - اور قضیہ کے منحل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ حروف جو دونوں میں سے ایک کے دوسرے کیساتھ ارتباط پر دلالت کرتے ہیں - ان حروف کو حذف کر دیا جائے - فاذا حذفنا الخ - پس جب ہم نے قضیہ سے اس حرف کو حذف کر دیا جو ارتباط حکمی (ربط) پر دلالت کرتا ہے پس اور اس کے دونوں طرف دو مفرد ہوں - تو وہ (قضیہ) حملیہ ہے - یا موجبہ - اگر اس میں اس بات کا حکم کیا گیا ہے کہ دونوں میں سے ایک بعینہٖ دوسرا ہے - جیسے ہمارا قول زید هو عالم واما سالبة اور قضیہ حملیہ یا سالبہ ہوگا - اگر اس میں اس بات کا حکم کیا جائے - دونوں میں سے ایک دوسرا نہیں ہے جیسے ہمارا قول زید لیس بعالم فانا اذا حذفنا الخ - پس جب ہم نے لفظ هو کو جو کہ پہلے قضیہ میں نسبت ایجابی کی دلالت کرتا ہے - اور لیس ہو کو جو کہ دوسرے قضیہ میں نسبت سلبی پر دلالت کرتا ہے - تو زید اور عالم باقی رہے - اور یہ دونوں مفرد ہیں - وان لم یکن طرفاها مفردین اور اگر دونوں طرف مفرد نہ ہوں - تو وہ قضیہ شرطیہ ہے - جیسے ہمارا قول "ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجوداً" اور دوسری مثال اِمَّا ان یکون هذا العدد زوجاً او فرداً (اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا - یہ عدد زوج ہوگا یا فرد ہوگا - فانه اذا حذفنا - کیونکہ جب ہم نے حروف اتصال کو حذف کر دیا - اور وہ کلمۂ اِن اور فاء ہیں - تو الشمس طالعة اور النہار موجود باقی رہ گئے - وهما لیسا بمفردین اور یہ دونوں مفرد نہیں ہیں - (بلکہ دونوں جملے ہیں) اور اسی طرح جب ہم نے حروف عناد (اما واو) کو مثال سے حذف کر دیا تو هذا العدد زوج اور هذا العدد فرد باقی رہ گئے - اور یہ دونوں بھی مفرد نہیں ہیں (بلکہ دونوں جملے ہیں -

-٭-

تشریح معنی انحلالہا۔ انحلال کے معنی منقسم ہونا۔ اجزاء کا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا، قضیہ میں چونکہ حرف رابطہ محکوم بہ کو محکوم علیہ سے مربوط کرتا ہے یعنی ایک جزء کو مسند الیہ میں یعنی موضوع اور دوسرے جزء کو مسند یعنی محکوم بہ بناتا ہے۔ اس رابطہ کا دوسرا نام نسبت اور حکم بھی ہے۔ اس لئے کہ جب قضیہ سے رابطہ حذف کر دیا گیا۔ تو دونوں اجزاء موضوع و محمول کے درمیان کوئی نسبت باقی نہ رہ گئی۔ نہ حکم وہ باقی رہ گیا۔ جس پر نسبت دلالت کرتی ہے۔ اس لئے رابطہ کے حذف کر دئے جانے کے بعد صرف مادہ باقی رہ گیا۔ اور صورت یعنی حکم نہ باقی رہ گیا۔ اور صورت کے باطل ہو جانے کا نام انحلال ہے۔ اس کو انفکاک اجزاء (اجزاء کا ایک دوسرے سے جدا ہونا) بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا رابطہ کے حذف ہو جانے کے بعد قضیہ کے دو مفرد باقی رہ گئے۔ اس کو قضیہ حملیہ کہا جاتا ہے۔

حاصل بحث :- مصنف نے قضیہ کے حملیہ اور شرطیہ ہونے کی پہچان یہ بتائی ہے کہ قضیہ سے حروف زوائد کو حذف کر کے دیکھو اگر دو مفرد باقی رہ جائیں۔ تو وہ قضیہ حملیہ ہے۔ جیسے زید ھو قائم میں ھو کو حذف کرنے کے بعد زید اور قائم باقی بچے اور یہ دونوں مفرد ہیں۔ اور اگر دو مفرد نہ ہوں۔ تو وہ قضیہ شرطیہ ہے۔ جیسے شرطیہ متصلہ کی مثال ان کانت الشمس طالعۃ فکان النہار موجوداً میں ان کانت اور کان کو حذف کر دینے کے بعد الشمس طالعۃ اور النہار موجود باقی بچے یہ دونوں مفرد نہیں ہیں۔ لہٰذا شرطیہ ہیں۔

دوسری مثال شرطیہ منفصلہ کی ہے :- اما ان یکون ھذا العدد زوجاً او فرداً۔ اس مثال سے جب ہم نے حروف عناد یعنی إمّا اور أوْ کو حذف کر دیا۔ تو ہذا العدد زوج اور ہذا العدد فرد باقی رہ گئے۔ یہ دونوں مفرد نہیں ہیں۔ بلکہ دو جملے ہیں لہٰذا یہ شرطیہ ہیں۔

فان قلت قولنا الحیوان الناطق ینتقل بنقل قدمیہ وقولنا زید عالم یضادہ زید لیس بعالم وقولنا الشمس طالعۃ یلزمہ النہار موجود حملیات مع ان اطرافہا لیست بمفردات فانتقض التعریفان طرداً وعکساً۔

ترجمہ پس اگر تو اے مخاطب اعتراض کرے کہ ہمارا قول الحیوان الناطق ینتقل بنقل قدمیہ اور ہمارا قول زید عالم یضادہ زید لیس بعالم اور ہمارا قول الشمس طالعۃ یلزمہ النہار موجود۔ (ترجمہ: حیوان ناطق اپنے دونوں پیروں سے چلتا ہے۔ زید عالم ہے

اس کی ضد زید لیس بعالم ہے۔ اور سورج طلوع ہے اس کیلئے النہار موجود لازم ہے)
حملیات مع ان طرفیہا لیست بمفردات دونوں مثالیں حملیہ ہیں۔ اس کے باوجود ان کے
اطراف مفرد نہیں ہیں۔ لہذا دونوں تعریفیں طرداً اور عکساً ٹوٹ گئیں۔

تشریح اعتراض :- آپ نے قضیہ حملیہ کی تعریف میں کہا ہے کہ انحلال کے بعد
دو مفرد باقی رہ جائیں تو وہ حملیہ ہے۔ اور اوپر کی دونوں مثالوں میں انحلال
کے بعد دو مفرد باقی نہیں رہتے۔ بلکہ دو مرکب نکلتے ہیں۔ مثلاً پہلی مثال میں الحیوان الناطق ایک جزء
ہے۔ اور ینتقل بنقل قدمیہ دوسرا جزء ہے۔ اول جزء میں ترکیب توصیفی پائی جاتی ہے۔ اور
دوسرا جزء جملہ فعلیہ ہے۔ الغرض مثالیں حملیہ ہیں۔ اور ان پر شرطیہ کی تعریف صادق آتی ہے۔
لہذا دونوں تعریفیں ٹوٹ گئیں۔ حملیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہ رہی کیوں کہ یہ مثالیں حملیہ سے
خارج ہوگئیں۔ اور شرطیہ کی تعریف مانع نہ رہی اس لئے کہ یہ مثالیں شرطیہ میں داخل ہوگئیں
طرد جامع نہ ہونا۔ عکس مانع نہ ہونا۔

نقول المراد بالمفرد اما المفرد بالفعل او المفرد بالقوة وهو الذی یمکن ان یعبر عنه
بلفظ مفرد والاطراف فی القضایا المذکورة وان لم تکن مفردات بالفعل الا انه
یمکن ان یعبر عنها بالفاظ مفردة واقلها ان یقال هذا ذاك او هو هو او الموضوع
محمول الی غیر ذلك بخلاف الشرطیات فانه لا یمکن ان یعبر عن اطرافها بالفاظ مفردة
فلا یقال فیها هذه القضیة تلك القضیة بل یقال ان تحقق هذه القضیة تحقق
تلك القضیة واما ان تحقق هذه القضیة او تحقق تلك القضیة وهی لیست بالفاظ
مفردة نعم بقی ههنا شیٔ وهو ان الشرطیة کما فسرت قضیة اذا احللناها لا
یکون طرفاها مفردین والاخفاء فی امکان ان یعبر عن طرفیها بعد التحلیل مفر
دین واقله ان یقال هذا ملزوم لذلك وذلك معاند لذلك فلو کان المراد
بالمفرد اما المفرد بالفعل او بالقوة دخلت الشرطیة تحت الحملیة فالاولی ان یحرف
قید الانحلال عن التعریف ویقال المحکوم علیه وبه فی القضیة ان کانا مفردین
سمیت حملیة والا شرطیة هذا هو المطابق لما ذکره الشیخ فی الشفاء۔

ترجمہ پس ہم کہتے ہیں مراد بالمفرد سے یا مفرد بالفعل ہے یا مفرد بالقوہ ہے اور وہ
(مفرد بالقوہ) وہ مفرد ہے جس کو مفرد لفظ سے تعبیر کرنا ممکن ہو۔ الاطراف
فی القضایا الخ۔ اور مذکورہ بالا قضیوں میں اطراف اگرچہ بالفعل مفرد نہیں ہے۔ لیکن بیشک

ان کو الفاظ مفردہ سے تعبیر کرنا ممکن ہے۔ اور کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ هذا ذلك (یہ ایسا ہے) یا هو هو (وہ وہ ہے) اور موضوع محمول ہے۔ وغیرہ۔

بخلاف الشرطیات:۔ بخلاف قضیہ شرطیہ کے کہ اس کے اطراف کو الفاظ مفردہ سے تعبیر کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس ان میں (شرطیات میں) ہذہ القضیۃ تحق تلک القضیۃ۔ نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا۔ ان تحق ہذہ القضیۃ تحق تلک القضیۃ (اگر یہ قضیہ متحقق ہوگا۔ تو وہ قضیہ بھی متحقق ہوگا۔) (اور شرطیہ منفصلہ میں کہا جائے گا۔) اما ان تحقق ہذہ القضیۃ او تحقق تلک القضیۃ (یا یہ قضیہ متحقق ہوگا یا وہ قضیہ متحقق ہوگا) وہی لیست بالفاظ اور ظاہر ہے کہ یہ الفاظ مفردہ نہیں ہیں (بلکہ جملے ہیں)

نعم بقی ههنا شیٔ ہاں البتہ اس جگہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ اور وہ ہے کہ شرطیہ جیسے تم نے تعبیر کی ہے کہ شرطیہ وہ قضیہ ہے کہ جب ہم اس کی تحلیل (تقسیم) کریں تو اسکے دونوں اطراف مفرد نہ ہو۔ ولاخفاء فی امکان الخ اور اس امکان میں کوئی خفاء نہیں ہے۔ (یعنی یہ ممکن ہے کہ) اس کے دونوں طرف کو تحلیل کے بعد دو مفردوں میں تعبیر کیا جا سکے۔ اور مفرد کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے ہذا ملزوم لذالک (یہ اس کے لئے ملزوم ہے۔) وذلک معاند لذلک (اور یہ اس کا ضد ہے) فلو کان المراد بالمفرد الخ۔ پس اگر مفرد سے مفرد بالفعل یا مفرد بالقوۃ مراد لیا جائے تو شرطیہ حملیہ کے تحت داخل ہو جائے گا۔

فالاولی ان یحذف قید الانحلال ۔ لہٰذا پس بہتر یہ ہے کہ حملیہ کی تعریف سے انحلال کی قید کو ہی حذف کر دیا جائے۔ اور کہا جائے کہ محکوم علیہ اور محکوم بہ قضیہ میں اگر دو مفرد ہوں تو قضیہ کا نام حملیہ رکھا جاتا ہے۔ ورنہ تو پس شرطیہ هذا هو المطابق الخ۔ چنانچہ یہی تعریف اس تعریف کے مطابق ہے جس کو ابو علی بن سینا نے اپنی کتاب شفاء میں ذکر کیا ہے۔

تشریح:۔ ماتن نے قضیہ حملیہ اور شرطیہ کی جو تعریف کی تھی۔ اس پر اعتراض وارد ہوا تھا۔ شارح قطب الدین رازی نے اس کا جواب دیا ہے۔

الجواب جس کا حاصل یہ ہے کہ انحلال کے بعد مفرد باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ مفرد بالفعل ہوں۔ یا مفرد بالقوہ ہوں مفرد بالقوہ سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس کو مفرد الفاظ سے تعبیر کرنا ممکن ہو۔ لہٰذا اعتراض جو مثالیں کی گئی ہیں۔ ان کو مفرد الفاظ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ ہذا ذلک۔ اور ہو ہو موضوع محمول منسوب الیہ میں۔ منسوب۔ یا محکوم علیہ محکوم بہ جوں کہ ان کو مفرد الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ان پر حملیہ کی تعریف صادق آتی ہے۔

اس کے برخلاف شرطیہ ہے کہ انحلال کے بعد اس کے اطراف کو مفرد لفظوں سے تعبیر

نہیں کر سکتے۔ ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود میں ان کانت اور فا کو حذف کرنے کے بعد الشمس طالعۃ اور فالنہار موجود باقی رہے۔ ان کی تعبیر میں ہذہ القضیۃ تلک القضیہ سے اگر کریں گے۔ تو شرطیہ سے پہلے جزء کی تعبیر تو صحیح ہو جائے گی مگر شرطیہ کا طرف ہونے کی حیثیت سے تعبیر نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں اتصال اور انفصال پر دلالت کرنے والے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔

شرطیہ کی کم سے کم الفاظ میں جو تعبیر ممکن ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح پر کہا جائے۔ ان تحقق ہذہ القضیہ، تحقق تلک القضیۃ اور شرطیہ منفصلہ کو مختصر الفاظ میں اس طرح تعبیر کیا جائے کہ "اما تحقق ہذہ القضیۃ او تحقق تلک القضیۃ صاف ظاہر ہے کہ اس مختصر تعبیر میں بھی دو جملے ہی موجود ہیں۔ نہ کہ مفرد لہذا حملیہ کی تعریف جامع بھی ہے اور دوسرے افراد کو شریک ہونے سے مانع بھی۔

قولہ فالاولی ان یحذف قید الانحلال۔ اس جواب پر کہ مفرد سے مراد یہ ہے کہ مفرد بالفعل ہو یا مفرد بالقوہ ہو۔ شارح نے جواب دیا تھا کہ یہی تعبیر شرطیہ کی بھی ممکن ہے۔ یعنی یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہذا ملزوم لذلک۔ ہذا معاند لذلک اس لئے بہتر ہے کہ حملیہ کی تعریف سے انحلال کی قید کو حذف کر دیا جائے۔ اور صرف یہ کہا جائے کہ محکوم علیہ اور محکوم بہ قضیہ میں اگر مفرد ہوں تو وہ حملیہ ہے۔ ورنہ شرطیہ شارح نے اپنی تائید میں شیخ کا حوالہ بھی دیا ہے کہ شفاء میں قضیہ حملیہ کی انہوں نے بھی اسی طرح تعریف کی ہے۔

وقیل صوابہ ان یقال القضیۃ ان انحلت الی قضیتین فہی شرطیۃ والا فحملیۃ لئلا یرد علیہ مثل قولنا زید ابوہ قائم فانہ حملیۃ مع انہ لم ینحل الی مفردین لان المحکوم بہ فیہ قضیۃ وھو لیس بصواب من وجہین اما اولا فلورود بعض النقوض المذکورۃ علیہ واما ثانیا فلان انحلال القضیۃ الی ما منہ ترکیبھا والشرطیۃ لا تترکب من قضیتین فان ادوات الشرط والعناد اخرجت اطرافہا عن ان تکون قضایا الا تری انا اذا قلنا الشمس طالعۃ کانت قضیۃ محتملۃ للصدق والکذب ثم اذا ادرجنا اداۃ الشرط علیہ وقلنا ان کانت الشمس طالعۃ خرج عن ان یکون قضیۃ تحتمل الصدق والکذب نعم ربما یقال فی ہذہ الفن ان الشرطیۃ مرکبۃ من قضیتین تجوزا من حیث ان طرفیہا اذا اعتبر فیہما الحکم کانا قضیتین والا فہما لیسا قضیتین لا عند الترکیب ولا عند التحلیل۔

ترجمہ دوسرا جواب :۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قضیہ کی صحیح تعریف یہ ہے کہ یوں کہا جائے گا کہ قضیہ اگر دو قضیوں کیجانب منقسم ہو۔ تو وہ شرطیہ ہے ۔ ورنہ پس حملیہ ہے ۔ تاکہ تعریف پر یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ (زید ابو قائم جیسے اقوال حملیہ ہیں ۔ باوجودیکہ وہ دو مفرد کی طرف منحل نہیں ہوتے ۔ کیونکہ اس مثال میں محکوم بہ قضیہ ہے ۔ (اگرچہ محکوم علیہ مفرد ہے)

وھو لیس بصواب من وجہین ۔ اور یہ دو وجہ سے درست نہیں ہے ۔ بہرحال اول دو وجہ اس وجہ سے اوپر کے مذکورہ اعتراضات اس تعریف پر وارد ہوتے ہیں ۔ اور بہرحال دوسری وجہ تو اس وجہ سے کہ قضیہ کا انحلال مانہ کیطرف لازم آتا ہے یعنی یہ لازم آتا ہے کہ جن اجزاء سے قضیہ مرکب ہوا ہے ۔ انھیں اجزاء کی طرف منحل (منقسم) ہو رہا ہے ۔) اور قضیۂ شرطیہ جو دو قضایا سے مرکب کا نہیں ہوا کرتا ۔ (گویا قضیۂ شرطیہ میں ترکیب ہی نہیں ہوتا) اس وجہ سے حروف شرط اور حروف عناد کے قضیہ میں داخل ہوجانے کے بعد شرطیہ کے اطراف کو قضیہ ہونے سے خارج کرتے ہیں ۔ (کیوں کہ قضیہ میں حکم پایا جاتا ہے اور حروف شرط وجزاء اور حروف عنادیہ کے داخل ہو جانے کے بعد اس قضیہ میں کوئی حکم نہیں ہوتا)

الاترئی انا اذا قلنا ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ہم نے الشمس طالعۃ" کہا ۔ تو یہ ایک قضیہ ہے ۔ جو صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے ۔ پھر اس پر جب ہم نے اداۃ شرط داخل کر دیا ۔ اور یہ کہا کہ ان کانت الشمس طالعۃ" (اگر سورج نکلا ہوگا) تو یہی جملہ قضیہ ہونے سے خارج ہوگیا ۔ کہ صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو ۔ نعم ربما یقال ۔ ہاں البتہ اس فن میں (بطور اصطلاح) کبھی کبھی مجازاً کہہ دیا جاتا ہے ۔ کہ بیشک شرطیہ دو قضیوں سے مرکب ہوتا ہے ۔ اس حیثیت سے کہ اس کے دونوں طرف جب ان میں حکم کا اعتبار کر لیا جائے تو قضیہ بن جاتے ہیں ۔ ورنہ پس یہ دونوں (یعنی شرطیہ کے دونوں جز) قضیہ نہیں ہوتے ۔ نہ ترکیب (یعنی مرکب ہونے) کے وقت اور نہ تحلیل کے وقت ۔ (یعنی جب حروف قضیہ سے جدا کر دیا جائے) اور دونوں جزوں کو علاحدہ علیحدہ کر دیا جائے ۔

تشریح قولہ قیل صوابہ" ۔ مصنف نے قضیۂ حملیہ کی جو تعریف بیان کی ہے ، اس میں اعتراض وارد ہوتا ہے ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ۔ زید ابوہ قائم قضیہ حملیہ ہے مگر اس پر حملیہ کی تعریف صادق نہیں آتی ۔ کیوں کہ اس کا دوسرا جز یعنی ابوہ قائم جملہ ہے مفرد نہیں ہے ۔ اس لئے یہ جزو تعریف سے خارج ہوگیا ۔ اور تعریف جامع نہ رہی کیوں کہ تعریف قضیہ حملیہ کی مصنف نے یہ بیان کی ہے کہ منحل ہونے کے بعد اس میں دو مفرد برآمد ہوں ۔ اوپر کی مثال میں جز و اول " زید " اگرچہ مفرد ہے مگر دوسرا جز یعنی" ابوہ

قائم " مفرد کے بجائے جملہ ہے۔
اس لئے بعض مناطقہ نے کہا ہے کہ قضیہ حملیہ کی صحیح تعریف جس پر مذکورہ بالا اعتراض وارد نہ ہو یہ ہے اگر قضیہ دو قضیوں کی طرف منقسم ہو تو وہ قضیہ شرطیہ ہے۔ اور اگر دو قضیوں کی طرف منقسم نہ ہو تو وہ حملیہ ہے۔ (خواہ وہ مفرد ہوں۔ ایک مفرد اور ایک جملہ ہو) لہٰذا اس تعریف کی بناء پر مذکورہ بالا مثال پر بھی حملیہ کی تعریف صادق آجائے گی۔ مگر شارح نے اس پر رد اعتراض کر کے تعریف کو درست نہیں مانا)

قولہ صوابہ، "ہ" ضمیر کا مرجع تعریف ہے۔ یعنی صحیح تعریف یہ ہے
اعتراض :۔ صوابہ کہنے پر یہ اعتراض ہے کہ صواب اصطلاح میں اس قول کو کہا جاتا ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ حالاں کہ تعریف میں کسی طرح کا کوئی حکم نہیں ہوا کرتا ہے۔ اس واقع کے مطابق ہونے یا مطابق نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الجواب خلاصہ جواب یہ ہے کہ اس جگہ صواب سے مراد "صحیح" لیا گیا ہے۔ یعنی درست ہونا۔ اس مطابقت کا سوال پیدا نہ ہوگا۔ قولہ لئلا یرد علیہ۔ چونکہ یہ مذکورہ حکم پر بطور دلیل کے لایا گیا ہے۔ اس لئے شارح کو "لان" کہنا چاہیے تھا۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہاں سے دلیل بیان کیجا رہی ہے۔
اور لفظ علیہ کے بجائے علیہما (تثنیہ) کہنا چاہیے تھا۔ اس وجہ سے کہ اعتراض میں زید ابوہ قائم جو کہا گیا ہے۔ وہ حملیہ اور شرطیہ دونوں کی تعریفوں پر وارد ہو رہا تھا۔ البتہ حملیہ کی تعریف میں جامع (طرد؟) ہونے کے اعتبار سے اور شرطیہ کی تعریف میں مانع نہ ہونے کے اعتبار سے یعنی عکساً وارد ہو رہا تھا۔ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ مصنف اس کی دلیل میں یہ فرماتے کہ یہ جملہ حملیہ ہے شرطیہ نہیں ہے اس سے صاف معلوم ہو جاتا کہ دونوں تعریفوں پر رد کرنا چاہتے ہیں۔
وجہ اول :۔ جو اعتراض پہلی تعریف پر وارد ہوا تھا۔ وہی اس پر بھی وارد ہو رہا ہے جیسے۔ زید عالم یضادہ زید لیس بعالم (زید عالم ہے اس کی ضد لیس بعالم ہے) دوسری مثال۔ الشمس طالعۃ یلزم النہار موجود۔ (سورج طلوع ہونے والا ہے۔ اس کے لئے النہار موجود لازم ہے) ان دونوں مثالوں پر قضیہ شرطیہ کی تعریف صادق آتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کو جب منحل کرتے ہیں۔ تو دو قضیے برآمد ہوتے ہیں۔ زید عالم۔ زید لیس بعالم۔ اور الشمس طالعۃ النہار موجود۔ حالاں کہ یہ شرطیہ نہیں بلکہ حملیہ ہیں۔
وجہ دوم :۔ جب قضیہ کو منحل کریں گے۔ تو انحلال کے بعد اس سے وہی اجزاء برآمد ہونگے جن سے وہ مرکب کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ انحلال میں صرف قضیے حروف رابطہ کو حذف کیا جاتا ہے

باقی قضیہ کے اجزاء حسب سابق موجود رہتے ہیں۔
اسی طرح شرطیہ سے حروف شرط وجزاء اور حروف عنادیہ کو حذف کیا جاتا ہے۔ چونکہ شرطیہ کی ترکیب دو قضیوں سے نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ حروف شرط میں داخل ہونے کے بعد قضیہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور قضیہ اسی وقت شمار ہوتا ہے۔ جب اس میں کوئی حکم موجود ہو۔ لہذا جب ترکیب شرطیہ کی دو قضایا سے نہ ہوئی ہو تو انحلال کے بعد دو قضایا نہ برآمد ہوں گے۔ لہذا تعریف کرنے والے نے شرطیہ کی جو تعریف کی ہے۔ وہ کسی شرطیہ پر صادق نہیں آتی۔
قولہ نعم بہما۔ سوال یہ ایک مقدر سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ منطقی کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مل کر بنتا ہے۔
جواب:۔ تو شارح نے جواب دیا کہ ان کا یہ قول مجازی ہے۔ یعنی یہ کہ شرطیہ کے دونوں اطراف میں قضیہ ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ خود قضیہ نہیں ہوتے جب ان میں حکم کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ تو قضیہ دو ہوں گے۔ اعتبار نہ کیا جائے تو قضیہ نہ ترکیب کیوقت نہ تحلیل کیوقت۔

قال والشرطیۃ اما متصلۃ وھی التی یحکم فیھا بصدق قضیۃ اولا صدقہا علیٰ تقدیر صدق قضیۃ اخری کقولنا ان کان ھذا انسانا فھو حیوان ولیس انکان ھذا انسانا فھو جماد واما منفصلۃ وھی التی یحکم فیھا بالتنافی بین القضیتین فی الصدق والکذب معا او فی احدھما فقط او بنفیہ کقولنا اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا ولیس اما ان یکون ھذا الانسان حیوانا او اسود اقول الشرطیۃ قسمان متصلۃ ومنفصلۃ فالمتصلۃ ھی التی یحکم فیھا بصدق قضیۃ اولا صدقہا علیٰ تقدیر صدق القضیۃ اخری فان حکم فیھا بصدق قضیۃ علیٰ تقدیر صدق قضیۃ اخری فھی متصلۃ موجبۃ کقولنا انکان ھذا انسانا فھو حیوان فان الحکم فیھا بصدق الحیوانیۃ علیٰ تقدیر صدق الانسانیۃ وان حکم فیھا بسلب صدق قضیۃ علیٰ تقدیر صدق قضیۃ اخری فھی متصلۃ سالبۃ کقولنا لیس البتۃ ان کان ھذا انسانا فھو جماد فان الحکم فیھا بسلب صدق الجمادیۃ علیٰ تقدیر صدق الانسانیۃ۔

ترجمہ:۔ ماتن نے کہا۔ اور شرطیہ یا متصلہ ہوگا۔ اور متصلہ وہ شرطیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صادق ہونے یا صادق نہ ہونے کا حکم دوسرے قضیے کے صادق ہونے کی تقدیر (شرط) پر کیا جائے۔ جیسے ہمارا قول ان کان ھذا الانسانا فھو حیوان" (اگر یہ انسان ہوگا تو حیوان ہوگا) ولیس ان کان ھذا انسانا فھو جماد" (ایسا نہیں ہے کہ اگر یہ انسان ہو تو

جماد ہو۔)

تعریف منفصلہ الخ۔ اور یا قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوگا۔ اور منفصلہ وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس میں دو قضایا کے درمیان منافات کا حکم کیا جائے۔ صدق وکذب دونوں میں ایک ساتھ۔ یا صدق وکذب میں سے کسی ایک میں حکم کیا جائے۔ یا اس کی نفی کا جیسے ہمارا قول۔ اِمّا ان یکون ہذا العدد زوجاً او فرداً۔ دلیل اِن یکون ہذا الانسان حیوان او اسود (یا یہ عدد زوج ہوگا یا فرد ہوگا اور ایسا نہیں ہے۔ کہ یا یہ انسان حیوان ہوگا یا اسود ہوگا)

اقول:۔ شارح قطبی فرماتے ہیں۔ قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول متصلہ دوم منفصلہ۔

تعریف قضیہ شرطیہ متصلہ:۔ پس متصلہ وہ شرطیہ کہ جس میں ایک قضیہ کے صدق یا عدم صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صادق ہونے کی شرط پر کیا جائے۔۔

قولہ فان حکم الخ۔ پس اگر اس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم دوسرے قضیہ کے صادق ہونے کی شرط پر کیا جائے۔ تو وہ متصلہ موجبہ ہے۔ جیسے ہمارا قول۔ ان کان ہذا انسانا فہو حیوان۔

قولہ فان الحکم الخ۔ کیوں کہ اس میں حکم حیوانیت کے صدق کا انسانیت کے صادق ہونے کی شرط پر کیا گیا ہے۔

قولہ الشرطیۃ قسمان الخ:۔ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول متصلہ۔ دوم منفصلہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ موجبہ اور سالبہ (یعنی متصلہ موجبہ، متصلہ سالبہ۔ منفصلہ موجبہ۔ منفصلہ سالبہ۔)

تعریف شرطیہ متصلۃ موجبۃ:۔ شرط متصلہ موجبہ اس شرطیہ کو کہتے ہیں جس میں یہ حکم کیا گیا ہو۔ کہ ایک نسبت دوسری نسبت کی شرط پر ثابت ہے جیسے۔ ان کان ہذا انسانا۔ کان حیوانا۔ اس مثال میں انسانیت کے صادق آنے کی شرط پر حیوانیت کا حکم دیا گیا ہے

تعریف شرطیۃ متصلہ سالبہ:۔ وہ شرط ہے کہ جس میں ایک نسبت کے سلب کا حکم کیا گیا ہے۔ دوسری نسبت کے صدق کی تقدیر پر جیسے لیس البتۃ ان کان ہذا انسانا فہو جماد۔ اس مثال میں انسانیت کے صادق آنے کی صورت میں جمادیت کے صدق کی نفی کا حکم کیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ ماتن مذکورہ بالا تعریف شرطیہ متصلہ کی جمہور کی تعریف ہے۔ ماتن نے اسی کو نقل کر دیا ہے۔ ورنہ شرطیہ متصلہ سالبہ کی تعریف پر بعض اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ مشہور تعریف پر ایک اعتراض آپ کی مزید معلومات کے لئے نقل کیا جاتا ہے وہ یہ اس تعریف میں جتنے قضایا متصلہ سب کے سب خارج ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ متصلہ میں ایک نسبت کے صدق کا حکم دوسری نسبت کے صدق کی تقدیر پر نہیں ہوا کرتا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو یہ مثال بھی صحیح ہونا چاہیئے۔ "کلما کان اللہ عالماً کان زید قائماً"۔ اس لئے کہ دائمی صدق کی طرح مطلق صدق بھی دائمی ہوتا ہے۔ لہذا دائمہ اور مطلقہ عامہ کے درمیان اتصال کلی ہونا چاہیئے

دوسرا اعتراض:۔ یہ بھی ہے کہ اس میں حکم صرف جزو ثانی یعنی تالی میں ہوتا ہے۔ جزو اول یعنی مقدم تو صرف شرط ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ یہ مناطقہ کی ایک جماعت کے خلاف ہے۔ اور واقعہ بھی اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ ان کان زید حماراً کان ناہقاً میں تالی ناہق ہونا حق ہے۔ مگر اس میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔

الجواب:۔ اس قسم کے رد کرنے کیلئے بعض نے کہا ہے کہ متصلہ موجبہ وہ قضیہ جس ایک قضیہ کے تحقق کے اتصال کا حکم دوسرے قضیے کے تحقق کے ساتھ حکم کیا جائے۔ اور متصلہ سالبہ وہ شرطیہ ہے کہ جس میں اس اتصال کے سلب کا حکم کیا گیا ہو۔

دوسری تعریف:۔ بعض نے حملیہ اور شرطیہ کی ایک تعریف یہ کی ہے کہ اگر قضیہ میں ایک شئ کے ثبوت کا حکم دوسری شئ کے لئے کیا گیا ہو۔ یا اس سے نفی کا حکم کیا گیا ہو۔ تو وہ قضیہ حملیہ ہے۔ ورنہ شرطیہ ہے۔ یہ تعریف کسی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔

والمنفصلة هى التى يحكم فيها بالتنافى بين القضيتين اما فى الصدق والكذب معا اى بانهما لاتصدقان ولاتكذبان اوفى الصدق فقط اى بانهما لاتصدقان ولكنهما قد تكذبان اوفى الكذب فقط اى بانهما لاتكذبان وربما تصدقان اوبنفيه اى بسلب ذلك التنافى فهى منفصلة موجبة اما اذا كان الحكم فيها بالمنافاة فى الصدق والكذب معا سميت منفصلة حقيقية كقولنا اما ان يكون هذا العدد زوجا اوفردا فان قولنا هذا العدد زوج وهذا العدد فرد لايصدقان معا ولايكذبان معا واما اذا كان الحكم فيها بالمنافاة فى الصدق فقط فهى مانعة الجمع كقولنا اما ان يكون هذا الشئ شجرا اوحجرا

ترجمہ:۔ اور منفصلہ وہ شرطیہ ہے کہ جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات کا حکم کیا گیا ہو۔ یا صدق اور کذب دونوں میں یعنی دونوں قضیے ایک ساتھ صادق نہ ہوں گے۔ اور نہ دونوں ایک ساتھ کاذب ہوں گے بلکہ ایک صدوق ہوگا۔ تو دوسرا قضیہ کاذب ہوگا۔ اور ایک کاذب ہوگا تو دوسرا صادق ہوگا۔

قولہ او فی الصدق :- یا دونوں میں منافات صرف صدق میں ہوگی۔ (یعنی دونوں قضیوں میں منافات ایک ساتھ صادق آنے میں ہے۔ کاذب ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے)

قولہ او فی الکذب فقط :- یا دونوں میں منافات صرف کذب میں ہے۔ (یعنی دونوں قضیے ایک وقت میں کاذب نہ ہوں گے۔ ممکن ہے کہ دونوں صادق ہو جائیں۔) ای بانھما لا یکذبان یعنی دونوں ایک ساتھ کاذب نہ ہوں گے۔ اور بسا اوقات دونوں صادق ہو جائیں قولہ او بنفیہ یا دونوں میں اس کی نفی کا حکم کیا جائے۔ یعنی اس منافات کے سلب کا حکم کیا جائے۔

قولہ فان حکم فیھا :- (شارح یہاں سے تفصیل بیان کرتے ہیں کہ) پس اگر قضیہ میں دونوں کے درمیان منافات کا حکم کیا گیا ہے۔ تو وہ منفصلہ موجبہ ہے)

قولہ - اما اذا کان الحکم :- بہر حال جب منفصلہ میں حکم منافات کا صدق و کذب میں ساتھ ساتھ کیا جائے تو اس کا نام منفصلہ حقیقیہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا" (یا یہ عدد زوج ہوگا۔ یا فرد ہوگا)

قولہ فان قولنا - پس ہمارا قول "ہذا العدد زوج" اور ہمارا قول ہذا العدد فرد ایک ساتھ نہ صادق ہوں گے۔ اور نہ دونوں ایک ساتھ کاذب ہوں گے۔ (بلکہ وہ عدد معین یا زوج ہوگا۔ کہ دو میں برابر تقسیم ہو جائے۔ یا وہ عدد معین فرد ہوگا کہ دو میں برابر تقسیم نہ ہو۔)

قولہ اما اذا کان الحکم فیھا بالمنافات اور بہر حال جب اس میں منافات کا حکم صرف صدق میں ہو۔ تو وہ "مانعۃ الجمع" ہے۔ جیسے ہمارا قول "اما ان یکون ہذا الشئ شجرا او حجرا (یا یہ شئ شجر ہوگی۔ یا حجر ہوگی۔)

فان قولنا هذا الشئ شجر و هذا الشئ حجر لا یصدقان وقد یکذبان بان یکون هذا الشئ حیوانا واما اذا کان الحکم فیھا بالمنافاۃ فی الکذب فقط فھی مانعۃ الخلو کقولنا اما ان یکون هذا الشئ لا شجرا او لا حجرا فان کقولنا هذا الشئ لا شجر و هذا الشئ لا حجر لا یکذبان والا لکان الشئ شجرا و حجرا معا و هو محال وقد یصدقان معا بان یکون حیوانا وان حکم فیھا بسلب التنافی فھی منفصلۃ سالبۃ فان کان الحکم فیھا بسلب المنافاۃ فی الصدق والکذب معا کانت سالبۃ حقیقۃ کقولنا لیس اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا فانہ یجوز اجتماعھما و یجوز ارتفاعھما وان کان الحکم فیھا بسلب المنافاۃ فی الصدق فقط کانت سالبۃ مانعۃ الجمع کقولنا لیس اما ان یکون هذا الانسان حیوانا او اسود فانہ یجوز اجتماعھما ولا یجوز ارتفاعھما وان کان الحکم فیھا بسلب المنافاۃ فی الکذب فقط کانت سالبۃ مانعۃ الخلو کقولنا لیس اما ان یکون هذا الانسان رومیا او حبشیا

فانہ تجوز ارتفاعہما دون الاجتماع ۔

ترجمہ :۔ پس ہمارا قول ھذا الشیء شجر اور ھذا الشیء حجر ایک وقت میں صادق نہیں ہوں گے ۔ اور کبھی دونوں کاذب ہو جاتے ہیں ۔ بایں صورت کہ یہ شئی بجائے شجر اور حجر کے حیوان ہو ۔

قولہ اما اذا کان الحکم فیہا بالمنافات ۔ بہرحال جب اس میں (منفصلہ میں) منافات کا حکم صرف کذب میں ہو ۔ تو وہ "مانعۃ الخلو" ہے ۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون ھذا الشیء لاشجر او لاحجر (یا یہ شئی لاشجر ہو گی یا لاحجر ہو گی ۔) پس ہمارا قول ھذا الشیء لاشجر اور ہمارا قول ھذا الشیء لاحجر ایک ساتھ دونوں کاذب نہ ہوں گے ۔

قولہ والا لکان الشیء الخ :۔ ورنہ البتہ ایک ہی شئی ایک وقت میں شجر اور حجر دونوں ہو جائے گی ۔ اور یہ محال ہے ۔ وقد یصدقان معاً ۔ ہاں البتہ کبھی دونوں ایک وقت میں صادق ہو سکتی ہیں ۔ (کہ معین شئی ایک وقت میں لاشجر بھی ہو اور لاحجر بھی یعنی نہ شجر ہو نہ حجر ہو بلکہ حیوان ہو)۔

قولہ وان حکم فیہا بسلب التنافی ۔ اور اس میں (منفصلہ میں) منافات کے سلب کا حکم کیا جائے ۔ تو وہ منفصلہ سالبہ ہے ۔ پس اگر اس میں حکم سلب منافات کا صدق وکذب دونوں میں ساتھ ساتھ ہو تو وہ سالبہ حقیقیہ ہے ۔ جیسے ہمارا قول لیس اما ان یکون ھذا الانسان اسود او کاتبا ، (ایسا نہیں ہے کہ یہ انسان اسود ہو یا کاتب ہو) کیونکہ دونوں کا اجتماع (ایک وقت میں پایا جانا) جائز ہے ۔ اور دونوں کا ارتفاع بھی جائز ہے ۔ (یعنی دونوں ہی نہ پائے جاتے ہوں کہ متعین انسان اسود اور کاتب دونوں نہ ہو) ۔

وان کان الحکم اور اگر منفصلہ میں سلب منافات کا حکم نقط صدق میں ہو ، تو وہ سالبہ مانعۃ الجمع ہو گا ۔ جیسے ہمارا قول لیس اما ان یکون ھذا الانسان حیوانا او اسود ۔ (ایسا نہیں ہے کہ یہ انسان حیوان ہو یا اسود ہو) کیونکہ ان دونوں کا اجتماع جائز ہے (یعنی جائز ہے کہ انسان حیوان بھی ہو اور اسود بھی جیسے حبشی) مگر دونوں کا ارتفاع (صادق نہ ہونا) جائز نہیں ہے ۔

وان کان الحکم فیہا بسلب المنافات ۔ اور اگر اس میں سلب منافات کا حکم نقط کذب میں ہو ۔ تو وہ منفصلہ سالبہ مانعۃ الخلو ہو گا ۔ جیسے ہمارا قول لیس اما ان یکون ھذا الانسان رومیا او زنجیا (ایسا نہیں ہے کہ یہ انسان رومی یا زنجی یعنی حبشی ہو ۔) کیونکہ

ان دونوں کا رفع جائز ہے ۔ اجتماع جائز نہیں (یعنی ہو سکتا ہے کہ یہ انسان رومی اور زنگی نہ ہو ۔ بلکہ ہندوستانی ہو ۔

تشریح :- ماتن اور شارح دونوں نے قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف اور اس کی مثال اور پھر اس کی اقسام کو بیان کیا ہے ۔ ہم ذیل میں ان کی اقسام و تعریف مع مثال مختصراً تحریر فرماتے ہیں ۔

والمنفصلہ ۔ اگر قضیہ شرطیہ میں دو نسبتوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم کیا گیا ہو تو اس قضیہ کو قضیہ منفصلہ کہتے ہیں ۔ پھر اس منفصلہ کی تین قسمیں ۔ منفصلہ حقیقیہ ۔ منفصلہ مانعۃ الجمع ۔ منفصلہ مانعۃ الخلو ۔ اول یعنی منفصلہ حقیقیہ ۔ اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان ۔

تعریف منفصلہ حقیقیہ :- اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں ۔ جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان منافات صدق و کذب کا دونوں میں ساتھ ساتھ پائی جائے ۔ جیسے یہ عدد زوج ہوگا یا فرد ہوگا ۔

تعریف منفصلہ مانعۃ الجمع :- دونوں قضیوں کے درمیان منافات صرف صدق میں پائی جائے ۔ جیسے یہ شئی شجر ہے یا حجر ۔ شئی معین ایک وقت میں شجر و حجر نہیں ہو سکتی ۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ دونوں نہ ہوں بلکہ حیوان ہو ۔

تعریف منفصلہ مانعۃ الخلو :- دو نسبتوں کے درمیان منافات کا حکم صرف کذب میں ہو ۔ جیسے یا یہ شئی لاشجر ہو گی ۔ یا لاحجر ہو گی ۔ اس مثال میں لاشجر اور لاحجر ایک وقت میں کاذب نہیں ہوں گے ۔ کہ وہ شئی نہ لاشجر ہو اور نہ لاحجر ہو ۔ البتہ دونوں کا صادق ہونا ممکن ہے ۔ کہ وہ شئی لاشجر ہو گی ۔ اور لاحجر بھی ہو ۔ مثلاً وہ شئی حیوان ہو ۔ تو حیوان ۔ وہ شئی ہے ۔ جو لاشجر بھی ہے ۔ اور لاحجر بھی ۔

مانعۃ الجمع :- دو نسبتوں کا ایک وقت میں جمع ہونا منع ہو ۔ اس کی اصطلاحی تعریف آپ اوپر پڑھ چکے ہیں ۔ مناطقہ اس کے دو معنیٰ بیان کرتے ہیں ۔

مانعۃ الجمع کے اول معنی :- دونوں نسبتوں کے درمیان منافات کا حکم صدق میں ہو ۔ کذب میں نہ ہو ۔ جیسے کہ اوپر گذرا ۔

دوسرے معنی :- دونوں نسبتوں کے درمیان منافات کا حکم صدق میں ہو ۔ اور کذب سے قطع نظر کر لیا گیا ہو ۔ (یعنی کذب میں بھی منافات ہو ۔ یا نہ ہو ۔ اس سے قطع نظر کر لیا گیا ہو ۔)

ان معانی میں سے اول معانی کے اعتبار سے ان کا نام ور مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو بالمعنی الاخص اور

دوسرے معنی کے لحاظ سے بالمعنی الاعم کہا جاتا ہے۔
آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ مانعتہ الجمع اور مانعتہ الخلو کی تعریف میں لفظ فقط بھی ذکر کیا گیا ہے۔
اگر اس قید کا تعلق صرف صدق اور کذب سے ہو۔ تو تعریف بالمعنی الاخص کہلائے گی۔ اور اگر لفظ فقط قید حکم کے لئے ہو۔ تو اس کو بالمعنی الاعم کہتے ہیں۔
شارح کے الفاظ یہ ہیں۔ ای بانہا لا یصدقان الخ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعریف مانعتہ الجمع و مانعتہ الخلو کی بالمعنی الاخص ہے۔

لایقال السوالب الحملیۃ والمتصلۃ والمنفصلۃ علی ما ذکر تم ما یرفع فیہا الحمل و الاتصال والانفصال فلا تکون حملیۃ و لا متصلۃ والمنفصلۃ لانہا ما ثبت فیہا الحمل والاتصال والانفصال لانا نقول لیس اجراء ہذہ الاسامی علی السوالب بحسب مفہوما للغۃ بل بحسب الاصطلاح ومفہوماتہا الاصطلاحیۃ کما یصدق علی الموجبات تصدق علی السوالب نعم المناسبۃ المحققۃ للنقل اما فی الموجبات فلتحقق معنی الحمل والاتصال والانفصال واما فی السوالب فلمشابہتہا ایاہا فی الاطراف۔

ترجمہ:۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ حملیہ متصلہ اور منفصلہ کے سوالب جیسا کہ تم نے ذکر کیا ہے وہ ہے جس میں حمل، اتصال اور انفصال کا رفع کر دیا گیا ہو۔ (لہذا اس تعریف کی بناء پر) پس وہ نہ حملیہ باقی رہیں گے اور نہ متصلہ و منفصلہ باقی رہ جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ ان میں حمل اور اتصال اور انفصال باقی نہیں رہا۔ (ثابت نہ رہا)
قولہ لانا نقول:۔ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے۔ کہ ان اسماء (ناموں) کا اجراء (جاری کرنا) سوالب پر لغوی مفہوم کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ اصطلاح کے اعتبار سے ہے۔ اور ان کے مفہومات اصطلاحیہ (اصطلاحی مفہوم) جس طرح موجبہ (موجبات) پر صادق آتے ہیں اسی طرح ان کے سوالب (سلب) پر بھی صادق آتے ہیں۔ البتہ نقل کرنے کی مناسبت محققہ بہر حال موجبات میں تو اس لئے ہے کہ ان میں حمل۔ اتصال اور انفصال کے معنی پائے جاتے ہیں (متحقق ہوتے ہیں) اور بہر حال ان کے سوالب میں تو اس وجہ سے کہ یہ اطراف میں موجبات کے مشابہت رکھتے ہیں۔
تشریح:۔ شارح نے اس جگہ حملیہ۔ متصلہ اور منفصلہ کے سالبہ کی تعریف پر اعتراض کیا ہے اور اسکے بعد اس اعتراض کا جواب بھی تحریر فرماتے ہیں۔
اعتراض:۔ سالبہ حملیہ۔ متصلہ سالبہ۔ سالبہ منفصلہ پر ان کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ یعنی سالبہ حملیہ

کو قضیہ حملیہ کہنا۔ سالبہ متصلہ کو متصلہ کہنا۔ اسی طرح سالبہ منفصلہ کو منفصلہ کہنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمہاری بیان کردہ تعریف کی بناء پر ان کے رفع کا نام سالبہ ہے۔ یعنی رفع حمل کا نام سالبہ حملیہ ہے۔ اور رفع اتصال کا نام سالبہ متصلہ ہے۔ اور رفع انفصال کا نام سالبہ منفصلہ رکھا گیا ہے۔ اور جب حملیہ سے حمل کا رفع کر دیا گیا تو وہ حملیہ نہ رہا۔ متصلہ سے اتصال کا رفع کر دیا گیا تو وہ متصلہ نہ رہا۔ اور منفصلہ سے جب انفصال کا رفع کر دیا گیا تو وہ منفصلہ نہ رہا۔ کیونکہ انہیں حمل۔ اتصال انفصال ثابت نہیں رہ گیا۔

الجواب:۔ اس اعتراض کا شارح نے خود ہی جواب بھی تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ان قضایا کے سالبہ پر (یعنی سوالب پر) ان کا نام رکھنا لغوی مفہوم کے لحاظ سے نہیں ہے۔ کہ رفع حمل کو حمل کی نفی پر اور رفع اتصال کو اتصال کی نفی پر اس طرح رفع انفصال کو انفصال کی نفی پر محمول کر لیا جائے۔ بلکہ اس کے اسامی کا اجراء (یعنی ان کا نام رکھنا) خالص اصطلاحی ہے اور مفہوم اصطلاحی جس طرح ان کے موجبات پر صادق آتا ہے۔ ان کے سالبہ پر اسی طرح صادق آتا ہے۔

قولہ نعم المناسبۃ المحققۃ۔ البتہ لغت سے اصطلاح میں نقل کرنے کے لئے کوئی وجہ مناسبت بھی ہونا ضروری ہے۔ تو جہاں تک ان کے موجبہ کا تعلق ہے۔ تو حملیہ موجبہ متصلہ موجبہ اور منفصلہ موجبہ میں حمل اور اتصال وانفصال کے ایجاب کے معنی متحقق ہیں۔ لیکن ان کے سوالب میں جہاں تک مناسبت کا تعلق ہے۔ تو چونکہ یہ موجبات کے اطراف کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام رکھا گیا ہے۔

لانا نقول ا۔ جواب کی تشریح یہ ہے کہ حملیہ۔ متصلہ اور منفصلہ کو سالبہ کہنا مفہوم لغت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ اور اصطلاحی تعریفات جس طرح ان کے موجبہ پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح ان کے سالبہ پر بھی صادق آتی ہیں۔ مثال کے طور پر قضیہ حملیہ وہ قضیہ ہے کہ جس کو منقسم کرنے پر دو مفرد برآمد ہوں۔ مفرد خواہ بالفعل ہوں۔ یا بالقوہ ہوں۔ جیسے "زید ہو عالم"، تو یہ تعریف جس موجبہ پر صادق آتی ہے۔ یعنی زید ہو عالم پر کہ "ہو" کو درمیان سے خارج کر دیجئے۔ تو زید اور عالم دو مفرد باقی رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ تعریف حملیہ سالبہ پر بھی صادق آتی ہے۔ جیسے "زید ہو لیس بعالم"، درمیان سے "ہو" اور "لیس" حروف زوائد کو حذف کر دیجئے۔ تو "زید" اور "عالم" دو مفرد باقی رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح متصلہ کو لیجئے۔ متصلہ وہ قضیہ شرطیہ ہے۔ جس دونوں نسبتوں کے درمیان اتصال کا حکم ہو۔ موجبہ میں۔ اور عدم اتصال کا حکم ہو۔ سالبہ میں۔ اسی طرح قضیہ منفصلہ

کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ منفصلہ وہ شرطیہ ہے کہ جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان منافات کا حکم کیا گیا ہو۔ یہ تعریف جس طرح ان موجبہ پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح سالبہ پر بھی صادق آتی ہے۔

قولہ کما تصدق علی الموجبات الخ۔ متصلہ وہ ہے جس کے ساتھ اتصال قائم ہو۔ اور منفصلہ وہ جس کے ساتھ انفصال قائم ہو۔ لہذا متصلہ موجبہ منفصلہ موجبہ میں یہ معنی صادق نہیں آتے اس لئے کہ یہ معنی ان کے اطراف میں پائے جاتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ یہاں پر جزء کو دیکھ کر کل پر حکم لگایا گیا ہے۔ یعنی تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ان کے اطراف کو دیکھ کر ان کے کل کا نام رکھا گیا ہے۔

نعم المناسبۃ۔ نام رکھنے کی ظاہری مناسبت شارح نے یہ بیان کی ہے۔ کہ موجبہ میں حمل و اتصال اور انفصال کے معنی ظاہر ہیں۔ کیونکہ ان میں ان کے معانی پائے جاتے ہیں۔ حملیہ میں حمل کے معنی۔ متصلہ میں اتصال کے معنی اور منفصلہ میں انفصال کے معنی متحقق ہیں۔ (پائے جاتے ہیں) اور ان کے سوالب میں بھی سالبہ حملیہ سالبہ متصلہ اور سالبہ منفصلہ میں ان کے اطراف موجبہ کے مشابہ ہیں۔ اس لئے ان کے یہ نام رکھدئے گئے ہیں۔

گویا خلاصہ یہ ہوا کہ ان کے اصطلاحی نام رکھنے میں سب سے پہلے معانی لغویہ کی مناسبت ان کے موجبہ کے نام تجویز کئے گئے۔ اس کے بعد ان کے سالبہ کا نام موجبات کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان ناموں کو سالبہ کیطرف نقل کر دیا گیا۔ تو نقل دو مرتبہ پایا گیا۔ جو ظاہر کے خلاف ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ معانی لغویہ سے یہ نام مفہومات اصطلاحیہ کی جانب اس لئے نقل کئے گئے ہیں۔ کہ ان مفہومات کے بعض افراد میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ یعنی ان کے موجبات میں یہ معنی موجود ہیں۔ اور نقل کے صحیح ہونے کے لئے اتنی مناسبت کافی ہوتی ہے۔ لہذا دو مرتبہ نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

لا یقال المقدمۃ کانت مقصودۃ لذکر الاقسام الاولیۃ والمتصلۃ والمنفصلۃ لیست من الاقسام الاولیۃ بل من اقسام قسمہا اعنی الشرطیۃ لانا نقول لاشک ان المقصود بالذات من وضع المقدمۃ ذکر الاقسام الاولیۃ ولما ذکر الاقسام الشرطیۃ فیہا فبالعرض وعلی سبیل الاستطراد۔

ترجمہ:۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ مقالہ ثانی کا مقدمہ قضیہ کے اقسام اولیہ کو بیان کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ اور قضیہ متصلہ اور منفصلہ اس کی اقسام اولیہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی قسم کی اقسام ہیں۔ یعنی شرطیہ کی۔

قولہ لانا نقول: - اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ مقدمہ کے لکھنے سے مقصد بالذات اقسام اولیہ ہی کا ذکر کرنا تھا - اور بہرحال شرطیہ کی اقسام کا بیان کرنا تو وہ بالعرض (تبعاً) بیان کر دی گئیں ہیں۔

تشریح :- مصنف ماتن نے مقالہ ثانی کے شروع میں لکھا ہے کہ اما المقدمۃ ففی تعریف القضیۃ واقسامھا الاولیۃ۔ مقدمہ پس وہ قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام اولیہ کے بیان پر مشتمل ہے - جب کہ قضیہ کی اقسام اولیہ صرف دو ہیں۔ یعنی قضیہ حملیہ اور قضیہ شرطیہ - اس کے بعد مصنف نے خود ہی مقدمہ میں قضیہ کی اقسام ثانیہ (اقسام کی قسموں) کا بھی تذکرہ کیا ہے - حملیہ کی قسمیں۔ موجبہ، سالبہ ہیں۔ اور شرطیہ کی قسمیں متصلہ موجبہ، متصلہ سالبہ، منفصلہ پھر منفصلہ کی بھی تین قسمیں، منفصلہ حقیقیہ، منفصلہ مانعۃ الجمع، منفصلہ مانعۃ الخلو۔ پھر ان تینوں کی دو دو قسمیں، موجبہ اور سالبہ کے لحاظ سے - الغرض ماتن نے ان سبھی کو مقدمہ میں ذکر کیا ہے - بعض صراحۃً بیان کیا ہے - اور بعض اقسام کو مثال کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ لہذا لازم آیا کہ مقدمہ حسب وضع پر شروع کرنا تھا مصنف نے اس کے خلاف کیا ہے۔

الجواب :- لانا نقول، جس کا حاصل یہ ہے کہ مقدمہ میں بیشک قضیہ کی صرف اقسام اولیہ ہی کو ذکر کرنا مقصود بالذات تھا - گر ضمناً اور استطراداً (تبعاً) دوسری اقسام کو بھی بیان کر دیا گیا ہے - تاکہ بات منضبط اور باضابطہ ہو جائے - چنانچہ حملیہ کے ساتھ حملیہ کی دونوں قسمیں موجبہ اور سالبہ کو اس لئے بیان کیا تاکہ حملیہ کا بیان منضبط ہو جائے - اسی طرح شرطیہ کی کوئی ایسی تعریف جو متصلہ اور منفصلہ دونوں کو یکساں شامل ہو - ذرا مشکل تھی - اس لئے پہلے اس کی تقسیم کی اور اس کے بعد ہر قسم کی علاحدہ تعریف فرمائی - پھر مثال دے کر اسکو ذہن نشین فرمایا - ان کی موجبہ اور سالبہ کو بھی اسی انضباط کے لئے تحریر کیا ہے۔

(فائدہ) شرح اشارات میں نصیر الدین طوسی نے اصناف الترکیب الخبری ثلثۃ میں لکھا ہے ترکیب خبری کی تین قسمیں ہیں - حملیہ، متصلہ اور منفصلہ - اس سے لوگوں کا خیال اس طرف متوجہ ہو سکتا تھا کہ قضیہ کی اقسام اولیہ تین ہیں - حملیہ متصلہ اور منفصلہ۔

اسی وجہ سے مصنف نے مقدمہ میں شرطیہ کی تقسیم کر دی - اور بتلا دیا کہ متصلہ منفصلہ کی قضیہ کی اقسام اولیہ نہیں - بلکہ اقسام ثانویہ میں سے ہیں - یعنی شرطیہ کی قسمیں ہیں - اور یہ بات پورے طور پر واضح ہو جائے کہ اصل میں قضیہ اقسام اولیہ صرف دو ہیں - یعنی قضیہ حملیہ - اور قضیہ شرطیہ تاکہ بعد والوں کو کوئی اشکال پیش نہ آئے۔

- محمد حسن باندری -

قال الفصل الاول فی الحملیة وفیه اربعة مباحث البحث الاول فی اجزائها واقسامها الحملیة انما یتحقق باجزاء ثلثة محکوم علیه ویسمی موضوعا ومحکوم به ویسمی محمولا ونسبة بینهما بها یرتبط المحمول بالموضوع واللفظ الدال علیها یسمی رابطة کھو فی کقولنا زید ھو عالم وتسمی القضیة ح ثلاثیة وقد یحذف الرابطة فی بعض اللغات لشعور الذھن بمعناھا والقضیة تسمی ح ثنائیة اقول لما قسم القضیة الی الحملیة والشرطیة شرع الان فی الحملیات وانما قدمها علی الشرطیات لبساطتها والبسیط مقدم علی المرکب طبعا۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا۔ پہلی فصل قضیہ حملیہ کے بیان میں۔ اور اس میں چار مباحث ہیں۔ پہلی بحث حملیہ کے اجزاء اور اس کی اقسام کے بیان میں مشتمل ہے۔ حملیہ درحقیقت تین اجزاء سے محقق (مرکب) ہوتی ہے۔ محکوم علیہ اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے۔ اور محکوم بہ اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان نسبت۔ جس کے ذریعہ محمول موضوع سے مربوط ہوتا ہے۔ اور وہ لفظ جو اس پر دلالت کرے اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ھو ہمارے قول "زید ھو عالم" میں۔ اس وقت قضیہ کا نام ثلاثی رکھا جاتا ہے۔ اور بعض لغات میں کبھی یہ رابطہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ذہن قضیہ میں اس کے معنی کو سمجھ لیتا ہے۔ اس وقت اس قضیہ کا نام ثنائیہ رکھا جاتا ہے۔

اقول میں (شارح) کہتا ہوں۔ ماتن نے جب قضیہ کو حملیہ اور شرطیہ کی طرف تقسیم کرکے فارغ ہو گئے۔ تو اب انھوں نے حملیات کے بیان کو شروع فرمایا۔ اور اس کو (حملیہ کو) شرطیات پر مقدم کیا (پہلے ذکر کیا) اس کے بسیط ہونے کی وجہ سے۔ اور بسیط طبعاً مرکب پر مقدم ہوتا ہے۔

تشریح:۔ مذکورہ بیان بہت آسان ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ماتن شمس الدین رازی نے قضیہ کی تعریف اور تقسیم اولی سے فارغ ہو کر حملیہ کا تفصیلی بیان شروع فرمایا ہے۔ اور اس کو بیان کرنے کیلئے۔ انھوں نے چار مباحث قائم کی ہیں۔ بحث اول میں قضیہ حملیہ کے اجزاء اور اس کے اقسام کو بیان کریں گے۔ چنانچہ فرمایا۔ قضیہ حملیہ میں تین تین اجزاء ہوتے ہیں محکوم علیہ محکوم بہ۔ نسبت حکمیہ۔ ساتھ ہی اس کے دوسرے نام بھی بیان فرمائے۔ یعنی موضوع، محمول۔ اور نسبت حکمیہ، نسبت حکمیہ کا فائدہ یہ بیان کیا کہ اس سے محمول کو موضوع کے ساتھ مربوط کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

تضیہ ثلاثیہ :۔ حملیہ میں اگر موضوع محمول۔ اور نسبت تینوں لفظوں میں مذکور ہوں۔ جیسے « زید ہو عالم » تو اس قضیہ کو ثلاثی کہا جاتا ہے۔

قضیہ ثنائیہ :۔ اور اگر حملیہ میں صرف موضوع و محمول کا ذکر ہو۔ رابطہ لفظوں میں مذکور نہ ہو۔ تو اس حملیہ کو ثنائی (دو جزء والا) کہتے ہیں۔

وجہ تقدیم :۔ مصنف نے شارح نے سب سے پہلے یہ بیان کیا کہ ماتن نے حملیہ کو شرطیہ پر مقدم کیوں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ حملیہ چونکہ بسیط ہوتا ہے اور شرطیہ مرکب، اور بسیط مرکب سے تبعاً مقدم ہوا کرتا ہے۔ اس لئے بسیط کو یعنی حملیہ کو مقدم ذکر فرمایا۔

اشکال :۔ اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حملیہ میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ قضیہ ہونے کی وجہ سے موضوع۔ محمول، نسبت تین اجزاء ہوتے ہیں۔ اور اگر رابطہ کو حذف کر دیا جائے۔ تو کم از کم دو اجزاء تو بہر حال ہوتے ہیں۔ پھر حملیہ کو بسیط کہنا کس طرح درست ہوگا۔

الجواب :۔ فی نفسہ قضیہ حملیہ اگرچہ مرکب ہوتا ہے۔ مگر شرطیہ کے لئے چونکہ جزو ہوتا ہے۔ اور بمقابلہ شرطیہ کے اس میں اجزاء کم ہوتے ہیں۔ اور جس میں اجزاء کم ہوں۔ وہ کثیر اجزاء والے کے مقابلے میں بسیط ہوتا ہے۔ اس لئے یوں سمجھ لیجئے کہ حملیہ کی بساطت فی نفسہ نہیں ہے۔ بلکہ بمقابلہ شرطیہ کے بسیط ہے۔ یعنی اس کی بساطت اضافی ہے۔ اور جزء اپنے کل پر طبعاً مقدم ہی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اس میں تقدم طبعی پایا جاتا ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے۔ کہ جو چیز بالذات بالطبع مقدم تھی اس کو ذکر میں بھی مقدم کر دیا۔ تاکہ ذکر، بالطبع کے مطابق ہو جائے۔

۔ محمد حسن باندوی ۔

فالحملية انما تلتئم من اجزاء ثلثة المحكوم عليه ويسمى موضوعا لانه قد وضع ليحكم عليه بشئ والمحكوم به ويسمى محمولا لحمله على شئ ونسبة بينهما بها يرتبط المحمول بالموضوع وتسمى نسبة حكمية وكما ان من حق الموضوع والمحمول ان يعبر عنهما بلفظين كذلك من حق النسبة الحكمية ان يدل عليها بلفظ واللفظ الدال عليها يسمى رابطة لدلالتها على النسبة الرابطة تسمية الدال باسم المدلول كهو في قولنا زيد هو عالم فان قلت المراد بالنسبة الحكمية اما النسبة التي هي مورد الايجاب والسلب واما وقوع النسبة او لا وقوعها الذي هو الايجاب والسلب فان كان المراد بها الاول فيكون للقضية جزء آخر وهو وقوع النسبة او لا وقوعها فلا بد ان يدل عليها بعبارة اخرى وان كان المراد الثاني كان النسبة التي

في مورد الايجاب والسلب جزء آخر فليدل عليها ايضا بلفظ آخر والحاصل ان اجزاء الحملية اربعة فكان من حقها ان يدل عليها باربعة الفاظ فنقول المراد الثاني وكان قوله بها يرتبط المحمول بالموضوع اشارة اليه فان النسبة والتعبير معها الوقوع واللاوقوع لم تكن رابطة ولاحاجة الى الدلالة على النسبة التي هي مورد الايجاب والسلب فان اللفظ الدال على وقوع النسبة دال على النسبة ايضا فالجزءان من القضية يتاديان بعبارة واحدة ولهذا اخذ جزء واحدا حتى انحصر الاجزاء في ثلثة ـ

ترجمہ :۔ پس قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے ۔ اول محکوم علیہ اور اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے ۔ اس لئے کہ یہ اس لئے وضع کیا گیا ہے ۔ تاکہ اس پر کسی چیز کا حکم کیا جائے ۔ اور دوسرا اجزء محکوم بہ ہے ۔ اور اس کا نام محمول رکھا جاتا ہے ۔ کیوں کہ شئی پر اس کا حمل کیا جاتا ہے ۔ اور تیسرا اجزء دونوں کے درمیان نسبت کا ہونا ۔ جس کے ذریعہ محمول موضوع سے مربوط ہوتا ہے ۔ اور اس کا نام نسبت حکمیہ رکھا جاتا ہے ۔

قولہ وکما ان الخ ۔ اور جس طرح موضوع و محمول کا حق یہ ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ دو لفظوں سے تعبیر کیا جائے ۔ اسی طرح نسبت حکمیہ کا حق ہے ۔ کہ وہ نسبت پر کسی لفظ کے ذریعہ دلالت کرے ۔ اور وہ لفظ جو اس پر دلالت کرنے والا ہے ۔ اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے ۔ اس لئے کہ وہ نسبت رابطی پر دلالت کرتا ہے ۔ تسمیۃ الدال باسم المدلول ۔ کے قبیل سے (مدلول کے نام سے دال کا نام رکھ دینا) جیسے لفظ ھو ہمارے قول زید ھو عالم میں ۔

قولہ فان قلت المراد بالنسبۃ الحکمیۃ الخ ۔ پس اگر تو اعتراض کرے نسبت حکمیہ سے یا وہ نسبت مراد ہے ۔ جو ایجاب اور سلب کا مورد ہے ۔ (جس پر ایجاب و سلب وارد ہوتے ہیں) اور یا نسبت کا وقوع اور لا وقوع مراد ہے ۔ جو کہ ایجاب اور سلب ہے ۔ (یعنی وقوع نسبت کا نام ایجاب ہے ۔ اور لا وقوع کا نام سلب ہے ۔

قولہ فان کان المراد بھا الاول ۔ پس اگر نسبت سے معنی اول مراد ہیں ۔ تو قضیہ کے لئے ایک دوسرا اجزء ماننا پڑے گا ۔ (یعنی قضیہ کے جزء آخر ہوگا) اور وہ وقوع نسبت ۔ اور لا وقوع نسبت ہے ۔ پس ضروری ہے کہ وہ اس پر دوسری عبارت سے دلالت کرے ۔ (یعنی اس کے لئے دوسری عبارت کی ضرورت ہوگی) ۔

قولہ وان کان المراد بھا الثانی - اور اگر اس سے (نسبت سے) مراد معنی ہیں۔ تو وہ نسبت جو ایجاب و سلب کا مورد ہے ۔ جزء آخر ہوگی ۔ پس چاہئے کہ اس پر دوسرا لفظ دلالت کرے ۔

قولہ والحاصل ان اجزاء الحملیۃ - اور اس کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ حملیہ کے اجزاء چار ہوتے ہیں ۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ ان پر وہ چار لفظوں سے دلالت کرے ۔

فنقول المراد الثانی - پس ہم جواب دیں گے کہ مراد دوسرے معنی ہیں ۔ اور ماتن کا یہ قول کہ " بھا یرتبط المحمول بالموضوع " اسی کی طرف اشارہ ہے ۔ کیونکہ نسبت میں جب تک وقوع اور لاوقوع کا اعتبار نہ کیا جائے ۔ تب تک وہ رابطہ نہیں ہوتی اور اس نسبت پر کہ ایجاب اور سلب کا مورد ہے ۔ اس پر دلالت کرنے کے لئے کسی لفظ کی ضرورت (حاجت) نہیں ہے ۔

قولہ فان اللفظ الدال علی وقوع النسبۃ - کیونکہ وہ لفظ جو وقوع نسبت پر دلالت کرتا ہے ۔ وہی لفظ نسبت پر بھی دلالت کرے گا ۔ پس قضیہ کے دو جزء (نسبت اور وقوع نسبت) ایک ہی عبارت (ایک ہی لفظ) سے ادا ہو جاتے ہیں ۔ اسی لئے مصنف نے صرف ایک ہی جزء کو لیا ہے ۔ یہاں تک اجزاء تین میں منحصر ہو گئے ۔

تشریح :- قولہ انما تلتئم - قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مل کر بنتا ہے ۔ جزء اول کا نام محکوم علیہ ہے ۔ اور اس کا دوسرا نام موضوع ہے ۔ دوم محکوم بہ ہے ۔ اور اس کا دوسرا نام محمول ہے ۔ تیسرا جزء وہ نسبت ہے ۔ جو ان دونوں کے درمیان پائی جاتی ہے ۔ اس کا نام نسبت حکمیہ ہے ۔

وجہ تسمیہ :- محکوم علیہ قضیہ کے جزء اول کو کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ اس پر حکم کیا جاتا ہے ۔ جیسے زید قائم میں قیام کا زید پر حکم کیا گیا ہے ۔

محکوم بہ :- جس کا حکم کیا جائے ۔ جیسے مثال مذکور میں قیام محکوم بہ ہے ۔ اس کو زید پر حکم کیا گیا ہے ۔

نسبت :- دو چیزوں کے درمیان تعلق کو بیان کرنے کا نام نسبت ہے ۔ اس ایک قسم کا نام نسبت اضافی ہے ۔ اس نسبت میں منسوب اور منسوب الیہ میں سے ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے ۔ کہ ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہوا کرتا ہے دوسری قسم نسبت کی نسبت حکمیہ ہے ۔ اس میں ایک چیز کو یعنی محمول اور محکوم بہ کو جزء اول یعنی محکوم علیہ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے ۔

قولہ وکما انہ من حق الموضوع :- پھر قضیہ کے دونوں جزء موضوع محمول میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ لفظ ہوتے ہیں۔ ایک لفظ موضوع پر اور دوسرا محمول پر دلالت کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ نسبت پر دلالت کرنے کیلئے بھی کوئی لفظ قضیہ میں موجود ہو۔ چنانچہ جو لفظ اس نسبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کو رابطہ کہتے ہیں

وجہ تسمیہ :- رابطہ کو رابطہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے۔ تو جو اس کا کام ہے۔ یعنی جن معنی پر یہ دلالت کرے یعنی مدلول۔ وہی اس کا نام رکھدیا گیا۔ تسمیۃ الدال باسم المدلول کے قاعدہ سے۔

قولہ فان قلت۔ اعتراض :- آپ نے قضیہ حملیہ میں تین اجزاء ذکر کئے ہیں۔ موضوع، محمول، اور نسبت، حالاں کہ قضیہ میں اجزاء چار ہوتے ہیں۔ اور چوتھا جزء وقوع اور لا وقوع ہے۔ لہذا جب ہر ایک جزء کے لئے آپ الگ الگ لفظ لاتے ہیں۔ تو وقوع اور لا وقوع پر دلالت کرنے کے لئے بھی ایک چوتھے لفظ کا اضافہ کرنا چاہیئے۔

الجواب۔ منقول :- جواب یہ ہے کہ قضیہ کا تیسرا جزء یعنی نسبت حکمیہ سے وقوع و لا وقوع ہی مراد ہوتا ہے۔ مگر ایجاب سلب کے مورد کی احتیاج (ضرورت) نہیں ہے۔ اسلئے جو لفظ نسبت حکمیہ یعنی وقوع نسبت اور لا وقوع نسبت پر دلالت کرے گا وہی ایجاب و سلب پر بھی دلالت کرے گا۔ البتہ وقوع و لا وقوع مطابقۃً دلالت کرے گا۔ اور نسبت حکمیہ پر التزاماً دلالت کرے گا۔

ثم الرابطة اداة لانها تدل على النسبة الرابطة وهي غير مستقلة لتوقفها على المحكوم عليه وبه لكنها قد تكون في قالب الاسم كهو في المثال مذكورة وتسمى غير زمانية

ترجمہ :- پھر رابطہ (کا نام) ادات ہے۔ اس لئے کہ وہ نسبت رابطی پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ غیر مستقل ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ پر موقوف ہوتی ہے۔ البتہ کبھی کبھی وہ اسم کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔ جیسے "ھو"، مذکورہ بالا مثال ہیں۔ اور اس کا نام غیر زمانی رکھا جاتا ہے۔ (یعنی نسبت غیر زمانی نام رکھا جاتا ہے) اور کبھی کلمہ (فعل) کی صورت میں ہوتی ہے۔ جیسے "کان" ہمارے قول "کان زید قائماً" میں۔ اور اس کا نام زمانیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح:۔ قولہ ثم الرابطۃ ۔ رابطہ ادات ہے ۔ کیونکہ وہ نسبت ربطی پر دلالت کرتا ہے ۔ اور محکوم علیہ اور محکوم بہ کی طرح مستقل نہیں ہوتا ۔ بلکہ غیر مستقل ہوتا ہے۔ جو محکوم علیہ اور محکوم بہ پر موقوف ہوا کرتا ہے ۔

اعتراض:۔ رابطہ کو مطلقاً ادات کہنا غلط ہے ۔ کیونکہ لفظ لیس اور ھو رابطہ تو ہیں۔ مگر ادات نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ مرکب ہیں ۔ اسی طرح زید دبیر میں دال میں جو کسرہ ہے وہ رابطہ پر دلالت کرتا ہے ۔ مگر ادات نہیں بلکہ حرکت ہے ۔ لیکن اگر یہ شخص یوں کہنے لگے ۔ کہ زید دبیر میں جو کسرہ ہے ۔ وہ لفظ ہے کیونکہ زبان اس کا تلفظ کرتی ہے ۔ لہذا معلوم ہوا کہ حرکت لفظ میں داخل ہے ۔ اور اس کو ادات کہنا درست ہے ۔

الجواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کی تعریف ہے ۔ ما یتلفظ الانسان ہے اور تلفظ سے مستقل لفظ مراد ہے ۔ انسان حرکت کا تلفظ لفظ مستقل سے نہیں کرتا ۔ بلکہ لفظ کے تابع ہو کر بذریعہ آواز بولتا ہے ۔ اس لئے حرکت کو لفظ نہیں کہہ سکتے ۔ بلکہ لفظ اسی کو کہا جاتا ہے ۔ جس پر دلالت کرنے والا کم از کم حرف واحد تو ہو ۔

قولہ لانہا تدل:۔ یہ رابطہ کے حرف ہونے پر دلیل ہے ۔ چونکہ رابطہ نسبت پر دلالت کرتا ہے ۔ اور نسبت طرفین کے حال معلوم کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے ۔ اس لئے وہ مستقل بالمفہومیت نہیں ہے اور جو لفظ مستقل بالمفہومیت نہ ہو وہ ادات ہے ۔ اس لئے جو لفظ قضیہ میں نسبت رابطی پر دلالت کرتا ہے ۔ اس کو ادات کہا جاتا ہے ۔

نسبت اور رابطہ کا تعلق مصنف نے نسبت کے ساتھ مقید کر دیا ہے ۔ کیونکہ نسبت کی دو صورتیں ہیں ۔ نسبت بالقصد کبھی ملحوظ ہوتی ہے ۔ اور کبھی رابطہ کے لئے بولی جاتی ہے توجب بالقصد ملحوظ ہو گی تو وہ غیر مستقل نہیں رہتی ۔ بلکہ مستقل معنی دیتی ہے ۔

قولہ لکنہا قد تکون:۔ شارح نے اس جگہ رابطہ کی اقسام بیان کی ہیں ۔

اقسام رابطہ:۔ رابطہ کی دو قسمیں ہیں ۔ (۱) رابطہ کبھی اسم کی صورت (قالب) میں ہوتا ہے ۔ جیسے ھو زید ھو قائم میں ۔ اس کو رابطہ غیر زمانی کہتے ہیں ۔

اعتراض اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع زید ہے ۔ اس لیے رابطہ کس طرح ہو سکتا ہے ۔

الجواب:۔ بعینہ ھو ضمیر رابطہ نہیں ہے ۔ بلکہ رابطہ وہ ہے جو اس کی صورت میں ہے ۔

اعتراض:۔ رابطہ قضیہ میں موضوع و محمول کے درمیان صرف ایک ہوتا ہے ۔ اسلئے اگر ھو رابطہ ہے ۔ تو اس کو الزید ان ھو قائمان (تثنیہ کی صورت میں) ہونا چاہیئے ۔

لکن الزید ان هما قاعان کہا جاتا ہے ۔ یعنی جب موضوع محمول تثنیہ یا جمع ہوں ۔ تو ضمیر بھی تثنیہ و جمع ہوتی ہے ۔ اس لئے مذکورہ جواب صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ مصنف نے شرح مطالعہ میں یہ جواب تحریر کیا ہے کہ ھو ضمیر رابطہ نہیں ہے ۔ رابطہ پر دلالت قضیہ کی ہیئت ترکیبیہ ہے ۔ یعنی اس کا اعراب رابطہ پر دلالت کرتا ہے ۔ علامہ تفتازانی نے ھو کے رابطہ ہونے کی دلیل یہ قائم کی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ ھو کے رابطہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اہل عرب کی اصطلاح میں رابطہ ہے ۔ بلکہ علم منطق کو جن علماء عرب نے عربی میں منتقل کیا ہے ۔ انھوں نے ھو کو رابطہ غیر زمانی کے لئے مستعار لیا ہے ۔ گویا مجازاً اس پر رابطہ کا اطلاق کیا جاتا ہے ۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ تہذیب کے شارح نے یہ لکھا ہے کہ ابونصر فارابی نے لکھا ہے کہ علماء عرب نے جب علم منطق کو یونانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کیا تو رابطہ زمانی کے لئے افعال ناقصہ کو پایا ۔ لیکن انہوں نے رابطہ غیر زمانی کے لئے کوئی حرف رابطہ نہیں پایا ۔ جو فارسی زبان کے است اور یونانی زبان کے استق کی جگہ استعمال ہو سکے ۔ اور جس کو اردو زبان میں ہے اور ہیں سے تعبیر کرتے ہیں ۔ تو ھو کو اس کیلئے مستعار لیا گیا ۔ اصل میں ھو ھی وغیرہ اسم ہیں ۔

وقد تکون فی قالب الکلمة ککان فی قولنا زید کان قائما وتسمی زمانیة ۔

ترجمہ :- اور حرف رابطہ کبھی کلمہ کی صورت میں ہوتا ہے ۔ جیسے کلمہ "کان" ہمارے قول "زید کان قائما" میں ۔ اور اس رابطہ کا نام رابطہ زمانیہ رکھا جاتا ہے ۔

تشریح رابطہ کی دوسری قسم ۔ رابطہ زمانی ہے ۔ چونکہ رابطہ نسبت پر دلالت کرتا ہے ۔ اور نسبت مستقل نہیں ہوتی ۔ اس لئے جو لفظ اس نسبت پر دلالت کرے گا ۔ وہ بھی غیر مستقل ہوگا ۔ جیسے کان کسی فعل کے ساتھ مل کر پورے معنی پر دلالت کرتا ہے ۔ علاحدہ سے اس کے مستقل معنی نہیں ہیں ۔

اعتراض مصنف نے رابطہ کو مطلقاً ادات لکھا ہے ۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ "کان" اور دوسرے روابط زمانیہ ادات نہیں ہیں ۔ بلکہ فعل ناقص ہیں ۔ یعنی کلمہ ہیں ۔

الجواب

جواب اس کا یہ ہے کہ کان کلمہ نہیں ہے۔ البتہ کلمہ کی صورت میں ہے مگر
شارح نے "زید کان قائما" کہکر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس مثال میں "کان"
رابطہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ رابطہ کا کام یہ ہے کہ وہ صرف رابطہ پر دلالت کرے۔ اور
"کان" رابطہ کے ساتھ ساتھ زمانے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ لہذا صحیح بات یہی ہے کہ "زید"
کا اعراب یعنی رفع رابطہ پر دلالت کرتا ہے۔

والقضية الحملية باعتبار الرابطة اما ثنائية او ثلاثية لانها ان ذكرت
فيها الرابطة كانت ثلاثية لاشتمالها على ثلاثة الفاظ لثلثة معان وان حذفت
لشعور الذهن بمعناها كانت ثنائية لعدم اشتمالها الا على جزئين بازاء معنيين
وقوله قد تحذف في بعض اللغات اشارة الى ان اللغات مختلفة في استعمال
الرابطة فان لغة العرب ربما تستعمل الرابطة وربما تحذفها بشهادة القرائن
الدالة عليها ولغة اليونان توجب ذكر الرابطة الزمانية دون غيرها على ما
نقله الشيخ ولغة العجم لا تستعمل القضية خالية عنها اما بلفظ كقولهم (هست
وبود) واما بحركة كقولهم زيد دبير بالكسر۔

ترجمہ

اور قضیہ حملیہ باعتبار رابطہ کے ثنائیہ (دو حرفی) ہوگا۔ یا ثلاثیہ ہوگا۔
یعنی تین حرف والا ہوگا۔ اس لئے کہ اگر اس میں رابطہ کو ذکر کیا جائے تو
قضیہ ثلاثیہ ہوگا۔ اس لیے کہ وہ تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ اور تین معنی کے لئے ہے۔ اور اگر
رابطہ کو قضیہ سے حذف کر دیا جائے۔ کیونکہ ذہن اس کے معنی کا شعور کر لیتا ہے۔ تو قضیہ
ثنائیہ ہوگا۔ اس کے مشتمل نہ ہونے کی بنا پر مگر صرف دو جزؤں پر۔ اور دو معانی کے مقابلہ
میں۔ اور ماتن کا قول "قد تحذف فی بعض اللغات" (کہ رابطہ بعض لغات میں حذف کر دیا
جاتا ہے)۔ اس طرف اشارہ ہے کہ لغات رابطہ کے استعمال کے سلسلے میں مختلف ہیں
اس وجہ سے لغت عرب بسا اوقات رابطہ کا استعمال کرتی ہے۔ اور بسا اوقات اس کو حذف
کر دیتی ہے۔ قرینہ موجود ہونے کے وقت اور لغت یونان رابطہ زمانیہ کو ذکر کرنے کو
واجب مانتی ہے۔ یہ نسبت دوسرے رابطوں کے (یعنی رابطہ غیر زمانی کے) جیسا کہ ابو نصر
فارابی نے نقل کیا ہے۔ اور عجمی لغت بغیر رابطہ کے کوئی کلام خالی نہیں ہوتا۔ یا لفظوں میں
جیسے "ہست اور بود" اور یا ذریعہ حرکت کے جیسے "زید دبیر"، زید عالم ہے۔

تشریح شارح نے قضیہ کی تقسیم رابطہ کے لحاظ سے کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ قضیہ حملیہ میں رابطہ اگر مذکور ہو تو وہ ثلاثی ہے۔ (یعنی تین حرف والا ہے) موضوع، محمول اور رابطہ جیسے "زید ھو قائم" میں۔ زید اور ھو اور قائم تین لفظ ہیں۔
اور اگر قضیہ سے رابطہ حذف کر دیا ہے۔ تو اسے ثنائیہ کہتے ہیں۔ جیسے زید قائم اس مثال میں زید اور قائم صرف دو لفظ ہیں۔ اوّل موضوع ہے۔ دوسرا محمول ہے۔ تیسرا لفظ ھو درمیان سے محذوف ہے۔

فوائد باعتبار الرابطۃ: رابطہ کے لحاظ سے حملیہ کی تقسیم کرنے میں چند فائدے ہیں جنھیں طلباء کی دل چسپی کے لئے ہم ذکر کرتے ہیں۔ (۱) سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ تاکہ طلباء کو معلوم ہو جائے کہ مذکورہ تقسیم اس حملیہ کی ہے جس میں حرف رابطہ لفظوں میں مذکور ہے۔ (۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تقسیم چونکہ رابطہ کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ اس لئے اگر قضیہ سے موضوع یا محمول میں سے کسی کو حذف کر دیا جائے تو قضیہ ثنائی یا ثلاثی ہونے میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ (۳) قضیہ اگر رباعی ہو تو اس کے ثلاثی یا ثنائی ہونے میں کوئی اثر انداز نہ ہوگا۔ جیسے "کل انسان حیوان بالضرورۃ" جہت کے لحاظ سے رباعی ہے۔ اور رابطہ کے لحاظ سے ثنائی ہے۔ اور جب جہت بدل جاتی ہے۔ تو حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔
لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ: اگر اعتبارات نہ ہوتے تو حکمت باطل ہو جاتی معلوم ہوا کہ شئ واحد پر مختلف اعتبارات سے مختلف احکام لگ سکتے ہیں۔ لہذا یہ صحیح ہے کہ "کل انسان حیوان بالضرورۃ" جہت کے لحاظ سے تو رباعی ہے۔ مگر رابطہ کے لحاظ سے ثنائی ہے۔
قولہ لثلاثۃ معان: تین معانی کی تعین پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ لفظ کان زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا معانی تین کے بجائے چار ہو گئے۔

جواب اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قضیہ میں کانَ لا کر صرف رابطہ کے معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اس کے زمانے کے معنی مقصود نہیں ہوتے۔ لہذا قضیہ میں موضوع، محمول اور رابطہ تین ہی معنی ہوئے۔ چار نہیں ہوئے۔

اشکال شروح کاتن نے کہا ہے کہ قضیہ میں چار جزء ہوا کرتے ہیں۔ اوّل موضوع۔ دوم محمول۔ سوم نسبت حکمیہ۔ چہارم حکم یعنی وقوع اور لا وقوع۔ تو معانی تو چار ہو گئے۔

الجواب | اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نسبت حکمیہ پر قضیہ کی دلالت التزاماً ہوتی ہے۔ ورنہ اصل معنی مطابقی قضیہ میں صرف تین ہی ہوتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نسبت حکمیہ اور حکم میں رابطہ شدید ہے تو شدت ارتباط کیوجہ سے دونوں کو ایک ہی شمار کر لیا گیا ہے۔

نیز سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ کا ثنائی یا ثلاثی ہونا صرف قضیہ کے ملفوظ ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اور اگر قضیہ معقولہ ہو۔ تو وہ بہرحال ثلاثی ہوگا۔ نیز قضیہ کا تین الفاظ پر مشتمل ہونا اکثری ہے۔ ورنہ بسا اوقات قضیہ میں صرف لفظ واحد ہی مذکور ہوا کرتا ہے جیسے کوئی کہے کیا زید مکان میں موجود ہے۔ «هل زيد موجود في البيت» تو اس کا جواب صرف نعم (ہاں) کہہ دینا کافی ہوتا ہے۔

قولہ: اشارة:۔ ماتن کے قول وقد تحذف الرابطة سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رابطہ کا استعمال کرنے میں لغات مختلف ہیں۔ عربی لغت میں رابطہ کبھی مذکور اور کبھی محذوف ہوتا ہے۔ یونانی لغت میں رابطہ زمانی کا ذکر کرنا کلام میں ضروری ہوتا ہے۔ اور عجم کی لغت میں تو شاید ہی کوئی ایسا کلام ہو جس میں رابطہ کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ جیسے ہست، نیست بود وغیرہ۔

قولہ: بالکسر:۔ رابطہ کا کام لفظ کے بجائے کبھی کبھی صرف کسرہ (زیر) سے لیا جاتا ہے۔ جیسے زید دبیر۔ زید عالم ہے۔

قولہ لغة العجم:۔ عرب کے علاوہ سارے ممالک کو عجم کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں پر عجم کی مشہور لغات مراد ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ فارسی لغت حرف رابطہ سے خالی نہیں ہوتی۔ غالباً شارح قطب الدین رازی کی مراد بھی زبان فارسی ہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہست اور نیست فارسی ہی کی مثال دی ہے۔ نیز قطبی کے دوسرے نسخوں میں لغت عجم کے بجائے لغت الفرس بھی مذکور ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی مراد لغت فارسی ہی ہے۔

قال وهذه النسبة ان كانت نسبة بها يصح ان يقال ان الموضوع محمول فالقضية موجبة كقولنا الانسان حيوان وان كانت نسبة بها يصح ان يقال ان الموضوع ليس بمحمول فالقضية سالبة كقولنا الانسان ليس بحجر اقول هذا تقسيم ثان للحملية باعتبار النسبة الحكمية التي هي مدلول الرابطة فتلك النسبة ان كانت نسبة بها يصح ان يقال ان الموضوع محمول كانت القضية موجبة كنسبة الحيوان الى الانسان فانها نسبة ثبوتية مصححة لان يقال الانسان حيوان وان كانت

نسبة بها يصح ان يقال ان الموضوع ليس محمول فالقضية سالبة كنسبة الحجر الى الانسان فانها نسبة سلبية بها يصح ان يقال الانسان ليس بحجر وهذا لا يشمل القضايا الكاذبة فانه اذا قلنا الانسان حجر كانت القضية موجبة والنسبة التى هى فيها لا يصح بها ان يقال الانسان حجر وكذلك اذا قلنا الانسان ليس بحيوان كانت القضية سالبة والنسبة التى هى فيها ليست نسبة بحيث يصح ان يقال الانسان ليس بحيوان فالصواب ان يقال الحكم فى القضية اما بان الموضوع محمول او بان الموضوع ليس بمحمول او يقال الحكم فيها اما بايقاع النسبة او بانتزاعها وذلك ظ ـ

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ یہ نسبت (جو قضیہ حملیہ میں پائی جاتی ہے) اگر ایسی نسبت ہے کہ جس کے ذریعہ یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ موضوع محمول ہے۔ تو قضیہ موجبہ ہے جیسے ہمارا قول "الانسان حیوان" (انسان حیوان ہے) اور اگر وہ ایسی نسبت ہے کہ جس کے ذریعہ یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع نہیں ہے محمول۔ تو وہ قضیہ سالبہ ہے۔ جیسے ہمارا قول "الانسان لیس بحجر" (انسان پتھر نہیں ہے)

اقول (شارح فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں۔ کہ نسبت حکمیہ جو کہ رابطہ کا مدلول ہے۔ اس نسبت کے اعتبار سے یہ حملیہ کی تقسیم ثانی ہے۔ (مدلول رابطہ حرف رابطہ (ھو، ھی، لیس، ھو، کان وغیرہ جن معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ نسبت حکمیہ ہے۔ دال یہ الفاظ ہیں۔ اور معنی ان کے مدلول ہیں۔ یہ تقسیم اسی نسبت حکمیہ کے لحاظ سے کی گئی ہے)۔

فتلک النسبة ان کانت نسبة الخ۔ پس یہ نسبت اگر ایسی نسبت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہنا درست ہو کہ موضوع محمول ہے۔ تو قضیہ حملیہ موجبہ ہے۔ جیسے حیوان کی نسبت انسان کی طرف (مثال مذکور میں پائی جاتی ہے) کیونکہ یہ نسبت ثبوتی ہے۔ اس بات کے لئے مصحح ہے کہ کہا جائے "الانسان حیوان"۔

وان کانت نسبة بها يصح الخ۔ اگر وہ ایسی نسبت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ موضوع نہیں ہے محمول۔ تو وہ قضیہ حملیہ سالبہ ہے۔ جیسے مذکورہ مثال میں حجر کی نسبت انسان کی طرف کی گئی ہے۔ فانها نسبة سلبية بها يصح۔ کیونکہ یہ سلبی نسبت ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ الانسان لیس بحجر (انسان حجر نہیں ہے)

وهذا لا يشمل القضايا الكاذبة۔ یہ تعریف قضایا کاذبہ کو شامل نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ جب ہم نے کہا الانسان حجر (انسان پتھر ہے) تو یہ قضیہ موجبہ ہے۔ اور وہ نسبت جو اس

میں پائی جاتی ہے۔ ایسی نسبت نہیں ہے کہ جس کے بارے میں کہا جائے کہ یہ وہ نسبت ہے
کہ جس کی وجہ سے الانسان حجر کہنا درست ہے۔ اسی طرح جب ہم نے الانسان لیس
بحیوان (انسان حیوان نہیں ہے) کہا تو قضیہ سالبہ ہوگا۔ اور وہ نسبت جو اس میں پائی جاتی ہے
ایسی نسبت نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ الانسان لیس بحیوان۔

فالصواب ان یقال۔ لہذا یہ درست ہے کہ کہا جائے۔ الحکم فی القضیۃ۔ الخ۔
قضیہ میں حکم اس کا ہے کہ موضوع محمول ہے۔ یا اس کا ہے کہ موضوع محمول نہیں ہے۔ یا
کہا جائے کہ حکم اس میں (قضیہ میں) یا ایقاع نسبت کا ہے یا انتزاع نسبت کا۔ اور یہ
ظاہر ہے۔

تشریح قولہ ھذا تقسیم ثانی للحملیۃ باعتبار النسبۃ الحکمیۃ۔ حملیہ کی تقسیم
سابق میں گذر چکی ہے۔ جس میں حملیہ کی تقسیم حرف رابطہ کے مذکور و محذوف
کے لحاظ سے ثنائی۔ اور ثلاثی کی طرف بیان کیا تھا۔ یعنی قضیہ حملیہ کی اول تقسیم باعتبار
رابطہ کے تھی۔ پہلی قسم ثنائی۔ اور دوسرے قسم ثلاثی۔

اب قضیہ حملیہ کی یہ دوسری تقسیم ہے۔ جو باعتبار نسبت حکمیہ کے کی گئی ہے۔ ماتن
نے تقسیم کو اجمالاً بیان کیا ہے۔ مگر اپنی عادت کے مطابق ہر مسئلے کو آسان الفاظ میں اور
مرتب بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تقسیم کے مسئلے کو بھی بہت سلیقے سے ترتیب وار
بیان کیا ہے۔ جسے پڑھنے والا آسانی سے ذہن نشین کر سکتا ہے۔

شارح نے پہلی تقسیم رابطہ کے لحاظ سے فرمائی۔ اب قضیہ حملیہ کی یہ دوسری تقسیم نسبت حکمیہ
کے اعتبار سے کرتے ہیں۔

فرمایا۔ اگر نسبت جو موضوع و محمول کے مابین پائی جاتی ہے۔ ایسی ہے کہ یہ کہنا درست
ہو کہ موضوع محمول کے لئے ثابت ہے۔ تو وہ موجبہ ہے۔ جیسے الانسان حیوان۔ (انسان
حیوان ہے) اور اگر یہ ایسی نسبت ہے کہ جس کے لئے یہ کہنا درست ہو کہ موضوع محمول نہیں ہے
تو یہ سالبہ ہے۔ جیسے الانسان لیس بحجر۔ (انسان پتھر نہیں ہے)

اعتراض قولہ وھذا لایشمل۔ یہ درحقیقت ماتن پر اعتراض کیا گیا ہے۔ قضیہ حملیہ کی
مذکور تعریف قضایا کاذبہ پر صادق نہیں آتی۔ کیوں کہ جب ہم نے الانسان حجر
کہا۔ یعنی یہ کہ انسان حجر ہے۔ یہ قضیہ کاذب ہے۔ اس پر یہ صادق نہیں کہ اس قضیہ پر
ایسی نسبت پائی جاتی ہے۔ جس کے بارے میں یہ کہنا درست ہو کہ محمول موضوع کے لئے
ثابت ہے۔ کیونکہ حجر کا ثبوت انسان کے لئے واقع کے خلاف ہونے کی وجہ سے

کاذب ہے۔

الجواب اس اعتراض کا شارح نے جواب دیا۔ فرمایا۔ قولہ فالصواب۔ چونکہ مذکورہ تعریف پر قضایا کاذبہ کا قضیہ سے خارج ہونے کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تعریف سے دو لفظ "یصح" کو خارج کر دیا جائے۔ اور تعریف اس طرح کر دی جائے کہ حکم قضیہ میں یا یہ ہوگا موضوع محمول ہے۔ یا اس کا حکم کیا جائے۔ کہ موضوع محمول نہیں ہے اور اس بات سے قطع نظر کر لیا جائے۔ (کہ ایسی نسبت ہے کہ جس کے لئے یہ کہنا صحیح ہو۔) تو پھر سوال نہ پیدا ہوگا۔

دوسرا جواب حکم قضیہ میں ایقاع نسبت کا ہے۔ یا انتزاع نسبت کا اس تعریف کی بنیاد پر پھر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

تیسرا جواب بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ تعریف مذکور میں دو یصح ان یقال لہٗ سے مراد عام ہے۔ خواہ نفس الامر میں موضوع محمول کے لئے ثابت ہو۔ یا قائل کے ذہن میں موضوع محمول کے لئے ثابت ہو۔ واقع کے خواہ مطابق ہو یا نہ ہو۔ تو قضایا کاذبہ تعریف سے خارج نہ ہوں گے۔

چوتھا جواب بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ تعریف کو ہمیشہ متبادر معنی پر محمول کرنا چاہیئے اور متبادر معنی وہی ہوتے ہیں۔ جو نفس الامری ہوں۔ قائل کے زعم کا کوئی دخل تعریف میں نہیں کیا جاتا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ جس قضیہ کو قائل بھی واقع کے خلاف اور جھوٹ جانتا ہو۔ مگر پھر بھی قصداً غلط جملہ بول رہا ہو تو وہ قائل کے نزدیک بھی صحیح نہ ہوگا۔

آخری جواب یہ ہے کہ قضیہ میں فی نفسہٖ وہ نسبت مراد ہے۔ جو قضیہ سے مفہوم ہوتی ہو۔ اس میں نفس الامر یا قائل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اعتراض میں جو مثال دی گئی ہے۔ اس میں مادہ کی خصوصیت کی وجہ سے اشکال پیدا ہو گیا ہے قضیہ اور اس کی نسبت کی وجہ سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوا۔ یعنی انسان کی نسبت حجر کی طرف کر دینے سے اشکال ہوا۔

قال وموضوع الحملیۃ ان کان شخصا معینا سمیت مخصوصۃ وشخصیۃ وان کان کلیا فان بین فیہا کمیۃ افراد ماصدق علیہ الحکم ویسمی اللفظ الدال علیہا سورا سمیت محصورۃ ومسورۃ وہی اربع لانہ بین فیہا ان الحکم علی کل

الافراد فہی الکلیة وھی اما موجبة وسورھا کل کقولنا کل نار حارة واما سالبة وسورھا لا شئ ولا واحد کقولنا لا شئ او لا واحد من الناس بجماد وان بین فیھا ان الحکم علی بعض الافراد فہی الجزئیة وھی اما موجبة وسورھا بعض وواحد کقولنا بعض الحیوان او واحد من الحیوان انسان واما سالبة وسورھا لیس کل ولیس بعض وبعض لیس کقولنا لیس کل حیوان انسانا ولیس بعض الحیوان بانسان وبعض الحیوان لیس بانسان

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ قضیہ حملیہ کا موضوع اگر شخص معین ہو۔ (جیسے زید) تو اس کا نام مخصوصہ اور شخصیہ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر (موضوع) کلی ہو تو پس اگر ماصدق علیہ الحکم (جن پر حکم صادق آتا ہے) کی مقدار (تعداد) کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس لفظ کا کہ جو مقدار پر دلالت کرتا ہے۔ سُور نام رکھا جاتا ہے۔ تو ایسے قضیہ کا نام محصورہ اور مسوّرہ رکھا جاتا ہے۔ اور وہ چار ہیں۔ کیوں کہ اگر اس کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ حکم تمام افراد پر ہے۔ (یعنی ہر ہر فرد پر حکم کیا گیا ہے)۔ تو وہ کلیہ ہے اور وہ (کلیہ) یا موجبہ ہوگا۔ اور اس کا سور (یعنی علامت، پہچان) لفظ کل ہے۔ جیسے ہمارا قول «کل نار حارة»، اور یا وہ (کلیہ) سالبہ ہوگا۔ اور اس کا سُور لا شئ اور لا واحد ہے۔ جیسے ہمارا قول لا شئ او لا واحد من الناس بجماد۔ اور اگر اس میں (قضیہ میں) بیان کیا گیا ہے۔ کہ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہے۔ تو وہ جزئیہ ہے۔ اور وہ (یعنی جزئیہ) یا موجبہ ہوگا۔ اس کا سور بعض اور واحد ہے۔ جیسے ہمارا قول بعض الحیوان او واحد من الحیوان انسان، (بعض حیوان یا حیوان میں سے ایک انسان ہے) اور یا سالبہ ہوگا۔ اور اس کا سور لیس کل لیس بعض اور بعض لیس ہے۔ جیسے ہمارا قول لیس کل حیوان انسانا۔ (ہر حیوان انسان نہیں ہے)۔ اور لیس بعض الحیوان بانسان، (بعض حیوان انسان نہیں ہیں) اور بعض الحیوان لیس بانسان۔ (بعض حیوان انسان نہیں ہیں)

تشریح یہاں تک شمسیہ کی عبارت ہے۔ اس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس میں ماتن نے قضیہ حملیہ کی تقسیم فرمائی ہے۔ اور تقسیم موضوع بنیاد بنا کر تحریر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ قضیہ حملیہ کا موضوع اگر شخص معین ہے۔ تو وہ قضیہ شخصیہ ہے۔ اور اگر

موضوع حملیہ کا شخص معین نہیں ہے۔ بلکہ کلی ہے۔ تو اس کی چند صورتیں ہیں۔ یا موضوع کے ان افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے یا نہیں کہ جن پر حکم کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ حکم تمام افراد پر کیا گیا ہے۔ یا بعض افراد پر کیا گیا ہے۔ اب اگر حکم تمام افراد پر کیا گیا ہے۔ تو وہ کلیہ ہے اور بعض افراد پر حکم کیا گیا ہے۔ تو وہ جزئیہ ہے۔

اور ہر وہ لفظ کلیت وبعضیت کے لحاظ سے موضوع کی کلیت کو یعنی مقدار کو بیان کرے اس کی ان کی اصطلاح پر سور کہا جاتا ہے۔

موجبہ کلیہ کا سور۔ کل ہے۔ اور سالبہ کلیہ کا سور لاشئی اور لا واحد ہے۔ اسی طرح موجبہ جزئیہ کا سور بعض اور واحد ہے۔ اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس کل۔ لیس بعض۔ اور بعض لیس ہیں۔ ان کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔

اقول هذا التقسيم ثالث للحملية باعتبار الموضوع فموضوع الحملية اما ان يكون جزئيا او كليا فان كان جزئيا سميت القضية شخصية ومخصوصة اما موجبة كقولنا زيد انسان واما سالبة كقولنا زيد ليس بحجر اما تسميتها شخصية فلان موضوعها شخص معين واما تسميتها مخصوصة فلخصوص موضوعها ولما كان هذا التقسيم باعتبار الموضوع لوحظ في اسامي الاقسام حال الموضوع وان كان كليا فاما ان يبين فيها كمية افراد الموضوع من الكلية والبعضية اولا يبين ـ

ترجمہ شارح قطب الدین رازیؒ نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ موضوع کے اعتبار سے حملیہ کی یہ تیسری تقسیم ہے۔ پس حملیہ کا موضوع یا جزئی ہوگا۔ یا کلی ہوگا۔ پس اگر جزئی ہوگا تو قضیہ کا نام شخصیہ اور مخصوصہ رکھا جاتا ہے۔ یا موجبہ ہوگا۔ جیسے ہمارا قول زیدٌ انسانٌ (زید انسان ہے) اور یا سالبہ ہوگا۔ جیسے ہمارا قول زید لیس بحجرٍ (زید پتھر نہیں ہے) بہر حال اس قضیہ حملیہ کا شخصیہ نام رکھنا تو اس وجہ سے ہے کہ اس کا موضوع معین شخص ہے۔ اور بہر حال اس کا مخصوصہ نام رکھنا۔ تو اس لئے کہ اس کا موضوع خاص ہے۔ ولما کان هذا التقسيم اور جب کہ یہ تقسیم موضوع کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے اس کی اقسام کے نام رکھتے ہیں۔ موضوع کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے۔

وان کان کلیا اور اگر موضوع کلی ہو۔ پس یا اس میں موضوع کے افراد کی مقدار بیان کی گئی ہے۔ یا بیان نہیں کی گئی۔

التشریح شارح قطب الدین رازی سہل بیان اور بات کو ترتیب وار پیش کرنے میں ماہر ہیں۔ چنانچہ قضیہ حملیہ کی تقسیم کے موضوع پر ان کا بیان بہت مرتب اور منضبط ہے۔ یہ تقسیم ثالث کہہ کر انہوں نے اس بات کی طرف صراحت فرمادی کہ دو تقسیمیں سابق میں گذر چکی ہے۔ اور اب تیسری تقسیم ہے۔

قولہ باعتبار الموضوع۔ اور یہ تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہے۔ (جیب کہ سابقہ تقسیم رابطہ کے لحاظ سے تھی) پس قضیہ حملیہ کا موضوع جسزئی ہو یا کلی ہوگا۔ اگر موضوع جسزئی ہے۔ تو اس قضیہ کا نام شخصیہ اور مخصوصہ رکھا جاتا ہے۔

وجہ مناسبت شخصیہ نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ موضوع شخص معین ہے۔ اور مخصوصہ اس لئے نام رکھا کہ موضوع خاص ہے۔

اقسام شخصیہ پھر اس کی اقسام بیان فرمائی ہیں۔ (۱) موجبہ جیسے زید انسان (۲) سالبہ جیسے زید لیس بانسان۔

قولہ ولما کان ھذا التقسیم۔ چونکہ تقسیم کرتے وقت موضوع کی حالت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اس لئے ان قسموں کے نام رکھنے میں بھی اسی کا لحاظ کرلیا گیا۔ یعنی موضوع کی حالت کا اعتبار کرکے اس کی تمام قسموں کا نام رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ آپ ملاحظہ کریں گے۔

واللفظ الدال علیھا ای علی کمیۃ الافراد یسمی سورا اخذا من سور البلد کما انہ یحصر البلد ویحیط بہ کذلک اللفظ الدال علی کمیۃ الافراد یحصرھا ویحیط بھا فان بین فیھا کمیۃ افراد الموضوع سمیت القضیۃ محصورۃ ومسورۃ اما انھا محصورۃ فلحصر افراد موضوعھا واما انھا مسورۃ فلاشتمالھا علی السور وھی ای المحصورۃ اربعۃ اقسام لان الحکم فیھا اما علی کل الافراد او علی بعضھا وایا ما کان فاما بالایجاب او بالسلب فان کان الحکم فیھا علی کل الافراد فھی کلیۃ اما موجبۃ وسورھا کل ای کل واحد واحد لا الکل المجموعی کقولنا کل نار حارۃ ای کل واحد من افراد النار حارۃ۔

ترجمہ اور وہ لفظ جو اس پر دلالت کرے۔ یعنی افراد کی کمیت (مقدار) پر اس کا سور نام رکھا جاتا ہے۔ اور وہ سور البلد سے اخذ کیا (بنایا) گیا ہے۔ جس

طرح بے شک وہ سور البلد (شہر کی چار دیواری) پورے شہر کو گھیر لیتی ہے۔ اور اس کا احاطہ کر لیتی ہے۔ اسی طرح وہ لفظ بھی جو افراد کی کمیت پر دلالت کرتا ہے۔ تمام افراد کو گھیر لیتا ہے۔ اور ان کا احاطہ کر لیتا ہے۔

قولہ فان بین فیھا الخ۔ پس اگر قضیہ میں موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے تو اس قضیہ کا محصورہ اور مسورہ نام رکھا جاتا ہے۔

قولہ اما انھا محصورۃ۔ بہر حال اس کا نام محصورہ رکھنا تو اس کے موضوع کے افراد کے حصر کرنے کی وجہ سے ہے۔ (یعنی قضیہ کے موضوع کو چونکہ گھیر لیتا ہے۔ اس مناسبت سے) اس کا نام محصورہ رکھا جاتا ہے۔

قولہ واما انھا مسورۃ الخ۔ اور بہر حال اس کا مسورہ ہونا۔ تو اس کے سور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہے (یعنی اس وجہ سے کہ اس قضیہ میں سور کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام مسورہ رکھ دیا گیا ہے۔

قولہ وھی ای المحصورۃ اربعۃ الخ۔ اور وہ یعنی محصورہ چار ہیں کیوں کہ قضیہ محصورہ میں حکم تمام افراد پر ہوگا۔ یا ان کے بعض پر۔ اور ان میں سے جو صورت بھی ہو۔ حکم تمام افراد پر ہو یا بعض افراد پر ہو) پس آیا حکم ایجاب کا ہے۔ یا سلب کا۔

قولہ فان کان الحکم۔ پس اگر اس میں حکم تمام افراد پر ہے۔ (یعنی موضوع کے ہر ہر فرد پر) تو وہ کلیہ ہے۔ یا موجبہ ہوگا۔ اور اس کا سور کل ہے۔ یعنی کل واحد واحد ہے۔ (ہر ہر فرد مراد ہے) کل مجموعی مراد نہیں ہے۔ جیسے ہمارا قول کل نار حارۃ۔ یعنی نار (آگ) کے افراد میں سے ہر ایک فرد حار ہوتا ہے۔ (گرم) ہوتا ہے۔

تشریح اگر قضیہ حملیہ میں اس کا موضوع شخص واحد اور متعین نہ ہو۔ بلکہ موضوع کلی ہو۔ تو آیا اس کے افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے۔ یا بیان نہیں کیا گیا اگر بیان نہیں کیا گیا تو اس کا نام طبعیہ ہے۔ جیسے الانسان نوع اور اگر کلیت اور بعضیت کے لحاظ سے موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے۔ تو اس کا نام محصورہ ہے۔

محصورات اربعہ اور محصورہ چار ہیں۔ موضوع شخص معین ہے۔ تو اس کا نام قضیہ شخصیہ ہے۔ اور اگر افراد پر حکم ہے۔ اور افراد کی مقدار کو بیان کر دیا گیا ہے۔ تو وہ محصورہ ہے۔ اور محصورات چار ہیں۔ وجہ حصر اس طرح پر ہے۔ موضوع کے تمام افراد پر حکم ہے۔ اور حکم ایجاب کا ہے۔ تو اس کو موجبہ کلیہ

کہتے ہیں۔ جیسے کل انسان حیوان اور اگر حکم سلب کا ہے تو اس کا نام سالبہ کلیہ ہے۔ جیسے:
لاشئ ولا واحد من الانسان بحجر۔ اور اگر حکم بعض افراد پر ہے۔ اور حکم ایجاب کا ہے
تو اس کو موجبہ جزئیہ۔ جیسے بعض الحیوان انسان۔ اور حکم سلب کا ہے۔ تو اس کو
سالبہ جزئیہ کہتے ہیں۔ جیسے بعض الحیوان لیس بانسان۔ حاصل یہ ہے کہ محصورات چار
ھیں۔

اوّل :- موجبہ کلیہ :- جیسے کل انسان حیوان (ہر انسان حیوان ہے)
دوم :- سالبہ کلیہ :- جیسے لاشئ ولا واحد من الانسان بحجر۔ (کوئی فرد انسان کا حجر نہیں ہے)

سوم :- موجبہ جزئیہ :- جیسے بعض الحیوان انسان (بعض حیوان انسان ھیں)۔

چہارم :- سالبہ جزئیہ :- جیسے بعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان نہیں ہیں)۔

وجہ تسمیہ سور اصل میں سور البلد سے بنایا گیا ہے۔ زمانہ قدیم میں شہر کے باہر باہر ایک دیوار تعمیر کی جاتی تھی۔ اور اس پر ہر راستے کے سامنے آنے جانے کے لئے بڑے بڑے پھاٹک لگائے جاتے تھے۔ رات کو یہ دروازے بند کر دیئے جاتے تھے۔ تاکہ کوئی اجنبی شخص یا نقصان پہونچانے والی چیز باہر سے اندرون شہر داخل نہ ہو سکے پھر تو اس دروازے پر باقاعدہ پہرے دار تعنیات ہوتے تھے۔ یہ دیوار اس بات کی علامت تھی کہ شہر کی حدود یہاں پر ختم ہیں۔ شہر اسی دیوار کے اندر گھیرا ہوا اور محصور ہے۔

تو چونکہ قضیہ محصورہ میں سور بھی محمول کے حکم کو موضوع کے لئے حصر کر دیتا ہے۔ اور موضوع اس پر محصور ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام بھی محصورہ رکھدیا گیا۔ دوسرا نام مسورہ بھی ہے۔ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔ یہ ہے کہ چونکہ اس قضیہ میں سور کا ذکر ہے۔ اس لئے مسورہ ہے۔

سُور سور موجبہ کلیہ کا سور کل ہے۔ اور سالبہ کلیہ کا سور لا شئ اور لا واحد ہے اسی طرح موجبہ جزئیہ کا سور بعض اور واحد ہے۔ سالبہ جزئیہ کا سور لیس کل۔ لیس بعض اور بعض لیس ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہو چکا ہے
قولہ کان الحکم علی کل الافراد۔ موجبہ کلیہ میں تمام افراد پر حکم ہوتا ہے۔ یعنی

ہر ہر فرد پر اس کا حکم ہوتا ہے۔ یہ حکم ہے کہ لاد فرد موضوع کے افراد میں سے اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔

لا الکل المجموعی الخ: کلِ مجموعی ایک اصطلاح کلِ مجموعی کی بھی ہے۔ اصل میں کل کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ ۱۔ کلِ افرادی۔ ۲۔ کلِ مجموعی۔ کلِ کلی۔ کلِ افرادی میں اس کے ہر ہر فرد پر حکم ہوا کرتا ہے۔ جیسے "کل انسان حیوان"، کل کا مدخول انسان ہے۔ لہٰذا انسان کے ہر ہر فرد پر محمول ثابت ہے یعنی حیوان ہونے کا حکم ہوتا ہے۔

(۲) کلِ مجموعی میں کل کے مدخول کے کل افراد۔ یا کل اجزاء کا مجموعہ مراد ہوتا ہے۔ جیسے "کل انسان یشبعہ ہذا الرغیف"۔

(۳) تیسری قسم کلِ کلی ہے۔ اس میں کل کے مدخول کے نہ کل افراد مراد ہوا کرتے ہیں۔ اور نہ کل اجزاء مراد ہوتے ہیں۔ درحقیقت کلِ کلی سے قضیہ طبعیہ بنتا ہے۔ جیسے "کل انسان نوع" اس میں انسان کی نفس طبیعت پر حکم کیا گیا ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ "الانسان الکلی نوع" وہ انسان جو کلی ہے۔ وہ نوع ہے۔ شارح قطب الدین رازی یہی کہنا چاہتے ہیں۔ کہ یہاں موضوع کے تمام افراد پر حکم ہے۔ کلِ مجموعی پر حکم نہیں ہے۔ اور نہ کلِ کلی پر حکم لگایا۔

واما سالبة وسورها لاشئ ولا واحد كقولنا لاشئ او لا واحد من الناس بجماد وان كان الحكم فيها على بعض الافراد فهي جزئية اما موجبة وسورها بعض وواحد كقولنا بعض الحيوان او واحد من الحيوان انسان اي بعض افراد الحيوان او واحد من افراده انسان واما سالبة وسورها ليس كل وليس بعض وبعض ليس كقولنا ليس كل حيوان انسانا وليس بعض الحيوان انسانا وبعض الحيوان ليس بانسان —

ترجمہ اور قضیہ حملیہ یا سالبہ ہوگا۔ اور اس کا سور لاشئ اور لا واحد ہے۔ جیسے لاشئ ولا واحد من الناس بجماد (کوئی ایک فرد انسان کا جماد نہیں ہے) اور اگر قضیہ میں موضوع کے بعض افراد پر حکم ہو۔ تو وہ جزئیہ ہے۔ یا موجبہ ہوگا۔ اور اس کا سور بعض اور واحد ہے۔ جیسے بعض الحیوان یا واحد من الحیوان انسان (بعض حیوان یا حیوان کا ایک فرد انسان ہے) یعنی حیوان کے بعض افراد یا اس کے افراد میں سے ایک فرد انسان ہے۔

اور یا سالبہ ہوگا۔ اور اس کا سور "لیس کل" اور لیس بعض اور بعض لیس" ہے۔ جیسے
ہمارا قول "لیس کل حیوان انساناً"، (ہر انسان حیوان نہیں ہے) اور لیس بعض الحیوان
انساناً" (بعض انسان حیوان نہیں ہیں) اور بعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان
نہیں ہے)۔

تشریح شارح نے یہاں محصورہ کی دو اقسام کو ذکر فرمایا ہے۔ یعنی موضوع کے بعض افراد
پر حکم کیا گیا ہو۔ تو اس کا نام مناطقہ کی اصطلاح میں جزئیہ ہے
اقسام جزئیہ:۔ پھر اگر حکم بعض افراد پر ایجاب کا ہے۔ تو اس کو موجبہ جزئیہ
کہتے ہیں۔

موجبہ جزئیہ کا سور:۔ اور اس کا سور بعض اور واحد ہے۔ جیسے بعض
الحیوان انسان۔ اور واحد من الحیوان انسان۔

سالبہ جزئیہ:۔ دوسری قسم سالبہ جزئیہ ہے۔ اگر موضوع کے بعض افراد پر
سلب کا حکم کیا گیا ہو۔

سالبہ جزئیہ کا سور:۔ اور اس کا سور لیس کل لیس بعض اور بعض لیس
ہے۔ جیسے لیس لیس کل حیوان انساناً اور بعض الحیوان لیس بانسان۔ اور لیس
بعض الحیوان انساناً وغیرہ۔

نوٹ بعض الحیوان۔ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ بعض موجبہ جزئیہ کا سور اس وقت ہوگا
جب کہ بعض سے بعض افراد مراد لئے گئے ہوں۔ لیکن اگر شئی کے بعض اجزاء مراد
لئے گئے ہوں۔ تو اس وقت لفظ بعض اس کا سور نہیں ہوگا۔ جیسے بعض الزنجی اسود کہنا درست
نہیں ہے۔ اور اس صورت میں کہ افراد مراد نہ ہوں۔ وہ قضیہ محصورہ ہونے سے خارج
ہو جائے گا۔ اور مہملہ میں داخل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہوگا کہ جزء الزنجی اسود اس جزء الزنجی
کلی ہے۔ جس میں افراد کی تعداد کو ظاہر نہیں کیا گیا۔
موجبہ کلیہ کا سور جس طرح کل ہے۔ اور اس سے تمام افراد موضوع مراد ہوتے ہیں۔
جیسے کل بدعۃ ضلالۃ۔ کہ بدعت کا ہر ہر فرد گمراہی ہے۔ اسی طرح موجبہ کلیہ کا سور
لام استغراق بھی ہے۔ جیسے الحمد للہ رب العالمین۔ ہر ہر فرد حمد محامد سے خدائے
تعالےٰ کے لئے ثابت ہے۔ جو سارے عالم کا پالنے والا ہے۔ اسی طرح موجبہ جزئیہ
کا ایک سور نکرہ کا اثبات کے تحت واقع ہونا بھی ایجاب جزئی کا فائدہ دیتا ہے جیسے
کوکب انقض الساعۃ میں۔

نیز سالبہ کلیہ کا سور لاشی لا واحد کے علاوہ د توع نکرہ تحت النفی عموم سلب یا سلب کلی کا فائدہ دیتا ہے ۔ ما من ماءٍ وهو رطب ۔ نہیں کوئی پانی کا فرد گروہ بارد ہوتا ہے ۔
جس طرح منطق میں افراد کی مقدار بیان کرنے کے لئے الفاظ مخصوص ہیں ۔ اسی طرح زبان میں اس کے مناسب میں سور موجود ہیں ۔ جن سے یہ فائدہ حاصل کیا جاتا ہے ۔ جیسے فارسی میں "ہر" موجبہ کلیہ کا سور ہے ۔ اور سالبہ کلیہ کا سور ہیچ نیست ہے موجبہ جزئیہ کا سور اند کے ہست ہے ۔ سالبہ سالبہ جزئیہ کا سور اند کے نیست ہے ۔

والفرق بين الاسوار الثلثة ان ليس كل دال على رفع الايجاب الكلي بالمطابقة وعلى السلب الجزئي بالالتزام وليس بعض وبعض ليس بالعكس من ذلك اما ان ليس كل دال على رفع الايجاب الكلي بالمطابقة فلانا اذا قلنا كل حيوان انسان يكون معناه ثبوت الانسان لكل واحد واحد من افراد الحيوان وهو الايجاب الكلي واذا قلنا ليس كل حيوان انسانا يكون مفهومه الصريح انه ليس يثبت الانسان لكل واحد من افراد الحيوان وهو رفع الايجاب الكلي واما انه دال على السلب الجزئي بالالتزام فلانه اذا ارتفع الايجاب الكلي فاما ان يكون المحمول مسلوبا عن كل واحد واحد وهو السلب الكلي او يكون مسلوبا عن البعض ثابتا للبعض وعلى كلا التقديرين يصدق السلب الجزئي جزما فالسلب الجزئي من ضروريات مفهوم ليس كل اي رفع الايجاب الكلي ومن لوازمه فيكون دلالته عليه بالالتزام ۔

ترجمہ اور ان مذکورہ تین سوروں کے درمیان فرق یہ ہے کہ "لیس کل" ایجاب کلی (موجبہ کلیہ) پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے ۔ اور وہ سلب جزئی (سالبہ جزئیہ) پر التزاماً دلالت کرتا ہے ۔ اور "لیس بعض اور بعض لیس" اس کے برعکس ہیں ۔

قولہ اما ان لیس کل دال علی رفع الایجاب الکلی ۔ بہرحال یہ دعوی کہ لیس کل رفع ایجاب کلی پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے ۔ تو اس لئے کہ جب ہم نے کہا "کل حیوان انسان" (کہ ہر انسان حیوان ہے) تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان کا ثبوت حیوان کے ہر ہر فرد کے لئے ہے ۔ اور یہی ایجاب کلی ہے ۔ اور جب ہم نے کہا "لیس کل حیوان انساناً"

تو اس کا مفہوم صریح یہ ہوگا کہ حیوان کے ہر ہر فرد کیلئے انسان ہونا ثابت نہیں ہے۔ یہی رفع ایجاب کلی ہے۔

واما انہ دال علی السلب الجزئی۔ اور بہرحال یہ دعوی کہ وہ (یعنی سلب کلی) دلالت کرتا ہے۔ سلب جزئی پر التزاماً تو اس لئے کہ جب ایجاب کلی مرتفع ہوگیا۔ تو یا محمول ہر ہر فرد سے سلب کرلیا گیا ہے۔ اور یہ سلب کلی ہے۔ یا بعض افراد سے مسلوب ہے اور بعض کے لئے ثابت ہے۔ تو دونوں صورتوں میں سلب جزئی یقینی طور پر صادق آتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ سلب جزئی لیس کل کے مفہوم کے لئے ضروری ہے۔ یعنی رفع ایجاب کلی کیلئے سلب جزئی ضروری ہے۔ اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ پس اس کی (سلب کلی یا لیس کل) کی دلالت اس پر یعنی سلب جزئی پر التزاماً ہے۔

تشریح شارح نے تینوں اسوار یعنی لیس کل۔ لیس بعض اور بعض لیس کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔

تو فرمایا کہ لیس کل۔ ایجاب کلی کے رفع پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے۔ سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرتا ہے۔

اس کے برخلاف لیس بعض اور بعض لیس ہیں۔ کہ یہ دونوں سلب جزئی پر مطابقۃً دلالت کرتے ہیں۔ اور رفع ایجاب کلی پر التزاماً دلالت کرتے ہیں۔

دلیل اس پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ جب ہم نے "کل حیوان انسان" کہا (یعنی یہ کہ ہر ہر فرد حیوان کے لئے انسان ہونا ثابت ہے)۔ اور اسی کو ایجاب کلی کہتے ہیں اور جب ہم نے کہا۔ "لیس کل حیوان انساناً" کہ ہر ہر حیوان انسان نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حیوان کے ہر فرد کے لئے انسان ثابت نہیں ہے۔ اسی کا نام رفع ایجاب کلی ہے۔

قولہ واما انہ دال۔ رہی یہ بات کہ لیس کل سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرتا ہے۔ تو اس وجہ سے کہ جب ایجاب کلی کا رفع کیا جاتا ہے۔ تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں۔ اول معنی محمول موضوع کے ہر ہر فرد سے سلب کرلیا جائے۔ تو یہ سلب کلی ہے۔ دوسرے معنی محمول موضوع کے بعض افراد سے مسلوب ہو۔ اور دوسرے بعض افراد کیلئے ثابت ہو۔

وعلی کلا التقدیرین۔ خواہ محمول کو موضوع کے تمام افراد سے سلب کیا جائے۔ یا محمول کو موضوع کے بعض افراد سے سلب کیا جائے۔ اور دوسرے بعض کے لئے ثابت کیا جائے۔

ہر دو صورت میں یہ بات صادق آتی ہے ۔ کہ محمول کو بعض افراد سے سلب کیا گیا ہے ۔ خواہ کل کے ضمن میں التزاماً ہو ۔ یا بعض افراد سے سلب کیا گیا ہو ۔ اس کا نام سلب جزئی، یا رفع ایجاب جزئی ہے ۔

پس ثابت ہوا کہ سلب جزئی ۔ لیس کل کے مفہوم کے لوازم میں سے ہے ۔ لہذا لیس کل کی دلالت سلب جزئی پر التزاماً ہوگی ۔

لا یقال مفہوم لیس کل رھو رفع الایجاب الکلی اعم من السلب عن الکل ای السلب الکلی السلب عن البعض ای السلب الجزئی فلا یکون دالا علی السلب الجزئی بالالتزام لان العام لا دلالۃ لہ علی الخاص باحدی الدلالات الثلث لانا نقول رفع الایجاب الکلی لیس اعم من السلب الجزئی بل اعم من السلب عن الکل والسلب عن البعض مع الایجاب للبعض والسلب الجزئی ھو السلب عن البعض سواء کان مع الایجاب للبعض الاخر اولا یکون فھو مشترک بین ذلک القسم وبین السلب الکلی فالسلب الجزئی لازم لھما واذا انحصر العام فی قسمین کل منھا یکون ملزوما لامر کان ذلک الامر اللازم لازما للعام ایضا فیکون السلب الجزئی لازما لمفہوم رفع الایجاب الکلی لان لازم اللازم لازم وبعبارۃ اخری لیس کل یلزمہ السلب الجزئی فانہ متے ارتفع الایجاب الکلی صدق السلب عن البعض لانہ لو لم یکن المحمول مسلوبا عن شیئ من الافراد لکان ثابتا للکل والمقدر خلافہ ھذا خلف ۔

ترجمہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ لیس کل کا مفہوم اور وہ رفع الایجاب کلی ہے ۔ سلب کلی سے عام ہے ۔ یعنی سلب عن الکل اور سلب عن البعض یعنی سلب جزئی سے قولہ فلا یکون والا علی السلب الجزئی ۔ پس وہ سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرنے والا نہیں ہے ۔۔ قولہ لان العام لا دلالۃ لہ اس وجہ سے کہ عام کی دلالت خاص پر مذکورہ تین دلالتوں میں سے کسی کے ذریعہ نہیں ہوا کرتی ۔ لانا نقول ۔ کیونکہ ہم جواب دیں گے ۔ کہ رفع ایجاب کلی سلب جزئی سے اعم نہیں ہے ۔

قولہ بل اعم من السلب عن الکل ۔ بلکہ عن الکل اور سلب عن البعض مع الایجاب للبعض سے اعم ہے ۔ اور سلب جزئی وہ سلب عن البعض کا نام ہے ۔ برابر ہے کہ

اس کے ساتھ ایجاب للبعض ہو۔ پایا جائے یا نہ پایا جائے۔ پس وہ اس قسم اور سلب کلی کے درمیان مشترک ہے۔ پس سلب جزئی دونوں کو لازم ہے۔

قولہ واذا انحصر العام اور جب عام دو قسموں میں منحصر ہو گیا۔ تو دونوں قسموں میں سے ہر ایک اس امر کے لئے ملازم ہو گئیں۔ کہ جس امر کے لئے بھی یہ لازم لازم تھا۔ لہذا پس سلب جزئی رفع ایجاب کلی مفہوم کے لئے لازم ہو گئی۔

قولہ لان لازم الازم لازم۔ کیونکہ لازم کا لازم لازم ہوا کرتا ہے۔

قولہ وبعبارۃ اخریٰ۔ (اسی معنی کو) دوسرے لفظوں میں (اس طرح کہا جائے گا) کہ لیس کل کے لئے سلب جزئی لازم ہے۔ کیونکہ جب ایجاب کلی کا مرتفع ہو گا۔ تو سلب عن البعض (اس میں) صادق آئے گا۔ کیونکہ جب محمول کا سلب موضوع کے افراد میں سے کسی فرد سے نہ ہو گا۔ تو البتہ کل کے لئے ثابت ہو گا۔ حالاں کہ اس کے خلاف کو فرض کیا گیا ہے۔

تشریح قولہ لایقال۔ اعتراض۔ تینوں اسوار کے مابین شارح نے جو فرق کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ لیس کل رفع ایجاب کلی پر بالمطابقت دلالت کرتا ہے اور سلب جزئی پر التزاماً دلالت کرتا ہے۔ (یعنی یہ کہ جب موضوع تمام افراد سے محمول کا سلب کر دیا جائے تو اس کے ضمن میں بعض افراد سے بھی محمول مسلوب ہو جاتا ہے۔) اس سے معلوم ہوا کہ سلب عن الکل اعم ہے۔ یعنی سلب کلی عام ہے۔ سلب عن البعض سے یعنی سلب جزئی سے۔ کیوں کہ عام کی دلالت خاص اور اس کے ساتھ دیگر افراد پر ہوا کرتی ہے مثلاً حیوان عام اور انسان خاص ہے۔ تو حیوان کی دلالت انسان پر بھی ہے۔ جو کہ خاص ہے۔ اور انسان کے علاوہ دوسرے افراد پر بھی ہے۔ مثلاً فرس اور غنم پر۔ تو خلاصہ نکلا کہ جس طرح حیوان عام ہونے کی وجہ سے انسان جو کہ خاص ہے۔ اس پر اور دوسرے افراد یعنی غنم بقر پر بھی دلالت کرتا ہے۔

قولہ لانا نقول۔ **جواب**۔ مذکورہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رفع ایجاب کلی (یعنی سلب کلی) سلب جزئی سے اعم نہیں ہے۔ ہاں البتہ سلب عن الکل اور سلب عن البعض وایجاب للبعض سے اعم ہے۔

قولہ والسلب الجزئی۔ اور جہاں تک سلب جزئی کا تعلق ہے۔ تو سلب جزئی وہ موضوع کے بعض افراد سے محمول کے سلب کرنے کا نام ہے۔ برابر ہے کہ دوسرے بعض کیلئے محمول ثابت ہو یا ثابت نہ ہو۔ لہذا پس رفع ایجاب کلی اور سلب کلی مشترک ہیں۔ اور

سلب جزئی ان دونوں کے لئے لازم ہے ۔
قولہ بعبارۃ اخری ۔ اس کی دوسری عبارت میں اس طرح پیش کیا ہے ۔ کہ سور لیس کل کے لئے سلب جزئی لازم ہے ۔ کیوں کہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگا ۔ تو سلب عن البعض لامحالہ صادق آئے گا ۔ اس لئے کہ اگر محمول کا سلب موضوع کے بعض افراد سے بھی نہ ہوگا تو لامحالہ تمام (کل) افراد کیلئے ثابت ہوگا ۔ حالاں کہ ہم نے اس کے بر خلاف فرض کیا ہے یعنی یہ کہ موضوع تمام افراد سے محمول کا سلب مان رکھا ہے ۔
ھذا خلف:۔ یہ فرض کردہ صورت کے خلاف ہے ۔

واما ان لیس بعض وبعض لیس یدلان علی السلب الجزئی بالمطابقۃ فظو لانا اذا قلنا بعض الحیوان لیس بانسان او لیس بعض الحیوان انسانا یکون مفھوم الصریح سلب الانسان عن بعض افراد الحیوان للتصریح بالبعض وادخال حرف السلب علیہ وھو السلب الجزئی واما انھما یدلان علی رفع الایجاب الکلی بالالتزام فلان المحمول اذا کان مسلوبا عن بعض الافراد لایکون ثابتا لکل الافراد فیکون الایجاب الکلی مرتفعا ھذا ھو الفرق بین لیس کل وبین الاخیرین ۔

ترجمہ اور بہر حال یہ کہ لیس بعض اور بعض لیس دونوں سلب جزئی پر بالمطابقۃ دلالت کرتے ہیں ۔ تو یہ ظاہر ہے ۔ کیوں کہ جب ہم نے کہا ۔ بعض الحیوان لیس بانسان ۔ یا ہم نے کہا ، لیس بعض الحیوان انسانا تو اس کا صریح مفہوم یہ ہوگا کہ حیوان کے بعض افراد سے انسان کا سلب کیا گیا ہے ۔ کیوں کہ اس میں حیوان کے ساتھ بعض کی صراحت کردی گئی ہے (اور بعض الحیوان کہا گیا ہے ۔ نیز حرف سلب بعض ہی پر داخل کیا گیا چنانچہ لیس بعض کہا گیا ہے)۔ اور اسی کا نام سلب جزئی ہے ۔
واما یدلان علی رفع الایجاب الکلی الخ ۔ اور بہر حال بیشک یہ کہ دونوں رفع ایجاب کلی پر التزاماً دلالت کرتے ہیں ۔ تو اس لئے کہ جب محمول کا سلب بعض افراد سے کیا جائے گا تو وہ کل (تمام) افراد کو شامل نہ ہوگا ۔ (کیونکہ بعض افراد سے سلب کردیا گیا ہے) لہذا پس ایجاب کلی رفع ہو جائے گا ۔ (کلی ایجاب ختم ہو جائے گا) یہی فرق ہے لیس کل کے درمیان اور آخر کے دونوں کے درمیان ۔ یعنی بعض لیس اور لیس بعض کے درمیان ۔

سلب جزئی ان دونوں کے لئے لازم ہے۔
قولہ بعبارۃ اخری۔ اس کی دوسری عبارت میں اس طرح پیش کیا ہے۔ کہ سور لیس کل کے لئے سلب جزئی لازم ہے۔ کیوں کہ جب ایجاب کلی کا رفع ہوگا۔ تو سلب عن البعض لامحالہ صادق آئے گا۔ اس لئے کہ اگر محمول کا سلب موضوع کے بعض افراد سے بھی نہ ہوگا تو لامحالہ تمام (کل) افراد کیلئے ثابت ہوگا۔ حالاں کہ ہم نے اس کے بر خلاف فرض کیا ہے یعنی یہ کہ موضوع تمام افراد سے محمول کا سلب مان رکھا ہے۔
هذا خلف:۔ یہ فرض کردہ صورت کے خلاف ہے۔

واما ان لیس بعض وبعض لیس یدلان علی السلب الجزئی بالمطابقۃ فظو لانا اذا قلنا بعض الحیوان لیس بانسان او لیس بعض الحیوان انسانا یکون مفهوم الصریح سلب الانسان عن بعض افراد الحیوان للتصریح بالبعض وادخال حرف السلب علیه وهو السلب الجزئی واما انهما یدلان علی رفع الایجاب الکلی بالالتزام فلان المحمول اذا کان مسلوبا عن بعض الافراد لایکون ثابتا لکل الافراد فیکون الایجاب الکلی مرتفعا هذا هو الفرق بین لیس کل وبین الاخیرین۔

ترجمہ اور بہر حال یہ کہ لیس بعض اور بعض لیس دونوں سلب جزئی پر بالمطابقۃ دلالت کرتے ہیں۔ تو لیس یہ ظاہر ہے۔ کیوں کہ جب ہم نے کہا۔ بعض الحیوان لیس بانسان۔ یا ہم نے کہا، لیس بعض الحیوان انسانا تو اس کا صریح مفہوم یہ ہوگا کہ حیوان کے بعض افراد سے انسان کا سلب کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اس میں حیوان کے ساتھ بعض کی صراحت کردی گئی ہے (اور بعض الحیوان کہا گیا ہے۔ نیز حرف سلب بعض ہی پر داخل کیا گیا چنانچہ لیس بعض کہا گیا ہے)۔ اور اسی کا نام سلب جزئی ہے۔
واما یدلان علی رفع الایجاب الکلی الخ۔ اور بہر حال بیشک یہ کہ دونوں رفع ایجاب کلی پر التزاماً دلالت کرتے ہیں۔ تو اس لئے کہ جب محمول کا سلب بعض افراد سے کیا جائے گا تو وہ کل (تمام) افراد کو شامل نہ ہوگا۔ (کیونکہ بعض افراد سے سلب کردیا گیا ہے) لہذا پس ایجاب کلی رفع ہو جائے گا۔ (کلی ایجاب ختم ہو جائے گا) یہی فرق ہے لیس کل کے درمیان اور آخر کے دونوں کے درمیان۔ یعنی بعض لیس اور لیس بعض کے درمیان۔

تشریح قولہ واما لیس بعض ۔ لیس کل رفع ایجاب کلی پر بالمطابقۃ دلالت کرتا ہے اور سلب جزئی پر اس کی دلالت التزامی ہے ۔ تفصیل اس کی اوپر گذر چکی ہے۔ مگر لیس بعض اور بعض لیس کی دلالت لیس کل کے برعکس ہے ۔ یعنی یہ دونوں سلب جزئی پر بالمطابقۃ اور سلب کلی پر التزاماً دلالت کرتے ہیں ۔ شارح اس کو اس جگہ ثابت کر رہے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ قضیہ میں جب بعض داخل کیا گیا ۔ تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ موضوع کے بعض افراد پر حکم کیا گیا ہے ۔ کل پر حکم مقصود نہیں ہے ۔ اسی طرح جب بعض پر لفظ لیس داخل کر کے لیس بعض کہا جاتا ہے ۔ تو بعض افراد سے نفی مراد ہوتی ہے ۔

واما انہما ید لان ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ لیس بعض اور بعض لیس کی دلالت بالمطابقۃ سلب جزئی پر ہوتی ہے ۔ تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ دونوں رفع ایجاب کلی پر التزاماً دلالت کرتے ہیں ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لیس بعض اور بعض لیس دونوں کے دونوں لیس کل کے برعکس ہیں ۔ یعنی یہ کہ لیس کل کا مفہوم مطابقی رفع ایجاب کلی ہے ۔ اور سلب جزئی پر اس کی دلالت التزامی ہے ۔ اور لیس بعض و بعض لیس کی دلالت سلب جزئی پر بالمطابقۃ ہے ۔ اور رفع ایجاب کلی پر بالالتزام ہے ۔

واما الفرق بین الاخیرین فہو ان لیس بعض قد یذکر للسلب الکلی لان البعض غیر معین فان تعیین بعض الافراد خارج عن مفہوم الجزئیۃ فاشبہ النکرۃ فی سیاق النفی فکما ان النکرۃ فی سیاق النفی تفید العموم کذلک ھٰھنا ایضاً لانہ احتمال ان یفہم منہ السلب عن ای بعض کان وھو السلب الکلی بخلاف بعض لیس فان البعض ھٰھنا وان کان ایضاً غیر معین الا انہ لیس واقعاً فی سیاق النفی بل السلب انما ھو وارد علیہ وبعض لیس قد یذکر للایجاب العدولی الجزئی حتے اذا قیل بعض الحیوان لیس بانسان اُرید بہ اثبات اللاانسانیۃ لبعض الحیوان لاسلب الانسانیۃ عنہ وفرق ما بینہما کما ستقف علیہ بخلاف لیس بعض اذ لایمکن تصور الایجاب مع تقدم حرف السلب علے الموضوع ۔

ترجمہ :۔ اور بہر حال اخیر کے دونوں کے درمیان فرق (یعنی بعض لیس اور لیس بعض

کے درمیان) تو یہ ہے کہ لیس بعض کبھی کبھی سلب کلی کے لئے ذکر کر دیا جاتا ہے ۔ کیونکہ بعض غیر متعین ہیں ۔ اس وجہ سے کہ بعض افراد کی تعیین جزئیہ کے مفہوم سے خارج ہے پس وہ نکرہ تحت نفی کے مشابہ ہو گیا ۔ لہٰذا پس نکرہ تحت النفی جس طرح عموم کا فائدہ دیتا ہے ۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے ۔ (یعنی لیس بعض میں بھی عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے) ۔

قولہ لانہ یحتمل ان یفہم :۔ اس لئے کہ یہ (یعنی لیس بعض) احتمال رکھتا ہے کہ لیس سے أیّ بعض کان مفہوم ہو ۔ (یعنی غیر متعین بعض افراد کی نفی مفہوم ہونے کا احتمال رکھتا ہے) ۔ اور یہی معنی سلب کلی کے ہیں ۔

قولہ بخلاف بعض لیس :۔ اس کے برخلاف بعض لیس ہے کہ بیشک بعض لیس میں بعض اگرچہ غیر متعین ہیں ۔ لیکن وہ نفی کے تحت واقع نہیں ہے ۔ بلکہ سلب اس پر (بعض پر) وارد ہے ۔

(دوسرا فرق یہ ہے کہ) بعض لیس کبھی کبھی ایجاب عدولی جزئی کے لئے بھی ذکر کیا جاتا ہے ۔ (یعنی موجبہ معدولۃ الموضوع جزئی کے لئے بھی ذکر کیا جاتا ہے) ۔

قولہ حتی اذا قیل الخ ۔ یہاں تک جب بعض الحیوان لیس بانسان کہا جاتا ہے ۔ تو اس سے انسانیت کا ثبوت بعض حیوان کے لئے مراد لیا جاتا ہے ۔ نہ کہ انسانیت کا اس سے (حیوان سے) سلب (مراد ہو)

وفرق مابینہما کما ستقف ۔ اور ان دونوں کے درمیان جیسا کہ آئندہ تم کو معلوم ہوگا بہت بڑا فرق ہے ۔

قولہ بخلاف لیس بعض ۔ بخلاف لیس بعض کے کہ حرف سلب کے موضوع کے شروع میں مذکور ہونے کی وجہ سے ایجاب کا تصور ممکن نہیں ہے ۔

لیس بعض

تشریح قولہ واما الفرق ۔ اس مقام پر شارح رحمۃ اللہ علیہ سالبہ جزئیہ کے دونوں سور یعنی لیس بعض ۔ اور بعض لیس کے درمیان فرق بیان فرما رہے ہیں ۔ کہ لیس بعض سلب جزئی کے بالمطابقۃ دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی سلب کلی کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے ۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس میں موضوع کے بعض افراد چونکہ غیر معین ہوتے ہیں ۔ اور موضوع کے شروع میں حرف نفی یعنی لیس موجود ہی ہے ۔ تو یا دو باتیں پائی گئیں (۱) اول بعض غیر معین ۔ چونکہ نکرہ کا مفہوم ہے ۔ (۲) لیس کا مذکور ہونا شروع میں تو گویا نکرہ ہے ۔ جو تحت نفی واقع ہے ۔

الحاصل :- لیس بعض۔ نکرہ تحت النفی "لا رجل" کے مشابہ ہو گیا - اس لئے عموم کا فائدہ دیتا ہے - اور نفی کا عام ہونا یعنی عموم نفی کا نام سلب کلی ہے -

بعض لیس، اس کے بر خلاف بعض لیس ہے کہ یہ بھی اگرچہ بعض غیر معین افراد پر دلالت کرتا ہے - مگر ظاہر ہے کہ بعض تحت نفی نہیں ہے یعنی لفظ بعض مقدم ہے - اور لیس اس کے بعد ہے - اس لئے عموم کا فائدہ نہیں دیتا ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لیس بعض عموم کا فائدہ دیتا ہے - یعنی سلب کلی کا - اور بعض لیس اس کا فائدہ نہیں دیتا -

قولہ بخلاف بعض لیس :- یعنی بعض لیس میں یہ معنی نکرہ تحت نفی ہونے کے نہیں پائے جاتے -

دوسرا فرق بعض لیس اور لیس بعض کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ بعض لیس کبھی موجبہ جزئیہ معدولہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے بعض الحیوان لیس بانسان (بعض الحیوان کے لئے لیس بانسان ثابت ہے) اس مثال میں لیس اور بانسان دو مرکب ہو کر محمول واقع ہیں - جیسا کہ ترجمہ سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا - یعنی یہ کہ اس مثال میں بعض حیوان کے لئے لا انسان ہونا ثابت کیا گیا ہے - اور یہی قضیہ موجبہ جزئیہ معدولۃ المحمول ہے - اس کے بر خلاف لیس بعض ہے چوں کہ اس میں حرف سلب یعنی لیس مقدم ہے - اس لئے موجبہ ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے -

اصطلاحات مناطقہ :- سور جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں - قاعدہ تو یہی ہے کہ وہ موضوع کے شروع میں داخل ہوتا ہے - جیسا کہ آپ مثالوں سے سمجھ چکے ہیں - لیکن کبھی کبھی سور کو محمول پر داخل کر دیا جاتا ہے - چنانچہ جب -

قضیہ منحرفہ :- حرف سلب محمول پر داخل ہو کر محمول کا جزء واقع - تو اس کو قضیہ منحرفہ کہتے ہیں -

اقسام قضیہ منحرفہ :- محمول کی نسبت موضوع کی جانب جو کیجاتی ہے اس کی چند صورتیں ہیں - نسبت بطریق وجوب کی - یا بطریق امکان ہوگی - یا بطریق امتناع ہوگی - اگر موضوع سے محمول کا جدا ہونا - محال ہو تو وہ نسبت وجوبی ہوگی - اسی کو مادۃ الوجوب کہتے ہیں -

اور اگر نسبت کا جدا ہونا محال نہ ہو - تو اس نسبت کو امکانی نسبت کہتے ہیں - اس کا دوسرا نام مادہ امکان خاص ہے - پھر اس کو دو قسمیں ہیں -

(۱) موافق وجوب فی الکیف۔ نسبت کا ثبوت بالفعل ہو۔ (۲) موافق للامتناع فی الکیف نسبت کا بالفعل سلب ہو۔

یہ اقسام ہوئیں۔ مادہ وجوب، مادہ امتناع، مادہ امکان موافق للوجوب۔ مادہ امکان موافق لامتناع۔ نسبت کی یہ چار صورتیں سمجھ لینے کے بعد معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ قضیہ میں جو انحراف (سلب) پایا جاتا ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ انحراف از جانب موضوع ہوگا۔ (۲) انحراف من جانب محمول ہوگا۔ (۳) انحراف موضوع ومحمول دونوں جانب سے ہوگا۔

(۱) موضوع کیجانب سے انحراف اس وقت ہوتا ہے۔ جب قضیہ میں سور داخل ہو کلی یا جزئی۔

(۱) قضیہ میں انحراف پایا جاتا ہو۔ اور سور کلی داخل ہو۔

(۲) قضیہ میں انحراف پایا جاتا ہو۔ اور سور جزئی ہو۔

اسی طرح محمول کی بھی دو صورتیں ہیں۔ (۱) محمول شخصی ہوگا۔ (۲) محمول کلی ہوگا۔ اگر محمول شخصی ہوگا تو مذکورہ بالا چار مادوں میں سے صرف مادہ وجوب اور مادہ امتناع پائے جا سکتے ہیں۔

اور اگر محمول کلی ہو۔ تو مذکورہ مواد اربعہ میں سے چاروں مادے پائے جا سکتے ہیں۔ الغرض اس کی بہت سی صورتیں عقلاً نکل سکتی ہیں۔ جو بڑی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

قال وان لم یبین فیہا کمیۃ الافراد فان لم تصلح لان تصدق کلیۃ وجزئیۃ سمیت القضیۃ طبیعیۃ کقولنا الحیوان جنس والانسان نوع لان الحکم فیہا علی نفس الطبیعۃ وان صلحت کذلک سمیت مہملۃ کقولنا الانسان فی خسر والانسان لیس فی خسر۔

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ اور اگر قضیہ میں موضوع کے افراد کی مقدار کو کلیت وجزئیت کے لحاظ سے بیان نہیں کیا گیا۔ تو اگر وہ کلی یا جزئی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو اس قضیہ کا نام طبیعیہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول "الحیوان جنس اور الانسان نوع" کیونکہ اس قضیہ میں موضوع کی نفس طبیعت پر حکم ہے۔

قولہ وان صلحت کذلک :- اور اگر قضیہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو اس کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول "الانسان فی خسر۔ اور الانسان لیس فی خسر"

(الانسان خسارہ میں ہے۔ الانسان خسارہ میں نہیں ہے)۔

تشریح ماتن نے اجمالاً یہ بیان کیا ہے کہ قضیہ میں اگر موضوع کے افراد کو کلیت و جزئیت کے لحاظ سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ حکم اس میں موضوع کی نفس طبیعت پر کیا گیا ہے۔ اس قضیہ کا نام طبیعیہ ہے۔ جیسے الحیوان جنس اور الانسان نوع۔ (حیوان جنس ہے۔ اور انسان نوع ہے) ان دونوں مثالوں میں جنس ہونے کا حکم حیوان پر۔ اور نوع ہوتے کا حکم انسان پر۔ ان کی نفس طبیعت پر ہے۔ یعنی جنس ہونا حیوان کی طبیعت ہے۔ اور نوع ہونا انسان کے لئے طبعی ہے۔ اور اگر قضیہ میں موضوع اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کہ اس کے افراد کو بیان کیا جا سکے۔ مگر بیان نہ کیا گیا ہو۔ تو اس قضیہ کا نام مہملہ ہے۔

تعریف قضیہ طبعیہ:۔ قضیہ میں افراد کے بیان کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ اور موضوع کے نفس طبیعت پر حکم کیا گیا ہو۔ جیسے الانسان نوع۔

تعریف قضیہ مہملہ۔ قضیہ میں افراد کی مقدار بیان کرنے کی صلاحیت ہو۔ مگر اس کے افراد کو بیان نہ کیا گیا ہو۔ جیسے الانسان فی خسر، الانسان لیس فی خسر۔

اقول ما مر کان اذا بین فی القضیة کمیة افراد الموضوع واما اذا لم تبین فلا یخ اما ان تصلح القضیة لان تصدق کلیة وجزئیة بان یکون الحکم فیہا علے افراد الموضوع او لم تصلح بان یکون الحکم فیہا علے طبیعة الموضوع نفسہا لا علے الافراد فان لم تصلح لان تصدق کلیة وجزئیة سمیت طبیعیة لان الحکم فیہا علے نفس الطبیعة کقولنا الحیوان جنس و الانسان نوع فان الحکم بالجنسیة والنوعیة لیس علے ما صدق علیہ الحیوان والانسان من الافراد بل علے نفس طبیعتہما ۔

ترجمہ شارح فرماتے ہیں :۔ میں کہتا ہوں۔ سابق میں جو بیان تھا۔ وہ اس صورت میں تھا۔ کہ جب قضیہ میں موضوع کے افراد کے کمیت (مقدار کو بیان کر دیا گیا تھا۔

واما اذا لم یبین الخ:۔ اور بہر حال جب افراد کی مقدار کو بیان نہ کیا گیا ہو۔ تو خالی نہیں کہ آیا قضیہ میں اس کی صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ کلیت و جزئیت کے لحاظ سے

صادق آسکے۔ یا یہ ہے کہ قضیہ میں حکم طبیعت پر ہو کہ افراد پر ہو یا صلاحیت نہیں رکھتا۔ یا یہ طور کہ اس میں حکم موضوع کی ماہیت پر ہو۔ نہ کہ افراد پر۔

قولہ فان لم تصلح ... پس اگر کلیت وجزئیت کے اعتبار سے صادق آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس قضیہ کا نام طبعیہ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں حکم نفس طبیعت پر ہے جیسے ہمارا قول الحیوان جنس اور الانسان نوع۔ کیونکہ جنس ہونے اور نوع ہونے کا حکم ان افراد پر نہیں ہے کہ جن پر حیوانات اور انسان صادق آتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کی طبیعت پر ہے۔

قولہ وان صلحت لان تصدق الخ۔ اور اگر صلاحیت رکھتا ہے۔ کہ کلیت وجزئیت کے لحاظ سے صادق آئے۔ تو اس کا نام مہملہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس پر حکم قضیہ کے موضوع کے افراد پر ہے۔ مگر اس کی مقدار کے بیان کرنے کو مہمل رکھا گیا ہے۔ جیسے ہمارا قول۔ الانسان فی خسر۔ اور الانسان لیس فی خسر۔ انسان خسارے میں ہے۔ اور انسان خسارہ میں نہیں ہے۔

تشریح شارح سابق کلام کو مربوط کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ سابق میں بیان یہ تھا کہ قضیہ میں موضوع کے افراد کو بیان کر دیا گیا تھا۔ اور اب یہاں سے اس کا بیان ہے کہ قضیہ حملیہ میں موضوع کے افراد کو بیان نہ کیا گیا ہو۔ تو اس کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) قضیہ میں اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ کلیت اور جزئیت پر صادق آجائے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ موضوع کے افراد پر کلیت وجزئیت کے لحاظ سے حکم کیا جا سکے۔

(۲) قضیہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور اس کی یہ صورت ہے کہ موضوع کی نفس طبیعت پر حکم کیا گیا ہے۔ افراد پر حکم نہیں کیا گیا۔

طبعیہ پس اگر قضیہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ کلی یا جزئی بن سکے کیوں کہ اس میں حکم نفس طبیعت پر ہوا ہے۔ جیسے ہمارا قول (الحیوان جنس (حیوان جنس ہے) اور (الانسان نوع (انسان نوع ہے) اس مثال میں جنس اور نوع ہونے کا حکم نفس حیوان وانسان کی طبیعت پر ہے۔ جن افراد پر حیوان وانسان صادق آتے ہیں۔ ان پر حکم نہیں کیا گیا ہے۔

وان صلحت لان تصدق کلیۃ وجزئیۃ سمیت مهملۃ لان الحکم فیها علی افراد موضوعها وقد اهمل بیان کمیتها کقولنا الانسان فی خسر والانسان لیس فی

خسر ای ما صدق علیه الانسان من الافراد فی خسر ولیس فی خسر فقد بان ان الحملیة باعتبار الموضوع منحصرة فی اربعة اقسام

ترجمہ اور اگر صلاحیت رکھتا ہے کہ کلیت وجزئیت کے لحاظ سے صادق آجائے۔ تو اس کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے۔ مگر اس کی مقدار کے بیان کو مہمل رکھا گیا ہے۔ جیسے ہمارا قول "الانسان فی خسر" اور الانسان لیس فی خسر" یعنی جن افراد پر انسان صادق آتا ہے وہ خسارہ میں ہیں۔ پس ظاہر ہو گیا کہ حملیہ باعتبار موضوع کے چار قسموں پر ہے۔

تشریح قولہ وان صلحت لان تصدق۔ اور اگر قضیہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کہ اس کے موضوع پر کلیت وجزئیت کے اعتبار سے حکم لگایا جاسکے۔ تو اس کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ مہملہ میں موضوع کے افراد پر حکم ہوتا ہے۔ مگر اس کی مقدار کو بیان نہیں کیا جاتا۔ جیسے الانسان فی خسر میں۔ کہ انسان خسارہ میں ہے یہ مسدہ کا حکم انسان کے ہر ہر فرد پر لگ سکتا ہے۔ نیز اس پر بھی کہ انسان کے کل افراد پر حکم ہے یا بعض پر۔ اس لئے اس قضیہ کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماتن اور شارح دونوں کے کلام سے یہ ظاہر ہوا کہ قضیہ طبعیہ میں حکم نفس حقیقت پر ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف محصورہ اور مہملہ میں حکم افراد پر ہوتا ہے۔ مگر متقدمین کے نزدیک دونوں ہی حکم نفس حقیقت پر ہوتا ہے۔ ان کے یہاں تقسیم اس طرح پر کی جاتی ہے۔ کہ موضوع کو جب نفس حقیقت کے اعتبار سے کیا جائے۔ کہ افراد پر حکم نہ ہو تو وہ قضیہ طبعیہ ہے۔ اور جب اس حیثیت سے لیا جائے کہ افراد پر دلالت کرتا ہے۔ تو وہ محصورہ ہے۔

اور جب بغیر کسی شرط کے اعتبار کیا جائے تو وہ مہملہ ہے۔ مگر مہملہ کے ساتھ قدماء کی قید لگا کر قدماء مہملہ کہتے ہیں۔

وللٰہ ان تقول فی التقسیم موضوع الحملیة اما جزئی او کلی فان کان جزئیا فھی شخصیة وان کان کلیا فاما ان یکون الحکم فیھا علی نفس طبیعة الکلی او علی ما صدق علیه من الافراد فان کان الحکم علی نفس الطبیعة فھی الطبیعة وان کان علی ما صدق علیه من الافراد فاما ان یبین فیھا کمیة

الافراد وھے المحصورۃ والا فھی المھملۃ ۔

ترجمہ اور تیرے لئے اجازت ہے کہ تو مذکورہ بالا تقسیم میں اس طرح کہے کہ حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی ہوگا ۔ پس اگر جزئی ہے تو وہ شخصیہ ہے ۔ اور اگر کلی ہے تو تو پس یا اس میں حکم کلی کی نفس طبیعۃ پر ہے ۔ یا ان افراد پر ہے ۔ جن پر یہ کلی صادق آتی ہو پس اگر حکم کلی کی نفس طبیعت پر ہو ۔ تو وہ طبعیہ ہے اور اگر ما صدق علیہ من الافراد پر ہے ۔ (تو اس کی دو صورتیں ہیں)

قولہ فاما ان یبین :۔ پس یا اس کے افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے ۔ تو وہ محصورہ ہے ۔ ورنہ پس وہ مہملہ ۔

تشریح ماتن نے قضیہ میں یہ قید لگائی ہے کہ قضیہ کلیہ ہو یا جزئیہ ۔ یعنی کلیت و جزئیت پر صادق آنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس پر بعض اعتراضات وارد ہوتے ہیں ۔ جن کو آپ دوسری کتابوں میں ملاحظہ کریں گے ۔ مگر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات سے بچنے کیلئے تقسیم کا دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے ۔ یعنی موضوع کو تقسیم کا مدار ٹھہرایا ہے ۔ اور کہا ہے کہ حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی ہوگا ۔ اگر جزئی ہے تو قضیہ شخصیہ ہوگا ۔ اور اگر کلی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ۔ حکم کلی کی نفس طبیعت پر ہے ۔ یا اس کے افراد پر ۔ اگر نفس طبیعت پر ہے ۔ تو قضیہ طبعیۃ اور اگر افراد پر ہے ۔ تو افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے تو وہ قضیہ محصورہ ہے ۔ اور اگر مقدار کو بیان نہیں کیا گیا تو وہ مہملہ ہے ۔

والشیخ فی الشفاء ثلث القسمۃ فقال الموضوع ان کان جزئیا فھی الشخصیۃ وان کان کلیا فان بین فیھا کمیۃ الافراد فھی المحصورۃ والا فھی المھملۃ ولم یعتبر الطبعیۃ لعدم الانحصار فیھا وبتبعہ علیہ المتاخرون لعدم الانحصار فیھا لخروج الطبیعیۃ والجواب ان الکلام فی القضیۃ المعتبرۃ فی العلوم والطبعیات لا اعتبار لھا فی العلوم لان الحکم فی القضایا علی ما صدق علیہ الموضوع وھے الافراد والطبعیۃ لیست منھا فخروجھا عن التقسیم لا یخل بالانحصار لان عدم الانحصار بان یتناول المقسم شیئا ولا یتناولہ الاقسام والمقسم ھھنا لا یتناول الطبعیات فلا یختل الانحصار بخروجھا ۔

ترجمہ اور شیخ نے شفاء میں تقسیم کی تثلیث کی ہے۔ پس فرمایا ہے کہ موضوع اگر جزئیہ ہو تو وہ شخصیہ ہے۔ اور اگر کلی ہے۔ تو اگر اس میں افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے تو وہ محصورہ ہے۔ ورنہ پس حملیہ ہے۔ اور متاخرین نے اس نقص کو وارد کیا ہے۔ اس لئے اس تقسیم میں انحصار نہیں ہے۔ کیونکہ قضیہ طبیعہ اس تقسیم سے خارج ہو جاتی ہے۔

تشریح شارح قطب الدین رازی اپنے مقصد کے پیش نظر اولاً ماتن کی بیان کردہ تقسیم کی تشریح اور اس کو تفصیل بیان فرمایا۔ پھر اس کے بعد شیخ فارابی کی تحریر کردہ تقسیم کو ان لفظوں میں بیان فرمایا۔ کہ

قولہ الشیخ فی الشفاء ثلث القسمۃ۔ کہ شیخ نے اپنی کتاب شفا میں اس تقسیم کو تین اقسام پر تقسیم فرمایا ہے۔ کہ اگر موضوع حملیہ کا جزئی ہو تو اس کا نام شخصیہ ہے۔ اور اگر موضوع حملیہ کا کلی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے۔ یا دوم یہ کہ موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان نہیں کیا گیا۔ اگر موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان کر دیا گیا ہے تو اس قضیہ کا نام محصورہ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر مقدار کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ تو اس قضیہ کا نام مہملہ رکھا جاتا ہے۔

شارح نے شیخ کا کلام نقل کر کے متاخرین کا اعتراض نقل کیا ہے۔ کہ

اعتراض بر تقسیم حملیہ:۔ قضیہ حملیہ کی شیخ کی بیان کردہ تقسیم پر متاخرین نے اعتراض وارد کیا ہے۔ کہ یہ تعریف جامع افراد کو نہیں ہے۔ کیونکہ تقسیم سے قضیہ طبیعہ خارج ہے۔ اس کا کوئی تذکرہ اقسام میں نہیں ہے۔ لہذا شیخ کی بیان کردہ تقسیم جامع نہیں ہے۔

والجواب ان الکلام فی القضیۃ المعتبرۃ فی العلوم والطبیعیات لا اعتبار لہا فی العلوم لان الحکم فی القضایا علی ما صدق علیہ الموضوع وھی الافراد والطبیعیۃ لیست منہا فخروجہا عن التقسیم لا یخل بالانحصار لان عدم الانحصار بان یتناول المقسم شیئا ولا یتناولہ الاقسام والمقسم ھہنا لا یتناول الطبیعیات فلا یخل الانحصار بخروجہا۔

ترجمہ:۔ جواب یہ ہے کہ کلام ان قضیہ پر ہے۔ جس کا علوم میں اعتبار کیا گیا ہے۔

[illegible] ان افراد پر ہوتا ہے کہ جن پر موضوع [illegible] ہے۔ [illegible] اور طبعیہ ان میں سے کہیں ہے۔ پس اس کا [illegible] انحصار [illegible] ہے۔ کیونکہ منحصر نہ ہونا اسی وجہ سے ہے۔ کہ [illegible] اور اقسام [illegible] شامل نہ ہوں۔ جب کہ مقسم یہاں پر طبعیات کو شامل ہی نہیں ہے۔ لہذا یہ اس لئے خارج ہو جاتے ہیں انحصار میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

قولہ شنع علیہ المتاخرون۔ تشنیع کے معنی برا کہنا۔ تشنیع میں دو احتمال ہیں۔

۱ تشنیع اور تشنیف۔ یعنی یہ کہ بعد کے مناطقہ نے شیخ کو برا کہا ہے۔ یا کہ مناطقہ متاخرین کے شیخ کی مذمت کی ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس تقسیم سے قضیہ طبعیہ مقسم سے خارج ہو گیا۔ اس لئے شیخ نے جو تعریف شخصیہ، محصورہ اور مہملہ کی ذکر کی ہے۔ ان کے پیش نظر قضیہ طبعیہ ان میں سے کسی پر صادق نہیں آتا۔ بعض متاخرین نے شیخ کی تقسیم میں تاویل کی ہے۔ کہ اس تقسیم میں تیسری قسم مہملہ ہے۔ مہملہ میں افراد کی مقدار کو بیان نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح طبعیہ میں بھی مقدار کو بیان نہیں کیا جاتا۔ اس لئے طبعیہ شیخ کی تقسیم میں مہملہ کے تحت داخل ہے۔

بعض دوسرے مناطقہ متاخرین نے مہملہ کو شخصیہ میں داخل کیا ہے۔ اور وجہ مناسبت یہ بیان کی ہے۔ کہ جس طرح شخصیہ میں غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ اسی طرح طبیعت طبائع میں شریک نہیں ہوتی۔ اس تاویل سے تقسیم جمہور کی طرق سے اگرچہ نکل جاتی ہے۔ مگر قابل مذمت و تشنیع نہیں رہتی۔ لہذا عدم انحصار کا اعتراض ان تاویلات کی وجہ سے شیخ پر وارد نہیں ہوتا۔

والجواب ایک جواب شیخ کی جانب سے خود شارح قطب الدین رازیؒ نے بھی دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ نے تقسیم کا مقسم اس قضیہ حملیہ کو ٹھہرایا ہے۔ کہ جس کا علوم میں اعتبار کیا گیا ہے۔ اور طبعیہ کا علوم میں اعتبار نہیں کیا گیا۔ اس لئے عدم انحصار کا اعتراض ان پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ طبعیہ ان کے نزدیک مقسم ہی سے خارج ہے۔

قولہ والمعتبرۃ فی العلوم:۔ اہل معقول کی اصطلاح میں علوم کا اطلاق علوم حکمیہ پر کیا جاتا ہے۔ اور علوم حکمت کے مسائل و قوانین کلیہ ہوتے ہیں۔ جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔ اور قضیہ طبعیہ میں چونکہ موضوع کے افراد پر حکم نہیں ہوتا۔ اس لئے افراد اور جزئیات پر اس کا صادق آنا ضروری نہیں ہے۔

قال فهي في قوة الجزئية لانه متى صدق قولنا الانسان في خسر صدق بعض الانسان في خسر وبالعكس اقول المهملة في قوة الجزئية يعنى انهما متلازمان

فانه متے صدقت المهملة صدقت الجزئیة و بالعکس فانه اذا صدق قولنا الانسان فی خسر صدق بعض الانسان فی خسر و بالعکس واما انه کلما صدقت المهملة صدقت الجزئیة فلان الحکم فیها علی الافراد الموضوع ومتی صدق الحکم علی افراد الموضوع فاما ان یصدق ذلک الحکم علی جمیع الافراد او علی بعضها وعلی کلا التقدیرین یصدق الحکم علی بعض الافراد وهو الجزئی واما العکس فلانه متے صدق الحکم علی بعض الافراد صدق الحکم علی بعض الافراد مطلقا وهو المهملة ۔

ترجمہ ماتن رح نے فرمایا ۔ اور وہ (یعنی مہملہ) جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے ۔ اس لئے جب ہمارا قول " الانسان فی خسر" (انسان خسارہ میں ہے) صادق ہوگا ۔ تو " بعض الانسان فی خسر" (بعض انسان خسارہ میں ہیں) بھی صادق آئے گا ۔ اور اس کا عکس بھی (صادق ہوگا)
اقول (شارح فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہے ۔ بایں معنی کہ بیشک دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں ۔ کیونکہ جب مہملہ صادق آتا ہے ۔ تو جزئیہ بھی صادق آتا ہے ۔ (یعنی جس مثال میں مہملہ صادق آتا ہے ۔ اس میں جزئیہ بھی صادق آتا ہے) اور اس کا عکس بھی ہے ۔ کیونکہ جب ہمارا قول " الانسان فی خسر" (انسان خسارہ میں ہے) صادق آئے گا تو " بعض الانسان فی خسر" بعض انسان خسارہ میں ہیں بھی صادق آئیگا اور اس کا عکس ہے ۔ قولہ واما انہ کلما صدقت المهملة ۔ بہرحال (یہ دعویٰ) کہ جب کبھی مہملہ صادق آئے گا ۔ تو جزئیہ بھی صادق آئے گا ۔ تو اس وجہ سے حکم مہملہ میں موضوع کے افراد پر ہوتا ہے اور جب موضوع کے افراد پر حکم صادق آئے گا ۔ تو یا یہ حکم جمیع افراد پر صادق آئے گا ۔ یا اس کے بعض افراد پر صادق آئے گا ۔ اور دونوں صورتوں میں بعض افراد پر حکم کا صدق ہوگا ۔ اور یہی جزئی ہے ۔

واما بالعکس:۔ اور بہرحال اس کا عکس ۔ تو اس لئے کہ جب بعض افراد پر حکم کا صدق ہوگا تو مطلق افراد پر بھی حکم کا صدق ہوگا ۔ اور یہی مہملہ ہے ۔

تشریح شارح نے اس جگہ قضیہ مہملہ اور جزئیہ کے درمیان تعلق کو بیان فرمایا ہے ۔ فرمایا کہ جب اور جس مثال میں قضیہ مہملہ ثابت آئے گا ۔ اس میں جزئیہ بھی صادق آئے گا ۔ پھر اس کو مثال دے کر ذہن نشین کیا ۔ کہ جیسے " الانسان فی خسر" ۔ انسان خسارہ میں ہے ۔ الانسان موضوع ہے ۔ اور فی خسر اس کا محمول ہے ۔ خسارہ انسان کے افراد کیلئے

ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے جب ضاحک کا ثبوت انسان کے جمیع افراد کے لئے پایا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کے بعض افراد پر بھی ثبوت پایا گیا کیونکہ جمیع انسان کا بعض انسان جزء ہے۔ جب کل پر حکم پایا گیا۔ تو اس کے جزء پر بھی صادق آئے گا۔

اسی طرح اس کا عکس بھی ہے یعنی یہ کہ جب حکم بعض افراد پر صادق آئے گا۔ تو مطلق افراد پر بھی صادق آئے گا۔ اور مطلق افراد پر مہملہ دلالت کرتا ہے۔ لہذا مہملہ بھی صادق آیا۔

لہذا یہ دعویٰ ماتن نے ثابت کر دیا کہ جب مہملہ صادق آئے گا۔ تو جزئیہ بھی صادق آئے گا۔ اور اس کا عکس بھی ہے۔ اور اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔

قال البحث الثاني في تحقيق المحصورات الاربع قولنا كل ج ب يستعمل تارة بحسب الحقيقة ومعناه ان كل ما لو وجد كان ج من الافراد الممكنة فهو بحيث لو وجد كان ب اى كل ما هو ملزوم ج فهو ملزوم ب وتارة بحسب الخارج ومعناه كل ج في الخارج سواء كان حال الحكم او قبله او بعده فهو ب في الخارج اقول قد عرفت ان للحملية طرفين احدهما المحكوم عليه يسمى موضوعا ثانيهما وهو المحكوم به يسمى محمولا فاعلم ان عادة القوم قد جرت بانهم يعبرون عن الموضوع بج وعن المحمول بب حتى انهم اذا قالوا كل ج ب فكانهم قالوا كل موضوع محمول وانما فعلوا ذلك لفائدتين احدهما الاختصار فان قولنا كل ج ب اخصر من قولنا كل انسان حيوان مثلا وهو ظاهر وثانيهما دفع توهم الانحصار فانهم لو وضعوا للموجبة الكلية مثلا قولنا كل انسان حيوان واجروا عليه الاحكام امكن ان يذهب الوهم الى ان تلك الاحكام انما هي في هذه المادة دون الموجبات الكليات الاخر فتصوروا مفهوم القضية وجردوها من المواد وعبروا عن طرفيها بج وب تنبيها على ان الاحكام الجارية عليها شاملة لجميع جزئياتها غير مقصورة على البعض دون البعض كما انهم في قسم التصورات اخذوا مفهومات الكليات الخمس من غير اشارة الى مادة من المواد وبحثوا عن احوالها بحسب انتشارها لجميع طبائع الاشياء ولهذا صارت مباحث هذا الفن قوانين كلية منطبقة على جميع الجزئيات۔

ترجمہ: ماتن شمس الدین رازی نے کہا۔ دوسری بحث محصورات اربعہ کی تحقیق میں۔ ہمارا قول "کل ج ب" کبھی اعتبار حقیقت کے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ہر وہ چیز پائی جاتی ہو۔ افراد ممکنہ میں سے اور وہ ج ہو۔ تو وہ اس حیثیت سے کہ اگر پائی جاتی ہے۔ وہ ب ہوگی۔ یعنی ہر وہ چیز جو ج کا ملزوم ہے۔ (اس کیلئے ج ہونا لازم ہے۔) تو وہ ب کا بھی ملزوم ہوگی۔ (یعنی ب اس کے لئے لازم ہوگا۔) اور کبھی خارج کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ چیز جو خارج میں ج ہو برابر ہے کہ حکم کیوقت میں ہو۔ یا اس سے پہلے یا اس کے بعد میں۔ تو وہ شئی خارج میں ہوگی

اقول :۔ شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم یہ معلوم کر چکے ہو کہ تضیہ حملیہ کے دو طرف ہوتے ہیں۔ (۱) ان میں ایک اور وہ محکوم علیہ ہے۔ اور اس کا موضوع نام رکھا جاتا ہے (۲) اور ان میں سے دوسرا طرف محکوم بہ ہے۔ جس کا نام محمول رکھا جاتا ہے۔

قولہ فاعلم ان عادۃ القوم :۔ (اس تمہید کے بعد) پس اے مخاطب تو جان لے کہ قوم کی عادت جاری ہوئی ہے۔ (مناطقہ کا یہ معمول ہے) کہ وہ موضوع کو ج سے اور محمول کو ب سے تعبیر کرتے ہیں۔

قولہ حتی انھم اذا قالوا :۔ یہاں تک کہ جب انھوں نے "کل ج ب" کہا۔ تو گویا انھوں نے "کل موضوع محمول" (ہر موضوع محمول ہے) کہا وانما فعلوا ذلک لفائدتین۔ اور انھوں نے ایسے دو فائدوں پر کیا ہے۔ (۱) ان میں سے ایک فائدہ اختصار ہے۔ اس لئے ہمارا قول "کل ج ب" مختصر ہے۔ بمقابلہ ہمارے قول "کل انسان حیوان" کے مثلاً۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ دوسرا فائدہ انحصار کے وہم کو دور کرنا ہے اس لئے کہ اگر وہ مثلاً موجبہ کلیہ کیلئے کل انسان حیوان کو وضع کرتے اور اس پر قواعد واحکام کو جاری کرتے۔ تو ممکن تھا کہ وہم و گمان اس طرف جاتا کہ یہ قواعد و احکام اسی خاص مادہ کے لئے خاص ہیں۔ نہ کہ دوسرے موجبات کلیات کے لئے۔

تصور وامفہوم القضیہ :۔ پس انہوں نے قضیہ کے مفہوم کو لے لیا۔ اور اس کو مادہ سے خارج کر لیا۔ چنانچہ قضیہ کے دونوں اطراف کو ج اور ب سے تعبیر کر دیا۔

قولہ تنبیھا علی ان الاحکام :۔ تنبیہ کرتے ہوئے کہ اس بات پر کہ وہ احکام جو اس پر جاری ہوئے ہیں۔ اس کے تمام جزئیات کو شامل ہیں۔ بعض دون البعض پر منحصر نہیں ہیں۔

جس طرح انہوں نے تصورات کی بحث میں کلیات خمسہ کے مفہومات کو لے لیا تھا۔

ماددں میں سے کسی خاص مادے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا تھا۔ اور اس کے بعد کلیات خمسہ کے احوال سے بحث کی تھی۔ اور ایسی بحث کی تھی۔ جو تمام اشیاء کی طبائع کو شامل تھی۔

قولہ ولہذا تفاوت الخ۔ اور اسی وجہ سے اس فن میں تمام تر مباحث ایسے ایسے قوانین ہو گئے۔ جو کلی ہیں۔ اور تمام جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔

تشریح قولہ کل ج ب۔ جس طرح بسیط لکھے جاتے ہیں۔ کیا ان کا تلفظ بھی بسیط ہی ہے۔ تو مشہور قول یہی ہے کہ جس طرح ان کو بسیط غیر مرکب لکھا جاتا ہے ان کا تلفظ (اور زبان پر ان کی ادائیگی) بھی بسیط ہی ہونا چاہیئے۔ تاکہ اختصار کا صحیح معنی میں فائدہ حاصل ہو سکے۔ مگر بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ گو یا یہ بسیط مکتوب ہوتے ہیں۔ مگر ان کو انکے پورے نام سے پڑھا جانا چاہیئے۔ یعنی جیم بار وغیرہ۔

قولہ ان عادۃ القوم :۔ چونکہ شارح کو اب محصورات اربعہ کی تفصیلات بیان کرنا ہے۔ (یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) اس لئے ان کی بحث کو شروع کرنے سے پہلے ان کے بیان کرنے کا جو مختصر انداز بیان و تعبیر ہے۔ اس کو ذکر کر رہے ہیں نیز ساتھ ہی ساتھ اہل فن کی اصطلاحات سے بھی آگاہ کرتے جاتے ہیں۔ ان دونوں مقاصد کے لئے شارح نے قوم کی عادت کے عنوان سے ذیل کا معمول تحریر کیا ہے۔

فرماتے ہیں قوم کی عادت چلی آرہی ہے۔ یعنی اہل منطق کا یہ طرز بیان ہے کہ وہ موجبہ کلیہ کے موضوع کو ج سے اور محمول کو ب سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کے دو فائدے ہیں۔ اوّل فائدہ تو ظاہر ہے یعنی الفاظ میں اختصار ہوتا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وہم کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔ کہ منطق حیوان وانسان میں منحصر ہو کر رہ گئی ہے۔ اور جو قواعد و احکام بیان کئے جاتے ہیں۔ وہ صرف اسی ایک خاص مادے کیلئے مخصوص ہیں۔ قواعد کلیہ نہیں ہیں۔

مناسبت ج اور ب۔ موضوع کو ج سے اور محمول کو ب سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ حروف ہجی کے ترتیب کے لحاظ سے ب پہلے ہے۔ اور ج اس کے بعد ہے مصلحت یہ بیان کیجاتی ہے کہ موضوع میں تین چیز ملحوظ ہوتی ہیں۔

(۱) ذات موضوع۔ (۲) وصف عنوانی، (۳) ذات پر وصف کا صدق۔

اور ابجد حروف ہجی کی ترتیب میں ج تیسرے مقام پر واقع ہے۔ اور عدد بھی تین ہیں اس لئے ج کو تینوں چیزوں کا ترجمان قرار دے دیا گیا۔ یعنی عقد وضع کی جگہ اس کو دے دی گئی۔ اس کے برخلاف بار ہے کیونکہ محمول کیجانب میں صرف دو چیزیں ملحوظ ہوتی ہیں۔

(۱) وصف عنوانی ۔ (۲) اس وصف کا صدق ۔ اور ابجد کے حساب سے ب اور ج کا عدد ۲ ہے
اس لئے محمول کی جگہ ب کو قائم کر دیا گیا ہے ۔
قولہ وثانیھما :۔ صاحب میر فرماتے ہیں ۔ کہ دفع توہم انحصار کا فائدہ اس طرح بھی حاصل ہو سکتا ہے ۔ کہ موجبہ کلیہ کو کل موضوع محمول سے تعبیر کیا جائے ۔ مگر اس میں ایک کمی ہے ۔ کہ اختصار کا فائدہ نہ حاصل ہوتا ۔ اس لئے موضوع میں پانچ حروف ہیں اور محمول میں بھی پانچ ہی حروف ہیں ۔ گویا یہ خماسی ہیں ۔ اور قضایا کے موضوعات کبھی ثلاثی اور کبھی رباعی وغیرہ بھی ہوتے ہیں ۔ اس لئے ثلاثی کے مقابلے خماسی میں طوالت ہے ۔ اس لئے کل موضوع محمول کو اختیار نہیں کیا گیا ۔
قولہ فانھم لو وضعوا الخ :۔ جب موجبہ کلیہ کے لئے کسی خاص مثال کے ذریعہ قواعد و احکام بیان کئے جاتے تو اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وہ احکام اسی مثال اور مادے کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ لہذا اس گمان سے بچانے کے لئے اہل منطق نے قضایا کو مخصوص مواد سے خالی کر لیا ۔ اور موضوع محمول کی تعبیر ج اور ب سے کرنے لگے ۔ چنانچہ تصورات کی بحث میں کلیات خمسہ کو بغیر کسی خاص مادہ و مثال کے اعتبار کئے ہوئے بیان کیا ہے ۔ اسی طرح یہاں بھی کریں گے ۔

فاذا قلنا کل ج ب فہنا امران احدھما مفہوم ج وحقیقتہ والآخر ماصدق علیہ ج من الافراد فلیس معناہ ان مفہوم ج ہو مفہوم ب والا لکان ج وب لفظین مترادفین فلا یکون الحمل فی المعنی بل فی اللفظ بل معناہ ان کل ماصدق علیہ ج من الافراد فہو ب فان قلت کما ان لج اعتبارین کذلک لب اعتباران مفہوم وحقیقۃ وماصدق علیہ من الافراد فلم لایجوز ان یکون المحمول ماصدق علیہ ب من الافراد لامفہومہ کما ان للموضوع کذلک نقول ماصدق علیہ ب لکان الحمول ضروری الثبوت للموضوع ضرورۃ ثبوت الشئ لنفسہ فینحصر القضایا فی الضروریۃ ولم تصدق ممکنۃ خاصۃ اصلا فقد ظہر ان معنی القضیۃ کل ماصدق علیہ مفہوم ج من الافراد فہو مفہوم ب لا ماصدق علیہ ب ۔

ترجمہ :۔ پس جب ہم نے "کل ج ب" کہا تو یہاں اس قول میں دو چیزیں ہیں۔

اول ان سے ج کا مفہوم اور اس کی حقیقت ہے۔ اور دوسری چیز وہ افراد ہیں۔ جن پر صادق آتا ہے۔ پس اس قول کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ج کا مفہوم وہ ب کا مفہوم ہے۔ ورنہ ج اور ب دونوں دو مترادف لفظ ہو جائیں گے۔ پس حمل فی المعنی باقی نہ رہے گا۔ بلکہ حمل فی اللفظ ہو جائے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ مفہوم اور حقیقت ج و ب کی مراد نہیں ہے۔) بلکہ اس قول "کل ج ب" کے معنی یہ ہیں کہ افراد میں سے جن پر ج صادق آتا ہے۔ (یعنی جو ج "کا مصداق ہیں)۔ پس وہ ب ہیں۔

فان قلت کما ان لج اعتبارین:۔ پس اگر تو اعتراض کرے کہ جس طرح ج کے دو اعتبار ہیں۔ ایسے ب کے لئے بھی دو اعتبار ہیں۔ اول ب کا مفہوم اور حقیقت۔ دوم وہ افراد جن پر ب صادق آتا ہے۔ پس یہ کیوں جائز (ممکن) نہیں کہ محمول بھی ماصدق علیہ ب من الافراد ہے (یعنی جن افراد پر ب صادق آتا ہے) نہ کہ اس کا مفہوم۔

قولہ کما ان الموضوع کذلک:۔ جس طرح موضوع ایسا ہی ہے۔ (یعنی وہ افراد جو ج کا مصداق ہیں)۔

فنقول:۔ تو ہم جواب دیں گے کہ (واقعہ یہ ہے کہ) جن افراد پر ج صادق آتا ہے۔ وہ بعینہ وہ افراد ہیں۔ جن پر محمول صادق آتا ہے۔ پس اگر محمول بھی ماصدق علیہ ب (ب کا مصداق افراد میں سے) ہو جائے گا۔ تو البتہ محمول ضروری الثبوت للموضوع ہو جائے گا۔ (یعنی محمول کا ثبوت موضوع کیلئے بدیہی ہو جائے گا)۔ کیونکہ شئی کا ثبوت اپنے نفس کے لئے ضروری اور بدیہی ہوتا ہے۔ پس تمام قضایا ضروریہ میں منحصر ہو جائیں گے۔ اور ممکنہ خاصہ بالکل صادق نہ آئے گا۔ پس ظاہر ہو گیا (واضح ہو گیا) کہ قضیہ حملیہ کل ج ب کے معنی یہ ہیں کہ ج کے افراد میں سے جن افراد پر ج کا مفہوم صادق آئے گا۔ پس وہ مفہوم ب ہے۔ وہ افراد نہیں ہیں۔ جن پر وہ (ب) صادق آتا ہے۔

تشریح | قضیہ کل ج ب میں دو امر ہیں۔ اول ج کی حقیقت اور اس کا مفہوم۔ دوم اس کا مصداق یعنی وہ افراد جن پر یہ صادق آئے۔ لہذا کل ج ب کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ ج کے مفہوم کے لئے ب کا مفہوم ثابت ہے۔ ورنہ خرابی یہ لازم آئے گی کہ گویا ج ب دو لفظ ہیں۔ اور معنی دونوں کے ایک ہیں۔ یعنی الفاظ مترادف ہونا لازم آئے گا۔ دوسری خرابی یہ لازم آئے گی۔ کہ کل ج ب میں جو حمل پایا جاتا ہے۔ وہ حمل معنی میں نہیں بلکہ لفظ میں ہے۔ حالاں کہ مراد یہ ہے کہ ہر وہ فرد جس پر ج صادق ہو وہ ب ہے۔

سوال :۔ شارح پہ اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ تم نے مفہوم ج۔ اور ماصدق علیہ ج من

الافراد دونوں کو الگ ہونا ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ دونوں ایک ہی ہیں۔ لہذا جس موضوع پر لفظ داخل ہوتا ہے۔ تو اس کا مفہوم ہو یا افراد۔ دونوں کو شامل ہوگا۔ اور آپ نے دونوں کو الگ کر دیا ہے۔

الجواب جواب اس کا یہ ہے کہ ماصدق علیہ ج جو شارح نے کہا ہے۔ اس حقیقت حال کو بیان نہیں کیا۔ بلکہ یہ معنی انجام کے لحاظ سے بیان کئے ہیں۔

قولہ فان قلت :۔ اعتراض یہ ہے کہ جس طرح موضوع یعنی ج کے دو اعتبار ہیں۔ اول ماصدق علیہ من الافراد۔ دوم مفہوم ج۔ اسی طرح محمول یعنی ب کے بھی دو اعتبار ہیں اول مفہوم ب۔ اور دوم ماصدق علیہ ب۔

عقلی طور پر ان کی چار صورتیں نکلتی ہیں۔ (۱) ج اور ب دونوں جانب میں مفہوم مراد ہو۔ (۲) ج اور ب دونوں میں ماصدق علیہ من الافراد مراد ہو۔ (۳) جانب موضوع میں افراد۔ اور جانب محمول میں مفہوم مراد ہو۔ (۴) اس کا عکس ہو۔ یعنی جانب موضوع میں مفہوم اور جانب محمول میں افراد مراد ہوں۔

مذکورہ چار صورتوں میں سے تیسری صورت کو شارح نے ثابت کیا ہے۔ یعنی اس صورت کو کہ جانب موضوع میں ماصدق علیہ من الافراد اور جانب محمول میں ب کا مفہوم مراد ہو۔ دونوں جانبوں میں صرف مفہوم مراد ہو۔ اس کو شارح نے باطل کیا ہے۔ باقی دو صورتوں سے تعرض نہیں کیا۔ البتہ صاحب میر نے ان کو باطل کیا ہے۔

قولہ فنقول :۔ شارح نے مذکورہ اعتراض کا جواب تحریر کیا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ماصدق علیہ الموضوع یعنی موضوع کا مصداق بعینہ ماصدق علیہ المحمول یعنی محمول کا مصداق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ موضوع اور محمول دونوں میں عینیت ہوتی ہے لہذا اگر ماصدق علیہ ب کو محمول بنا دیں گے۔ تو محمول کا ثبوت موضوع کے لئے ضروری ہو جائے گا۔ اس لئے کہ شئی کا ثبوت اپنے نفس کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ تو خرابی یہ لازم آئے گی۔ کہ تمام قضایا ضروریہ ہو جائیں۔ اور ممکنہ خاصہ بالکل صادق نہ آئے۔ لہذا یہ دعوی ثابت ہو گیا کہ ماصدق علیہ ج من الافراد ہو تو وہ مفہوم ب ہے نہ کہ افراد ب۔

قولہ لایقال اذا قلنا کل ج ب فاما ان یکون مفہوم ج عین مفہوم ب اوغیرہ فان کان عینہ یلزم ما ذکرتم من ان الحمل لایکن

مفید اما لکان غیرہ امتنع ان یقال احد ھما ھو الآخر لا ستحالۃ ان یکون الشئ نفس ما لیس ھو ھو لانہ یجاب عنہ بان قولکم الحمل محال یشتمل علی الحمل فیکون ابطالا للشئ بنفسہ وانہ محال

ترجمہ اعتراض نہ کیا جائے گا کہ جب ہم نے کہا "کل ج ب"، تو یا مفہوم ج بعینہ مفہوم ب ہوگا۔ یا اس کا غیر ہوگا۔ پس اگر اس کا عین ہے۔ تو جو تم نے اشکال ذکر کیا ہے۔ وہ لازم آتا ہے۔ کہ حمل مفید نہ ہوگا۔ اور اگر اس کا غیر ہے۔ (اس کے علاوہ ہے) تو محال ہے کہ یہ کہا جائے۔ کہ احد ھما ھو الآخر۔ (دونوں میں سے ایک دوسرا ہے)۔ اس لئے کہ محال ہے۔ شئ جو مالیس ھو ہر وہ شئ ہو جائے۔

قولہ لانہ یجاب:۔ کیوں کہ اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ کہ تمہارا قول الحمل محال (حمل محال ہے) بھی حمل پر مشتمل ہے۔ پس ہوگا ابطال شئ کا بنفسہ۔ اور یہ محال ہے۔

تشریح شارح نے کہا ہے کہ فقد ظھر ان معنی القضیہ کل ما صدق علیہ مفہوم ج من الافراد فھو مفہوم ب۔ لا ما صدق علیہ کہ ہمارے بیان سے واضح ہو گیا کہ کل ج ب کے معنی یہ ہیں کہ ج کا مفہوم جن افراد پر صادق ہے۔ وہ مفہوم ب ہے۔ ماصدق علیہ ب کے افراد نہیں ہیں۔ یعنی موضوع کی جانب ج کے افراد۔ اور محمول کی جانب میں مفہوم ب مراد لیا ہے۔

شارح اس جگہ اسی پر اعتراض وارد کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب ہم نے کل ج ب کہا۔ تو اس کے ایک معنی یہ ہیں۔ مفہوم ج بعینہ مفہوم ب ہے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مفہوم ج مفہوم ب کا غیر ہے۔ اگر عین ہے تو وہ خرابی لازم آتی ہے۔ جو تم نے بیان کیا ہے۔ یعنی حمل مفید نہیں۔

اور اگر غیر ہے۔ تو احد ھما ھو الآخر کہنا محال ہے۔ یعنی ایک کا دوسرے پر حمل کرنا محال ہے۔ کیوں کہ ایسی چیزیں جو ایک دوسرے سے غیر ہوں۔ عین کیوں کر ہو جائیں گی۔ ان یکون الشئ نفس ما لیس ھو. ھو یعنی شئ ما لیس ھو تکون ھو یعنی شئ ما لیس ھو تکون شیاء۔

قولہ لانہ یجاب:۔ اس کا جواب شارح نے یہ دیا ہے کہ تمہارا قول الحمل محال میں بھی حمل پایا جاتا ہے۔ لفظ محال کو لفظ حمل پر حمل کیا گیا ہے۔ لہذا

لازم آتا ہے کہ شیٔ کا ابطال خود شیٔ سے کیا جاتا ہے ۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر طرفین موضوع محمول متحد ہیں ۔ تو حمل غیر مفید ہے ۔ اور اگر دونوں اطراف مغایر ہیں حمل ممتنع اور محال ہے ۔

اعتراض کی تقریر دوسرے انداز میں اس طرح بھی کی جا سکتی ہے ۔ کہ حمل سے دو امور میں سے کوئی ایک ضرور لازم آتا ہے ۔ حمل بے فائدہ ہے ۔ یا حمل محال ہے ۔ یعنی یہ کل ج ب میں ج اور ب دونوں عین ہیں ۔ تو حمل بے فائدہ اور اگر غیر ہیں ۔ تو حمل محال ہوگا ۔

لانہ یجاب عنہ :۔ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ معترض نے جو یہ کہا ہے ۔ کہ اگر مفہوم ج اور مفہوم ب دونوں مغایر ہوں ۔ تو اس صورت میں احدھما ھوالآخر کہنا درست نہ ہوگا ۔ گویا معترض نے حمل کے محال ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ لہذا اس کے جواب میں کہا گیا کہ معترض کا یہ دعویٰ کہ "الحمل محال" باطل ہے ۔ کیونکہ جملہ اور قضیہ حمل پر مشتمل ہے ۔ کیوں کہ اس میں لفظ محال کو الحمل پر حمل کیا گیا ہے ۔ لہذا معترض کے اعتراض کو معترض کا قول خود باطل کر رہا ہے ۔ اور جو قول فی نفسہٖ مبطل ہو ۔ وہ خود باطل ہوتا ہے ۔ ورنہ حق و باطل کا اجتماع لازم آئے گا ۔ اور یہ محال ہے ۔ لہذا معترض کا یہ کہنا کہ اس صورت میں حمل باطل ہے ۔ خود اس کے قول سے باطل ہو گیا ۔

شارح کا یہ جواب معارضہ کے قبیل سے ہے ۔ یا پھر نقض اجمالی کے قبیل سے ہے ۔ اس اعتراض و جواب میں کچھ علمی مباحث بھی ہیں ۔ اطناب کے خوف سے ہم نے ترک کر دیا ہے ۔

وللسائل ان یعود ویقول لانسلم الایجاب بل ندعی اما ان الحمل لیس بمفید او انہ لیس بممکن وصدق السالبۃ لاینافی کذب سائر الموجبات فالحق فی الجواب انا نختار ان مفہوم ب غیر مفہوم ج وقولہ استحالۃ حمل ب علے ج ھو ھو قلنا لا نسلم وانما یکون حملہ علیہ محالا لوکان المراد بہ ان ج نفس ب ولیس کذلک لما تبین ان المراد ماصدق علیہ ج یصدق علیہ ب ویجوز صدق الامور المتغایرۃ بحسب المفہوم علے ذات واحدۃ فما صدق علیہ ج یسمی ذات الموضوع ومفہوم ج یسمی وصف الموضوع وعنوانہ لانہ یعرف بہ ذات ج الذی ھو المحکوم علیہ حقیقۃ کما یعرف الکتاب بعنوانہ والعنوان قد یکون عین الذات کقولنا کل

انسان حیوان فان حقیقۃ الانسان عین ماھیۃ زید وعمرو وبکر وغیر هم من افراده وقد یکون جزءً لها کقولنا کل حیوان حساس فان الحکم فیه ایضًا علی زید وعمرو وغیرهما من الافراد وحقیقۃ الحیوان انما هی جزء لها وقد یکون خارجًا عنها کقولنا کل ماش حیوان فان الحکم فیه ایضًا علی زید وعمرو وغیرهما من افراده ومفهوم الماشی خارج عن ماهیتها ۔

ترجمہ اور معترض کے لئے جائز ہے کہ وہ لوٹے اور کہے ۔ (یعنی معترض کو یہ جواب سن کر حق ہے کہ وہ اس جواب پر سوال قائم کرے اور کہے ۔) ہم ایجاب کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حمل مفید نہیں ہے ۔ اور یا بیشک وہ ممکن نہیں ہے ۔

قولہ وصدق السالبۃ الخ :۔ اور سالبہ کا صدق ۔ تمام موجبات کے کذب کے منافی نہیں ہے ۔ پس حق جواب میں یہ ہے کہ (یعنی جواب صحیح یہ ہے کہ) ہم اختیار کرتے ہیں کہ مفہوم ب مفہوم ج کا غیر ہے ۔ اور اس کا قول (یعنی سائل کا قول) استحالۃ حمل ب علی ج ہو ہو کو ہم تسلیم نہیں کرتے ۔ اور اس کا حمل ج پر اس وقت محال ہوتا اگر اس کی مراد اس حمل سے یہ ہوتی کہ ج نفس ب ہے ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ اس وجہ سے کہ ظاہر ہو چکا ہے کہ ماصدق علیہ ج پر ب صادق آتا ہے ۔ اور امور متغایر بحسب المفہوم کا ذات واحد پر صادق آنا جائز ہے ۔ لہٰذا پس ماصدق علیہ ج کا ذات موضوع نام رکھا جاتا ہے اور مفہوم ج کا نام وصف موضوع اور اس کا عنوان نام رکھا جاتا ہے ۔

قولہ لانہ یعرف بہ ذات ج الذی ھو المحکوم علیہ :۔ کیونکہ اسی عنوان کے ذریعہ موضوع کی ذات پہچانی جاتی ہے ۔ کہ وہ حقیقۃً محکوم علیہ ہے جس طرح کتاب اپنے عنوان سے پہچانی جاتی ہے ۔ اور عنوان کبھی عین ذات ہوتا ہے ۔ جیسے ہمارا قول "کل انسان حیوان" اس لئے کہ انسان کی حقیقت زید، عمرو بکر وغیرہ کی عین ماہیت ہے

قولہ وقد یکون جزءً لها ۔ اور عنوان کبھی ذات کا جزء ہوتا ہے ۔ جیسے ہمارا قول "کل حیوان حساس"، (ہر حیوان حساس ہے) اس مثال میں بھی حکم زید، عمرو وغیرہ افراد پر ہے ۔ اور حیوان ان افراد کی حقیقت کا جزء ہے ۔

قولہ وقد یکون خارجًا عنها :۔ اور عنوان کبھی ذات کی حقیقت سے خارج ہوتا ہے ۔ جیسے ہمارا قول "کل ماش حیوان" (ہر چلنے والا حیوان ہے) کیونکہ اس میں حکم نیز زید و عمرو و بکر وغیرہ افراد پر ہے ۔ اور ماشی کا مفہوم ان کی حقیقت

سے خارج ہے۔

تشریح قولہ ۔ وللسائل :۔ شارح قطب الدین رازی نے مذکورہ بالا اعتراض کا جو جواب نقل کیا۔ اسی جواب کو یہاں رد کرنا چاہتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ یہ جواب غلط ہے۔ اس لئے کہ معترض یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ہمارا دعویٰ الحمل محال (حمل محال ہے) قضیہ موجبہ ہے ۔ قضیہ موجبہ نہیں ہے۔ تاکہ یہ اعتراض کیا جائے کہ حمل ایجابی چونکہ باطل ہے۔ لہذا دعویٰ بھی باطل ہے۔

بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اما ان یکون مفہوم ج غیر مفہوم ب فلا یفید السلب واما ان یکون عنه فیمتنع۔ (یا مفہوم ج مفہوم ب کا غیر ہوگا۔ تو سلب کا فائدہ نہیں دیتا۔ اور یا اس کا عین ہوگا۔ تو پھر وہ ممتنع ہے) اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ایجاب کے حمل کے باطل ہونے سے حمل سلب کا باطل ہونا لازم نہیں آیا کرتا۔

قولہ اذ انه لیس بممکن :۔ شارح کی اس عبارت پر کلام کیا جاسکتا ہے جس کو یہاں سلب کہا گیا ہے۔ وہ امکان خاص نہیں ہے۔ بلکہ امکان عام ہے۔ لہذا شارح کو او از لیس تحقق بالضرورۃ کہنا چاہیئے تھا۔

قولہ فالحق فی الجواب :۔ اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ ہم دوسرے شق کو اختیار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مفہوم ب مفہوم ج کے غیر ہے لیکن اس پر معترض کا یہ قول کہ متغایرین کا حمل محال ہے۔ ہم کو تسلیم نہیں ہے۔ اس لئے کہ ج پر ب کا حمل اس وقت ہوگا۔ جب ج اور ب دونوں کا مفہوم ایک ہو۔ یعنی دونوں مترادف لفظ ہوں۔ حالانکہ یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جن افراد پر ج کا مفہوم صادق ہو۔ ان پر ب کا مفہوم صادق ہوگا۔ بالفاظ دیگر ج کے مصداق پر محمول کے مفہوم کا حمل ہے۔ اور ذات واحد پر دو مختلف مفہوموں کا حمل جائز ہے۔ مثلاً زید پر جس طرح انسان ہونے کا حمل ہو سکتا ہے۔ یعنی "زید انسان"، اسی طرح "زید کاتب"، "زید ضاحک" وغیرہ بھی کہنا درست ہے۔

فحصل مفهوم القضية يرجع الى عقدين عقد الوضع وهو اتصاف ذات الموضوع بوصفه وعقد الحمل وهو اتصاف ذات الموضوع بوصف المحمول والاول تركيب تقييدى والثانى التركيب خبرى فههنا ثلثة اشياء ذات الموضوع وصدق وصفه عليه وصدق وصف المحمول عليه اما ذات الموضوع فليس المراد به افراد ج مطلقا بل الافراد

الشخصية انکان ج نوعا اوما یساویه من الفصل والخاصة او الافراد الشخصیة والنوعية معا ان کان ج جنسا او ما یساویه من العرض العام فاذا قلنا کل انسان او کل ناطق او کل ضاحك کذا فالحکم لیس الا علی زید وعمرو وبکر وغیرهم من الافراد الشخصیة واذا قلنا کل حیوان او کل ماش کذا فالحکم علی زید وعمرو وغیرهما من اشخاص الحیوان وعلی الطبائع النوعیة من الانسان والفرس وغیرهما ومن ههنا یسمعهم یقولون حمل بعض الکلیات علی بعض انما هو علی النوع وافرادہٗ ۔

ترجمہ پس قضیہ کے مفہوم کا حاصل دو عقدوں کی طرف لوٹتا ہے ۔ (۱) عقد وضع ۔ اور وہ ذات موضوع کا اپنے وصف کے ساتھ متصف ہونا ۔ (۲) اور عقد حمل ۔ اور وہ ذات موضوع کا وصف حمل کے ساتھ متصف ہونا ہے ۔ اول ترکیب تقییدی ہے ۔ اور دوسرا ترکیب خبری ہے ۔

قولہ فھھنا ثلثۃ اشیاء :۔ پس اس جگہ قضیہ میں تین چیزیں ہیں ۔ (۱) ذات موضوع ۔ (۲) ذات موضوع کا اپنے وصف پر صادق آنا ۔ (۳) ذات موضوع پر اس کے محمول کے وصف کا صادق ہونا ۔

قولہ اما ذات الموضوع :۔ بہرحال ذات موضوع تو اس سے ج کے افراد مراد نہیں ہیں بلکہ شخصیہ کے افراد مراد ہوتے ہیں اگر ج نوع ہو ۔ یا نوع کے مساوی ہو ۔ مثلاً فصل خاصہ وغیرہ ۔

قولہ او الافراد الشخصیۃ :۔ افراد شخصیہ وافراد نوعیہ دونوں ہوں گے ۔ اگر ج جنس واقع ہو ۔ یا جنس کا مساوی ہو ۔ جیسے عرض عام ۔ پس جب ہم نے کہا ، کل انسان ۔ یا کل ناطق یا کل ضاحک کذا ، تو نہیں ہے حکم مگر زید وعمر وبکر وغیرہ پر ۔ افراد شخصیہ میں سے ۔
اور جب ہم نے کہا ۔ "کل حیوان ۔ یا کل ماشی کذا ۔ تو حکم زید عمر وغیرہ پر ہوگا ۔ حیوان کے اشخاص میں سے ۔ اور طبائع نوعیہ پر ۔ انسان فرس وغیرہ پر ۔ (یعنی افراد شخصیہ اور طبائع نوعیہ دونوں پر حکم ہوگا)

قولہ ومن ھھنا تسمعھم :۔ اسی قبیل سے ہے ۔ جو آپ مناطقہ کو سنتے ہیں ۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ بعض کلیات کا حمل بعض کلیات پر نوع اور اس کے افراد پر ہوا کرتا ہے ۔

تشریح قولہ تحصل مفہوم القضیہ :- قضیہ حملیہ کل ج ب کا حاصل دو مفہوم نکلتا ہے۔
(۱) عقد وضع۔ (۲) عقد حمل۔ عقد وضع موضوع کی ذات کا وصف عنوانی کے
ساتھ متصف ہونا۔ اور عقد حمل ذات موضوع کا وصف محمول کے ساتھ متصف ہونا۔ یعنی
تحصل مفہوم قضیہ کے تحقق کے لئے عقدین مذکورہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور اس وقت
قضیہ موجبہ ہوگا۔ اس لئے کہ سالبہ کے لئے تحقق عقد وضع ضروری نہیں ہے۔ اور نہ قضیہ
سالبہ کا صدق تحقق عقد وضع پر موقوف ہے۔ البتہ نفس عقدین کا ہونا مفہوم قضیہ کے تحقق
ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اس میں قضیہ موجبہ وسالبہ دونوں مشترک ہیں۔

قولہ اما ذات الموضوع :- ذات موضوع۔ سے مطلق افراد یعنی خواہ حقیقیہ
ہوں۔ یا اعتباریہ مراد نہیں بلکہ موضوع اگر نوع ہو۔ یا مساوی نوع واقع ہو۔ جیسے فصل،
خاصہ وغیرہ۔ تو اس وقت ذات موضوع سے افراد شخصیہ مراد ہوتے ہیں۔ اور حکم بھی
انہیں پر ہوگا۔ مثلاً " کل انسان، کل ناطق، کل ضاحک کذا۔
اس مثال میں موضوع انسان، ناطق اور ضاحک ہیں۔ یعنی نوع یا مساوی نوع۔ تو مراد
افراد شخصیہ یعنی زید، عمر و بکر وغیرہ ہیں۔
اور اگر موضوع جنس واقع یا مساوی جنس ہو تو اس وقت حکم افراد شخصیہ اور افراد نوعیہ
پر ہوگا۔ جیسے کل حیوان میں موضوع جنس ہے۔ اور کل ماش میں مساوی جنس موضوع ہے
تو اس میں زید، عمر و بکر وغیرہ اشخاص حیوان پر طبائع نوعیہ یعنی انسان فرس وغیرہ دونوں
پر حکم ہوگا۔

قولہ بل الافراد الشخصیۃ :- موضوع اگر نوع یا مساوی نوع۔ جیسے فصل، خاصہ
وغیرہ تو افراد شخصیہ مراد ہوتے ہیں۔ عرف اور لغت دونوں اعتبارات سے۔

اعتراض اگر موضوع لفظ نوع یا لفظ کلی ہو۔ جیسے کل نوع کذا۔ یا کل کلی کذا۔
ایسے قضایا ہیں کہ جن میں افراد شخصیہ پر حکم نہیں ہوتا۔ تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے
کہ موضوع کے افراد شخصیہ و ذہنیہ دونوں مراد ہوں گے۔

الجواب اس اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا گیا ہے کہ ہماری گفتگو صرف ان
قضایا تک منحصر ہے جو علوم میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور جو اعتراض میں قضایا
پیش کئے گئے۔ ان کا استعمال علوم حکمت میں نہیں ہوتا۔

قولہ ومن ھھنا - اسی وجہ سے اسے مخاطب تم نے اہل منطق کو سنا ہوگا۔ وہ کہا
کرتے ہیں ایک کلی کا دوسری کلی پر حمل کرنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ حکم نوع اور اس کے افراد

پر کیا گیا ہے۔

اعتراض:۔ اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکم ہمیشہ نوع پر یا نوع کے افراد ہی پر ہوتا ہے۔

الجواب:۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حکم نوع اور اس کے افراد پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ جنس اور فصل پر بھی حکم کیا جاتا ہے۔ اور یہی قول تحقیق کے قریب ہے۔

ومن الافاضل من قصر الحکم مطلقاً علی الافراد الشخصیۃ وھو قریب الی التحقیق لان اتصاف الطبیعۃ النوعیۃ بالمحمول لیس بالاستقلال بل لاتصاف شخص من اشخاصھا بہ اذ لاوجود لھا الا فی ضمن شخص من اشخاصھا واما صدق وصف الموضوع علی ذاتہ فبالامکان عند الفارابی حتی ان المراد عندہ بج ما امکن ان یصدق علیہ ج سواء کان ثابتا لہ بالفعل او مسلوبا عنہ دائما بعد ان کان ممکن الثبوت لہ وبالفعل عند الشیخ ای مایصدق علیہ ج بالفعل سواء کان ذلک الصدق فی الماضی او الحاضر او المستقبل حتی لا یدخل فیہ ما لا یکون ج دائما فاذا قلنا کل اسود کذا یتناول الحکم ما امکن ان یکون اسود حتی الرومیین مثلا علی مذھب الفارابی لامکان اتصافھم بالسواد۔

ترجمہ: اور افاضل میں سے بعض وہ ہیں۔ کہ جنہوں نے حکم کو مطلقاً افراد شخصیہ پر منحصر کر دیا ہے۔ (اور مذکورہ تفصیل کا لحاظ نہیں فرمایا) اور وہ تحقیق کے قریب ہے۔ اس لئے کہ طبیعت نوعیہ کا محمول کے ساتھ متصف ہونا بالاستقلال (بالذات) نہیں ہے۔ کہ افراد شخصیہ تو مراد نہ ہوں۔ صرف طبیعت نوعیہ پر حکم ہو ایسا نہیں ہے۔

قولہ بل لاتصاف شخص من اشخاصھا بہ:۔ بلکہ اس کے ساتھ اشخاص میں سے کسی شخص کے متصف ہونے کی وجہ سے (حکم ہوتا ہے) کیونکہ اس کا (طبیعت نوعیہ کا) کوئی وجود نہیں ہے۔ مگر اس کے افراد میں سے کسی فرد کے ضمن میں۔

قولہ واما صدق وصف الموضوع علی ذاتہ:۔ بہر حال وصف موضوع کا اس کی (موضوع کی) ذات پر صادق ہونا۔ تو وہ فارابی کے نزدیک بالامکان ہے۔ یہاں تک کہ انکے نزدیک ج سے مراد ما امکن ان یصدق علیہ ج ہے۔ برابر ہے کہ اس کے لئے بالفعل

ثابت ہو۔ یا دائما اس سے مسلوب ہو۔ بعد اس کے کہ پہلے اس کے لئے ممکن الثبوت تھا۔

قولہ وبالفعل عند الشیخ الخ:۔ اور شیخ کے نزدیک بالفعل ہے۔ یعنی جن افراد پر ج بالفعل صادق ہے۔ برابر ہے کہ یہ صدق ماضی میں ہو۔ یا حاضر میں اور یا مستقبل میں ہو۔ یہاں تک ان میں وہ افراد داخل نہیں ہیں۔ جو دائماً ج نہ ہوں۔ پس جب ہم نے یوں کل اسود کذا۔ تو حکم شامل ہوگا۔ وہ ما امکن ان یکون اسود، کو یعنی جن افراد کے لئے اسود ہونا ممکن ہو ان کو شامل ہوگا۔ یہاں تک کہ مثلاً رومیوں کو (روم کے رہنے کو) فارابی کے مذہب کی بناء پر کیونکہ ان کا سواد کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے۔

التشریح قولہ لان اتصاف الطبیعۃ الخ:۔ حاصل اس دلیل کا یہ ہے کہ طبیعت کا وجود خارج میں مستقل نہیں ہوتا۔ مستقل وجود تو اشخاص کا ہوتا ہے۔ ان کے ضمن میں طبیعت کا وجود ہوتا ہے۔ اس لئے اصالۃً محمول کے ساتھ اشخاص وافراد ہی متصف ہوتے ہیں۔ اور پھر اشخاص کے تابع ہو کر طبیعت نوعیہ ضمناً طبیعت نوعیہ بھی متصف ہو جاتی ہے۔

معلم ثانی ابونصر فارابی کے نزدیک ذات موضوع پر وصف موضوع کا صدق بالامکان ہوا کرتا ہے۔ اور شیخ بو علی بن سینا کے نزدیک بالفعل ہوتا ہے۔ لہذا فارابی کے نزدیک «کل ج ب» میں ج سے وہ افراد مراد ہوں گے۔ جو وصف عنوانی کے ساتھ بالفعل متصف ہوں۔ اور وہ افراد بھی جو وصف عنوانی کے ساتھ بالفعل یعنی تین زمانوں میں سے کسی زمانے میں متصف نہ ہوں۔ مگر متصف ہونا ممکن ہو۔

اس کے برخلاف شیخ بو علی بن سینا کے نزدیک ج کے وہی افراد مراد ہوں گے۔ جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہوں۔ لهٰذا شیخ کے نزدیک ذات موضوع پر وصف عنوانی کا صدق بالفعل ہے۔ خواہ ماضی میں ہو یا یہ صدق حاضر اور یا مستقبل میں ہو۔ اس لئے فارابی کے نزدیک «کل اسود کذا» کا حکم رومیوں کو بھی شامل ہوگا۔ اس لئے کہ انسان ہونے کے ناطے رومیوں کا جو کہ سفید فام ہوتے ہیں۔ سواد کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے۔ اگرچہ بالفعل یہ حکم نہیں پایا جاتا۔ اور شیخ کے مذہب کی بناء پر اسود کا حکم رومیوں کو شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ شیخ کے نزدیک تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں اتصاف ضروری ہے۔ اور رومی کبھی بھی سواد کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔

وعلی مذهب الشیخ لا یتناولهم الحکم لعدم اتصافهم بالسواد فی وقت ما ومذهب الشیخ اقرب الی العرف واما صدق وصف المحمول علی ذات الموضوع فقد یکون

بالضرورۃ وبالامکان وبالفعل وبالدوام علے ما سیجیئی بحث الموجہات واذا تقررت ہذہ الاصول فنقول قولنا کل ج ب یعتبر تارۃ بحسب الحقیقۃ وتسمی حقیقیۃ کانہا حقیقۃ القضیۃ المستعملۃ فی العلوم واخری بحسب الخارج وتسمی خارجیۃ ۔

ترجمہ اور شیخ کے مذہب کی بنا پر حکم ان کو شامل نہ ہوگا۔ انکے سواد کے ساتھ کسی بھی وقت متصف نہ ہونے کی وجہ سے ۔ اور شیخ کا مذہب عرف کے زیادہ قریب ہے ۔

قولہ واما صدق وصف المحمول الخ ۔ اور بہر حال وصف محمول کا صدق موضوع کی ذات پر کبھی بالضرورت ہوتا ہے ۔ اور کبھی بالامکان اور بالفعل اور بالدوام ہوتا ہے ۔ جیسا کہ موجہات کی بحث میں آجائے گا ۔

واذا تقررت ہذہ الاصول ۔ اور جب یہ اصول بیان ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارا قول "کل ج ب" کبھی باعتبار حقیقت معتبر ہوتا ہے ۔ اور اس وقت اس کا نام حقیقیہ رکھا جاتا ہے گویا ان قضایا کی جو علوم میں استعمال کئے جاتے ہیں ۔ حقیقت ہے ۔ اور دوسرا باعتبار خارج کے اعتبار کیا جاتا ہے ۔ اور اس کا نام خارجیہ رکھا جاتا ہے ۔

تشریح شارح نے آخر میں دونوں کے اقوال کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے ۔ کہ فارابی کے نزدیک "کل ج ب" میں ج کے وہ افراد مراد ہیں ۔ جو ممکن ہوں ۔ یا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں پائے جاتے ہوں ۔ اور یا کبھی نہ پائے جائیں ۔ مگر پایا جانا ممکن ہو ۔ جیسے "کل اسود کذا" میں اسود اور سواد کا حکم رومیوں کو بھی شامل ہوگا ۔ کیونکہ انسانیت کی وجہ سے کسی وقت سواد کے ساتھ متصف ہو سکتے ہیں ۔ اگر بالفعل تین زمانوں میں متصف نہیں ۔ اور شیخ کے نزدیک ج کے صرف افراد موجود بالفعل پر حکم ہوتا ہے ۔ افراد خواہ ماضی یا حاضر یا مستقبل کسی زمانے میں پائے جاتے ہوں ۔ چنانچہ "کل اسود کذا" میں سواد کا حکم اہل روم کو جو کہ پیدائشی اور خلقی طور پر سفید ہوتے ہیں ۔ ان کو یہ حکم شامل نہ ہوگا ۔ کیونکہ بالفعل ان کے لئے اسود کا ثبوت نہیں پایا جاتا ۔

اس تمہید کے بعد شارح قطب الدین رازی نے فرمایا "کل ج ب" کبھی بحیثیت حقیقیہ کے اعتبار کیا جاتا ہے ۔ اور اس صورت میں اس کا نام حقیقیہ رکھا جاتا ہے ۔ تو جو قضایا علوم میں استعمال کئے جاتے ہیں ۔ یہ ان کی حقیقت ہے ۔ اور کبھی بحسب خارج کے مستعمل ہوتا ہے ۔ اور اس کا نام خارجیہ رکھا جاتا ہے ۔

والمراد بالخارج الخارج عن المشاعر اما الاول فنعنی به کل مالو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان ب فالحکم فیہ لیس منحصراً علی ما له وجد فی الخارج فقط بل علی کل ما قدر وجودہ سواء کان موجوداً فی الخارج او معدوماً فی ان لم یکن موجوداً فالحکم فیہ علی افرادہ المقدرۃ الوجود کقولنا کل عنقاء طائر ۔

ترجمہ اور مراد خارج سے خارج عن المشاعر ہے ۔ (یعنی حواس سے خارج ہونا) بہرحال پہلا تو اس سے ہم مراد لیتے ہیں ۔ کل مالو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان ب (ہر وہ شئی جو پائی جائے اور وہ ج ہو افراد ممکنہ میں سے تو وہ اس حیثیت سے کہ اگر پایا گیا تو وہ ب ہے) تو یہ حکم ان افراد پر منحصر نہیں ہے ۔ فقط جن کا خارج میں وجود ہے ۔ بلکہ ہر اس فرد پر بھی حکم ہے ۔ جس کا وجود مقدر مان لیا گیا ہو ۔ برابر ہے کہ خارج میں موجود ہو یا معدوم ہو ۔ تو اس صورت میں اگر وہ موجود نہ ہو تو حکم اس میں اس کے افراد مقدرۃ الوجود پر ہوگا ۔ جیسے ہمارا قول ہو کل عنقاء طائر (ہر عنقاء پرندہ ہے)

تشریح قولہ نقول ؛۔ اس جگہ قضیہ کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں ۔ (۱) قضیہ حقیقیہ (۲) قضیہ خارجیہ ۔ پس اگر قضیہ میں حکم بحسب الحقیقۃ ہو تو وہ حقیقیہ ہے ۔ اور اگر بحسب الخارج ہو تو وہ قضیہ خارجیہ ہے)

حقیقیہ ؛۔ قضیہ کے حقیقیہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ حکم میں قضیہ کی حقیقت کے علاوہ کسی امر آخر کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ امر آخر خواہ ذہن میں ہو یا خارج میں کسی کا بھی اعتبار نہیں ہے ۔

عن المشاعر ؛۔ نفس اور آلات نفس دونوں کو مشاعر کہا جاتا ہے ۔

تحقیق مشاعر ؛۔ جمع ہے ۔ مشعر کی جو مصدر ہے ۔ اور مصدر بول کر مکان آلہ یا فاعل مراد لیا گیا ہے ۔

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ مشعر اسم مکان ہے ۔ مشاعر اس کی جمع ہو ۔ یا مشعر اسم آلہ کی جمع مشاعر ہے ۔ البتہ نفس پر مشعر کا اطلاق تغلیباً ہے ۔ اس لئے کہ نفس تو درحقیقت شاعر ہے مشعر نہیں ہے ۔

الحاصل ؛۔ اس جگہ خارج سے مراد یہ ہے ۔ عقل اور حواس خمسہ باطنہ سے خارج ہو ۔

قولہ افراد ممکنۃ :۔ قضیہ حقیقیہ میں ان تمام افراد پر ثبوت محمول کا حکم ہوتا ہے ۔ جو نفس الامر میں ممکن ہوں ۔

لھذا :۔ اگر موضوع ایسا ہے کہ خارج میں اس کا کوئی فرد نہیں پایا جاتا ۔ سب کے سب معدوم ہیں ۔ تو حکم افراد مفروضہ مقدرہ پر عائد کیا جاتا ہے ۔ جیسے " کل عنقاء طائر " ۔ عنقاء کا کوئی فرد خارج میں موجود نہیں ۔ بلکہ معدوم ہے ۔ گر طائر ہونے کا حکم افراد عنقاء مفروضہ و مقدرہ پر لگایا گیا ہے اور اگر موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں تو افراد موجودہ اور افراد مقدرہ دونوں پر حکم لگایا جاتا ہے ۔ جیسے " کل انسان حیوان " ، اس مثال میں حیوان ہونے کا حکم انسان کے افراد موجودہ پر بھی ہے ۔ اور ان افراد پر بھی جن کا وجود مقدر اور مفروضہ ہو ۔ لیس من افراد الانسان ۔

وان کان موجودا فالحکم فیہ لیس مقصورا علی افرادہ الموجودۃ بل علیہا وعلی افرادہ المقدرۃ الوجود ایضا کقولنا کل انسان حیوان وانما قید الافراد بالامکان لانہ لو اطلقت لم یصدق کلیۃ اصلا اما الموجبۃ فلانہ اذا قیل کل ج ب بھذا الاعتبار فنقول لیس کذلک لان ج الذی لیس ب لو وجد کان ج ولیس ب فبعض ما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان لیس ب الذی ینافی قولنا کل ج ب بھذا الاعتبار لا یقال ھب ان ج الذی لیس ب لو وجد کان ج ولیس ب ولکن لا نسلم انہ یصدق ج بعض ما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ج ولیس ب فان الحکم فی القضیۃ انما ھو علی افراد ج ومن الجائز ان لا یکون ج الذی لیس ب من افراد ج فانا اذا قلنا کل انسان حیوان فالانسان الذی لیس بحیوان لیس من افراد الانسان ۔

ترجمہ وان کان موجودا ۔ اور اگر ج کے افراد موجود ہوں ۔ تو حکم اس میں افراد موجودہ پر منحصر نہیں ہوگا ۔ بلکہ ان پر (افراد موجودہ پر) اور ان افراد پر بھی جن کا وجود فرض کرلیا گیا ہو ۔ جیسے ہمارا قول ۔ " کل انسان حیوان " ۔

قولہ وانما قید الافراد بالامکان ۔ اور بے شک مصنف نے افراد کو امکان کی قید سے مقید کیا ہے ۔ اس لئے کہ اگر افراد مطلق رکھے جاتے تو کلیہ بالکل صادق نہ آتا ۔

قولہ اما الموجبۃ فلانہ ۔ بہر حال قضیہ موجبہ تو پس اس لئے ہے کہ جب کل ج ب اس اعتبار سے کہا جائے ۔ تو ہم کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ ج جو نہیں ب ہے ۔ اگر پایا

جائے۔ تو وہ ج اور لیس ب ہوگا۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ بعض افراد اگر پائے گئے اور ج ہوں۔
پس وہ بحیثیت وجد کے لیس ب ہوں گے۔

قولہ وانہ یناقض الخ:۔ حالاں کہ یہ قول «بعض ج لیس ب» مناقض اور نقیض ہے ہمارے
قول کل ج ب کے (جس میں ج کے تمام افراد پر ب ہونے کا حکم ہے۔ اور ادھر بعض ج لیس
ب بھی صادق مانا گیا ہے۔ تو اجماع نقیضین ہوگیا۔

قولہ ھب :۔ اور نہ کہا جائے کہ (اعتراض نہ کیا جائے) فرض کرو۔ وہ ج جو لیس ب ہے۔
اگر پایا جائے۔ تو ج ولیس ب ہوگا۔

ولکن لا نسلم الخ: لیکن ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس صورت میں یہ بات صادق آتی ہے۔
کہ بعض ما لو وجد کان ج ہے۔ پس وہ (ج) بحیثیت موجود ہونے کے ج ولیس ب ہے۔ کیونکہ قضیہ میں
حکم ج کے افراد پر ہے۔ اور جائز ہے کہ وہ ج جو لیس ب ہے۔ وہ ج کے افراد میں سے نہ ہو۔
کیونکہ جب ہم نے کہا «کل انسان حیوان» تو وہ انسان جو حیوان نہیں ہے۔ وہ افراد انسان میں سے
نہیں ہے۔

تشریح انما قید الافراد بالامکان ۔ ماتن نے قضیہ حقیقیہ کو ممکنۃ الوجود کے ساتھ مقید کیا ہے۔
یعنی یہ کہا ہے۔ کہ قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے ان افراد پر بھی حکم ہوتا ہے۔ جن کا وجود
مقدر ہو۔ شارح اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ کہ قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے افراد موجودہ اور مقدرہ
دونوں پر حکم ہوتا ہے۔ ادھر حال یہ ہے کہ افراد مقدرہ کی دو قسمیں ہیں۔ ممکن الوجود۔ اور ممتنع الوجود
اب اگر قضیہ حقیقیہ میں افراد ممکنہ کی قید نہ لگائی جائے گی۔ قضیہ حقیقیہ موجبہ یا سالبہ کلیہ بالکل صادق
نہ آئے گا۔ صرف قضیہ حقیقیہ جزئیہ صادق آئے گا

اما الموجبۃ :۔ قضیہ موجبہ بالکل صادق نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ موضوع کے وہ افراد جو
ممتنع الوجود ہیں (جنکا وجود محال ہے) وہ واقع میں محمول کے ساتھ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے
مقابلے میں موجبہ جزئیہ صادق ہوگا۔ یعنی یہ کہ بعض ج لیس ب۔ جب ایسا ہے تو کل ج ب کیسے
صادق آسکتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں قضایا میں تناقض پایا جاتا ہے (اسلئے کہ کل ج ب میں تمام
افراد ج پر ب ہونے کا حکم ہے۔ اور بعض ج لیس ب کا مطلب یہ ہے کہ بعض ج کے افراد وہ
ہیں۔ جو لیس ب ہیں)۔ لہذا جب ایک نقیض صادق آگئی۔ تو دوسری نقیض صادق نہیں آسکتی۔ ورنہ
اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ پس یہ دعوی ثابت ہوگیا کہ کوئی موجبہ کلیہ صادق نہ آئے گا۔

لا یقال ھب :۔ اس جگہ سالبہ جزئیہ کے صدق پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ یہ تسلیم ہے
کہ ج کے وہ افراد جو مقدرہ ہیں۔ ب نہیں ہیں۔ اور اگر ج ہوں گے تو وہ لیس ب ہوں گے لیکن

انکا کے افراد میں سے ہونا تسلیم نہیں ہے۔ جیسے ہمارا قول ۔ کل انسان حیوان ۔ موجبہ کلیہ ہے وہ انسان جو فرضی ہو اور حیوان ہو۔ یعنی انسان لیس بحیوان ہو۔ تو وہ انسان کا بھی فرد نہیں ہے اس لئے کہ کل اپنے افراد پر صادق آتی ہے۔ اور انسان الذی لیس بحیوان پر الانسان صادق نہیں ہے۔ تو اس کا فرد کیسے ہو جائے گا۔ لہذا بعض الانسان لیس بحیوان سالبہ جزئیہ ہے۔ مگر صادق نہیں ہے۔

لان الکلی یصدق علی افرادہ والانسان لیس بصادق علی الانسان الذی لیس بحیوان لانا نقول قد سبقت الاشارۃ فی مطلع باب الکلیات الی ان صدق الکلی علی افرادہ لیس بمعتبر بحسب نفس الامر بل بحسب مجرد الفرض فاذا فرض انسان لیس بحیوان فقد فرض فانہ انسان فیکون من افرادہ و اما السالبۃ فلانہ ۔

ترجمہ اس لئے کہ کلی اپنے افراد پر صادق آتی ہے۔ اور انسان اس انسان پر جو لیس بحیوان ہو صادق نہیں آتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ کلیات کے باب کے شروع میں یہ اشارہ گذر چکا ہے۔ کہ کلی کا صدق اپنے افراد پر باعتبار نفس الامر کے معتبر نہیں ہے بلکہ فرض کرنے کے اعتبار سے صدق معتبر ہے۔ پس جب فرض کیا گیا کہ انسان لیس بحیوان ہے۔ تو تحقیق کہ فرض کیا گیا کہ وہ انسان ہے۔ پس اس کے افراد میں سے ہو گیا۔ اور بہر حال سالبہ تو اس لئے کہ جب کہا جائے۔ الخ۔

تشریح لان الکلی۔ کلی کی تعریف کلی وہ مفہوم ہے جو کثیر کو جائز رکھے۔ کلی اپنے ماتحت افراد پر جب صادق آتی ہے۔ اور انسان بھی ایک کلی ہے۔ جس کے افراد زید عمر بکر وغیرہ بھی ہیں۔ وہ بھی ہیں جو لیس بحیوان ہیں۔

لانا نقول۔ مذکورہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کلی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ اپنے ان افراد پر صادق آئے۔ جو افراد کے نفس الامر کے لحاظ سے اس کے افراد ہوں۔ بلکہ کلی اپنے افراد پر بھی صادق آتی ہے۔ جو افراد کہ فرضی ہوں۔ لہذا جب انسان لیس بحیوان کو انسان فرض کر لیا گیا۔ تو وہ انسان فرضی میں داخل ہو کر کلی کے افراد کے تحت داخل ہو جائے گا۔ اور وہ انسان کلی کا فرد کہلائے گا۔ لہذا اس لحاظ سالبہ جزئیہ یعنی الانسان لیس بحیوان صادق ہوگا۔

اذا قیل لا شئ من ج ب فنقول انہ کاذب لان ج الذی ھو ب لو وجد کان ج و ب فبعض مالو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ب وھو یناقض قولنا لا شئ مما لو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ب ولما قید الموضوع بالامکان اندفع الاعتراض لان ج الذی لیس ب فی الایجاب و ج الذی ب فی السلب وان کان فردا لج لکن یجوز ان یکون ممتنع الوجود فی الخارج فلا یصدق بعض مالو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان لیس ب ولا بعض مالو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان ب فلا یلزم کذب الکلیتین ۔

ترجمہ اور بہر حال سالبہ کلیہ تو اس لئے کہ مثلاً جب کہا جائے ۔ و لاشئ من ج ب (کوئی فرد ج کا ب نہیں ہے) تو ہم کہیں گے کہ یہ کاذب ہے ۔ کیوں کہ وہ ج جو کہ ب ہے ۔ اگر پایا جائے ۔ تو وہ ج و ب ہوگا ۔ لہذا پس بعض موجود جو ج ہو تو موجود ہونے کی حیثیت سے ب ہوگا ۔ حالانکہ یہ قول ہمارے اس قول کے مناقض ہے ۔ کہ لاشئ مما لو وجد کان ج بحیث لو وجد کان ب کے مگر جب موضوع یعنی ج کو مقید کر دیا گیا ۔ امکان کی قید کے ساتھ ۔ تو اعتراض دفع ہو گیا کیونکہ وہ ج جو لیس ب ہے ایجاب میں اور ج الذی ب سلب میں اگر ج کا فرد ہے ۔ جائز ہے کہ خارج میں ممتنع الوجود ہو ۔ لہذا پس بعض مالو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ صادق نہ آئے گا ۔ اور نہ یہ صادق ہوگا کہ بعض مالو وجد کان ج من الافراد الممکنۃ فھو بحیث لو وجد کان ب پس دونوں کلیہ کا کذب لازم نہیں آتا ۔ یعنی یہ لازم نہ آئے گا کہ دونوں کلیاں کاذب ہیں ۔

تشریح واما السالبۃ ۔ اگر موضوع کے افراد میں امکان کی قید نہ ہو تو موجبہ کلیہ سالبہ کلیہ دونوں صادق نہیں آ سکتے ۔ موجبہ کلیہ کا صادق نہ آنا تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے ۔ یہاں سے شارح سالبہ کلیہ کے صادق نہ آنے کو بیان کرتے ہیں ۔ کہ ہم نے لاشئ من ج ب کہا تو ہم کہیں گے کہ یہ کلیہ کاذب ہے ۔ اس لئے کہ ج کے دو قسم کے افراد ہیں ۔ اوّل افراد جو موجود ہیں ۔ دوسرے وہ افراد جو مقدرہ اور ب ہیں ۔ اگر وہ موجود ہوں گے تو ج ہوں گے ۔ اور ب بھی ہوں گے ۔ تو ان دونوں قسم کے افراد کی بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا ۔ کہ بعض ج ب ہیں ۔ اور یہ لاشئ من ج ب کی نقیض ہے ۔ لہذا جب موجبہ جزئیہ صادق آگیا ۔ تو سالبہ کلیہ صادق نہ آئے گا ۔ ورنہ اجتماع نقیض ہو جائے گا ۔

قولہ ولما قید الموضوع ۔ جب ممکنۃ الوجود کی قید قضیہ حقیقیہ پر لگا دی گئی تو اب

کلیہ صادق نہ آوے گا۔ اعتراض قضیہ سے ساقط ہوگیا۔ اس لئے کہ موجبہ ہونے کی صورت میں جو ج ہیں ب ہے۔ اور سلب کی صورت میں جو ج ب ہے۔ اگرچہ ج کے افراد مقدرۃ الوجود ہیں مگر وہ ممکنۃ الوجود نہیں ہیں۔ ہذا یہ اگر افراد موضوع سے خارج ہو جائیں گے۔ اور سالبہ کلیہ صادق ہوگا ولکن یحوج ا۔ چونکہ شارح نے صرف ممتنع الوجود ہونے کے جائز ہونے پر اکتفا کیا ہے اس لئے کہ جب امکان کی قید لگادی تو دعوی صرف ان دونوں کے جواز کا باقی رہ گیا۔ تو جیسا دعوی ویسی ہی دلیل بھی ہے۔

ولما اعتبر فی عقد الوضع الاتصال وھو قولنا لو وجد کان ج وکذا فی عقد الحمل وھو قولنا لو وجد کان ب والاتصال قد یکون بطریق اللزوم کقولنا ان کانت الشمس طالعة فالنھار موجود وقد یکون بطریق الاتفاق کقولنا ان کان الانسان ناطقا فالحمار ناھق فسرہ صاحب الکشف ومن تابعہ باللزوم فقالوا معنی قولنا کل مالو وجد کان ج فھو بحیث لو وجد کان ب ان کل ماھو ملزوم لج فھو لب ولیت شعری لم لم یکتفوا بمطلق الاتصال حتی لزمھم خروج اکثر القضایا عن تفسیرھم لانہ لاینطبق الا علی قضیة یکون وصف موضوعھا ووصف محمولھا لازمین لذات الموضوع واما القضایا التی احد وصفیھا او کلاھما غیر لازم نخارجة عن ذلک ۔

ترجمہ اور جب اتصال میں عقد وضع کا اعتبار کیا گیا۔ اور وہ ہمارا قول "لو وجد کان ج" ہے اور اسی طرح عقد حمل میں بھی اور وہ ہمارا قول "لو وجد کان ب" ہے۔ اور اتصال کبھی لزوم کے طریق پر ہوتا ہے۔ جیسے ہمارا قول "ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود" اور کبھی لزوم بطریق اتفاق ہوا کرتا ہے۔ جیسے ہمارا قول "ان کان الانسان ناطقا کان الحمار ناہق" تو اس کی تفسیر صاحب کشف اور انکے متبعین نے لزوم سے کی ہے۔ پس انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے قول "کل مالو وجد کان ج فہو بحیث لو وجد کان ب" کے معنی یہ ہیں کہ جو ج کا ملزوم ہے۔ وہ ب کا ملزوم ہوگا۔ اور کاش مجھے شعور ہوتا کہ انھوں نے مطلق وصف موضوع وصف محمول پر کیوں اکتفار نہیں نہیں کیا۔ کہ یہ دونوں ذات موضوع کے لئے لازم ہیں۔ اور بہر حال وہ قضایا کہ جن کے دو اوصاف میں سے ایک یا دونوں لازم نہ ہوں۔ تو وہ اس سے خارج ہیں۔

تشریح قولہ فسرہ صاحب الکشف :۔ صاحب کشف اوران کے متبعین اور خود ماتن نے جو تفسیر عقد وضع اور عقد حمل بین کے اتصال ہے ۔ اس کی تفسیر لزوم سے فرمائی ہے ۔ اور کہا ہے کہ کل ما لو وجد کان ج فہو بحیث لو وجد کان ب کے یہ معنی ہیں ۔ ہر وہ چیز جو ملزوم ج کا ہے وہ ب کا ملزوم ہے ۔ گو ان لوگوں نے قضیہ شرطیہ سے مراد متصلہ لزومیہ لیا ہے ۔ شارح کو یہ ناپسند ہے ۔ اس لئے اس پر اعتراض وارد کیا ہے ۔ کہ اس تفسیر سے بہت سے قضایا، قضیہ حقیقیہ ہونے سے خارج ہو جائیں گے ۔ اور یہ تعریف صرف اس قضیہ پر صادق آوے گی جنہیں وصف موضوع اور وصف محمول دونوں موضوع کی ذات کیلئے لازم ہوں ۔ اور جن قضیوں میں یہ دونوں یا ان میں سے ایک غیر لازم ہو ۔ وہ تمام قضایا قضیہ حقیقیہ سے خارج ہو جائیں گے ۔ اور اگر اتصال سے مراد مطلق اتصال لیا جائے ۔ تو قضیہ حقیقیہ کی تعریف حملیہ مطلقہ عامہ ۔ ممکنہ عامہ اور دائمہ مطلقہ پر صادق آجاتی ۔ اس لئے کہ ان تمام قضیوں میں محمول موضوع کے لئے لازم نہیں ہوا کرتا ۔

ولزمهم ايضا حصر القضايا فى الضرورية اذ لا معنى للضرورة الا لزوم وصف المحمول لذات الموضوع بل فى اخص من الضرورية لاعتبار لزوم وصف الموضوع فى مفهوم القضية وعدم اعتباره فى مفهوم الضرورية وقد وقع فى بعض النسخ كل ما لو وجد كان ج بالواو العاطفة وهو خطأ فاحش لان كل ج لازم ما لو وجد الموضوع على ما فسره به ولا معنى للواو العاطفة بين اللازم والملزوم على ان ذلك ليس بمشتبه ايضا على اهل العربية فان لو حرف الشرط ولا بد له من جواب وجوابه ليس قولنا فهو بحيث لانه خبر المبتدأ بل كان ج وجواب الشرط لا يعطف عليه ۔

ترجمہ اور انکو لازم ہے ۔ قضایا کو ضروریہ میں منحصر کرنا ۔ (یعنی قضایا صرف ضروریہ ہوں) اس لئے کہ ضرورۃ کے کوئی معنی نہیں ۔ سوا اس کے وصف محمول کا ذات موضوع کے لئے لازم ہونا ۔ بلکہ ضروریہ سے بھی اخص ہیں ۔ (یعنی جو ضروریہ سے بھی زیادہ خاص) قضایا کا حصر لازم آتا ہے ۔

قولہ لاعتبار لزوم وصف الموضوع فی مفہوم القضیہ الخ :۔ کیونکہ قضیہ کے مفہوم میں وصف موضوع کے لزوم کا اعتبار کیا گیا ہے ۔ اور یہ ضروریہ کے مفہوم میں اس

ضرورت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

وقد وقع فی بعض النسخ :۔ متن کے بعض دوسرے نسخوں میں کل مالو وجد کان ج کے بعد واؤ عاطفہ بھی مذکور ہے۔ حالانکہ یہ کھلی ہوئی غلطی ہے۔ اس لئے کل ج وجود موضوع کیلئے لازم ہیں۔ جیساکہ اس نے اس کی تفسیر کی ہے۔ اور لازم و ملزوم کے درمیان واؤ عاطفہ لانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

قولہ علےٰ ان ذلک لیس بمشتبہ :۔ علاوہ اس کے یہ (واؤ عاطفہ کا لانا اس موقع پر) اہل عربیہ کے بھی مشابہ نہیں اور مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ لو حرف شرط ہے۔ جس کے لئے جواب شرط کی ضرورت ہے۔ اور جواب شرط ہمارا قول "فہو بحیث" نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مبتدا کی خبر واقع ہے۔ بلکہ جواب شرط "بل کان ج" ہے۔ اور جواب شرط شرط پر معطوف نہیں ہوتا۔

تشریح قولہ ولنزمہم ایضاً :۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قضیہ ضروریہ میں منحصر ہونا لازم آتا ہے۔ اور وہ بھی صرف اس قضیہ میں کہ جس میں موضوع کا وصف اس کی ذات کے لئے لازم ہو۔

قولہ وقد وقع فی بعض النسخ :۔ متن کے دوسرے نسخوں میں قضیہ "کل مالو وجد کان ج" کے بجائے "کل ما لو وجد وکان ج" لکھا ہے۔ یعنی وجد کے بعد واؤ عاطفہ بھی مذکور ہے۔ اور یہ سخت غلطی ہے۔ اس لئے کہ وجود موضوع اور کان ج کے درمیان لزوم پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ عقد وضع میں اتصال کا اعتبار کیا گیا ہے۔ جس کی طرف ماتن نے کل ما ہو ملزوم ج کہہ کر اشارہ بھی کیا ہے۔ کہ یہاں اتصال سے اتصال لزومی مراد ہے۔ اس لئے لازم اور ملزوم کے مابین واؤ عاطفہ کا لانا غلط ہے۔

قولہ علےٰ ان ذلک غیر بمشتبہ علے اہل العربیۃ :۔ علاوہ اس کے یہ استعمال اہل عربیہ کے استعمال کے مشابہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عربیہ اشتباہ کے زیادہ قریب ہیں۔ حالانکہ اہل عربیہ استعمال کی دقائق سے واقف حقائق مقال کے بہترین جاننے والے ہیں۔ اس لئے تاویل یہ کیجائے گی۔ کہ ایضاً کا ربط اشتباہ کیطرف ہے۔ اہل عربیہ کی طرف نہیں ہے۔

قولہ فان لو حرف الشرط :۔ کیونکہ "کل مالو وجد" میں لو حرف شرط ہے جس کے بعد جواب شرط کا ہونا ضروری ہے۔ اور لفظ "کان ج" کے سوا، دوسرا کوئی جملہ جواب شرط نہیں بن سکتا۔ اس لئے واؤ کا ذکر کرنا اس جگہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جواب شرط کو شرط پر عطف نہیں کیا جاتا۔ ہاں اگر کسی جگہ شرطیت سے جملے کو خالی کر لیا جائے۔ اور محض فرض کے لئے ہو تو

ود عاطفہ کو لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے دلوا عجبک حسنہن مفروضا اعجابک حسنہن کے معنی میں ہے۔ اس لئے یہاں اگر لو کو فرض کے معنی لے لیا جائے۔ جواب شرط کا لانا ضروری نہ ہوگا اور واد عاطفہ کا لانا صحیح ہو جائے گا۔

واما الثانی فیراد بہ کل ج فی الخارج فہو ب فی الخارج والحکم فیہ علی الموجود فی الخارج سواء کان اتصافہ بج حال الحکم او قبلہ او بعدہ لان مالم یوجد فی الخارج ازلا وابدا یستحیل ان یکون ب فی الخارج وانما قال سواء کان حال الحکم او قبلہ او بعدہ دفعا لتوہم من ظن ان معنی ج ب ہو اتصاف الجیم بالبائیۃ حال کونہ موصوفا بالجیمیۃ فان الحکم لیس علی وصف الجیم حتی یجب تحققہ حال تحقق الحکم بل علی ذات الجیم فلا یستدعی علی الحکم الا وجودہ واما شرط کون ذات الکاتب موضوعا ان یکون کاتبا فی وقت کونہ موصوفا بالضحک بل یکفی فی ذلک ان یکون موصوفا بالکاتبیۃ فی وقت ما حتی یصدق قولنا کل نائم مستیقظ فان اتصاف ذات النائم بالوصفین انما ہو فی وقتین۔

ترجمہ اور بہر حال ثانی تو اس سے مراد کل ج فی الخارج فہو ب فی الخارج ہوتا ہے۔ (یعنی جو شئی خارج میں ج ہے۔ وہ خارج میں ب ہے)۔ اور اس میں حکم موجود فی الخارج میں ہوتا ہے۔ (یعنی جو افراد خارج میں موجود ہوں ان پر حکم ہوتا ہے) برابر ہے کہ اس کا اتصاف خارج میں ج کیسا تھ حکم کے وقت ہو۔ یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یا اس کے بعد میں ہوا ہو۔ کیونکہ جو شئی ازلاً وابداً خارج میں نہ پایا جائے۔ وہ ج (شئی) محال ہے۔ کہ خارج میں ب ہو۔

قولہ وانما قال سواء کان حال الحکم او قبلہ او بعدہ :۔ اور بے شک مصنف نے کہا ہے۔ کہ برابر ہے اتصاف حکم کی حالت میں ہوا ہو۔ یا پہلے یا بعد میں۔ اس گمان کے دفع کرنے کیوجہ سے لگایا گیا ہے۔ گمان یہ ہے کہ ج ب کے معنی ہیں۔ جیم کا بائیت کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ اس حالت میں کہ وہ جیمیت کے ساتھ متصف ہو۔ اس لئے کہ حکم جیم ہونے کے وصف پر نہیں ہے۔ تاکہ اس کا پایا جانا حکم کے پائے جانے کے وقت ضروری ہو۔ بلکہ حکم جیم کی ذات پر ہے پس حکم نہیں تقاضا کرتا مگر ذات جیم کے وجود کا۔

قولہ اما اتصافہ بالجیمیۃ۔ بہرحال اس کا جیمیت کے ساتھ متصف ہونا۔ تو اس کا تحقق حکم کے وقت واجب اور ضروری نہیں ہے۔ پس جب ہم نے کہا، کل کاتب ضاحک " ہر کاتب ضاحک ہے" تو کاتب کی ذات کے موضوع ہونے کیلئے شرط نہیں ہے۔ کہ وہ کاتب اسوقت ہو جب وہ موصوف بالضحک ہو۔ بلکہ حکم کیلئے یہ کافی ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی وقت میں موصوف بالکتابت ہو۔

تشریح اب تک بعنوان الاول میں قضیہ حقیقیہ کی تشریح کی گئی تھی۔ اب اما الثانی سے قضیہ خارجیہ کا بیان شروع کیا ہے۔ فرمایا کہ قضیہ خارجیہ میں حکم موجود فی الخارج پر ہوتا ہے۔ خواہ اس شئی کا اتصاف ج کے ساتھ حکم کے وقت میں ہو۔ یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یا اس کے بعد میں۔

فائدہ قضیہ خارجیہ کی مثال کل ج ب فی الخارج کو خارج کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور حقیقیہ کی تفسیر میں کل ج ب کہا ہے۔ فی الخارج کی قید نہیں لگائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قضیہ حقیقیہ میں وجود اعم ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

فرق حقیقیہ اور قضیہ اسلئے کہ دونوں یعنی حقیقیہ اور خارجیہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ قضیہ خارجیہ میں وجود محقق ہوتا ہے۔ اور قضیہ حقیقیہ میں موضوع کا موجود محقق اور مقدر دونوں۔۔ صورتوں میں حکم ہوتا ہے۔

وانما قال:۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کل ج ب کے ہیں۔ جیم کا بائیت کے ساتھ متصف ہونا۔ اس وقت جب کہ جیم جیمیت کے ساتھ متصف ہو۔

شارح نے سوا رکان حال الحکم:۔ کا اضافہ کر کے۔ اس گمان کو دفع کیا ہے۔ حکم وصف موضوع پر نہیں بلکہ ذات موضوع پر ہوتا ہے۔ اور وصف عنوانی موضوع کی ذات کو تعبیر کرنیکا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ لہذا ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف حکم کے وقت میں ہو۔ یا اس سے پہلے ہو یا اس کے بعد میں ہو۔ حکم بہرحال ذات پر ہی ہوتا ہے۔ جیسے "کل کاتب ضاحک"، ضحک کا حکم کاتب کی ذات پر ہے۔ ضحک کا حکم لگاتے وقت خواہ ذات کتابت کے ساتھ متصف ہو یا نہ ہو۔ اور پہلے متصف ہو یا بعد میں بہرحال حکم ضحک ذات کاتب ہے۔ ہاں کسی نہ کسی وقت کتابت کے ساتھ متصف ہونا کافی ہے۔ اور اگر حکم کی حالت میں اتصاف ضروری ہوتا تو ہمارا قول "کل نائم مستیقظ"، صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ ذات نائم (سونے والے) کا دونوں اوصاف کے ساتھ اتصاف دو وقتوں میں الگ الگ ہوتا ہے۔

لا یقال ههنا قضایا لا یمکن اخذها باحد الاعتبارین ذهے ا لتی موضوعا تها ممتنعة کقولنا شریک البار ی ممتنع و کل ممتنع فهو معدوم و ا لغن نجب ان

یکون قواعدہ عامۃ لانا نقول القوم لا یزعمون انحصار جمیع القضایا فی الحقیقیۃ والخارجیۃ بل زعمھم ان القضیۃ المستعملۃ فی العلوم ماخوذۃ فی الاغلب باحد الاعتبارین فلھذا وضعوھما واستخرجوا احکامھما لینتفعوا بذلک فی العلوم واما القضایا التی لا یمکن اخذھا باحد ھذین الاعتبارین فلم یعرف بعد احکامھا وتعمیم القواعد انما ھو بقدر الطاقۃ الانسانیۃ ۔

ترجمہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہاں بعض قضایا وہ ہیں۔ کہ جن کو دو اعتباروں میں سے کسی ایک اعتبار کے ساتھ لینا ممکن نہیں ہے۔ اور وہ قضایا وہ ہیں جن کے موضوع ممتنع ہوں۔ جیسے ہمارا قول "شریک الباری ممتنع"، (باری تعالےٰ کا شریک محال ہے) اور ہمارا قول "کل ممتنع فھو معدوم"، (اور ہر محال پس وہ معدوم ہوتا ہے) اور فن کے قواعد کے لئے واجب ہے کہ وہ عام ہوں۔ (تاکہ اس نوع کے تمام افراد کو شامل ہوجائے)

قولہ لانا نقول :۔ کیونکہ ہم جواب دیں گے۔ کہ قوم تمام قضایا کو تمام قضایا کا انحصار حقیقیہ اور خارجیہ میں گمان نہیں کرتی۔ بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ قضایا جو علوم میں مستعمل ہیں وہ اکثر انھیں دونوں اعتبارات کے تحت داخل ہیں۔ اسی طرح ان دونوں کو وضع کر دیا ہے۔ اور انھیں دونوں کے احکام کا استخراج کیا ہے۔ تاکہ ان سے علوم میں استفادہ کریں۔

قولہ واما القضایا التی لا یمکن الخ :۔ بہرحال وہ قضایا کہ جنکا ان دونوں اعتبارات کے تحت داخل کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو ان کے احکام معلوم نہیں ہیں۔

قولہ وتعمیم القواعد :۔ اور قواعد میں عموم کی رعایت رکھنا تو وہ انسانی طاقت کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

تشریح اعتراض :۔ ماتن نے قضایا کا انحصار صرف دو قسم کے قضایا پر کیا ہے۔ (۱) قضیہ حقیقیہ۔ (۲) قضیہ خارجیہ۔ اور انھیں کی تعریف، مثال، اور احکام و قواعد کا ذکر کیا ہے حالانکہ بعض قضایا انکے علاوہ بھی ایسے موجود ہیں۔ کہ وہ ان مذکورہ دونوں اقسام کے تحت نہیں آتے۔ مثلاً وہ قضایا جن کے موضوع ممتنع ہوں۔ مثلاً "شریک الباری ممتنع"، دوسری مثال "کل ممتنع معدوم"۔ حالانکہ قواعد کلی اور عام ہونا چاہیئے۔ تاکہ تمام انواع کے قضایا اس میں داخل ہو جاوے۔

الجواب لانا نقول :۔ جواب اس کا یہ ہے کہ قوم اس کا دعوی نہیں کرتی کہ تمام کے تمام قضایا کا انحصار انہیں دو قضایا میں ہے۔ کہ انکے علاوہ کوئی تیسرا قضیہ ناممکن ہے۔

ایسا نہیں ہے۔ بلکہ علوم میں جن قضایا کا اعتبار کیا گیا ہے۔ انھیں قضایا کے احکام اور قضایا کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ ان سے نفع اٹھایا جا سکے۔ اور جن قضایا کا اعتبار علوم میں نہیں کیا گیا ہے۔ وہ ان کی بحث سے خارج ہیں۔

اور جہاں تک قواعد اور قوانین میں عمومیت پیدا کرنے کی بات ہے۔ تو اوسط درجہ کے انسانوں کی طاقت کے مطابق تعمیم پیدا کی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی جزئیہ اس قانون سے خارج ہو جائے۔ تو اس سے اس کو معذور رکھنا چاہیئے۔ وسعت امکانی کی حد تک انھوں نے عمومیت پیدا کر دی ہے۔

قال والفرق بين الاعتبارين ظاهر فانه لو لم يوجد شئ من المربعات فی الخارج يصح ان يقال كل مربع شكل بالاعتبار الاول دون الثانی ولو لم يوجد شئ من الاشكال فی الخارج الا المربع يصح ان يقال كل شكل مربع بالاعتبار الثانی دون الاول ۔

ترجمہ ماتن نے کہا۔ دونوں اعتباروں کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ کیونکہ مربعات میں سے کوئی چیز اگر خارج میں پائی جائی تو اعتبار اول کے لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے۔ نہ کہ دوسرے اعتبار کے لحاظ سے۔ ولو لم يوجد شئ من الاشكال فی الخارج الا المربع۔ (اور اگر شکلوں میں کوئی شکل خارج میں نہ پائی جائے سوا مربع کے) تو یہ کہنا صحیح ہو تا کہ "کل شکل مربع باعتبار الثانی۔ دون الاول"۔ ہر شکل مربع ہے۔ ثانی اعتبار کے مطابق۔ نہ کہ اول اعتبار کے لحاظ سے

تشریح ماتن" اس مقام پر قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے مثال دے کر بتایا کہ مربع شکلوں میں سے کسی شکل کا وجود خارج میں نہ ہوتا۔ تو کل مربع شکل کہنا اعتبار اول کے لحاظ سے صحیح ہوتا۔ کیونکہ قضیہ حقیقیہ میں حکم موضوع کے افراد مقدرہ اور موجودہ دونوں پر صحیح ہوتا ہے۔ لہذا کوئی شکل موجود نہ ہوتے ہوئے بھی صرف مقدر مان کر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ مگر قضیہ خارجیہ میں موجود فی الخارج کی قید ہے۔ اس حکم خارجیہ میں صرف ان افراد پر لگایا جا سکتا ہے۔ جو موجود ہوں۔ مقدرہ پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ چنانچہ اگر خارج میں صرف مربع ہی شکل پائی جاتی ہو مثلاً مسدس شکلیں کوئی نہ پائی جاتی ہوں۔ تو قضیہ خارجیہ کے لحاظ سے کل شکل مربع کہنا درست ہوتا۔ اعتبار اول قضیہ حقیقیہ کے لحاظ سے درست نہ ہوتا۔

اقول قد ظهر لك مما بيناه ان الحقيقة لا تستدعي وجود الموضوع في الخارج بل يجوز ان يكون موجوداً في الخارج وان لا يكون واذا كان موجوداً في الخارج فالحكم فيها لا يكون مقصوراً على الافراد الخارجية بل يتناولها والافراد المقدرة الوجود بخلاف الخارجية فانها تستدعي وجود الموضوع في الخارج والحكم فيها مقصور على الافراد الخارجية فالموضوع ان لم يكن موجوداً فقد يصدق القضية باعتبار الحقيقة دون الخارج كما اذا لم يكن شئ من المربعات موجودا في الخارج يصدق بحسب الحقيقة كل مربع شكل اى كل ما لو وجد كان مربعات فهو بحيث لو وجد كان شكلا ولا يصدق بحسب الخارج لعدم وجود المربع في الخارج على ما هو المفروض -

ترجمہ: ہمارے بیان کرنے سے تیرے لئے یہ ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ قضیہ حقیقیہ خارج میں وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کرتی ۔ (کہ جب موضوع خارج موجود ہو تب ہی اس پر حکم عائد کیا جائے گا۔ ورنہ نہیں)۔

قولہ بل یجوز ان یکون :- بلکہ جائز ہے کہ افراد موضوع خارج موجود ہوں ۔ اور یہ بھی کہ موجود نہ ہوں ۔ (دونوں حالت میں موضوع کے افراد پر حکم عائد کیا جاتا ہے)۔

قولہ واذا کان موجوداً :- اور جب موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں ۔ تو حکم قضیہ حقیقیہ میں ان افراد خارجیہ (موجود فی الخارج) پر منحصر نہیں رہتا ۔ بلکہ ان افراد کو بھی شامل ہوتا ہے ۔ اور ساتھ ہی ان افراد کو بھی کہ جن کا وجود مقدر مان لیا گیا ہو ۔

قولہ بخلاف الخارجیۃ :- بخلاف قضیہ خارجیہ کے کہ وہ موضوع کے خارج میں وجود کا تقاضہ کرتی ہے ۔ اور حکم بھی اس میں (قضیہ خارجیہ میں) افراد خارجیہ پر منحصر ہوتا ہے ۔ لہذا پس موضوع اگر موجود نہ ہو ۔ تو اس وقت قضیہ باعتبار حقیقیہ کے صادق ہو گا ۔ نہ کہ خارجیہ کے لحاظ سے ۔ جیسے جب فرض کیجئے ۔ مربعات میں سے ۔ کوئی شکل خارج میں موجود نہ ہو ۔ یہ قول «کل مربع شکل» بحیثیت حقیقیہ کے صادق ہو گا ۔ یعنی یہ کہنا درست ہے کہ «کل ما لو وجد کان مربعاً فہو بحیث لو وجد کان شکلاً» ۔ اور رہی قضیہ باعتبار خارجیہ کے درست نہیں ہو گا ۔ مربع کے خارج میں غیر موجود ہونے کی وجہ سے (یعنی فرض کیا گیا ہے کہ کوئی شکل مربعات میں موجود نہیں ہے)

وان کان الموضوع موجودا لم یخ اما ان یکون الحکم مقصورا علی الافراد الخارجیة او متناولا لها وللافراد المقدرة فان کان مقصورا علی الافراد الخارجیة تصدق الکلیة الخارجیة دون الکلیة الحقیقیة کما اذا انحصر الاشکال فی الخارج فی المربع فیصدق کل شکل مربع بحسب الخارج وهو ظاهر ولا یصدق بحسب الحقیقة ای لا یصدق ما لو وجد کان شکلا فهو بحیث لو وجد کان مربعا لصدق قولنا بعض ما لو وجد کان شکلا فهو بحیث لو وجد کان لیس بمربع وان کان الحکم متناولا لجمیع الافراد المحققة والمقدرة فتصدق الکلیتان معا کقولنا کل انسان حیوان فاذن یکون بینهما خصوص وعموم وجه ـ

ترجمہ اور اگر موضوع موجود ہو۔ تو خالی نہیں کہ یا حکم افراد خارجیہ پر مقصور اور منحصر ہوگا یا افراد خارجیہ کے ساتھ افراد مقدرۃ الوجود کو بھی شامل ہوگا۔ پس اگر حکم افراد خارجیہ پر ہو تو کلیہ خارجیہ صادق آئے گا۔ اور کلیہ حقیقیہ نہ صادق آئے گا۔

جیسے جب اشکال۔ (شکلیں مربع مثلث مسدس وغیرہ) خارج میں مربع میں منحصر ہوں۔ (یعنی خارج میں فقط مربع شکلیں پائی جاتی ہوں) ‹ تو کل شکل مربع › باعتبار خارج کے صادق ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے اور باعتبار حقیقیہ کے صادق نہ ہوگا۔ یعنی یہ صادق نہ ہوگا کہ ‹ کل ما لو وجد کان شکلا فهو بحیث لو وجد کان مربعا ›۔ (یہ قضیہ حقیقیہ کی مثال ہے۔ جس میں افراد موجود ومقدرہ دونوں پر حکم مربع ہونے کا کیا گیا ہے)۔

قولہ لصدق قولنا بعض لو وجد کان شکلا الخ۔ ہمارے اس قول کے صادق ہونے کی وجہ سے کہ ‹ بعض لو وجد کان شکلا فهو بحیث لو وجد کان لیس بمربع ›۔

قولہ وان کان الحکم:۔ اور قضیہ میں حکم شامل ہو۔ تمام افراد موجودہ اور مقدرہ کو تو دونوں کلیاں ایک ساتھ صادق ہوں گی۔ جیسے ہمارا قول ‹ کل انسان حیوان ›۔

قولہ فاذن الخ:۔ پس اس صورت میں دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

تشریح نسبت۔ دو چیزوں کے درمیان تعلق کا نام ہے۔ اور اصطلاح منطق میں دو مفہوموں کے درمیان نسبت چار قسم کی ہوتی ہے۔ تساوی[1]۔ تباین[2]۔ اور عام خاص مطلق[3]۔ اور عام خاص من وجہ[4]۔

تساوی :۔ وہ دو کلیاں جن میں سے ہرایک کلی کا ہر فرد دوسری کلی کے ہر فرد پر صادق آئے۔ جیسے انسان ۔ اور ناطق ۔

تباین :۔ وہ دو کلیاں جن میں سے ایک کلی کے افراد دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئیں۔ جیسے انسان ۔ فرس ۔

عام خاص مطلق :۔ وہ دو کلیاں جن میں سے اول کلی دوسری کلی کے ہر فرد پر صادق آئے۔ مگر دوسری کلی پہلی کلی کے ہر فرد پر صادق نہ آئے۔ جیسے حیوان اور انسان ۔

عام خاص من وجہ :۔ وہ دو کلیاں جن میں سے ہرایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے ۔ مگر دوسری بعض پر نہ صادق آئے ۔ اس میں تین مادے نکلتے ہیں ۔ اول مادہ اجتماعی جس میں دونوں کلیاں برابر صادق آتی ہیں ۔ جیسے حیوان اور ابیض ۔ کہ سفید ہاتھی میں حیوان بھی صادق ہے۔ اور ابیض بھی ۔

اور کالے ہاتھی پر حیوان صادق ہے ۔ مگر ابیض صادق نہیں ۔ اور ہاتھی کے دانت پر ۔ ابیض صادق ہے ۔ مگر حیوان صادق نہیں ۔ اس تمہید کے بعد سماعت فرمایئے ۔

نسبت قضیہ حقیقیہ اور قضیہ خارجیہ کے درمیان

قضیہ حقیقیہ میں موضوع کے افراد موجودہ پر حکم ہوتا ہے ۔ مقدرہ پر نہیں ۔
اور قضیہ خارجیہ میں ۔ افراد مقدرہ ۔ اور افراد موجودہ دونوں پر حکم ہوتا ہے ۔
شارح قطب الدین رازی نے مذکورہ دونوں کلیوں کے درمیان نسبت عام خاص من وجہ کی تحریر کی ہے ۔
کہ اگر قضیہ میں حکم جمیع افراد پر خواہ افراد موجودہ ہوں ۔ یا افراد مقدرہ ۔ تو دونوں قضیے صادق ہوں گے ۔ جیسے کل انسان حیوان ۔
اور اگر حکم صرف افراد مقدرہ پر کیا گیا ہو ۔ کہ جس کا کوئی فرد خارج میں موجود نہ ہو ۔ تو وہ قضیہ حقیقیہ ہے ۔ جیسے کل عنقاء طائر ۔ کہ عنقاء کا کوئی فرد خارج میں موجود نہیں ہے ۔
اور اگر حکم صرف افراد موجود فی الخارج پر ہی منحصر رکھا گیا ہو ۔ تو وہ قضیہ خارجیہ ہے ۔
لہذا معلوم ہوا کہ ان دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی پائی جاتی ہے ۔
اب کتاب کی عبارت کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے
قولہ ان کان الموضوع موجوداً ۔ اگر قضیہ کا موضوع موجود ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں

(۱) خالی نہیں اس بات سے کہ حکم موضوع پر منحصر اور مقصور ہو گا ۔ صرف افراد خارجیہ پر (یعنی وہ افراد جو خارج میں موجود ہوں ۔ اس سے افراد مقدرہ کو خارج کرنا مقصود ہے ۔

قولہ تصدق الکلیۃ الخارجیۃ :- تو اس جگہ کلیہ خارجیہ صادق ہو گا اور حقیقیہ صادق نہ آئے گا ۔

جیسے فرض کرو کہ خارج میں جتنی شکلیں موجود ہیں ۔ وہ سب مربع شکل کی ہیں ۔ (اس کے سوا کوئی شکل خارج میں نہیں پائی جاتی ۔ اس تقدیر کی بنا پر) تو کل شکل مربع باعتبار خارج کے صادق ہو گا ۔ باعتبار حقیقیہ کے صادق نہ ہو گا ۔ اور حقیقیہ کی مثال یہ ہے "کل مالو وجد کان شکلاً فہو بحیث لو وجد کان مربعاً" یہ صادق نہ ہو گا ۔ کیوں کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض ما لو وجد کان شکلا فہو بحیث لو وجد کان لیس بمربع ۔

قولہ وان کان الحکم متناولا :- اور اگر قضیہ میں موضوع جمیع افراد مقدرہ و موجودہ کو شامل ہو ۔ تو اس جگہ دونوں کلیاں صادق ہوں گی ۔ یہ مادہ اجتماعی کی مثال ہے ۔ جیسے ہمارا قول "کل انسان حیوان" ۔

خلاصہ حاصل کلام کا یہ ہے ۔ کہ قضیہ حقیقیہ اور قضیہ خارجیہ کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی پائی جاتی ہے ۔ ایک مثال میں صرف قضیہ حقیقیہ صادق آئے گی ۔ جب کہ افراد سب کے سب مقدرہ ہوں ۔ کوئی فرد خارج میں موجود نہ ہو ۔

صرف خارجیہ صادق آئے گی ۔ جب کہ حکم موضوع کے موجود افراد پر ہی منحصر ہو ۔ مقدرہ پر قطعاً حکم نہ کیا گیا ہو ۔

اور دونوں قضایا صادق آئیں گے ۔ جب کہ حکم افراد مقدرہ اور افراد موجودہ دونوں پر کیا گیا ہو ۔

قال وعلى هذا فقس المحصورات الباقية اقول لما عرفت مفهوم الموجبة الكلية امكنك ان تعرف مفهوم باقي المحصورات بالقياس عليه فان الحكم في الموجبة الجزئية على بعض ما عليه الحكم في الموجبة الكلية فالامور المعتبرة ثم بحسب الكل معتبرة ههنا بحسب البعض ومعنى السالبة الكلية رفع الايجاب عن كل واحد واحد والسالبة الجزئية رفع الايجاب عن بعض الاحاد فكما اعتبرت الموجبة الكلية بحسب الحقيقة والخارج

کذلک تعتبر المحصورات الاخر بالاعتبارین۔

ترجمہ ماتن نے کہا۔ اور اسی پر پس باقی ماندہ محصورات کو بھی قیاس کیجئے۔ اقول لما عرفت شارح نے فرمایا کہ جب تم نے موجبہ کلیہ کو پہچان لیا۔ تو تیرے لئے یہ ممکن ہوگیا کہ باقی محصورات کو پہچان لے۔ اسی پر قیاس کر کے۔

فان الحکم:۔ اس لئے کہ حکم موجبہ جزئیہ میں ان افراد کے بعض پر ہوتا ہے۔ کہ جن افراد پر موجبہ کلیہ میں حکم ہوتا ہے۔

پس وہ امور جو وہاں باعتبار کل کے معتبر تھے۔ یہاں موجبہ جزئیہ میں باعتبار بعض کے ہوتا ہے اور سالبہ کلیہ کے معنی ہر ہر فرد سے ایجاب کا رفع ہونا ہے۔ اور سالبہ جزئیہ رفع ایجاب عن بعض الافراد کا نام ہے۔

فکما اعتبرت الموجبة الکلیة الخ:۔ پس جس طرح موجبہ کلیہ باعتبار حقیقت اور باعتبار خارج اعتبار کی گئی ہے۔ اسی طرح دوسرے محصورات بھی ان دونوں اعتبارات کے ساتھ معتبر ہوں گی۔

تشریح مصنف کتاب یعنی ماتنؒ نے کہا۔ بقیہ محصورات کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ (یعنی جس طرح موجبہ کلیہ کے دو اعتبارات کئے گئے ہیں۔ اسی طرح سالبہ کلیہ۔ موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کا بھی اعتبار باعتبار حقیقیہ و باعتبار خارج کے کر لیجئے۔

اقول:۔ شارح قطب الدین رازی نے اس اجمال کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ جب تم نے موجبہ کلیہ جو کہ محصورات اربعہ میں سے ایک قسم ہے۔ اس کا حال معلوم کر لیا (کہ موجبہ باعتبار حقیقتہ اور باعتبار خارج کے اعتبار کرنے کا یہ مفہوم ہے۔ اور ان دونوں اعتبارات میں کیا فرق ہے۔ تو تیرے لئے یہ معلوم کرنا ممکن ہوگیا کہ باقی محصورات میں ان اعتبارات کے لحاظ کرنے میں کیا فرق ہوگا۔

قولہ فان الحکم:۔ یہاں سے تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ کہ محصورات اربعہ کی دوسری قسم موجبہ جزئیہ ہے۔ اس میں اور موجبہ کلیہ میں یہی فرق تو ہے۔ کہ موجبہ کلیہ میں تمام افراد پر حکم ہوتا ہے۔ اور موجبہ جزئیہ میں انکے بعض افراد پر حکم ہوتا ہے۔

قولہ فالامور المعتبرة ثمہ بحسب الکل:۔ پس وہ امور جو وہاں (موجبہ کلیہ میں) بحسب الکل معتبر تھے۔ وہی امور یہاں (موجبہ جزئیہ میں) بحسب البعض اعتبار کئے جائیں گے۔

ومعنى السالبة الكلية :- اور محصورات اربعہ کی تیسری قسم سالبہ کلیہ کے معنی رفع ایجاب من کل واحد واحد کے ہیں۔ (یعنی موضوع کے ہر ہر فرد سے محمول کا سلب)

قولہ والسالبة الجزئية :- اور سالبہ جزئیہ کے معنی ایجاب کا رفع بعض افراد سے (موضوع کے بعض افراد سے محمول کا سلب)

قولہ فکما اعتبرت :- لہذا پس جس طرح موجبہ کلیہ میں بحسب الحقیقۃ اور بحسب الخارج کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے محصورات کی اقسام میں بھی ان دونوں اعتبارات کا لحاظ کیا جائے گا۔

وقد تقدم الفرق بين الكليتين واما الفرق بين الجزئيتين فهو ان الجزئية الحقيقية اعم مطلقا من الخارجية لان الايجاب على بعض الافراد الخارجية ايجاب على بعض الافراد الحقيقية مطلقا دون العكس وعلى هذا يكون السالبة الكلية الخارجية اعم من السالبة الكلية الحقيقية لان نقيض الاخص اعم من نقيض الاعم مطلقا وبين السالبتين الجزئيتين مباينة جزئية وذلك

ترجمہ: دونوں کلیات کے مابین فرق پہلے گذر چکا ہے۔ اور بہرحال دونوں جزئیات کے درمیان فرق (یعنی موجبہ جزئیہ حقیقیہ موجبہ جزئیہ خارجیہ کے درمیان) تو وہ یہ ہے کہ موجبہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے۔ موجبہ جزئیہ خارجیہ کے مقابلے میں۔ اس لئے کہ افراد خارجیہ کے بعض افراد پر حکم کا ایجاب بعینہٖ حقیقیہ کے افراد پر ایجاب ہے۔ مطلقاً بغیر اس کے عکس کے اسی طرح سالبہ کلیہ خارجیہ اعم ہے۔ سالبہ کلیہ حقیقیہ کے مقابلے میں۔ اس لئے کہ اخص کی نقیض اعم مطلق ہوتی ہے۔ بمقابلہ اعم مطلق کی نقیض کے۔ اور دونوں سالبہ جزئیہ کے درمیان فرق مباینت جزئیہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔

تشریح: قولہ وقد تقدم الفرق :- دونوں کلیوں یعنی موجبہ کلیہ حقیقیہ و موجبہ کلیہ خارجیہ کے درمیان فرق پچھلی بحث میں گذر چکا ہے۔

قولہ واما الفرق بين الجزئيتين :- اور بہرحال دونوں جزئیات کے مابین فرق۔ یعنی موجبہ جزئیہ حقیقیہ کے درمیان اور موجبہ جزئیہ خارجیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ جزئیہ حقیقیہ اعم مطلق ہے۔ اور موجبہ جزئیہ خارجیہ اخص ہے۔ عام خاص مطلق کی نسبت ہے

کیوں کہ خارج کے بعض افراد پر ایجاب کا حکم بعینہٖ حقیقیہ کے بعض افراد پر حکم ہوگا۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔ (کہ موجبہ جزئیہ حقیقیہ کے بعض افراد پر جو حکم ہو وہ خارجیہ کے بعض افراد پر بھی صادق آئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔) حقیقیہ میں وہ افراد مراد ہوں۔ جو مقدرہ ہیں۔ تو حقیقیہ صادق آئے گی۔ مگر خارجیہ صادق نہ آئے گی)۔

قولہ وعلی هذا یکون السالبة الکلیة ۔ اسی طرح سالبہ کلیہ خارجیہ اعم مطلق اور سالبہ کلیہ حقیقیہ اس کے مقابلے میں اخص ہے۔ اس لئے کہ اخص کی نقیض اعم مطلق ہوگی اخص کے مقابلے میں جیسے انسان اور حیوان میں انسان خاص ہے حیوان عام ہے۔ مگر ان کی نقیض یعنی لا انسان اور لا حیوان کے درمیان نسبت اس کا عکس ہے۔ یعنی لا انسان عام ہے اور لا حیوان خاص ہے۔ اس لئے کہ فرس میں لا انسان صادق ہے۔ مگر لا حیوان صادق نہیں ہے۔

قولہ وبین السالبتین الجزئیتین ۔ اسی طرح دونوں سالبہ جزئیہ کے درمیان نسبت تباین جزئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ چوں کہ شارح نے اس کی تشریح و تفصیل نہیں کی اس لئے ہم نے بھی تفصیل کر دی ہے

قال البحث الثالث فی العدول والتحصیل حرف السلب ان کان جزءً من الموضوع کقولنا اللاحی جماد او من المحمول کقولنا الجماد لا عالم او منهما جمیعا سمیت القضیة معدولة الموجبة کانت او سالبة وان لم یکن جزءً لشئ منهما سمیت محصلة ان کانت موجبة وبسیطة ان کانت سالبة۔

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ تیسری بحث عدول اور تحصیل کے بیان میں مشتمل ہے۔ حرف سلب اگر موضوع کا جزء ہو جیسے ہمارا قول اللاحی جماد (لا حی جماد ہے) یا محمول کا جزء ہو جیسے ہمارا قول الجماد لا عالم (جماد لا عالم ہے) یا دونوں کا جزء ہو۔ جیسے اللاحی لا عالم (لا حی لا عالم ہے) تو قضیہ کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے۔ موجبہ ہو یا سالبہ ہو اور اگر ان دونوں (موضوع و محمول) میں سے کسی کا جزء نہ ہو تو اس کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے اگر موجبہ ہو۔ اور بسیطہ رکھا جاتا ہے۔ اگر سالبہ ہو۔

تشریح تیسری بحث۔ معدولہ۔ وہ قضیہ جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء واقع ہو اس کو قضیہ معدولہ کہتے ہیں۔

اقسام معدولہ :- پھر قضیہ معدولہ کی تین قسمیں ہیں ۔ (۱) حرف سلب حرف موضوع کا جزء ہو ۔ جیسے اللاحی جماد (لاحی جماد ہے)
(۲) حرف سلب محمول کا جزء واقع ہو ۔ الجماد لا عالم ۔ جماد لا عالم ہے ۔
(۳) حرف سلب موضوع و محمول دونوں کا جزء واقع ہو ۔ جیسے اللاحی لا عالم (لاحی لاعالم ہے) اول کا نام معدولۃ الموضوع ۔ دوسرے کا معدولۃ المحمول ۔ اور تیسرے کا نام معدولۃ الطرفین ہے ۔

حاصل کلام جس قضیہ میں حرف سلب محمول و موضوع میں سے کسی کا جزء واقع ہو مناطقہ اس کو قضیہ معدولہ کہتے ہیں ۔ اور حرف سلب کو داخل کرنے یعنی جزء بنانے کو عدول سے تعبیر کرتے ہیں ۔

وجہ تسمیہ معدولہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حرف سلب مثلاً حرف لا اور غیر وغیرہ اصل وضع میں نفی اور سلب کے لئے وضع کئے گئے ہیں ۔ اور جب حرف نفی کو موضوع یا محمول کے ساتھ شئی واحد (ایک) کر دئے گئے ہوں ۔ اور حرف سلب غیر کے ساتھ مل کر کلمہ واحد بن گیا ۔ اور اب وہ جزء واحد کی طرح موضوع بھی بنتا ہے ۔ اور محمول بھی ۔ اور ایجاب بھی ہوتا ہے ۔ اور سلب بھی ۔ تو گویا اس کو اس کے اصل موضوع سے ہٹا دیا گیا ۔ (عدول کر لیا گیا) اس لئے اس کا نام معدولہ رکھدیا گیا ۔ معدولہ موجبہ بھی ہوتا ہے ۔ اور سالبہ بھی ۔ موجبہ کی مثال اوپر گذر چکی ہے ۔

محصلہ اور اگر حرف سلب موضوع محمول یا دونوں کا جزء واقع نہ ہو ۔ تو اس کو محصلہ کہتے ہیں ۔ اگر قضیہ موجبہ ہو ۔ جیسے زید کاتب ۔

بسیطہ اور اگر حرف سلب دونوں میں سے کسی کا جزء نہ ہو ۔ اور قضیہ سالبہ ہو تو اس کا نام بسیطہ ہے ۔ تفصیل شارح بیان کر رہے ہیں فرمایا ۔

اقول القضیۃ اما معدولۃ او محصلۃ لان حرف السلب اما ان یکون جزء الشئ من الموضوع کقولنا اللاحی جماد او من المحمول کقولنا الجماد لا عالم او منہما جمیعا کقولنا اللاحی لا عالم سمیت القضیۃ معدولۃ موجبۃ کانت او سالبۃ اما الاولی فمعدولۃ الموضوع واما الثانیۃ فمعدولۃ المحمول واما الثالثۃ فمعدولۃ الطرفین ۔

ترجمہ شارح نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں قضیہ معدولہ ہوگا۔ یا محصلہ ہوگا۔ کیونکہ حرف سلب یا شئی کا جزء ہوگا۔ خواہ موضوع ہو یا محمول ہو۔ اور شئی کا جزء نہ ہوگا۔

قولہ فان کان جزءً الشئی:۔ پس اگر حرف سلب شئی کا جزء ہے۔ پس یا موضوع کا جزء ہے۔ جیسے ہمارا قول ”اللاحی جماد (لاحی جماد ہے) اس حرف لاحی کا جزء ہے حی زندہ۔ لا کے معنی نفی کے ہیں۔ (لاحی جو زندہ نہ ہوں) یا محمول کا جزء ہو۔ جیسے ہمارا قول الجماد لا عالم۔ (جماد لا عالم ہے)۔ اس مثال میں حرف سلب یعنی لا محمول کا جزء ہے

قولہ او منہما جمیعاً:۔ یا پھر حرف سلب دونوں کا جزء واقع ہو۔ جیسے ہمارا قول اللاحی لا عالم (لاحی لا عالم ہے)۔

سمیت القضیۃ معدولۃ:۔ تو قضیہ کا نام معدولہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو۔ قولہ اما الاولی:۔ بہرحال اول تو وہ معدولۃ الموضوع ہے۔ اور بہرحال ثانیہ — تو وہ معدولۃ المحمول ہے۔ اور بہرحال ثالثہ تو وہ معدولۃ الطرفین ہے۔

تشریح شارح نے صرف قضیہ معدولہ کی تعریف کی ہے۔ وجہ تسمیہ آئندہ صفحے میں بیان کریں گے۔

اور تعریف میں اولاً قضیہ کی تقسیم کی اور کہا کہ قضیہ یا معدولہ ہوگا۔ یا محصلہ ہوگا۔ پھر بطور دلیل کے فرمایا۔ اس لئے کہ حرف سلب یا موضوع و محمول میں سے کسی ایک کا جزء واقع ہوگا یا نہ ہوگا۔

۔ اگر حرف سلب جزء واقع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول موضوع کا جزء ہوگا۔ یا محمول کا جزء ہوگا۔ یا دونوں کا جزء واقع ہوگا تو اس کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے۔ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو۔ پھر شارح نے تینوں مثال بیان کی ہے جو اوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔

وانما سمیت معدولۃ لان الحرف السلب کلیس وغیرہ لا انما وضعت فی الاصل للسلب والرفع فاذا جعل مع غیرہ کشئی واحد یثبت لہ شئی او ھو لشئی آخر او یسلب عنہ او ھو عن شئی آخر فقد عدل بہ عن موضوعہ الاصلی الی غیرہ وانما اورد الاولی والثانیۃ مثالا دون الثالثۃ لانہ قد علم من المثال الاول الموضوع المعدول ومن المثال الثانی المحمول المعدول نقد علم مثال معدولۃ الطرفین بجمیعھما معاً۔

ترجمہ اور بے شک اس قضیہ کا نام معدولہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ حرف سلب جیسے حرف لیس اور غیر۔ اور لا ہیں۔ اصل وضع میں سلب اور رفع کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ اور جب اس کو (حرف سلب کو) اس کے غیر کے (موضوع یا محمول کے) ساتھ ملا کر شئی واحد کے مانند کر دیا گیا۔ تو اس کیلئے کوئی چیز ثابت ہو گی۔ یا وہ کسی دوسری شئی کے لئے ثابت کیا گیا ہوگا۔ یا اس سے کسی کو سلب کیا گیا ہو۔ یا وہ وہ کسی شئی سے مسلوب ہوگا۔

توضیح کہ اس کو اس کے موضوع اصلی سے اس کے غیر موضوع لہٗ کی طرف عدول کر لیا گیا ہے۔ اور بے شک ماتن نے اولی اور ثانیہ کے لئے مثال بیان کیا ہے۔ نہ کہ تیسرے کی۔ کیوں کہ مثال اولی سے معدولۃ الموضوع اور دوسری مثال سے معدولۃ المحمول کو جان لیا گیا۔ تو ان دونوں مثالوں کے مجموعہ سے معدولۃ الطرفین کی مثال معلوم ہو گئی۔

تشریح اس مضمون کی تفصیل و تشریح اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ صرف ایک بات یہ باقی رہ جاتی ہے۔ کہ

شارح نے قضیہ کی ابتدار تقسیم معدولہ اور محصلہ کیجانب کی ہے۔ اور کہا ہے کہ حرف سلب موضوع و محمول یا دونوں کا جزو ہوگا۔ یا نہ ہوگا۔ اگر ایک کا یا دونوں کا جزو ہے۔ تو وہ قضیہ معدولہ ہے۔ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو۔

وجہ تسمیہ پھر معدولہ نام رکھنے کی وجہ کا ذکر فرمایا ہے۔ کیوں کہ حرف سلب یعنی حرف لیس۔ لا۔ اور غیر وغیرہ جو کہ رفع اور نفی کے معنی دینے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ ان کو اپنے موضوع اصلی سے ہٹا کر دوسرے معنی کی طرف لے جایا گیا۔ اور انکو قضیہ کے جزو اول یعنی موضوع۔ یا جزو ثانی یعنی محمول۔ یا پھر دونوں جزؤں کا جزو بنا کر شئی واحد کی مانند بنا دیا گیا ہے۔ تو گویا ان کو ان کے موضوع اصلی سے عدول کر لیا گیا ہے۔ اس لئے ان کا نام معدولہ رکھ دیا گیا ہے۔

قولہ و انما اورد :- پھر شارح نے فرمایا کہ ماتن اس موقع پر صرف دو مثالوں پر اکتفاء کیا ہے۔ تیسری قسم کی مثال نہیں تحریر کیا۔ تو فرمایا کہ ان دونوں کی مثالوں سے تیسری قسم کی مثال بھی معلوم کر لی جائے

وان لم یکن حرف السلب جزءً لشئي من الموضوع والمحمول سمیت القضیۃ محصلۃ سواء کانت موجبۃ او سالبۃ کقولنا زید کاتب او لیس بکاتب

ووجه التسمية ان حرف السلب اذا لم يكن جزءً من طرفيها فكل واحد من الطرفين وجودى محصل وربما يخصص اسم المحصلة بالموجبة وتسمى السالبة البسيطة لان البسيط ما لا جزء له وحرف السلب وان كان موجودا فيها الا انه ليس جزءً من طرفيها وانما لم يذكر لهما مثالا لان جميع الامثلة المذكورة فى المباحث السابقة تصلح ان يكون مثالا لهما ۔

ترجمہ اور اگر حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی کا جزء واقع نہ ہو تو اس قضیہ کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے ۔ برابر ہے کہ قضیہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو ۔ جیسے ہمارا قول "زید کاتب" (زید کاتب ہے) یا "لیس بکاتب" (یعنی زید کاتب نہیں ہے)

اور وجہ تسمیہ :۔ بے شک حرف سلب جب اس کے دونوں طرف کا جزء واقع نہ ہو ۔ تو اس کے دونوں جزء وجودی اور محصل ہیں ۔ اور کبھی محصلہ کا نام موجبہ کیساتھ مخصوص کر دیا جاتا ہے ۔ اور سالبہ کا نام بسیط رکھا جاتا ہے ۔ کیوں کہ بسیط وہ ہے جس کے لئے کوئی جزء نہ ہو ۔ اور حرف سلب اگرچہ اس میں (قضیہ میں) موجود (مذکور) ہوتا ہے ۔ لیکن بے شک وہ (معدولہ کیطرح) اس کے (یعنی قضیہ کے) دونوں طرف کا جزء واقع نہیں ہوتا ۔

اور بے شک مصنف ماتن نے ان دونوں (محصلہ اور بسیط) کی مثالوں کو ذکر نہیں فرمایا ۔ اس لئے سابقہ مباحث میں جتنی مثالیں گزر چکی ہیں ۔ وہ سب ان دونوں کی مثالیں بن سکتی ہیں ۔

تشریح شارح قطب الدین رازیؒ نے اس موقعہ پر قضیہ محصلہ ۔ قضیہ بسیطہ کی تعریفات اور ان کی وجہ تسمیہ کا ذکر کیا ہے ۔ پھر ان کی مثال ذکر نہ کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے ۔

وجہ تسمیہ محصلہ :۔ قضیہ کا نام محصلہ اس لئے رکھا گیا ۔ کیوں کہ جب حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی کا جزء واقع نہ ہو ۔ تو منفی ہونے کے بعد وجودی ہو جاتا ہے ۔ جس کا دوسرا نام محصلہ ہے ۔

بسیطہ کبھی کبھی موجبہ کا محصلہ ۔ اور سالبہ کا بسیطہ نام رکھ دیا جاتا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ جب حرف سلب موضوع و محمول میں سے کسی کا جزء نہیں ہے ۔ تو گویا وہ مالا جزء لہ میں داخل ہو گیا ۔ اور بسیط کہا جائے گا ______ ادنیٰ مناسبت کیوجہ سے ۔

مثال نہ دینے کی وجہ: شارح نے ماتن کی طرف سے بسیطہ کی اور محصلہ کی مثالیں ذکر نہ کرنے کی وجہ بتائی کہ سابقہ بحثوں میں ایجاب وسلب کی جتنی مثالیں علاوہ معدولہ کے گذری ہیں۔ ان میں سے جو موجبہ کی مثالیں ہیں۔ تو وہ محصلہ کی ہیں۔ اور سالبہ کی مثالیں بسیطہ کی ہیں الگ سے ان کی مثال بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قال والاعتبار بایجاب القضیۃ وسلبھا بالنسبۃ الثبوتیۃ والسلبیۃ لابطرفی القضیۃ فان قولنا کل مالیس بحی فھو لاعالم موجبۃ مع ان طرفیھا عدمیان وقولنا لاشئ من المتحرک بساکن سالبۃ مع ان طرفیھا وجودیان اقول ربما یذھب الوھم الی ان کل قضیۃ تشتمل علی حرف السلب تکون سالبۃ ولما ذکر ان القضیۃ المعدولۃ مشتملۃ علی حرف السلب ومع ذلک قد تکون موجبۃ وقد تکون سالبۃ ذکر معنی الایجاب والسلب حتی یرتفع الاشتباہ۔

ترجمہ: ماتن نے فرمایا۔ قضیہ کے موجبہ اور اس کے سالبہ ہونے کا اعتبار نسبت ثبوتیہ اور نسبت سلبیہ پر ہے۔ قضیہ کے دونوں اطراف پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہمارا قول "کل مالیس بحی فھو لاعالم" (ہر وہ چیز لاحی ہے پس وہ لاعالم ہے)۔ موجبہ ہے۔ باوجودیکہ اس کے دونوں طرف عدمی (سالبہ) ہیں۔ اور ہمارا قول "لاشئ من المتحرک بساکن" (متحرک کی کوئی چیز یا متحرک کا کوئی فرد ساکن نہیں ہے) سالبہ ہے باوجودیکہ اس کے دونوں طرف (یعنی متحرک اور ساکن) وجودی ہیں۔ (یعنی ان پر حرف سلب داخل نہیں ہے۔ اس کے باوجود قضیہ سالبہ ہے)

اقول: شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کبھی کبھی گمان اس طرف جاتا ہے کہ ہر وہ قضیہ جو حرف سلب پر مشتمل ہو۔ (یعنی اس کے شروع میں حرف سلب داخل ہو)۔ تو وہ سالبہ ہوتا ہے۔

قولہ ولما ذکر ان القضیۃ المعدولۃ الخ اور جب ذکر کیا گیا کہ قضیہ معدولہ مشتمل ہوتا ہے۔ حرف سلب پر اور اس کے باوجود وہ کبھی موجبہ ہوتا ہے۔ اور کبھی سالبہ ہوتا ہے۔ تو مصنف رح نے ایجاب اور سلب کے معنی بیان کئے تاکہ

اشتباہ دور ہو جائے۔

تشریح آپ نے ابھی اوپر قضیہ معدولہ کی تعریف اقسام اور اس کی مثالیں پڑھی ہیں۔ جن میں حرف سلب قضیہ میں مذکور ہوتا ہے۔ اور حرف سلب قضیہ کو سالبہ بنادیتا ہے مگر معدولہ میں حرف سلب قضیہ میں مذکور ہونے کے باوجود قضیہ کبھی موجبہ ہوتا ہے۔ لہذا حرف سلب کو قضیہ میں ذکر کرنے سے کیا فائدہ۔ اور یہ کہ موجبہ اور سالبہ میں فرق ہی کیا باقی رہ گیا۔

ماتن نے اس وہم کو پیش نظر رکھ کر قضیہ کو موجبہ اور سالبہ ہونے کا معیار ذکر فرمایا۔ تاکہ اشتباہ رفع ہو جائے۔ ذیل میں اس اشتباہ کو دور کریں گے۔

فقد عرفت ان الایجاب هو ایقاع النسبة والسلب هو رفعها فالعبرة فی کون القضیة موجبة وسالبة بایقاع النسبة ورفعها لابطرفیها فمتی کانت النسبة واقعة کانت القضیة موجبة وان کان طرفاها عدمیین کقولنا کل مالیس بحی فهو لاعالم فان الحکم فیها بثبوت اللاعالمیة لکل ماصدق علیه انه لیس بحی فتکون موجبة وان اشتمل طرفاها علی حرف السلب ومتی کانت النسبة مرفوعة فهی سالبة وان کانت طرفاها وجودیین کقولنا لاشئ من المتحرك بساکن فان الحکم فیها بسلب الساکن عن کل ماصدق علیه المتحرك فتکون السالبة وان لم یکن فی شئ من طرفیها سلب فلیس الالتفات فی الایجاب والسلب الی الاطراف بل الی النسبة ۔

ترجمہ پس تحقیق کہ تم نے پہچان لیا ہے۔ کہ ایجاب ایقاع نسبت کا نام ہے۔ (یعنی نسبت کا واقع ہونا) اور سلب اس کا رفع کردینا ہے۔ پس قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا اعتبار ایقاع نسبت اور رفع نسبت پر ہے۔ (اگر نسبت وقوعی ہے تو موجبہ ہے۔ اور نسبت رفع کی ہے۔ یعنی سلب کی تو وہ سالبہ ہے)

قولہ لابطرفیها ۔ نہ کہ اس کے دونوں طرف ہو۔ (یعنی موضوع و محمول پر نسبت کے موجبہ و سالبہ ہونے کا مدار نہیں ہے)

قولہ فمتی کانت ۔ پس جب نسبت واقع ہونے والی ہو۔ تو قضیہ موجبہ ہوگا

اگرچہ اس کے (قضیہ کے) دونوں طرف (یعنی موضوع و محمول دونوں) عدمی ہوں۔ (یعنی سالبہ ہوں۔ جیسے لاحی لاعالم)

قولہ کقولنا کل مالیس بحی :- جیسے ہمارا قول "کل مالیس بحی فہو لا عالم" پس بے شک اس قضیہ میں لا عالم ہونے کے ثبوت کا حکم کیا گیا ہے۔ ہر اس فرد کے لئے جو لیس بحی ہو پس یہ قول موجبہ ہے۔ اگرچہ اس کے دونوں (یعنی لیس بحی۔ اور لاعالم) طرف حرف سلب پر مشتمل ہیں۔

قولہ ومتی کانت النسبۃ الخ:- اور جب نسبت وقوعہ ہو۔ (یعنی نسبت کا رفع کیا گیا ہو) تو وہ سالبہ ہے۔ اگرچہ اس کے دونوں طرف نسبت وجودی ہوں۔ (یعنی حرف سلب ان میں نہ ہو) جیسے ہمارا قول "لاشئی من المتحرک بساکن" (متحرک کا کوئی ساکن نہیں ہے) پس بے شک اس قضیہ میں ساکن ہونے کا کے سلب کا کیا گیا ہے۔ ہر اس فرد سے کہ جس پر متحرک ہونا صادق ہے۔ (یعنی ہر متحرک کے لئے ساکن ہونے کا سلب کیا ہے) پس یہ نسبت سالبہ ہوگی۔ اگر اس کے دونوں طرف میں سے کوئی سلب نہیں ہے۔ پس نہیں ہے التفات (معار) ایجاب اور سلب میں اطراف (موضوع و محمول) کیجانب، بلکہ التفات نسبت کی طرف ہے۔

تشریح شارح نے اس موقعہ پر دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اول ایجاب وسلب کے معنی دوسرے ایجاب وسلب کا معیار۔

تو ایجاب کے معنی ایقاع نسبت اور سلب کے معنی رفع نسبت کے بیان فرماتے ہیں۔ کہ محمول کی نسبت کا واقع کرنا ایجاب ہے۔ اور نسبت واقع نہ کرنا رفع ـــــــ یعنی سلب ہے۔

معیار ایجاب وسلب پھر کہا کہ نسبت کے ایجاب اور سلب کا دارو مدار موضوع و محمول (یعنی اطراف قضیہ پر) نہیں ہے۔ کہ جب موضوع یا محمول میں حرف سلب داخل ہو تو وہ موجبہ یا سالبہ بن جائے۔ بلکہ اس کا دارو مدار نسبت کے وقوع اور لا وقوع پر ہے۔ کہ نسبت جب وقوع کی ہوگی۔ تو قضیہ موجبہ ہوگا۔ اور نسبت جب لاوقوع کی ہوگی۔ تو قضیہ سالبہ ہوگا۔ پھر مثال دے اس قاعدہ کو واضح فرمایا۔

چنانچہ کہا۔ "کل مالیس بحی فہو لا عالم" یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے۔ جس کے شروع میں لفظ کل داخل ہے۔ اور یہ موجبہ کلیہ کا سور ہے۔ اس میں مالیس بحی موضوع ہے۔ اور لاعالم محمول ہے۔ اور لاعالم کو لیس بحی کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ موضوع اور محمول

یعنی اطراف دونوں میں حرف سلب داخل ہونے کی وجہ سے عدمی ہیں۔ مگر نسبت چونکہ وقوع کی ہے۔ اس لئے یہ قضیہ موجبہ ہے۔ اور نسبت ایجاب وایقاع کی پائی جاتی ہے۔
اس طرح ہمارا قول در لاشئ من المتحرك بساكن " سالبہ کلیہ ہے۔ جس میں لاشئ سالبہ کلیہ کا سور داخل ہے۔ اس میں المتحرک موضوع اور بساکن محمول ہے۔ ان میں حرف داخل نہیں ہے۔ مگر نسبت انہیں لا وقوع کی ہے۔ جس پر لاشئ سالبہ کلیہ کا سور دلالت کرتا ہے۔ اس لئے یہ قضیہ سالبہ ہے۔ اگرچہ متحرک اور ساکن وجودی ہیں۔ مگر نسبت ان کے درمیان لا وقوع اور سلب کی ہے۔ اس لئے قضیہ سالبہ ہے۔ اور نسبت رفع کی ہے۔
لھٰذا:۔ دونوں مثالوں سے ثابت ہوا کہ قضیہ کے موجبہ اور سالبہ ہونے کا دار و مدار اس میں پائی جانے والی نسبت پر ہے۔ اطراف قضیہ پر التفات اور مدار کا ایجاب و سلب کا نہیں ہے۔

قال والسالبة البسيطة اعم من الموجبة المعدولة المحمول لصدق السلب عند عدم الموضوع دون الايجاب لان الايجاب لا يصح الا على موجود محقق كما في الخارجية الموضوع او بقدر كما في الحقيقة الموضوع اما اذا كان الموضوع موجودا فانهما متلازمتان والفرق بينهما في اللفظ اما في الثلاثية فالقضية موجبة ان تقدمت الرابطة على حرف السلب وسالبة ان اخرت عنها واما في الثنائية فبالنية او بالاصطلاح على تخصيص لفظ غير او لا بالايجاب المعدول ولفظ ليس بالسلب البسيط او بالعكس. اقول لقائل ان يقول العدول كما يكون في جانب المحمول كذلك يكون في جانب الموضوع على ما بينه فحين ما شرع في الاحكام فلم خصص كلام بالعدول في المحمول ثم ان المحصلات والمعدولات المحمولات كثيرة فما الوجه في تخصيص السالبة البسيطة والموجبة المعدولة المحمول بالذكر۔

ترجمہ اور سالبہ بسیط اعم ہے۔ موجبہ معدولۃ المحمول سے سلب کے صادق ہونے کی وجہ سے موضوع کے عدم کے وقت نہ کہ ایجاب کے۔ (یعنی جب موضوع عدمی ہو تو سالبہ صادق آتا۔ مگر موجبہ صادق نہیں آتا)۔ اس لئے کہ ایجاب صحیح نہ ہوگا۔ مگر اس وقت جب کہ موضوع موجود اور محقق ہو۔ جس طرح قضیہ خارجیہ کے موضوع میں (موضوع موجود محقق

پر حکم ہوتا ہے) یا موضوع مقدر ہو۔ (کہ اس کا وجود فرض کر لیا گیا ہو) جیسے قضیہ حقیقیہ کے موضوع میں ہوتا ہے ۔ (کہ اس میں موضوع کا وجود مقدر اور مفروض ہوتا ہے)

قولہ اما اذا کان الموضوع :۔ بہر حال جب قضیہ کا موضوع موجود ہو تو دونوں (یعنی سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول) اور دونوں کے درمیان فرق صرف لفظ میں ہوگا ۔ بہر حال قضیہ کے ثلاثیہ میں تو قضیہ موجبہ ہوگا ۔ اگر حرف رابطہ سلب سے مقدم مذکور ہو اور سالبہ ہوگا ۔ اگر اس سے موخر ذکر کیا گیا ہو ۔ اور بہر حال ثنائیہ میں (یعنی جس قضیہ میں حرف موضوع اور محمول مذکور ہوں ۔ حرف رابطہ مذکور نہ ہو) تو نیت کے تابع ہے ۔ یا پھر اصطلاح کے ۔ کہ لفظ غیر اور لا کو ایجاب معدولہ (موجبہ معدولہ) کے لئے ۔ اور لفظ لیس کو بسیطہ کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے ۔ یا پھر اس کا عکس کر دیا جاتا ہے ۔

فنقول :۔ میں کہتا ہوں ۔ معترض کے لئے گنجائش ہے کہ وہ یہ کہے کہ عدول جس طرح محمول کی جانب ہوتا ہے ۔ اسی طرح جانب موضوع بھی ہوتا ہے ۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے ۔

فحین ما شرع فی الاحکام :۔ پس جس وقت ماتن نے احکام کا بیان شروع کیا تو اپنے بیان کو عدول المحمول کے ساتھ کیوں خاص فرمایا ۔ پھر مھملات معدولات فی المحمولات بہت ہیں ۔ تو سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے بیان کرنے کی کیا وجہ ہے ۔

تشریح | تعریف سالبہ بسیطہ :۔ اگر حرف سلب قضیہ میں موضوع و محمول میں سے کسی کا جزء نہ ہو ۔ تو وہ قضیہ سالبہ بسیطہ کہا جاتا ہے ۔

محصلہ :۔ اگر یہ قضیہ جس میں حرف سلب جزء محمول یا موضوع نہیں ہے ۔ موجبہ ہے تو اس کا نام محصلہ ہے ۔

موجبہ معدولۃ المحمول : قضیہ میں حرف سلب محمول کا جزء واقع ہو ۔ تو وہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے ۔

ماتن نے اس مقام پر موجبہ معدولۃ المحمول اور سالبہ بسیطہ کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے ۔

(۱) لصدق السلب :۔ اگر قضیہ کا موضوع عدمی ہو ۔ تو اس جگہ سالبہ صادق ہے ۔ مگر موجبہ صادق نہیں ہے ۔ کیوں کہ موجبہ اس وقت صادق ہوتا ہے جب کہ موجود محقق ہو ۔ جیسے قضیہ خارجیہ کے موضوع میں ہوتا ہے ۔
یا پھر موضوع کا وجود فرض کیا جاتا ہے ۔ جیسے قضیہ حقیقیہ میں ہوتا ہے ۔

قولہ اما اذا کان :۔ بہرحال جب قضیہ میں موضوع وجودی ہو یعنی موجود ہو تو دونوں صادق آئیں گے۔ اور فرق صرف لفظ میں باقی رہ جائے گا۔

قولہ اما فی الثلاثیۃ :۔ فرق کی صورت قضیہ ثلاثی میں یہ ہے کہ حرف رابطہ مقدم اور حرف سلب مؤخر ہے۔ تو سالبہ بسیطہ ہوگا۔ اور اگر قضیہ ثنائیہ ہے تو ان دونوں کے درمیان فرق صرف نیت کے تابع ہوگا۔ یا پھر اصطلاح ہے کہ لفظ غیر اور لا ایجاب کے لئے اور لفظ لیس سالبہ بسیطہ کیلئے۔ یا پھر اصطلاح اس کے برعکس ہو۔

فنقول اما وجہ التخصیص فی الاول فہو ان المعتبر فی الفن من العدول ما فی الجانب المحمول وذلک لانک قد حققت ان مناط الحکم ذات الموضوع ووصف المحمول ولاخفاء فی ان الحکم علی الشیء بالامور الوجودیۃ یخالف الحکم علیہ بالامور العدمیۃ فاختلاف القضیۃ بالعدول والتحصیل فی المحمول یوثر فی مفہومہا بخلاف العدول والتحصیل فی وصف الموضوع فانہ لایوثر فی مفہوم القضیۃ لان العدول والتحصیل انما یکون فی مفہوم الموضوع وھو الغیر المحکوم علیہ لان المحکوم علیہ عبارۃ عن ذات الموضوع والحکم علی الشیء لایختلف باختلاف العبارات عنہ

ترجمہ:۔ پس ہم جواب دیں گے اول میں تخصیص کی وجہ تو پس یہ ہے کہ عدول میں سے جو عدول کیجانب محمول میں واقع ہو۔ اسی کا فن میں اعتبار کیا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تم تحقیق کر چکے ہو کہ حکم مدار موضوع کی ذات اور محمول کا ہوا کرتا ہے۔ اور پوشیدہ نہیں ہے کہ (یعنی یہ واقع ہے کہ) کسی شئی پر امور موجودہ کا حکم کرنا۔ مخالف ہے۔ اس شئی پر امور معدولہ کے حکم کرنے کے۔

لہذا:۔ پس قضیہ کا مختلف ہونا۔ عدول اور تحصیل فی المحمول میں اس قضیہ کے مفہوم میں موثر ہوتا ہے۔ بخلاف اس عدول اور تحصیل کے کہ جو موضوع کے وصف میں ہو کیونکہ وہ قضیہ کے مفہوم میں موثر نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ عدول وتحصیل کے مفہوم میں ہے۔ اور وہ مفہوم محکوم علیہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ محکوم علیہ موضوع کی ذات کا نام ہے۔ اور شئی پر حکم عبارتوں کے مختلف ہونے سے تبدیل نہیں ہوتا۔

تشریح شارح نے ایک سوال قائم فرمایا۔ کہ جب معدولہ کی دو قسمیں ہیں۔ معدولۃ الموضوع اور معدولۃ المحمول۔ اور عدول دونوں میں پایا جاتا ہے۔ تو شارح نے اول کو چھوڑ کر ثانی کو یعنی عدول فی جانب المحمول (معدولۃ المحمول) کے احکام کیوں بیان کرے۔

قولہ فنقول الخ:۔ سے اس قائم کردہ سوال کا جواب دیتے ہیں۔ جس کی تمہید یہ ہے فن منطق میں انہوں نے عدول فی جانب المحمول کا اعتبار کیا گیا ہے۔ گویا یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ جس میں ترجیح کا سوال نہیں۔

قولہ لانک قد حققت الخ:۔ پھر اس کی دلیل دی ہے کہ حکم کا دار و مدار دو چیزیں ہیں۔ (۱) موضوع کی ذات۔ (۲) محمول کا وصف۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شئی پر امور موجودہ کا حکم۔ اور اسی شئی پر امور معدومہ کا حکم۔ دونوں الگ الگ ہیں۔ لہذا عدول اور تحصیل اگر جانب محمول میں ہو تو اس کا اثر قضیہ کے مفہوم میں واقع ہوتا ہے۔ اسکے برخلاف اگر عدول و تحصیل موضوع کے وصف میں ہو۔ تو اس سے قضیہ کے مفہوم میں اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ وصف موضوع محکوم علیہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے کہ محکوم علیہ تو ذات موضوع پر ہوا کرتی ہے۔ اور عبارتوں کے مختلف ہونے سے ذات۔۔۔۔ پر حکم تبدیل نہیں ہوتا حکم بہر حال ذات شئی پر ہی ہوتا ہے۔

واما وجہ التخصیص فی الثانی فلان اعتبار العدول والتحصیل فی المحمول یربع القسمۃ لان حرف السلب اذا کان جزءً من المحمول فالقضیۃ معدولۃ والا محصلۃ کیف ما کان الموضوع وایا ما کان فہی اما موجبۃ او سالبۃ فہہنا اربع قضایا موجبۃ محصلۃ کقولنا زید کاتب وسالبۃ محصلۃ کقولنا زید لیس بکاتب وموجبۃ معدولۃ کقولنا زید لا کاتب وسالبۃ معدولۃ کقولنا زید لیس بلا کاتب ولا التباس بین القضیتین من ہذہ القضایا الا بین السالبۃ المحصلۃ والموجبۃ المعدولۃ المحمول اما بین الموجبۃ المحصلۃ والسالبۃ المحصلۃ فلعدم حرف السلب فی الموجبۃ ووجودہ فی السالبۃ واما بین الموجبۃ المحصلۃ والموجبۃ المعدولۃ فلوجود حرف السلب فی المعدولۃ دون الموجبۃ المحصلۃ واما بین الموجبۃ المحصلۃ والسالبۃ المعدولۃ فلوجود حرف السلب فی السالبۃ المعدولۃ بخلاف الموجبۃ المحصلۃ واما بین السالبۃ المحصلۃ والسالبۃ المعدولۃ فلوجود حرفی السلب فی السالبۃ المعدولۃ وحرف

واحد فی السالبة المحصلة واما بین الموجبة المعدولة والسالبة المعدولة فلوجود حرف واحد فی الایجاب وحرفین فی السلب ۔

ترجمہ اور بہر حال ثانی میں تخصیص کی وجہ تو اس لئے کہ عدول اور تحصیل کا اعتبار کرنا محمول میں تو یہ چار قسمیں کر دیتا ہے ۔ کیونکہ حرف سلب اگر محمول کا جز ہو تو قضیہ معدولہ ہے ۔ ورنہ پس وہ محصلہ ہے ۔ موضوع جو بھی ہو ۔ پھر جو بھی ہو ۔ (یعنی قضیہ معدولہ ہو یا محصلہ ہو) پس وہ موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا ۔ لہذا یہاں چار تنہایا ہیں ۔ (۱) محصلہ موجبہ جیسے ہمارا قول "زید کاتب" (۲) محصلہ سالبہ جیسے ہمارا قول "زید لیس بکاتب"، (۳) معدولہ موجبہ جیسے ہمارا قول "زید لاکاتب" (۴) معدولہ سالبہ جیسے ہمارا قول "زید لیس بلا کاتب" اور ان مذکورہ چار اقسام میں سے کسی میں کوئی التباس نہیں ہے ۔ علاوہ سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے کہ ان میں التباس کا اندیشہ ہے ۔

واما الموجبۃ المحصلۃ :۔ بہر حال التباس نہ ہونا ۔ موجبہ محصلہ اور سالبہ محصلہ کے درمیان تو اس وجہ سے کہ موجبہ میں حرف سلب نہیں ہے ۔ اور سالبہ میں حرف سلب موجود ہے ۔ اور بہر حال موجبہ محصلہ اور موجبہ معدولہ کے درمیان تو (فرق یہ ہے کہ) معدولہ محصلہ موجبہ میں حرف سلب موجود ہے ۔ نہ کہ موجبہ محصلہ میں (یعنی موجبہ محصلہ میں حرف سلب نہیں ہے ۔

اور بہر حال موجبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان فرق تو سالبہ معدولہ میں حرف موجود ہے ۔ (اور موضوع محمول میں سے کسی کا جز رہے ۔) بخلاف موجبہ محصلہ کے کہ اس میں حرف سلب نہیں ہے ۔

قولہ واما بین السالبۃ المحصلۃ والسالبۃ المعدولۃ ۔ اور بہر حال سالبہ محصلہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان فرق ۔ تو اس لئے کہ سالبہ معدولہ میں دو حرف سلب مذکور ہیں ۔ اور سالبہ محصلہ میں صرف ایک حرف سلب ہے ۔ اور بہر حال موجبہ معدولہ اور سالبہ معدولہ کے درمیان فرق تو اس لئے کہ موجبہ میں تو ایک حرف سلب ہے ۔ اور سالبہ میں دو حرف سلب مذکور ہیں ۔ اور بہر حال سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان کا فرق تو ان دونوں کے درمیان التباس پایا جاتا ہے ۔ اس حیثیت سے کہ حرف سلب دونوں ہی میں مذکور ہے ۔ اس کی تفصیل آئندہ آتی ہے ۔

تشریح شارح نے معدولہ اور محصلہ اور ان کی اقسام کے درمیان فرق مثال دے کر بیان کیا ہے۔ اور کہا کہ ان اقسام میں سے کسی قسم کے درمیان کوئی التباس نہیں ہے۔

مثلاً موجبہ محصلہ زید کاتب۔ سالبہ محصلہ زید لیس بکاتب۔ دونوں میں ایجاب وسلب کا فرق ہے۔ موجبہ معدولۃ المحمول۔ زید لاکاتب۔ سالبہ معدولۃ المحمول۔ زید لیس بلا کاتب۔ وغیرہ ان سب میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ البتہ سالبہ محصلہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان التباس پایا جاتا ہے۔ جس کو بیان کریں گے۔

واما السالبۃ المحصلۃ والموجبۃ المعدولۃ المحمول فبینھما التباس من حیث ان حرف السلب الموجود فیھما واحد فاذا قیل زید لیس بکاتب فلا یعلم انھا موجبۃ معدولۃ او سالبۃ بسیطۃ فلھذا اخصصھما بالذکر من بین القضایا والفرق بینھما معنوی ولفظی اما المعنوی فھو ان السالبۃ البسیطۃ اعم من الموجبۃ المعدولۃ المحمول لانہ متی صدقت الموجبۃ المعدولۃ المحمول صدقت السالبۃ البسیطۃ ولا ینعکس اما الاول فلانہ متی ثبت اللاباء لج یصدق سلب الباء عنہ فانہ ولم یصدق سلب الباء ثبت الباء فیکون الباء واللاباء ثابتین لہ وھو اجتماع النقیضین واما الثانی وھو انہ لایلزم من صدق السالبۃ البسیطۃ صدق الموجبۃ المعدولۃ المحمول فلان الایجاب لا یصح علی المعدوم ضرورۃ ان ایجاب الشئی لغیرہ فرع علی وجود المثبت لہ بخلاف السلب فان الایجاب لما لم یصدق علی المعدومات صح السلب عنھا بالضرورۃ فیجوز ان یکون الموضوع معدوما فح یصدق السلب البسیط ولا یصدق ایجاب المعدول۔

ترجمہ اور بہر حال سالبہ محصلہ موجبہ معدولۃ المحمول تو ان دونوں کے درمیان التباس پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ حرف سلب دونوں میں موجود ہے۔ اور صرف ایک ایک ہے۔ پس جب کہا جائے۔ زید لیس بکاتب۔ تو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ موجبہ معدولہ ہے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے۔ زید لیس کاتب ہے) یا سالبہ بسیطہ ہے۔

قولہ فلھذا اخصصھما بالذکر:۔ پس اس لئے کہ ان تمام قضایا میں ان دونوں کو بیان کرنے کیلئے مخصوص کیا ہے۔

والفرق بینھما :۔ اور دونوں کے درمیان فرق معنوی اور لفظی دونوں ہیں بہر حال فرق معنوی تو وہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ اعم ہے ۔ موجبہ معدولۃ المحمول ۔ اس لئے جب موجبہ معدولۃ المحمول صادق آئے گا ۔ تو اس جگہ سالبہ بسیطہ بھی صادق آئے گا ۔ اور اس کا عکس نہیں ہے ۔ (کہ جہاں سالبہ بسیطہ صادق ہو وہاں موجبہ معدولۃ المحمول بھی صادق آئے ۔ ایسا نہیں ہے)۔

قولہ اما الاول :۔ بہر حال اول تو اس لئے کہ جب لا با ، ج کیلئے ثابت ہوگا ۔ تو ج سے با ، کا سلب ثابت ہوگا ۔ اس لئے کہ اگر سلب با ، (با ، کا سلب) اس سے صادق نہ ہوگا ۔ تو اس کے لئے با ، ثابت ہوگا ۔ (تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ با ، اور لا با ، دونوں اس کے (ج کے) لئے ثابت ہوں گے ۔ اور یہ اجتماع نقیضین ہے ۔

قولہ واما الثانی :۔ اور بہر حال دوسرا فرق یہ ہے سالبہ بسیطہ کے صادق آنے سے موجبہ معدولۃ المحمول کا صدق لازم نہیں ہے ۔ اس لئے کہ معدوم پر ایجاب کا حکم صحیح نہیں ہے بداہۃً یہ بات ثابت ہے کہ ایجاب الشئی لغیرہ مثبت لہ کے وجود کی فرع ہے ۔ (یعنی شئی کو غیر کے لئے اس وقت ثابت کر سکتے ہیں ۔ جب غیر خود پہلے سے ثابت اور موجود ہو)
بخلاف سلب کے جب کہ طے شدہ ہے کہ معدومات پر ایجاب صادق نہیں آتا ۔ تو بداہۃً سلب صادق آئے گا ۔ لہذا پس جائز ہے کہ موضوع معدوم ہو ۔ تو اس وقت سالبہ بسیطہ صادق اور ایجاب معدول (موجبہ معدولۃ المحمول) صادق نہ ہوگا ۔

تشریح شارح نے حسب وعدہ دونوں کے درمیان فرق تحریر فرمایا ۔ اور کہا ہے کہ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان فرق معنوی اور لفظی دونوں اعتبارات سے موجود ہے ۔

فرق معنوی :۔ سالبہ بسیطہ عام ۔ اور موجبہ معدولۃ المحمول اس کے خاص ہے ۔

دلیل جب موجبہ معدولۃ المحمول ثابت ہوگا ۔ تو سالبہ بسیطہ بھی صادق ہوگا ۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے ۔ اول اس وجہ سے کہ مثلاً ہمارا قول ، کل ج ہو با ، اس مثال میں لا با ، (ب کا سلب) ج کے لئے ثابت ہے ۔ اور یہ موجبہ معدولۃ المحمول ہے تو اس مثال میں کل ج لیس با ، بھی صادق ہوگا ۔ (کیوں کہ اس مثال میں با ، کا ج سے سلب ہے ۔ اور مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے ۔
کیوں کہ اگر کل ج ہو لا با ، کے ساتھ لا با ، کا سلب صادق نہ آئے گا ۔ تو با ، کا صدق لازم آئے گا ۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ج کیلئے لا با ، اور با ، دونوں ثابت ہوں گے ۔ لہذا اجتماع

نقیضین لازم آئے گا۔

قولہ واما الثانی ۔لکن دوسرا فرق ۔ ان دونوں کے درمیان سالبہ بسیطہ جیسے زید لیس بکاتب ۔جب صادق ہو۔ تو ضروری نہیں ہے ۔کہ زید لاکاتب بھی صادق ہو یہی مثال سالبہ بسیطہ کی ہے ۔ دوسری مثال موجبہ معدولۃ المحمول کی ہے ۔

دلیل وجہ یہ ہے کہ سالبہ بسیطہ میں کاتب کا سلب ہے ۔زید سے ۔ زید موجود ہو۔جب سلب درست ہے ۔ اور زید معدوم ہو تب درست ہے۔ مگر زید لاکاتب جو کہ موجبہ معدولۃ کی مثال ہے ۔لاکاتب کا ثبوت زید کے لئے اسوقت ہو سکے گا۔ جب زید موجود ہو۔ کیونکہ ثبوت شئی لغیرہ مثبت لہٗ کے ثبوت کی فرع ہے

کما یصدق قولنا شریک الباری لیس ببصیر ولا یصدق شریک الباری غیر بصیر لان معنے الاول سلب البصر عن شریک الباری ولما کان الموضوع معدوما یصدق سلب کل مفہوم عنہ ومعنی الثانی ان عدم البصر ثابت لشریک الباری فلا بد یکون موجودا فی نفسہ حتی یمکن ثبوت شئ لہ وھو ممتنع الوجود

ترجمہ جیسے کہ بے شک ہمارا قول شریک الباری لیس ببصیر صادق ہے ــــــ اور شریک الباری غیر بصیر صادق نہیں ہے ۔ اس لئے اول مثال کے معنی ہیں شریک الباری سے بصیر کا سلب ۔ اور جب کہ موضوع معدوم ہو (یعنی عدمی ہو) تو ہر مفہوم کا سلب اس سے صادق ہے ۔

قولہ ومعنی الثانی ۔ دوسری مثال کے معنی یہ ہیں کہ عدم بصر شریک الباری کے لئے ثابت ہے ۔ لہٰذا پس ضروری ہے ۔کہ شریک الباری فی نفسہٖ موجود ہو ۔تاکہ ثبوت شئی لشئی کا صدق ممکن ہو۔ حالاں کہ وہ یعنی شریک الباری ممتنع الوجود ہے ۔یعنی اس کا وجود محال ہے ۔

تشریح شارح نے سالبہ بسیطہ کے عام اور موجبہ معدولہ کے خاص ہونے کی دلیل کی ایک مثال دی ہے ۔ فرمایا۔ جس طرح شریک الباری لیس ببصیر صحیح ہے ۔ اور شریک الباری غیر بصیر ی صادق نہیں ہے ۔ کیونکہ شریک الباری لیس ببصیر میں بصیر کی نفی ہے ۔ شریک الباری سے خواہ وہ معدوم ہی ہو ۔ اور معدوم سے ہر مفہوم کی نفی کرنا

درست ہے۔ مگر شریک الباری غیر بصیر میں غیر البصیر کو شریک الباری کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ ثبوت اس وقت درست ہے۔ جب شریک الباری موجود ہو۔ حالانکہ وہ ممتنع ہے۔ لہذا شریک الباری غیر بصیر صادق نہیں ہے۔

لا یقال لو صدق السلب عند عدم الموضوع لم یکن بین الموجبة الکلیة والسالبة الجزئیة تناقض لانهما قد تجتمعان علی الصدق فان من الجائز اثبات المحمول لجمیع الافراد الموجودة وسلبه عن بعض الافراد المعدومة لانا نقول الحکم فی السالبة علی الافراد الموجودة کما ان الحکم فی الموجبة علی الافراد الموجودة الا ان صدق السلب لا یتوقف علی وجود الافراد وصدق الایجاب یتوقف علیه فان معنی الموجبة الکلیة ان جمیع افراد ج الموجودة یثبت له ب ولاشك انها انما تصدق اذا کانت افراد ج موجودة ومعنی السالبة وانه لیس کذلك ای کل واحد من الافراد الموجودة لیس یثبت له ب ویصدق هذا المعنی تارة بان لا یکون شئ من الافراد موجودا واخری بان تکون موجودة ویثبت اللاباء لها وعند ذلك تحقق التناقض جزما۔

ترجمہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اگر موضوع کے عدمی ہونے کے وقت سالبہ صادق ہوگا تو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان تناقض باقی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ یہ دونوں (موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ) کبھی کبھی صدق میں جمع ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ جائز ہے کہ محمول کا ثبوت جمیع افراد موجودہ کیلئے کیا گیا ہو۔ جس طرح جائز ہے کہ موجبہ کلیہ میں حکم افراد موجودہ پر ہو۔ اور حکم کا سلب بعض افراد معدومہ سے کیا گیا ہو۔

قولہ لانا نقول ا۔ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے۔ کہ سالبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہے۔ جس طرح موجبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہے۔

قولہ الا ان صدق السلب الخ ا۔ لیکن سالب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف نہیں ہوتا۔ اور ایجاب کا صدق اس پر (یعنی افراد کے وجود پر) موقوف رہتا ہے۔

قولہ فان معنی الموجبة الکلیة ا۔ اس لئے کہ موجبہ کلیہ کے یہ معنی ہیں کہ

کہ تمام افراد موجودہ کے لئے ب ثابت ہے۔ دوسرے معنی کل ج ب کے ہیں)۔
قولہ ولا شک ولا۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ (موجبہ کلیہ) اس وقت صادق ہوگا۔ جب کہ ج کے افراد موجود ہوں۔
قولہ ومعنی السالبۃ ا۔ اور سالبہ کے معنی یہ ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ ج کے افراد موجودہ میں سے کسی فرد کے لئے ب ثابت نہیں ہے۔
قولہ ویصدق ھذا المعنی تمام ۔۔۔۔ اور یہ معنی کبھی صادق ہوتے ہیں۔ اس وقت جب کہ ج کے افراد میں سے کوئی فرد موجود نہ ہو۔ اور اس وقت بھی جب کہ موجود ہوں۔ اور ان کے لئے لا ب ثابت ہو۔ تو اس وقت یقیناً دونوں کے درمیان تناقض متحقق ہوگا۔

تشریح ماتن نے سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کے درمیان نسبت یہ بیان کی تھی کہ سالبہ عام اور موجبہ معدولہ خاص ہے۔ اور اس کو مثال دے کر مدلل کر دیا تھا اس نسبت پر ایک اعتراض لایقال کے عنوان سے شارح نے نقل کیا۔

اعتراض یہ ہے کہ موضوع کے عدمی ہونے کی صورت میں اگر سالبہ صادق ہوگا۔ تو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان تناقض باقی نہ رہے گا ـــــ جو کہ طے شدہ ہے۔

تناقض باقی نہ رہنے کی دلیل یہ دی کہ ہو سکتا ہے کہ دونوں کا صدق میں اجتماع ہو جائے۔ صورت اس کی یہ ہو کہ محمول کو موضوع کے جمیع افراد موجودہ کے لئے ثابت کیا گیا ہو۔ (تو موجبہ کلیہ صادق آئے گا) اور محمول کو موضوع کے افراد معدومہ سے سلب کیا گیا ہو۔ تو سالبہ جزئیہ صادق آئے گا۔ (لہٰذا موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا صدق میں اجتماع لازم آ گیا۔

الجواب قولہ لانا نقول ا۔ شارح نے اعتراض نقل کرکے لانا نقول سے پھر اس کا جواب تحریر کیا ہے۔ کہ سالبہ بسیطہ میں حکم کا سلب افراد موجودہ سے ہوتا ہے۔ جس طرح موجبہ میں حکم افراد موجودہ پر ہوا کرتا ہے۔ ہاں البتہ۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ سلب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف نہیں ہوتا۔ اور ایجاب کا صدق افراد کے وجود پر موقوف ہوتا ہے۔ (بس اتنا فرق ہے) دلیل یہ ہے کہ موجبہ کلیہ "کل ج ب" کے معنی ہیں۔ ج کے جمیع افراد موجودہ کے لئے ب ثابت ہے۔ ولا شک انہا۔ اور اسمیں شک نہیں کہ یہ اس وقت صادق ہوگا۔ کہ جب ج کے افراد موجود ہوں۔ اور سالبہ کے معنی یہ ہیں کہ۔ یعنی لاشئی من ج ب۔ کوئی فرد افراد ج میں سے ب نہیں ہے۔ یہ معنی

اس وقت بھی صادق نہیں ۔ جب افراد موجود ہوں ۔ اور اس وقت بھی جب کہ افراد میں سے کوئی فرد موجود نہ ہو ۔ یا موجود تو ہوں مگر اس کیلئے لا بار ثابت ہو ۔ تو اس صورت میں دونوں میں تناقض متحقق ہو جائے گا ۔

واما قوله لان الایجاب لا یعم الا علی موجود محقق کما فی الخارجیة او مقدر کما فی الحقیقة الموضوع فلا دخل له فی بیان الفرق اذ یکفی فیه ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب واما ان الموضوع موجود فی الخارج محققا او مقدرا فلا حاجة الیه فکانه جواب سوال یذکر ههنا وهو ان عنیتم بقولکم الایجاب یستدعی وجود الموضوع ان الایجاب یستدعی وجود الموضوع فی الخارج فلا یصدق الموجبة الحقیقة اصلا لان الحکم فیها لیس مقصورا علی الموضوعات الموجودة فی الخارج ۔

ترجمہ اور بہر حال اس کا قول « لان الایجاب لا یعم الا علی موجود محقق » کہ ایجاب صحیح نہیں ہوتا ۔ مگر موجود محقق پر تو یہ قضیہ خارجیہ کے موضوع میں ہوتا ہے ۔ جس طرح قضیہ حقیقیہ میں موضوع مقدرہ پر حکم ہوتا ہے ۔ تو اس کا فرق کے بیان میں کوئی دخل نہیں ہے ۔ اس وجہ سے کہ اس میں (فرق میں) کافی ہے ۔ کہ ایجاب تقاضا کرتا ہے وجود موضوع کا نہ کہ سلب سے ۔

واما ان الموضوع الخ :- بہر حال یہ کہ بے شک خارجیہ میں موضوع ہو ۔ موجود محقق ہوتا ہے ۔ یا مقدر تو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے ۔

فکانه جواب سوال یذکر ههنا ۔ تو پس یہ ایک سوال کا جواب ہے ۔ جو یہاں اس موقع پر ذکر کیا جاتا ہے ۔ اور کہا جاتا ہے کہ «

ان عنیتم الخ :- اگر تم اپنے قول « الایجاب یستدعی وجود الموضوع » سے مراد لیتے ہو کہ ایجاب موضوع کے وجود کا خارج میں تقاضہ کرتا ہے ۔ تو موجبہ حقیقیہ بالکل صادق نہ آئے گا ۔ کیونکہ اس میں حکم ان موضوعات پر کہ جو موجود فی الخارج ہوں ۔ منحصر نہیں ہوگا ۔

تشریح الایجاب لا یعم الا علی موجود محقق یہ ماتن کا قول ہے یعنی قضیہ موجبہ اسی وقت صحیح ہوتا ہے ۔ کہ جب موضوع کے افراد موجود اور محقق

ہوں۔ یا مقدر ہوں۔ جیسے حقیقیہ کے موضوع میں ہوتا ہے۔ تو اس قول کا فرق بیان کے وقت کوئی داخل نہیں ہے۔ اس موقع پر صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ ایجاب وجود موضوع کا تقاضہ کرتا ہے۔ اور سلب نہیں کرتا۔

لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے۔ کہ موضوع موجود محقق ہے۔ یا مقدر تو اس کی حاجت نہیں ہے۔ گویا ماتن نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔

سوال "الایجاب یستدعی وجود الموضوع" اگر تمہاری مراد اس قول سے یہ ہے کہ ایجاب وجود موضوع کا خارج میں تقاضہ کرتا ہے۔ تو قضیہ حقیقیہ موجبہ کبھی بھی صادق نہیں آوے گا۔ کیونکہ اس میں حکم موضوع کے افراد موجودہ فی الخارج ہی میں منحصر نہیں ہوا کرتا۔

وان عنیتم بہ ان الایجاب یستدعی مطلق الوجود فالسالبۃ ایضا تستدعی مطلق الوجود لان المحکوم علیہ لابد ان یکون متصورا بوجہ ما وان کان الحکم بالسلب فلا فرق بین الموجبۃ والسالبۃ فی ذلک فاجاب بان کلامنا لیس الا فی القضیۃ الخارجیۃ والحقیقیۃ لا فی مطلق القضیۃ علی ما سبقت الاشارۃ الیہ فالمراد بقولنا الایجاب یستدعی وجود الموضوع ان الموجبۃ ان کانت خارجیۃ یجب ان یکون موضوعها موجودا فی الخارج محققا وان کانت حقیقیۃ یجب ان یکون موضوعها مقدر الوجود فی الخارج والسالبۃ لا تستدعی وجود الموضوع علی ذلک التفصیل نظهر الفرق واندفع الاشکال وذلک کلہ اذا لم یکن الموضوع موجودا اما اذا کان موجودا فالموجبۃ المعدولۃ والمحصلۃ والسالبۃ البسیطۃ مثلا متساویان لان الموجود اذا سلب عنہ البناء یثبت لہ اللابناء وبالعکس ھذا ھو الکلام فی الفرق المعنوی ۔

ترجمہ اور اگر تمہاری مراد اس سے (یعنی الایجاب یستدعی وجود الموضوع) سے یہ ہے کہ وہ مطلق وجود کا تقاضہ کرتا ہے۔ (یعنی خواہ وجود محقق ہو یا مقدر) تو سالبہ بھی مطلق وجود کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے کہ محکوم علیہ (یعنی موضوع) کے لئے ضروری ہے کہ وہ بوجہ ما متصور ہو۔ (خواہ بالوجہ یا بوجہ یا وغیرہ) تو اگر حکم سلب کا ہو تو کوئی فرق نہیں رہے گا۔ موجبہ اور سالبہ کے درمیان اس میں (وجود موضوع کے بارے میں)

قولہ فاجاب بان کلامنا الخ:۔ تو اس کا جواب دیا کہ نہیں ہے ہمارا کلام لیکن قضیہ خارجیہ اور حقیقیہ میں۔ نہ کہ مطلق قضیہ میں۔ جس کی طرف قضیہ میں اشارہ گذر چکا ہے لہذا پس ہماری مراد ہمارے قول "الایجاب یستدعی وجود الموضوع" سے یہ ہے کہ موجبہ اگر خارجیہ ہو تو واجب ہے۔ کہ اس کا موضوع خارج میں موجود اور محقق ہو۔ اور اگر قضیہ حقیقیہ ہو تو واجب ہے اس کا موضوع مقدر الوجود خارج میں

تشریح شارح قطب الدین رازی نے "قول" "الایجاب یستدعی وجود الموضوع" پر دو اعتراض نقل کرتے ہیں۔ پہلا اعتراض "وان عنیتم بقولکم الایجاب یستدعی وجود الموضوع دون السلب الخ:۔ سے شروع کرتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔

اعتراض اوّل اگر تمہاری مراد الایجاب یستدعی الخ سے موضوع کا وجود فی الخارج ہے تو موجبہ حقیقیہ اس کے لئے خارج ہو جاتا ہے۔ کہ حقیقیہ میں حکم موضوع موجود فی الخارج پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ موجود مقدر پر بھی حکم ہوا کرتا ہے۔

اعتراض ثانی اور اگر تمہاری مراد اس سے یہ ہے ایجاب مطلق وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے۔ (جس میں خارج۔ اور مقدر یا محقق کی کوئی قید نہیں ہے)۔ تو اعتراض یہ ہے کہ مطلق وجود موضوع کا تقاضا تو سالبہ بھی کرتا ہے۔ تو اس میں موجبہ کی کیا خصوصیت ہے۔ لہذا موجبہ اور سالبہ میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔

فاجاب:۔ شارح نے مذکورہ اعتراض نقل کر کے فاجاب سے اس کا جواب ذکر فرمایا ہے۔ کہ ہماری گفتگو اصطلاحی ہے۔ جو صرف قضیہ خارجیہ اور قضیہ حقیقیہ تک محدود ہے مطلق قضیہ مراد نہیں ہے۔ اور ہم اس کی طرف سابق اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ کہ موجبہ اگر خارجیہ ہو تو واجب ہے کہ اس کا موضوع وجود محقق خارج میں ہو۔ اور اگر قضیہ حقیقیہ میں۔ تو واجب ہے کہ اس کا موضوع خارج میں ہو۔ اور قضیہ سالبہ کا موضوع اس کا تقاضا نہیں کرتا۔ لہذا موجبہ اور سالبہ کا فرق ظاہر ہو گیا۔ اور اشکال رفع ہو گیا۔

واما اللفظ فہو ان القضیۃ اما ان تکون ثلاثیۃ او ثنائیۃ فان کانت ثلاثیۃ فالرابطۃ فیہا اما ان تکون متقدمۃ علی حرف السلب او متاخرۃ عنہا فان تقدمت الرابطۃ کقولنا زید ھو لیس بکاتب تکون ج موجبۃ لان من شان الرابطۃ ان تربط ما بعدھا بما قبلہا فہناک ربط السلب و ربط السلب ایجاب وان تاخرت من حرف السلب کقولنا زید لیس ھو بکاتب کانت سالبۃ لان من شان حرف السلب ان ترفع ما بعدھا عما قبلہا فہناک سلب الربط فیکون القضیۃ

سالبة وان كانت ثنائية فالفرق انما يكون من وجهين احدهما بالنسبة بان ينوى اما ربط السلب او سلب الربط وثانيهما بالاصطلاح على تخصيص بعض الالفاظ بالايجاب كلفظ غير ولا وبعضها بالسلب كليس فاذا قيل زيد غير كاتب او لا كاتب كانت موجبة واذا قيل زيد ليس بكاتب كانت سالبة -

ترجمہ اور بہرحال لفظی (یعنی دونوں کے درمیان لفظی فرق) تو پس وہ یہ ہے کہ قضیہ ثنائی ہوگا (صرف موضوع محمول پرشتمل ہو) یا ثلاثی ہوگا۔ (موضوع محمول۔ رابطہ تینوں مذکور ہوں) پس اگر ثلاثی ہے۔ تو اس میں رابطہ حرف سلب سے متقدم مذکور ہوگا۔ یا حرف سلب کے بعد مذکور ہوگا۔

قولہ فان تقدمت:۔ پس اگر رابطہ حرف سلب سے مقدم مذکور ہو۔ جیسے ہمارا قول " زید ہو لیس بکاتب " تو قضیہ اس وقت موجبہ ہوگا۔ اس لئے کہ رابطہ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد کو اپنے ماقبل سے مربوط کرتا ہے۔

قولہ فہناك ربط السلب:۔ پس یہاں سلب کا ربط ہے۔ اور سلب کو مربوط کرنا ایجاب ہے۔

قولہ وان تاخرت:۔ اور اگر حرف رابطہ سلب سے موخر ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے ہمارے قول " زید لیس ہو بکاتب " میں تو یہ قضیہ سالبہ ہوگا۔ اس لئے حرف سلب کی خاصیت یہ ہے کہ اپنے مابعد کو اپنے ماقبل سے رفع کرتا (جدا) کرتا ہے۔

فہناك سلب الربط:۔ یہاں ربط کا سلب ہوتا ہے۔ لہذا پس قضیہ سالبہ ہوگا

قولہ وان كانت ثنائية:۔ اور اگر قضیہ ثنائیہ ہو (یعنی اس میں صرف موضوع محمول ہوں۔) تو ایجاب اور سلب کے درمیان فرق تو دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ اول نسبت سے (فرق ہوتا ہے) بایں صورت کہ بولنے والا سلب کے ربط (ملانے کا) کی نیت کرے۔ یا پھر ربط کے سلب کی (نیت کرے)

دوم۔ دوسرے یہ کہ اصطلاح سے فرق ہوتا ہے۔ کہ بعض الفاظ سلب کو ایجاب کیلئے خاص کر لیا جائے۔ اور بعض دوسرے حروف سلب کو سلب کے لئے مخصوص کیا جائے۔ جیسے لفظ غیر اور لا ایجاب میں۔ اور حرف لیس سلب کے لئے۔ پس جب کہا جائے " زید غیر کاتب یا زید لاکاتب " تو قضیہ موجبہ ہوگا۔ اور جب کہا جائے " زید لیس بکاتب " تو سالبہ ہوگا۔

تشریح موجبہ اور سالبہ کے درمیان لفظی فرق - یہ ہے کہ قضیہ کی دو قسمیں ہیں - ثنائی اور ثلاثی - ثنائی وہ قضیہ ہے - جس میں حرف موضوع و محمول مذکور ہوں - ثلاثی وہ قضیہ ہے - جس میں موضوع محمول اور رابطہ تینوں مذکور ہوں - تو اگر قضیہ ثلاثی ہے - تو ایجاب وسلب کا مدار رابطہ کی تقدیم وتاخیر پر ہے - اگر حرف رابطہ مقدم ہو مذکور ہو - جیسے زید لیس بکاتب تو قضیہ موجبہ ہوگا - اور اگر حرف رابطہ موخر اور حرف سلب مقدم مذکور ہو - جیسے زید لیس ہو بکاتب - تو قضیہ سالبہ ہوگا -

قضیہ ثنائیہ میں فرق دو طریقوں پر ہے - اول نسبت پر جس کی صورت یہ ہے کہ متکلم حرف ربط کی نیت کرے - تو موجبہ ہوگا - اور سلب ربط کی نیت کرے - تو سالبہ ہوگا - (کیونکہ ربط سلب کے معنی ہیں - سلب کو مربوط کرنا - اور یہ موجبہ ہے - اور سلب ربط کے معنی ربط کا سلب کرنا - یعنی نفی کرنا - تو یہ سالبہ ہوگا -

دوسرا فرق اصطلاح کے تابع ہے - مثلاً بعض حروف سلب کو ایجاب کیلئے خاص کر لیا جائے - جیسے لفظ غیر اور لا کو - اور بعض حروف سلب کو سلب کیلئے استعمال کیا جائے - جیسے لیس کو - مثلاً زید غیر کاتب - (زید غیر کاتب ہے) زید لا کاتب (زید لاکاتب ہے) اور زید لیس بکاتب (زید کاتب نہیں ہے)

قال البحث الرابع فی القضایا الموجهة لا بد لنسبة المحمولات الی الموضوعات من كيفية ايجابية كانت النسبة او سلبية كالضرورة والدوام واللاضرورة واللادوام وتسمى تلك الكيفية مادة القضية واللفظ الدال عليها يسمى جهة القضية اقول نسبة المحمول الى الموضوع سواء كانت بالايجاب او بالسلب لابد لها من كيفية فى نفس الامر كالضرورة او اللاضرورة والدوام او اللادوام فان كل نسبة فرضت اذا قيست الى نفس الامر فاما ان تكون متكيفة كيفية الضرورة او بكيفية اللاضرورة ومن وجهة اخرى اما ان تكون متكيفة بكيفية الدوام او اللادوام فاذا قلنا كل انسان حيوان بالضرورة كانت الضرورة هى كيفية نسبة الحيوان الى الانسان وتلك الكيفية الثابتة فى نفس الامر تسمى مادة القضية واللفظ الدال عليها فى القضية الملفوظة او حكم العقل بان النسبة متكيفة بكيفية كذا فى القضية المعقولة تسمى جهة القضية -

ترجمہ اس نے فرمایا ، یہ دوسری بحث ہے یعنی موجہ کے بیان میں موضوعات کی طرف محمولات کی نسبت کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا خواہ ایجابیہ ہو۔ یا سلبیہ ہو۔ جیسے ضرورۃ۔ دوام۔ لاضرورۃ۔ لادوام اس نسبت کا نام مادہ قضیہ رکھا جاتا ہے اور وہ لفظ اس نسبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا نام جہت قضیہ کہا جاتا ہے۔

اقول :۔ شارح فرماتے ہیں۔ محمول کی نسبت موضوع کیجانب برابر ہے۔ کہ ایجاب کی ہو۔ یا سلب کی۔ اس لئے کہ نفس الامر میں کسی نہ کسی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے ضرورۃ۔ لاضرورۃ۔ دوام اور لادوام۔ وغیرہ۔

قولہ فان کل نسبۃ فرضت :۔ کیونکہ جو نسبت بھی فرض کیجائے۔ جب اس کو نفس الامر کی جانب قیاس کریں گے تو۔ یا وہ ضرورۃ کی کیفیت کے ساتھ متصف ہو گی۔ یا لاضرورۃ کی کیفیت کے ساتھ۔

ومن جھۃ اخری :۔ اور دوسری جہت سے یا وہ نسبت متکیف ہو گی۔ دوام یا لادوام کی کیفیات کے ساتھ۔ پس جب ہم نے کہا ، کل انسان حیوان بالضرورۃ ، تو اس میں الضرورۃ حیوان کی نسبت انسان کی طرف کرنے کی کیفیت ہے۔ اور جب ہم نے کہا۔ کل انسان کاتب لابالضرورۃ۔ تو اس مثال میں لاضرورۃ کتابت کی نسبت انسان کی طرف کرنے کی کیفیت ہے۔ اور یہ کیفیت جو نفس الامر میں ثابت ہے۔ اس کا نام مادۂ قضیہ ہے۔ اور وہ لفظ جو مادۂ قضیہ پر دلالت کرے۔ قضیہ ملفوظہ میں عقل حکم کرے۔ کہ نسبت فلاں کیفیت کے ساتھ متکیف اور متصف ہے۔ قضیہ معقولہ میں۔ تو اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح ماتن نے حملیہ کے بیان سے فارغ ہو کر موجہات کا بیان شروع کیا ہے۔ اور موجہہ۔ جہت کے معنی بیان کئے ہیں۔

فرمایا۔ محمول کی نسبت جو موضوع کی جانب کیجاتی ہے۔ اس نسبت کے لئے نفس الامر میں کسی نہ کسی کیفیت کا پانا ضروری ہے۔ کہ نسبت کی کیا کیفیت ہے۔

کیفیت چار ہیں۔ ضرورۃ۔ لاضرورۃ۔ دوام اور لادوام۔ پھر اس کیفیت کا نام مادۂ قضیہ ہے۔ اور وہ لفظ جو اس کیفیت پر دلالت کرے۔ اس کا نام جہت قضیہ ہے۔ مثلاً ہم نے کہا ، کل انسان حیوان بالضرورۃ۔ تو اس میں حیوان کی نسبت جو انسان کی طرف کی گئی ہے۔ اس نسبت کی کیفیت نفس الامر میں کیا ہے۔ اس پر لفظ بالضرورۃ دلالت کرتا ہے۔ تو اس کی کیفیت کا نام مادۂ قضیہ اور لفظ ، جو اس کیفیت پر دال ہے۔ وہ جہت قضیہ ہے۔ اسی طرح جب ہم نے کہا ، کل انسان کاتب لا بالضرورۃ ، تو اس قضیہ میں کتابت

کی نسبت جو انسان کی طرف کی گئی ہے۔ لابالضرورۃ اس نسبت کی نفس الامری کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا نام مادہ قضیہ اور لفظ کا نام جہت قضیہ ہے۔

قولہ او حکم العقل :۔ اگر قضیہ معقولہ ہو۔ تو اس میں لفظ کے بجائے۔ عقل اس نسبت کے بارہ میں حکم کرتی ہے۔ کہ ضرورۃ کی ہے یا لاضرورۃ کی۔ تو حکم عقل کا نام ہوگا جہت قضیہ ا۔

رشتۃ خالفت الجہۃ مادۃ القضیۃ کانت کاذبۃ لان اللفظ اذا دل علی ان کیفیۃ النسبۃ فی نفس الامر ھی کیفیۃ کذا او حکم العقل بذلک ولم یکن تلک الکیفیۃ التی دل علیہا اللفظ او حکم بہا العقل ھی الکیفیۃ الثابتۃ فی نفس الامر لہ یکن الحکم فی القضیۃ مطابقا للواقع فکانت القضیۃ کاذبۃ مثلا اذا قلنا کل انسان حیوان لا بالضرورۃ دل علی ان کیفیۃ نسبۃ الحیوان الی الانسان فی نفس الامر ھی اللاضرورۃ و لیس کذلک فی نفس الامر فلاجرم کذبت القضیۃ ۔

ترجمہ اور جب جہت قضیہ مادۂ قضیہ کے خلاف ہو۔ تو قضیہ کاذبہ ہوگا۔ اس لئے کہ جب لفظ دلالت کرے۔ کہ نسبت کی کیفیت نفس الامر میں فلاں کیفیت ہے۔ یا اس قسم کی ہے۔ یا اس کا عقل حکم کرے۔ اور یہ کیفیت جس پر لفظ دلالت کرتا ہے۔ یا عقل نے جس کیفیت کا حکم کیا ہے نفس الامر میں ثابت نہ ہو۔ تو حکم واقع کے مطابق نہ ہوگا۔

تو اس صورت میں قضیہ کاذبہ ہوگا۔ مثلاً جب ہم نے کہا۔ کل انسان حیوان لابالضرورۃ تو اس قول نے دلالت کیا کہ حیوان کے نسبت کی کیفیت انسان کیطرف نفس الامر میں لا ضرورت کی ہے۔ حالانکہ نفس الامر میں ایسا نہیں ہے۔ تو لامحالہ قضیہ کاذبہ ہوگا۔

تشریح قضیہ موجبہ جس میں محمول کی نسبت کیفیت جو موضوع کی طرف کی جاتی ہے۔ نسبت کی اس کیفیت کے بارہ میں شارح نے فرمایا۔ کہ اگر یہ کیفیت نفس الامر کے مطابق ہے۔ تو وہ صادق ہے۔ مطابق نہیں ہے۔ تو قضیہ کاذبہ ہے تو قضیہ کے صدق و کذب کا مدار نسبت کے بجائے۔ کیفیت اور جہت کے مطابق نفس الامر کے ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔

مثلاً جب ہم نے کل انسان حیوان بالضرورۃ کہا۔ تو اس میں حیوان کی نسبت انسان کیطرف جو بیان کی گئی ہے۔ بالضرورۃ اس کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اور یہ کیفیت نفس الامر کے مطابق ہے۔ لہذا قضیہ صادق ہے۔
اس کے برخلاف کل انسان حیوان لا بالضرورۃ میں کیفیت لا بالضرورۃ کی ہے۔ چونکہ نفس الامر کے خلاف ہے۔ لہذا قضیہ کاذبہ ہوگا۔

وتلخيص الكلام في هذه المقام بان نقول نسبة المحمول الى الموضوع ايجابية كانت النسبة او سلبية يجب ان يكون لها وجود فى نفس الامر ووجود عند العقل ووجود فى اللفظ كالموضوع والمحمول وغيرهما من الاشياء التي لها وجود فى نفس الامر ووجود عند العقل ووجود فى اللفظ فالنسبة متى كانت ثابتة فى نفس الامر لم يكن لها بد من ان تكون متكيفة بكيفية ما ثم اذا حصلت عند العقل اعتبر لها كيفية هي اما عين تلك الكيفية الثابتة فى نفس الامر او غيرها ثم اذا وجدت فى اللفظ اوردت عبارة تدل على تلك الكيفية المعتبرة عند العقل اذ الالفاظ انما هي بازاء الصور العقلية فكما ان للموضوع والمحمول والنسبة وجودات فى نفس الامر وعند العقل وبهذا الاعتبار صارت اجزاء للقضية المعقولة وفى اللفظ حتى صارت اجزاء .. القضية الملفوظة —

ترجمہ اس مقام پر کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ محمول کی نسبت موضوع کی طرف ایجابی یا سلبی ہو۔ اس (نسبت کے لئے) کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ نسبت نفس الامر میں موجود ہو۔ اور عقل میں بھی۔ اور لفظ میں بھی۔ مثلاً جس طرح کے موضوع اور محمول وغیرہ موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر وہ تمام چیزیں جن کا وجود نفس الامر، عقل اور لفظ میں ہوتا ہے۔
پس وہ نسبت جب نفس الامر میں ثابت ہو تو ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ متصف ہو۔ پھر وہ نسبت جب عقل میں حاصل ہو۔ تو ضروری ہے کہ عقل میں بھی اس کیفیت کا اعتبار کیا جائے۔ اب یا وہ کیفیت بعینہ وہی کیفیت ہوگی۔ جو نفس الامر میں ثابت ہے۔ یا اس کا غیر ہوگی۔ پھر جب وہ نسبت لفظ میں پائی جائے۔ تو ایسی عبارت الفاظ میں لائی جائے

جو اس کیفیت پر دلالت کرے۔ جو عقل میں معتبر ہو۔ اس وجہ سے کہ الفاظ صور عقلیہ کے مقابلے میں (ان کی ترجمانی کے لئے) وضع کیے گئے ہیں۔
لہذا پس موضوع، محمول اور نسبت تینوں کے لئے نفس الامر عقل میں وجود ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے یہ قضیہ معقولہ کے اجزاء ہوتے ہیں۔ اور ان کا وجود لفظ میں بھی ہوتا ہے۔ تاکہ یہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء بن سکیں۔

تشریح خلاصہ کلام کے عنوان سے شارح نے نسبت کی کیفیت پر بحث کی ہے۔ اور بطور تمہید یہ کہا ہے کہ قضیہ میں جو نسبت پائی جاتی ہے۔ ایجاب کی ہو یا سلب کی۔ اس نسبت کے تین وجود ہوتے ہیں۔ (۱) وجود نفس الامری۔ (۲) وجود عقلی (۳) وجود فی الالفاظ۔

پھر اس کی مثال دی کہ ٹھیک اسی طرح جس طرح پر کہ قضیہ کے دونوں اہم اجزاء یعنی موضوع اور محمول کے تین وجود ہوتے ہیں۔ یعنی وجود نفس الامری، وجود عقلی۔ اور وجود فی اللفظ۔

قولہ متی کانت ثابتۃ فی نفس الامر:۔ پس جب نسبت نفس الامر میں ثابت ہو تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نفس الامری کیفیات میں سے کسی نہ کسی کیفیت کے ساتھ متصف بھی ہو۔

ثم اذا حصلت عند العقل:۔ پھر نسبت جب عقل میں حاصل ہو تو یا یہ نسبت جو عقل میں حاصل ہوئی ہے۔ بعینہ نفس الامر کے مطابق ہے۔ یا اس کے غیر ہے۔

ثم اذا وجدت فی اللفظ:۔ پھر یہ نسبت جب لفظ میں پائی جائے گی۔ تو اس کو بیان کرنے کے لئے ایسی عبارت لائی جائے گی۔ جو اس کیفیت پر دلالت کرے۔ عقل کے نزدیک معتبر ہے۔ کیونکہ الفاظ۔ درحقیقت صور عقلیہ کی تعبیر کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح قضیہ کے موضوع، محمول اور نسبت کے لئے وجودات نفس الامر اور عقل میں پائے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ قضیہ معقولہ کے اجزاء قرار پاتے ہیں۔ اور ان کا (موضوع محمول اور نسبت کا) ایک وجود لفظ میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ قضیہ ملفوظہ کے اجزاء واقع ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح نسبت کی کیفیت بھی ہے۔

کذلک کیفیۃ النسبۃ لها وجود فی نفس الامر وعند العقل وفی اللفظ فالکیفیۃ الثابتۃ للنسبۃ فی نفس الامر هی مادۃ القضیۃ والثابتۃ لها فی العقل هی جهۃ القضیۃ المعقولۃ والعبارۃ الدالۃ علیها هی جهۃ القضیۃ الملفوظۃ ولما

كانت الصور العقلية والالفاظ الدالة عليها لا يجب ان تكون مطابقة للامور الثابتة فى نفس الامر لم يجب مطابقة الجهة للمادة فكما اذا رجل ناشجا هو انسان واحسناه من بعيد فربما يحصل منه فى عقولنا صورة انسان و ح يعبر عنه بالانسان وربما يحصل منه صورة فرس ويعبر عنه بالفرس فللشبح وجود فى نفس الامر ووجود فى العقل اما مطابق او غير مطابق ووجود فى العبارة اما فى عبارة صادقة او كاذبة تكن لك كيفية نسبة الحيوان الى الانسان لها ثبوت فى نفس الامر وهى الضرورة و فى العقل وهى حكم العقل و فى اللفظ وهى اللفظ دال طابقتها الكيفية المعقولة او العبارة الملفوظة كانت القضية صادقة والا كاذبة لا محالة ۔

ترجمہ اسی طرح نسبت کے کیفیت کے بھی نفس الامر۔ عقل اور لفظ میں وجود ہے پس وہ کیفیت جو نسبت کے لئے نفس الامر میں ثابت ہے ۔ وہ مادۂ قضیہ اور وہ کیفیت جو عقل میں ثابت ہے ۔ وہ قضیہ معقولہ کی جہت ہے (جہت قضیہ ہے) اور وہ عبارت جو اس کیفیت پر دلالت کرتی ہے ۔ وہ قضیہ ملفوظہ کی جہت ہے ۔

ولما كانت الصور العقلية :- اور جب کہ صور عقلیہ اور وہ الفاظ جو اس صور پر دلالت کرنے والے ہیں ۔ واجب نہیں ہے کہ مطابق ہوں ان امور کے جو نفس الامر میں ثابت ہیں ۔ تو یہ بھی واجب نہیں ہے کہ جہت مادہ کے مطابق ہو ۔

پس جس طرح جب ہم نے ایک شبح کو پایا ۔ (جب کہ) درحقیقت وہ شبح انسان ہے ۔ اور اس کو ہم نے دور سے محسوس کیا ۔ تو بسا اوقات ہمارے ذہن میں انسان کی صورت آتی ہے تو اس وقت اس کو ہم انسان سے تعبیر کر دیتے ہیں ۔ اور بسا اوقات اس شبح سے فرس کی صورت حاصل ہوتی ہے ۔ تو اس کو فرس سے تعبیر کر دیتے ہیں ۔

فللشبح وجود الخ :- لہٰذا پس اس شبح کا ایک وجود نفس الامر میں ہے ۔ اور ایک وجود عقل میں ہے ۔ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے مطابق ہیں ۔ یا مطابق نہیں ہیں اور اس شبح کا ایک وجود عبارت اور لفظ میں ہے ۔ عبارت صادق میں ہے ۔ یا کاذب میں ہے ۔

وكذلك كيفية نسبة الحيوان :- پس اسی طرح حیوان کی نسبت کی کیفیت کا یہی حال ہے ۔ انسان کی طرف اس کیفیت کا ایک ثبوت نفس الامر میں ہے ۔ اور وہ ضرورۃ ہے

اور ایک ثبوت اس کا عقل میں ہے۔ اور یہ حکم عقلی ہے۔ اور ایک ثبوت لفظ میں پایا جاتا ہے اور وہ لفظی ہے۔ خواہ صادق ہو یا کاذب۔ اور یہ ثبوت لامحالہ پایا جائے گا۔

تشریح شارح نے نسبت کی کیفیت کے لئے بھی تینوں وجود ثابت کئے۔ اور ہر ایک کے الگ الگ نام تجویز کئے۔ اور اس کو الانسان حیوان بالضرورۃ کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ نسبت میں جو کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس کیفیت کا ایک وجود نفس الامری ہے۔ اور وجود عقلی ہے۔ اور وہ الفاظ جو اس کیفیت کو۔۔ ادا کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں ہے۔ نیز یہ کیفیت کبھی واقع کے مطابق ہوتی ہے۔ تو وہ صادق ہوتی ہے۔ اور کبھی واقع کے مطابق نہیں ہوتی ہے۔ تو کاذب ہوتی ہے۔ مثلاً کل انسان حیوان بالضرورۃ میں حیوان کی نسبت انسان طرف جو کی گئی ہے۔ اس کی کیفیت ضروری ہے۔ یہ نفس الامر کے مطابق ہے۔ اس لئے صادق ہے دوسری مثال آپ نے ایک شبح کو دور سے دیکھا۔ حقیقت میں وہ انسان تھا۔ آپ نے حکم لگایا کہ وہ انسان ہے۔ تو یہ صادق ہے۔ اور کبھی آپ نے حکم لگایا کہ وہ فرس ہے تو شبح کی نسبت فرس کی طرف واقع۔ اور نفس الامر کے خلاف ہے۔ لہذا کاذب ہے۔

حاصل یہ کہ نسبت کی کیفیت کا تعلق بھی صدق و کذب سے ہوتا ہے۔ اور نفس الامر عقل اور الفاظ سے بھی۔

قال والقضایا الموجھۃ التی جرت العادۃ بالبحث عنہا وعن احکامہا ثلثۃ عشر قضیۃ منہا بسیطۃ وھی التی حقیقتہا ایجاب فقط او سلب فقط او منہا مرکبۃ وھی التی حقیقتہا ترکبت من ایجاب وسلب معاً اما البسائط فست الاولی الضروریۃ المطلقۃ وھی التی یحکم فیہا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع او سلبہ عنہ مادام ذات الموضوع موجودۃ کقولنا بالضرورۃ کل انسان حیوان بالضرورۃ لاشیٔ من الانسان بحجر الثانیۃ الدائمۃ المطلقۃ وھی التی یحکم فیہا بدوام ثبوت المحمول للموضوع او سلبہ عنہ مادام ذات الموضوع موجودۃ ومثالہا ایجاباً وسلباً ما مرّ الثالثۃ المشروطۃ العامۃ وھی التی یحکم فیہا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع او سلبہ عنہ بشرط وصف الموضوع کقولنا بالضرورۃ کل کاتب متحرک

الاصابع مادام کاتبا بالضرورة لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ اور قضایا موجہ جنکو بیان کرنے کا معمول اہل منطق کا جاری ہے اور وہ ان سے اور ان کے احکام سے بحث کرتے ہیں۔ یہ قضایا موجہ تیرہ (۱۳) ہیں۔ ان میں سے بعض بسیطہ ہیں۔ اور یہ (البسیطہ) وہ قضایا موجہ ہیں کہ جنکی حقیقت فقط ایجاب ہو۔ یا فقط سلب ہو۔

ومنها مرکبۃ :۔ اور بعض ان میں سے مرکبہ ہیں۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ جن کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہوتی ہے۔ بہرحال بسائط ان تیرہ میں سے چھ ہیں اول ضروریہ مطلقہ ہے۔ ضروریہ مطلقہ وہ بسیطہ ہے۔ جس میں حکم کیا جائے۔ محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا موضوع کے لئے۔ یا اس کے سلب کا موضوع سے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو۔ جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل انسان حیوان اور بالضرورۃ لاشئ من الانسان بحجر۔ (بالضرورۃ ہر انسان حیوان ہے) (اور بالضرورۃ انسان کا کوئی فرد حجر نہیں ہے)

دوسری قسم دائمہ مطلقہ ہے۔ اور دائمہ مطلقہ وہ قضیہ موجہ ہے۔ کہ اس میں حکم کیا جائے۔ محمول کے ثبوت دائمی ہونے کا موضوع کے لئے۔ یا اس کے سلب کا موضوع سے۔ جب تک موضوع کی ذات موجود ہو۔ اس کی مثال ایجاب اور سلب میں وہی ہے جو گذر چکی ہے۔

تیسری قسم مشروطہ عامہ ہے۔ اور مشروطہ عامہ وہ قضیہ موجہ ہے۔ کہ اس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم کیا جائے۔ موضوع کے لئے یا اس سے اس کے سلب کا حکم کیا جائے۔ موضوع کے وصف کی شرط کے ساتھ۔ جیسے ہمارا قول در بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا۔ ور بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن مادام کاتبا۔ (ہر کاتب انگلیوں کو حرکت دینے والا ہے۔ جب تک کہ وہ کاتب ہے۔ کتابت کے وصف کے ساتھ متصف ہے۔ اور کاتب کا کوئی فرد ساکن الاصابع نہیں ہے۔ جب تک وہ کتابت کے ساتھ متصف ہے)۔

تشریح ماتن رحمہ نے حملیات کے بیان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب یہاں سے موجہات کا بیان شروع کیا ہے۔ فرمایا وہ قضایا موجہہ جن کو بیان کرنے کا معمول چلا آرہا ہے۔ وہ تیرہ ہیں۔ جن میں سے چھ بسیطہ اور سات مرکبہ ہیں۔
موجہہ بسیطہ وہ قضیہ موجہہ ہے۔ جس میں فقط ایجاب یا صرف سلب ہو۔ اور مرکبہ وہ موجہہ ہیں۔ کہ جن کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو۔
موجہات بسیطہ میں سے اول قسم ضروریہ مطلقہ ہے۔ یہ وہ موجہہ ہے کہ جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم موضوع کے لئے کیا گیا ہو۔ یا محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم کیا گیا ہو۔ جیسے بالضرورۃ کل انسان حیوان، بالضرورۃ لاشیٔ من الانسان بحجر۔
دوسری قسم:۔ موجہات بسیطہ کی۔ دائمہ مطلقہ ہے۔ یہ وہ موجہہ ہے جس میں محمول کے ثبوت دائمی ہونے کا موضوع کے لئے حکم کیا گیا ہو۔ یا سلب کے دائمی ہونے کا موضوع سے حکم کیا گیا ہو۔ جب تک موضوع کی ذات موجود ہے۔ ایجاب اور سلب کی مثال وہی ہے۔ اول میں گذر چکی ہے۔
تیسری قسم مشروطہ عامہ ہے۔ یہ وہ قضیہ موجہہ ہے۔ کہ جس میں محمول کے ثبوت کا موضوع کے لئے یا سلب کے ضروری ہونے کا موضوع سے حکم کیا گیا ہو۔ موضوع کے وصف کی شرط کے ساتھ۔ (یعنی جب تک موضوع اس وصف کے ساتھ موصوف رہے۔ جس وصف کی وجہ سے محمول کا حکم کیا گیا ہے)۔ مثلاً کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا میں متحرک الاصابع ہونے کا حکم دائمی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ موضوع یعنی کاتب وصف کتابت کے متصف۔ یعنی لکھنے میں مصروف ہے۔ اسی طرح لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا۔ انگلیوں کے ساکن ہونے کا سلب دائمی ہے اس شرط کے ساتھ کہ کاتب وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہے۔

الرابعة العرفية العامة وهي التي يحكم فيها بدوام ثبوت المحمول للموضوع او سلبه عنه بشرط وصف الموضوع ومثالها ايجابا وسلبا ما مر الخامسة المطلقة العامة وهي التي يحكم فيها بثبوت المحمول للموضوع او سلبه عنه بالفعل كقولنا بالاطلاق العام كل انسان متنفس وبالاطلاق العام لا شئ من الانسان بمتنفس السادسة الممكنة العامة

وهي التي يحكم فيها بارتفاع الضرورة المطلقة عن الجانب المخالف للحكم كقولنا بالامكان العام كل نار حارة و بالامكان العام لا شيء من النار ببارد -

ترجمہ اور چوتھی قسم عرفیہ عامہ ہے ۔ یہ وہ قضیہ موجہہ ہے کہ جس میں محمول کے ثبوت کے دوام کا حکم کیا جائے ۔ یا اس سے حکم کے سلب کے دوام کا حکم کیا جائے ۔ موضوع کے وصف کی شرط کے ساتھ ۔ ایجاب اور سلب کی مثال وہی ہے ۔ جو اوپر مشروطہ عامہ میں گزر چکی ہے ۔

الخامسة پانچویں قسم مطلقہ عامہ ہے ۔ جس میں محمول کے ثبوت کا موضوع کیلئے یا محمول کے سلب کا موضوع سے حکم کیا جائے ۔ بالفعل (یعنی قوت سے فعل کی طرف خروج پایا جائے کسی بھی زمانے میں ہو) جیسے ہمارا قول و بالاطلاق عام کل انسان متنفس و بالاطلاق العام لا شئ من الانسان بمتنفس (ہر انسان سانس لینے والا ہے ۔ کسی نہ کسی وقت میں) اور انسان کا کوئی فرد اطلاق عام کے ساتھ سانس لینے والا نہیں ہے) یعنی ہر وقت سانس لے بھی سکتا ہے ۔ اور نہیں بھی لے سکتا ۔

السادسة اور چھٹی قسم ممکنہ عامہ ہے ۔ ممکنہ عامہ وہ موجہہ ہے ۔ جس میں ضرورت مطلقہ کے ارتفاع کا حکم کیا جائے ۔ حکم کی جانب مخالف سے ۔ جیسے ہمارا قول ، بالامکان العام کل نار حارۃ و بالامکان العام لا شئ من النار ببارد ۔ یعنی امکان عام کے ساتھ ہر آگ حار ہے ۔ اور امکان عام کے ساتھ آگ کا کوئی فرد بارد نہیں ہے ۔

تشریح ماتن نے موجہات کو اس مقالہ میں بیان کیا ہے ۔ اور کہا ہے کہ موجہات کل تیرہ ہیں ۔ چھ ان میں سے بسیطہ ہیں ۔ سات مرکبہ ہیں ۔ مرکبات کو بعد میں بیان کریں گے ۔ پہلے بسائط کو بیان کیا ۔

تعریف موجہہ بسیطہ :- وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت صرف ایجاب ہو یا صرف سلب ہو ۔

تعریف مرکبہ :- وہ قضیہ موجہہ ہے ۔ جس کی حقیقت ایجاب و سلب سے ایک ساتھ مرکب ہو ۔

بسائط چھ ہیں :- ضروریہ مطلقہ ، دائمہ مطلقہ ، مشروطہ عامہ ، عرفیہ عامہ ، مطلقہ

عامہ ممکنہ عامہ ان میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال اوپر گزر چکی ہے۔

اقول القضیۃ اما بسیطۃ او مرکبۃ لانہا ان اشتملت علی حکمین مختلفین بالایجاب والسلب فہی مرکبۃ والا فبسیطۃ فالقضیۃ البسیطۃ ھی التی حقیقتہا ای معناھا اما ایجاب فقط کقولنا کل انسان حیوان بالضرورۃ فان معناہ لیس الا ایجاب الحیوانیۃ للانسان واما سلب فقط کقولنا لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ فان حقیقۃ لیست الا سلب الحجریۃ عن الانسان والقضیۃ المرکبۃ ھی التی حقیقتہا تکون ملتئمۃ من الایجاب والسلب کقولنا کل انسان کاتب بالفعل لا دائما فان معناہ ایجاب الکتابۃ الانسان وسلبہ وعنہ بالفعل وانما قال حقیقتہا ای معناھا ولم یقل لفظہا لانہ ربما تکون قضیۃ مرکبۃ ولا ترکیب فی اللفظ من الایجاب والسلب کقولنا کل انسان کاتب بالامکان الخاص فانہ وان لم یکن فی لفظہ ترکیب الا ان معناہ ان ایجاب الکتابۃ للانسان لیس بضروری وھو ممکن عام سالب وان سلب الکتابۃ عنہ لیس بضروری وھو ممکن عام موجب فہو فی الحقیقۃ والمعنی مرکب وان لم یوجد ترکیب فی اللفظ بخلاف ما اذا قیدنا القضیۃ باللادوام او اللاضرورۃ فان الترکیب ح فی القضیۃ بحسب اللفظ ایضا ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں۔ قضیہ بسیطہ ہوگا۔ یا مرکبہ ہوگا۔ اس لئے کہ اگر قضیہ مشتمل ہے دو مختلف بالایجاب وسلب حکم میں تو وہ مرکبہ ہے۔ ورنہ پس وہ بسیطہ ہے پس قضیہ بسیطہ وہ قضیہ موجبہ ہے کہ اس کی حقیقت یعنی اس کے معنی یا فقط ایجاب کے ہوں۔ جیسے ہمارا قول "کل انسان حیوان بالضرورۃ" پس اس کے معنی نہیں ہیں۔ مگر انسان کے لئے حیوان ہونے کا ثبوت۔ یا اس کا سلب۔ فقط۔ جیسے ہمارا قول "لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ" پس بے شک اس کی حقیقت نہیں ہے۔ مگر حجر ہونے کا سلب انسان سے۔

والقضیۃ المرکبۃ:۔ اور وہ قضیہ مرکبہ وہ موجبہ ہے۔ کہ اس کی حقیقت

ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو ۔ جیسے ہمارا قول " کل انسان کاتب بالفعل لا دائما ۔ تو اس کے معنی ہیں ۔ انسان کے لئے کاتب ہونے کا ثبوت ۔ اور کتابت کا سلب انسان سے بالفعل ۔

وانما قال حقیقتہا ۔ اور ماتن نے کہا ۔ اس کی حقیقت یعنی اس کے معنی اور نہیں کہا ۔ لفظہا ۔ (قضیہ کے لفظ) کیونکہ بسا اوقات قضیہ مرکبہ ہوتا ہے ۔ مگر لفظ میں ترکیب نہیں ہوتی ایجاب اور سلب میں سے ۔ جیسے ہمارا قول " کل انسان کاتب بالامکان الخاص ۔ تو اس قضیہ میں اگرچہ ترکیب لفظ میں نہیں ہے ۔ لیکن اس کے معنی ہیں ۔ کہ کتابت کا ثبوت انسان کے لئے ضروری نہیں ہے ۔ اور یہ ممکن عام ہے ۔ سالبہ ہے اور بے شک کتابت کا سلب اس سے ضروری نہیں ہے ۔ اور یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے لہٰذا پس یہ قضیہ حقیقت اور معنی میں تو مرکب ہے ۔ اگرچہ ترکیب لفظ میں نہیں پائی جاتی ۔ بخلاف اس کے کہ جب ہم قضیہ کو لا دوام اور یا لاضرورۃ کی قید سے مقید کر دیں ۔ تو اس صورت میں ترکیب لفظ میں بھی پائی جاتی ہے ۔

تشریح شارح قطب الدین رازی نے بھی موجہات کی تفصیل ذکر کرنے سے پہلے اس کی تقسیم کی ہے ۔ اور فرمایا کہ موجہات کی دو قسمیں ہیں ۔ اول بسائط موجبہ ۔ دوم ۔ مرکبات موجہات ۔ موجہہ بسیطہ وہ قضیہ ہے کہ جس کی حقیقت صرف ایجاب یا صرف سلب پر مشتمل ہو ۔

موجہہ مرکبہ وہ موجبہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہو ترکیب باعتبار حقیقت کے ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ممکن ہے قضیہ الفاظ میں صرف ایجاب ہو یا صرف سلب ۔ مگر معنی اور مفہوم کے لحاظ سے اس میں ایجاب اور سلب دونوں پائے جاتے ہوں ۔ جیسے " کل انسان کاتب بالامکان الخاص اس قضیہ میں ایجاب وسلب سے ترکیب لفظ میں نہیں ہے ۔ لیکن اس کے معنی میں ایجاب وسلب دونوں ہی موجود ہیں ۔ کیوں کہ اس کے معنی ہیں ۔ کتابت کا ثبوت انسان کے لیے ضروری نہیں ہے ۔ اور یہ ممکنہ عامہ سالبہ کے معنی ہیں ۔ اسی طرح کتابت کا سلب بھی انسان سے ضروری نہیں ہے ۔ اور یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے تو ایک ہی قضیہ میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں ۔ لہٰذا حقیقت اور معنی دونوں لحاظ سے قضیہ میں ترکیب پائی جاتی ہے ۔ مگر الفاظ میں قضیہ صرف موجبہ ہے یا صرف سالبہ

قولہ بخلاف ما اذا قیدنا القضیۃ :۔ اس کے برخلاف اگر ہم قضیہ کو جہات میں سے کسی جہت کے ساتھ مثلاً "لا دوام یا لاضرورۃ کے ساتھ مقید کر دیں ۔ تو اس صورت میں اس قضیہ میں الفاظ کے اعتبار سے بھی ترکیب پائی جائے گی ۔

ثم اعلم ان القضایا البسیطۃ والمرکبۃ غیر محصورۃ فی عدد الا ان التی جرت العادۃ بالبحث عنہا وعن احکامہا من التناقض والعکس والقیاس وغیرہا ثلث عشر قضیۃ منہا البسائط ومنہا المرکبات اما البسائط فست الاولی الضروریۃ المطلقۃ وہی التی یحکم فیہا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع او بضرورۃ سلبہ عنہ مادام ذات الموضوع موجودۃ اما التی حکم فیہا بضرورۃ الثبوت فہی ضروریۃ موجبۃ کقولنا کل انسان حیوان بالضرورۃ فان الحکم فیہا بضرورۃ السلب فضروریۃ سالبۃ کقولنا لا شیٔ من الانسان بحجر بالضرورۃ فانہ حکم فیہا بضرورۃ سلب الحجریۃ عن الانسان فی جمیع اوقات وجودہ واما تسمیتہا ضروریۃ لاشتمالہا علی الضرورۃ ومطلقۃ لعدم تقیید الضرورۃ فیہا بوصف او وقت الثانیۃ الدائمۃ المطلقۃ وہی التی حکم فیہا بدوام ثبوت المحمول للموضوع او بدوام سلبہ عنہ مادام ذات الموضوع موجود او وجہ تسمیتہا دائمۃ ومطلقۃ علی قیاس الضروریۃ المطلقۃ ومثالہا ایجابا مامر من قولنا دائما کل انسان حیوان فقد حکمنا فیہا بدوام ثبوت الحیوانیۃ للانسان مادام ذاتہ موجودۃ وسلبا مامر ایضا من قولنا دائما لا شیٔ من الانسان بحجر فان الحکم فیہا بدوام سلب الحجریۃ عن الانسان مادام ذاتہ موجودۃ ۔

ترجمہ: پھر جان تو کہ قضایا بسیطہ اور مرکبہ عدد میں محصور نہیں ہیں۔ (محدود اور متعین نہیں ہیں) لیکن بے شک عادت جن کو بیان کرنے (اور اس سے بحث کرنے کی) جاری ہے۔ احکام مثلاً ان کے درمیان تناقض کا بیان عکس کا اور قیاس کا بیان کرنا وغیرہ ۔ (احکام سے مراد ان قضایا کے

درمیان نسبت بیان کرنا) تو ایسے قضایا تیرہ (۱۳) ہیں ۔ بعض ان میں سے بسائط ہیں اور بعض مرکبات ہیں ۔ بہر حال بسائط تو وہ چھ ہیں ۔ اول ان میں سے ضروریہ مطلقہ ہے ۔ اور یہ وہ قضیہ موجبہ ہے ۔ کہ جس میں محمول کے ثبوت کی ضرورۃ کا حکم کیا جائے (ضروری ہونے کا حکم کیا جائے) موضوع کے لئے ۔ یا بالضرورۃ محمول کے سلب کا حکم کیا جائے ۔ اس سے (یعنی موضوع سے) جب تک ذات موضوع موجود ہو بہر حال وہ قضیہ موجبہ کہ جس میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم کیا جائے ۔ تو وہ ضروریہ موجبہ ہے ۔ جیسے ہمارا قول " کل انسان حیوان بالضرورۃ " پس اس قضیہ میں حیوان کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم ہے ۔ انسان کے لئے ۔ اس ۔ کے وجود کے جمیع اوقات میں ۔

قولہ اما التی حکم فیھا الخ :۔ اور بہر حال وہ قضیہ موجبہ کہ جس میں حکم کیا جائے ۔ سلب کے ضروری ہونے کا ۔ تو وہ ضروریہ سالبہ ہے ۔ جیسے ہمارا قول لاشیٔ من الانسان بحجر بالضرورۃ ۔ پس بے شک اس مثال میں حجر کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم کیا گیا ہے ۔ انسان سے جمیع اوقات میں ۔

قولہ وانما سمیت :۔ اور بے شک اس کا نام ضروریہ رکھا گیا ہے ۔ اس کے ضرورۃ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ۔ اور مطلقہ نام رکھا گیا ہے ۔ ضرورت کی قید اس میں نہ ہونے کی وجہ سے ۔ کسی وصف یا کسی وقت کے ساتھ ۔ (یعنی یہ حکم کسی وقت اور وصف کے ساتھ مقید نہیں ہے ۔ بلکہ جمیع اوقات وجود کے لئے ہے)۔

الثانیۃ الدائمۃ :۔ دوسری قسم دائمہ مطلقہ ہے ۔ یہ وہ قضیہ موجبہ ہے ۔ جس میں حکم کیا گیا ہو ۔ محمول کے ثبوت کے دوام کا موضوع کے لئے ۔ یا اس حکم کے سلب کے دوام کا موضوع ۔ جب تک موضوع کی ذات موجود ہو ۔

وجہ تسمیتہا :۔ اور اس دوسری قسم کے دائمہ اور مطلقہ نام رکھنے کی وجہ ضروریہ مطلقہ کے قیاس پر ہے ۔ (جو وجہ ضروریہ مطلقہ میں بیان کی گئی ہے کہ حکم کسی وصف اور وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے ۔ بلکہ جب تک موضوع کا وجود ہے تب تک حکم موجود ہے) ۔ اور اس کی مثال ایجاب کی وہ ہے ۔ جو اوپر گزر چکی ہے ۔

ہمارے قول " دائما کل انسان حیوان " میں ۔ پس تحقیق کہ ہم اس قضیہ میں

حیوانیت کے ثبوت کے دائمی ہونے کا حکم کیا ہے۔ انسان (موضوع) کے لئے جب تک ذاتِ انسان موجود ہو۔

وسلبا ماھو ایضا :- اور اس دوسری قسم کی مثال سلباً تو نیز ہمارے قول (اسا لا شئی من الا نسان بحجر۔ میں گذر چکی ہے۔ کیوں کہ اس مثال میں حجریت کے سلب دائمی ہونے کا حکم کیا گیا ہے۔ انسان سے جب تک کہ اس کی (انسان کی) ذات موجود ہے۔

تشریح شارح نے اپنے بیان میں موجبات بسیطہ کو شروع کیا ہے۔ اور ضروریہ مطلقہ۔ اور دائمہ مطلقہ دونوں کی تعریف۔ اور ان کی مثال نقل کی ہے جو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

قولہ وانما سمیت الخ :- ضروریہ مطلقہ نام رکھنے کی وجہ۔ اس قضیہ کا نام ضروریہ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں ضروری ہونے کا حکم کسی وقت اور وصف کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

ووجہ تسمیتھا دائمۃ ومطلقۃ :- اس دوسری قسم کا نام دائمہ ہے۔ اور مطلقہ کی وجہ وہی ہے۔ جو ضروریہ مطلقہ کی ہے۔ یعنی یہ کہ حکم اس میں بھی وقت اور وصف کے ساتھ مقید نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ ذات موضوع کے وجود کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ جب تک وجود ہے۔ حکم ثابت ہے۔

والنسبۃ بینھا وبین الضروریۃ ان الضروریۃ اخص منھا مطلقاً لان مفھوم الضروریۃ امتناع انفکاک النسبۃ عن الموضوع ومفھوم الدوام شمول النسبۃ فی جمیع الازمنۃ والاوقات ومتی کانت النسبۃ ممتنعۃ الانفکاک عن الموضوع کانت متحققۃ فی جمیع اوقات وجودہ بالضرورۃ ولیس متی کانت النسبۃ متحققۃ فی جمیع الاوقات امتنع انفکاکھا عن الموضوع لجواز امکان انفکاکھا عن الموضوع وعدم وقوعہ لان الممکن لا یجب ان یکون واقعا۔

ترجمہ اور نسبت اس کے (دائمہ کے) اور ضروریہ کے درمیان یہ ہے کہ ضروریہ اس سے اخص ہے۔ مطلقاً۔ اس لئے کہ ضرورۃ کا مفہوم ہے۔ موضوع سے نسبت کے جدا ہونے کا محال ہونا۔ (یعنی موضوع کے لئے جو نسبت ثابت ہے۔ خواہ ایجاب کی یا سلب کی۔ اس کا جدا ہونا محال ہے) اور دوام کا مفہوم (یعنی دائمہ مطلقہ میں جو دوام ہے) وہ نسبت کا شامل ہونا۔ تمام زمانوں اور تمام اوقات میں۔ (یعنی یہ نسبت کسی زمانے اور کسی وقت کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام اوقات اور تمام ازمنہ میں پائی جائے گی)۔

قولہ متی کانت النسبۃ الخ:۔ اور جب نسبت موضوع سے ممتنع الانفکاک ہے۔ (جدا ہونا محال ہے) تو وہ موضوع کے وجود کے جمیع اوقات میں۔۔۔ پائی جائے گی بالضرورۃ۔ (بالضرورۃ موجود ہوگا)

قولہ ولیس متی:۔ اور ایسا نہیں ہے۔ کہ نسبت جب متحقق ہو۔ جمیع اوقات میں۔ تو اس کا انفکاک موضوع سے محال ہے۔ کیونکہ جائز ہے۔ اس کا (نسبت کا) انفکاک ممکن ہو۔ موضوع سے اور وقوع نہ ہو۔ اس لئے کہ ممکن کے واقع ہونا واجب نہیں ہے۔

تشریح قولہ والنسبۃ بینھا:۔ شارح نے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کے درمیان نسبت یہ بیان کی ہے۔ کہ ضروریہ مطلقہ اخص اور دائمہ مطلقہ اس سے عام ہے۔ کیونکہ ضروری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نسبت کا جدا ہونا موضوع سے محال ہے۔ اور دائمہ مطلقہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا شمول تمام زمانوں اور تمام اوقات میں ثابت ہے۔ اور نسبت جب ممتنع الانفکاک ہوگی۔ تو تمام اوقات اور تمام زمانوں میں موجود ہوگی۔ (لہذا ضروریہ کے ساتھ دائمہ بھی پائی گئی ہے)۔

قولہ ولیس متی الخ:۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ کہ جب نسبت جمیع اوقات میں متحقق ہو تو موضوع سے اس کا انفکاک محال ہو۔ کیوں کہ جائز ہے کہ انفکاک کا امکان بھی ہو۔ مگر وقوع انفکاک نہ ہو۔ اس لئے کہ ممکن کے لئے وقوع ضروری نہیں ہوتا۔

الثالثۃ المشروطۃ العامۃ وھی التی حکم فیھا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع اوسلبہ عنہ بشرط ان تکون ذات الموضوع متصفۃ بوصف

الموضوع ای یکون لوصف الموضوع دخل فی تحقق الضرورۃ مثال الموجبۃ قولنا کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا فان تحرک الاصابع لیس بضروری الثبوت لذات کاتب اعنی افراد الانسان مطلقا بل ضرورۃ ثبوتہ انما ھی بشرط اتصافہا بوصف الکتابۃ ومثال السالبۃ قولنا بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا فان سلب ساکن الاصابع عن ذات الکاتب لیس بضروری الا بشرط اتصافہا بوصف الکتابۃ وسبب تسمیتہا اما بالمشروطۃ فلاشتمالہا علی شرط الوصف واما بالعامۃ فلانہا اعم من المشروطۃ الخاصۃ کما ستعرفہا فی المرکبات ۔

ترجمہ اور تیسری قسم مشروطہ عامہ ہے ۔ وہ قضیہ موجبہ بسیطہ ہے کہ جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم کیا جائے ۔ موضوع کے لئے ۔ یا اس کے سلب کا موضوع سے اس شرط کے ساتھ کہ موضوع کی ذات متصف ہو ۔ وصف موضوع کے ساتھ ۔ یعنی ضرورۃ کے تحقق میں موضوع کے وصف کو دخل ہو ۔

موجبہ کی مثال :— کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا ۔ (ہر کاتب انگلیوں کو حرکت دینے والا ہے ۔ بالضرورۃ ۔ جب تک کہ وہ کاتب ہے) ۔ کیونکہ انگلیوں کو حرکت دینا ذات کاتب (موضوع) کے ضروری نہیں ہے ۔ یعنی افراد انسان کے لئے مطلقاً بلکہ حرکت اصابع کے ثبوت کا ضروری ہونا اس شرط کے ساتھ ہے کہ ذات کاتب یعنی موضوع وصف کتابت کے ساتھ متصف ہو ۔

اور سالبہ کی مثال ہمارا قول ہے بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا (بالضرورۃ کاتب کا کوئی فرد ساکن الاصابع نہیں ہے ۔ جب تک وہ کاتب ہے ۔) پس بے شک ساکن الاصابع کا سلب کاتب کی ذات (موضوع) سے ضروری نہیں ہے ۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ وصف کتابت کے ساتھ متصف ہے ۔

قولہ وسبب تسمیتہا :— اور اس کے مشروطہ نام رکھنے کا سبب تو اس لئے کہ وہ مشتمل ہے ۔ وصف کی شرط کے ساتھ ۔ اور بہرحال اس کا نام عامہ رکھا تو اس لئے ہے کہ وہ مشروطہ خاصہ سے اعم ہے ۔ جس کو تم مرکبات میں پڑھو گے ۔

تشریح تیسری قسم ان موجہات بسیطہ کی مشروطہ عامہ ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ مشروطہ عامہ وہ قضیہ بسیطہ ہے۔ جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم کیا جائے۔ موضوع کے لئے۔ اس شرط کے ساتھ کہ موضوع کی ذات خود اپنی صفت کے ساتھ متصف ہو۔ مثلاً کاتب موضوع ہے تو اسمیں زید ذات اور کتابت اس کا وصف ہے۔ جب تک زید وصف کتابت کے ساتھ متصف رہے گا۔ متحرک الاصابع ہونے کا حکم ثابت رہے گا۔

قولہ او سلبہ عنہ :- یا محمول کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم کیا۔ اسی شرط کے ساتھ کہ موضوع کی ذات اپنے وصف کے ساتھ متصف ہو۔ جیسے موجبہ کی مثال ہ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا۔ اور سالبہ کی مثال۔ لاشئی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا۔

وجہ تسمیہ :- بہرحال اس کا نام مشروطہ رکھا۔ تو اس وجہ سے ہے کہ اس میں حکم کے لئے شرط موجود ہے۔ اور اس کا عامہ نام اس لئے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ مشروطہ خاص سے عام ہے۔ اور مشروطہ مرکبات میں سے ہے مرکبات میں اس کا بیان آئے گا۔

وربما یقال المشروطۃ العامۃ علی القضیۃ التی حکم فیہا بضرورۃ الثبوت او بضرورۃ السلب فی جمیع اوقات ثبوت الوصف اعم من ان یکون للوصف مدخل فی تحقق الضرورۃ ام لا والفرق بین المعنیین لما اذا قلنا کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا واردنا المعنی الاول صدقت کما تبین وان اردنا المعنی الثانی کذبت لان حرکۃ الاصابع لیست ضروریۃ الثبوت لذات الکاتب فی شئی من الاوقات فان الکتابۃ التی ھی شرط تحقق الضرورۃ غیر ضروریۃ لذات الکاتب فی زمان اصلا فما ظنک بالمشروطۃ بہا۔

ترجمہ اور بسا اوقات مشروطہ عامہ اس قضیہ کو کہا جاتا ہے۔ جس میں ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم وصف کے ثبوت کے جمیع اوقات میں کیا جائے۔ اعم اس سے کہ وصف کو ضرورت کے تحقق میں داخل ہو یا نہ ہو۔

قولہ والفرق بین المعنیین ۔ اور ان دونوں معانی کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب ہم نے کہا ، کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً ۔ اور ارادہ کیا ہم نے اول معنی کا تو قضیہ صادق ہوگا۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے ۔

قولہ وان اردنا المعنی الثانی :۔ اور اگر ہم نے دوسرے معنی کا ارادہ کیا تو قضیہ کاذب ہوگا ۔ کیونکہ اصابع کی حرکت ذات کاتب کے لئے اوقات میں سے کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے ۔ اس لئے کہ کتابت جو ضرورت کے تحقق کے لئے شرط ہے ۔ وہ کسی زمانے میں بھی ذات کاتب کے لئے ضروری نہیں ہے ۔ پس تمہارا کیا گمان ہے ۔ اس قضیہ کے متعلق جو اس کے ساتھ مشروط ہے

تشریح شارح نے مشروطہ عامہ کے ایک معنی دوسرے بھی بیان کئے ہیں۔ پھر دونوں کا فرق بھی ذکر کیا ۔

قولہ وربما یقال :۔ یہاں سے دوسرے معنی کا بیان ہے ۔ کہ مشروطہ عامہ اس قضیہ پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے ۔ جس میں وصف کے ثبوت کے جمیع اوقات میں ثبوت کے ضروری ہونے کا یا سلب کے ضروری ہونے کا حکم ہو ۔ عام اس سے وصف کو ضرورت کے تحقق میں کوئی دخل ہے ۔ یا نہیں ہے ۔

قولہ الفرق بین المعنیین :۔ پھر دونوں معانی کے درمیان فرق کیا ہے کہ جب ہم نے کہا ، کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتباً ، اور پہلے معنی کا ارادہ کریں ۔ تو قضیہ صادق ہے ۔ کیونکہ اس میں متحرک الاصابع کا حکم کاتب کیلئے اس وقت تک ہے جب تک ذات کاتب وصف کتابت کے ساتھ متصف ہے ۔ اور اگر دوسرے معنی کا ارادہ کریں ۔ تو یہ قضیہ کاذب ہے ۔ کیونکہ کاتب کی ذات کے لئے حرکت الاصابع کا ثبوت یا سلب ضروری نہیں ہے ۔ کسی بھی وقت میں ۔

خلاصہ یہ ہے کہ فی جمیع اوقات میں ثبوت الوصف کے دو معنی ہیں ۔ وصف کو ضرورت کے تحقق میں دخل ہے ۔ یا دخل نہیں ہے ـــــ دونوں کو عام ہے تفصیل شارح بیان فرماتے ہیں

فالمشروطۃ العامۃ بالمعنی الاول اعم من الضروریۃ والدائمۃ

من وجه لانك قد سمعت ان ذات الموضوع قد تكون عين وصفه وقد تكون غيره فاذا اتحدا وكانت المادة مادة الضرورة صدقت القضايا الثلاث كقولنا كل انسان حيوان بالضرورة او دائما او مادام انسانا وان تغايرا وكانت المادة مادة الضرورة ولكن للوصف دخل في تحقق الضرورة صدقت الضرورية والدائمة دون المشروطة كقولنا كل كاتب حيوان بالضرورة او دائما لا بالضرورة مادام كاتبا فان وصف الكتابة لا دخل له في الضرورة ثبوت الحيوان لذات الكتابة وان لم يكن المادة مادة الضرورة الذاتية والدوام الذاتي وكان هناك ضرورة بشرط الوصف صدقت المشروطة دون الضرورية والدائمة كما في المثال المذكور فان تحرك الاصابع ليس بضروري ولا دائما الذات الكاتب بل بشرطة الكتابة -

ترجمہ: پس مشروطہ عامہ بالمعنی الاول دائمہ اور ضروریہ دونوں سے عام من وجہ اس لئے کہ تم نے سنا ہے کہ ذات موضوع کبھی اپنے وصف کا عین ہوتی ہے - اور کبھی اپنے وصف کا غیر ہوتی ہے - پس جب دونوں متحد ہوں - اور مادہ مادۂ ضرورت ہو - تو تینوں قضایا صادق ہوں گے - جیسے ہمارا قول ہو کل انسان حیوان بالضرورۃ او دائما او مادام انسانا -

اور اگر ذات موضوع اور وصف موضوع دونوں مغایر ہوں - تو مادۂ اگر ضرورت کا ہے - اور وصف کا کوئی دخل ضرورت کے تحقق میں نہ ہو - تو ضروریہ اور دائمہ دونوں صادق ہوں گے - اور مشروطہ صادق نہ ہوگا - جیسے ہمارا قول ہو کل کاتب حیوان بالضرورۃ او دائما - نہ کہ بالضرورۃ مادام کاتبا - اس لئے کہ ذات کاتب کے لئے حیوان کے ثبوت کے ضروری ہونے کے لئے وصف کتابت کا کوئی دخل نہیں ہے -

قولہ وان لم یکن المادۃ مادۃ الضرورۃ :- اور اگر مادہ ضرورت کا ذاتیہ نہ ہو - اور نہ دوام ذاتی کا ہو - اور اس میں ضرورت بشرط الوصف ہو - تو اس وقت مشروطہ صادق آئے گا - ضروریہ اور دائمہ دونوں صادق نہ آئیں گے -

جیسے مذکورہ بالا مثال میں کیونکہ تحرک الاصابع نہ ضروری ہے ۔ اور نہ دائمی ہے ذات کاتب کے لئے ۔ بلکہ کتابت کی شرط کیساتھ ۔

تشریح قولہ مشروطۃ عامۃ بالمعنی الاول :۔ مشروطہ کے معنی اول یہ ہیں کہ مشروطہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم موضوع کے لئے کیا جائے ۔ یا اس سے سلب کیا جائے ۔ اس شرط کے ساتھ ۔ ذات موضوع اپنے وصف کے ساتھ متصف ہو ۔ اور وصف موضوع کو ثبوت محمول کے ضروری ہونے میں داخل ہو ۔ جیسے کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً ۔ ان معنی کے لحاظ سے مشروطہ دونوں عام من وجہ ہے ۔

دلیل عموم کیونکہ ذات موضوع کبھی عین وصف ہوتی ہے ۔ اور کبھی غیر وصف ہوتی ہے ۔ جب ذات موضوع اور وصف موضوع دونوں عین ہوں اور مادہ ضرورت کا ہو ۔ تو اس میں تینوں قضایا صادق آئیں ۔ (یہ تینوں کے اجتماع کی صورت ہے ۔ کہ مشروطہ عامہ ۔ ضروریہ مطلقہ ۔ اور دائمہ مطلقہ تینوں جمع ہیں ۔ جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ و دائماً و مادام انساناً ۔ اس مثال میں بالضرورۃ کی قید ہے ۔ جس سے دائمہ مطلقہ ۔ اور مادام انساناً کی قید کی وجہ سے مشروطہ عامہ ہے تو تینوں اقسام جمع ہیں ۔

قولہ وان تغایرا :۔ اور اگر وصف موضوع ۔ اور ذات موضوع دونوں مغایر ہوں تو اگر مادہ ضرورت کا ہے ۔ اور ضرورت کے تحقق میں وصف کا دخل نہ ہو ۔ اس وقت ضروریہ اور دائمہ دونوں صادق ہوں گے ۔ اور مشروطہ صادق نہ آئے گی ۔ جیسے ۔ کل کاتب حیوان بالضرورۃ او دائماً ۔ کیونکہ اس مثال میں ذات کاتب کے لئے حیوان کے ثبوت میں وصف کتابت کا کوئی دخل نہیں ہے ۔ اور ثبوت ضروری بھی ہے ۔ اور دائمی بھی ہے ۔

قولہ وان لم یکن المادۃ مادۃ الضرورۃ :۔ اگر مادہ ضرورت ذاتیہ یا دوام ذاتیہ کا نہ ہو ۔ اور ثبوت حکم کیلئے وصف کی شرط ہو ۔ تو اس جگہ مشروطہ صادق آئے گا ۔ اور ضروریہ اور دائمہ دونوں صادق نہ آئیں گے ۔ جیسے کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً ۔ میں تحرک اصابع ذات کاتب کے لئے نہ ضروری ہے ۔ اور نہ دائمی ہے ۔ نیز تحرک الاصابع کا ثبوت کاتب کے لئے بشرط وصف کتابت کیا گیا ہے ۔ اس لئے مشروطہ عامہ صادق آئے گا ۔

واما المشروطة بالمعنی الثانی فهی اعم من الضروریۃ مطلقاً لانہ متی ثبت الضرورۃ فی جمیع اوقات الذات تثبت فی جمیع اوقات الوصف بدون العکس ومن الدائمۃ من وجہ لصدقهما فی مادۃ الضرورۃ المطلقۃ وصدق الدائمۃ بدونها حیث یخلو الدوام عن الضرورۃ وبالعکس حیث یکون الضرورۃ فی جمیع اوقات الوصف ولا یدوم فی جمیع اوقات الذات۔

ترجمہ اور بہرحال مشروطہ بالمعنی الثانی تو وہ اعم ہے۔ ضروریہ مطلقہ سے اس لئے کہ جب جمیع اوقات ذات میں ضرورت ثابت ہوگی۔ تو جمیع اوقات وصف میں بھی صادق آئے گی۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔ اور دائمہ مطلقہ سے من وجہ ہے۔ دونوں کے صادق ہونے کی وجہ سے ضرورۃ مطلقہ کے مادہ میں۔ اور صرف دائمہ کے صدق کی وجہ سے بغیر مشروطہ کے اس جگہ جہاں دوام ضرورت سے خالی ہو اور عکس کے ساتھ (یعنی مشروطہ صادق آئے۔ اور دائمہ صادق نہ آئے) اس جگہ جہاں ضرورت وصف کے جمیع اوقات میں ہو۔ مگر دائمی نہ ہو۔ ذات کے جمیع اوقات میں۔

تشریح مشروطہ عامہ کے دوسرے معنی ہیں۔ وہ قضیہ جس میں ثبوت کے ضروری ہونے یا سلب کے ضروری ہونے کا حکم جمیع اوقات ثبوت میں کیا گیا ہو۔ عام اس سے ضرورت کے تحقق میں وصف کا دخل ہو یا نہ ہو۔

ان معنی ثانی کے لحاظ سے مشروطہ عامہ ہو۔ ضروریہ مطلقہ سے اعم ہے۔ کیونکہ جب ضرورت جمیع اوقات ذات میں ثابت ہوگی۔ تو جمیع اوقات وصف میں۔ بھی ثابت ہوگی۔ جمیع اوقات ذات کی قید ضروریہ مطلقہ میں ہے۔ تو جہاں ضروریہ مطلقہ صادق آئے گی۔ اس جگہ جمیع اوقات وصف میں بھی ضرورت صادق ہے اور یہ مشروطہ عامہ بالمعنی الثانی ہے۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ جہاں جمیع اوقات وصف میں ضرورت کا ثبوت یا سلب پایا جائے۔ وہاں جمیع اوقات ذات میں بھی ضرورت کا ثبوت یا سلب ہو ضروری نہیں ہے۔ لہذا مشروطہ عامہ پائی گئی۔ اور ضروریہ مطلقہ نہ پائی گئی۔

قولہ وصدق الدائمۃ :۔ (یہ وہ صورت ہے کہ جس میں دائمہ مطلقہ صادق آتی ہو۔ اور مشروطہ عامہ صادق نہ آتی ہو۔) اور دائمہ کا صدق بغیر

مشروط کے اس جگہ جہاں دوام ہو۔ مگر ضرورت نہ ہو۔
قولہ وبالعکس :۔ اور اس کا عکس ہے۔ (یہ وہ صورت ہے جہاں مشروط بغیر دائمہ کے پائی جاتی ہو۔) جہاں ضرورت جمیع اوقات وصف میں ہو۔ اور اوقات ذات کے لئے دائمی نہ ہو۔

الرابعة العرفية العامة وهي التي حكم فيها بدوام ثبوت المحمول للموضوع او سلبه عنه مادام ذات الموضوع متصفا بالعنوان ومثالها ايجابا وسلبا مامر في المشروطة العامة من قولنا دائما كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا ودائما لا شئ من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا وانما سميت عرفية لان العرف انما يفهم هذا المعنى من السالبة اذا اطلقت حتى اذا قيل لا شئ من النائم بمستيقظ يفهم منه العرف ان المستيقظ مسلوب عن النائم مادام نائما فلما اخذ هذا المعنى من العرف نسبت اليه وعامة لانها اعم من العرفية الخاصة التي هي من المركبات وهي اعم مطلقا من المشروطة العامة ۔

ترجمہ موجہات بسیطہ کی چوتھی قسم عرفیہ عامہ ہے۔ یہ وہ قضیہ ہے۔ جس میں محمول کے ثبوت کا موضوع کے لئے بالدوام حکم کیا گیا ہو۔ یا اس سے سلب کا بالدوام حکم کیا گیا ہو۔ جب تک موضوع کی ذات متصف ہو۔ وصف عنوانی کے ساتھ۔ اور اس کی مثال ایجاباً و سلباً وہ ہے جو مشروطہ عامہ میں گذر چکی ہے۔ ہمارے قول وہ دائما کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما ءولا شئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا ۔
قولہ وانما سمیت الخ :۔ اور بے شک اس کا نام عرفیہ رکھا گیا۔ تو اس لئے کہ سالبہ سے عرف میں انھیں معنی کو سمجھتے ہیں۔ جب اس کا اطلاق کیا جائے۔ حتی کہ جب کہا جائے۔ لا شئ من النائم بمستیقظ ۔ تو اس سے عرف یہ سمجھتے ہیں کہ مستقیظ سے نوم کا سلب کیا گیا ہے۔ جب کہ وہ نائم ہے۔ پس یہ معنی جب عرف سے اخذ کئے گئے۔ تو اس کی طرف قضیہ کو منسوب کر دیا گیا۔

اور اس کا نام عامہ رکھا۔ کیونکہ یہ عرفیہ خاصہ سے اعم ہے۔ جو کہ مرکبات میں سے ہے۔ اور وہ مشروطہ عامہ سے عام مطلق ہے۔

تشریح چوتھی قسم عرفیہ عامہ ہے۔

تعریف:۔ عرفیہ عامہ وہ قضیہ ہے: جس میں محمول کے ثبوت کے دوام کا حکم کیا جائے۔ موضوع کے لیے یا اس سے سلب کے دوام کا حکم کیا جائے۔ جب ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو۔ جیسے کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا۔ اور دائما لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا۔

وجہ تسمیہ اور عرفیہ عامہ کا نام عرفیہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے سالبہ سے عرف اس کے یہی سمجھتے ہیں۔ مثلاً جب کہا جائے۔ کہ لاشیٔ من النائم بمستیقظ۔ تو عرف اس سے اخذ کرتے ہیں۔ کہ مستیقظ سے نوم سلب ہے۔ جب تک کہ وہ نائم ہے۔ پس جب عرف نے اس معنی کو اخذ کیا ہے۔ تو اس قضیہ کا نام بھی عام کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اور عرفیہ کہا جانے لگا۔

قولہ وعامۃ:۔ اور اس کا نام عامہ رکھنا تو اس وجہ سے ہے کہ یہ عرفیہ خاصہ سے عام ہے۔ جس کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

فانہ متی تحققت الضرورۃ بحسب الوصف تحقق الدوام بحسب الوصف من غیر عکس وکذا من الضروریۃ والدائمۃ لانہ متی صدقت الضرورۃ او الدوام فی جمیع اوقات الذات صدق الدوام فی جمیع اوقات الوصف ولا ینعکس۔

ترجمہ پس بے شک جب ضرورت بحسب الوصف پائی جائے گی۔ تو بحسب الوصف دوام بھی پایا جائے گا۔ بغیر اس کے عکس کے۔ اور اسی طرح ضروریہ اور دائمہ سے۔ کیونکہ جب ضرورت اور دوام جمیع اوقات ذات میں صادق ہوں گے تو دوام فی جمیع اوقات الوصف بھی صادق آ جائے گا۔ اور اس کا.... عکس نہیں ہے۔

تشریح عرفیہ عامہ کے عام ہونے کی دلیل شارح نے یہ بیان کی ہے کہ کیوں کہ عرفیہ عامہ، بمقابلے عرفیہ خاصہ کے عام ہے۔ اور عرفیہ خاصہ مشروطہ عامہ سے عام ہے۔ کیوں کہ جب ضرورت باعتبار وصف کے پائی جائے گی۔ تو بحسب الوصف دوام بھی متحقق ہوگا۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔

قولہ وکذا۔ اسی طرح عرفیہ عامہ ضروریہ اور دائمہ سے بھی عام ہے۔ کیوں کہ جب ضرورت یا دوام جمیع اوقات ذات میں صادق آئیں گے۔ تو جمیع اوقات وصف میں بھی صادق آئیں گے۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔

ولا ينعكس الخامسة المطلقة العامة وهي التي حكم فيها بثبوت المحمول للموضوع او سلبه عنه بالفعل اما الايجاب فكقولنا كل انسان متنفس بالاطلاق العام واما السلب فكقولنا لاشئ من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام وانما كانت مطلقة القضية اذا اطلقت ولم تقيد بقيد من دوام او ضرورة او لادوام او لاضرورة يفهم منها فعلية النسبة فلما كان هذا المعنى مفهوم القضية المطلقة تسمى بها وانما كانت عامة لانها اعم من الوجودية اللادائمة واللاضرورية كما سيجئ وهي اعم من القضايا الاربع المتقدمة لانه متى صدقت ضرورة او دوام بحسب الذات او بحسب الوصف تكون النسبة فعلية وليس يلزم من فعلية النسبة ضرورتها او دوامها۔

ترجمہ اور پانچویں قسم مطلقہ عامہ ہے۔ یہ وہ قضیہ موجبہ ہے۔ کہ جس میں محمول کے ثبوت کا موضوع کے لئے یا محمول کے سلب کا موضوع سے بالفعل حکم کیا گیا ہو۔ بہرحال ایجاب۔ پس جیسے ہمارا قول وہ کل انسان متنفس بالاطلاق العام اور بہرحال سلب۔ پس جیسے ہمارا قول وہ لاشئ من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام

قولہ وانما کانت مطلقۃ۔ اور بے شک یہ مطلقہ ہے۔ کیونکہ قضیہ جب اطلاق کیا جائے۔ اور دوام، ضرورۃ، لادوام اور لاضرورۃ کی قیود کے ساتھ مقید نہ کیا جائے۔ تو اس قضیہ سے نسبت کا فعلی ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ پس جب کہ یہ معنی قضیہ مطلقہ کا مفہوم ہے۔ تو اسی کے ساتھ اس کا نام بھی دیدیا گیا

قولہ (وانما صارت عامۃ) :- اور بے شک یہ عامہ ہے۔ تو اس لئے کہ یہ (یعنی مطلقہ عامہ) وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ سے عام ہے۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ اور یہ چاروں قضایا سابقہ سے اعم ہے۔ اس لئے کہ جب ضرورۃ اور لادوام بحسب الذات یا بحسب الوصف صادق آئے گا۔ تو نسبت فعلیہ بھی پائی جائے گی۔ (کیونکہ وہ مطلق ہے) مگر نسبت کے فعلیہ (یعنی مطلقہ) ہونے سے لازم نہیں آتا۔ کہ نسبت ضروری ہے۔ یا دائمی بھی ہے۔

تشریح پانچویں قسم مطلقہ عامہ ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے۔ مطلقہ عامہ وہ قضیہ موجہ بسیطہ ہے۔ جنہیں محمول کے ثبوت کا موضوع کے لئے یا اس سے بالفعل حکم کیا جائے۔ موجبہ کی مثال۔ کل انسان متنفس بالاطلاق العام (ہر انسان سانس لینے والا ہے) اطلاق عام کے ساتھ/ یعنی بلا کسی قید کے اور سالبہ کی مثال، لاشئ من الانسان بمتنفس بالاطلاق العام۔ (انسان کا کوئی فرد سانس لینے والا نہیں ہے: اطلاق عام کے ساتھ) یعنی سانس کا لینا بھی کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ (انسان سانس بھی لیتا ہے۔ اور انسان سانس روک بھی لیتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے لئے قید کوئی وقت کی نہیں ہے نہ ضرورت دوام کی) بلکہ مطلق عن القیودات ہے۔

قولہ (وانما کانت مطلقۃ) :- اس کو مطلقہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ۔ کیونکہ جب قضیہ بولا جائے۔ اور اس میں کوئی قید دوام، ضرورۃ، لادوام لاضرورۃ کی نہ ہو تو اس سے نسبت کا فعلی ہونا سمجھا جاتا ہے۔ اور جب یہ معنی خود قضیہ کا مفہوم ہیں۔ تو مطلقہ اس کا نام رکھدیا گیا۔

قولہ (واما تسمیتہا عامۃ) :- بہرحال اس کا نام عامہ تو اس لئے رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ سے اعم ہے۔ اور یہ مذکورہ سابقہ چاروں قضایا سے اعم ہے۔

دلیل عموم کی یہ ہے کہ جب ضرورت اور دوام بحسب الذات یا بحسب الوصف صادق آئے گا۔ تو وہاں نسبت فعلیہ بھی ہوگی۔ لیکن اگر نسبت فعلیہ ہو تو اس کا ضرورت، دوام لازم نہیں۔

السادسة الممکنة العامة وهی التی حکم فیها بسلب الضرورة المطلقة عن الجانب المخالف للحکم فان کان الحکم فی القضیة بالایجاب کان مفهوم الامکان سلب ضرورة السلب لان الجانب المخالف للایجاب هو السلب وان کان الحکم فی القضیة بالسلب کان مفهومہ سلب ضرورة الایجاب فانه هو الجانب المخالف للسلب فاذا قلنا کل نار حارة بالامکان العام کان معناه ان سلب الحرارة عن النار لیس بضروری واذا قلنا لا شئ من النار ببارد بالامکان العام نعنا ہ ان ایجاب البرودۃ للنار لیس بضروری ۔

ترجمہ موجہات بسیطہ کی چھٹی قسم ممکنہ عامہ ہے ۔ وہ قضیہ ہے جس میں حکم کی جانب مخالف سے ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم کیا جائے ۔ پس اگر قضیہ میں حکم ایجاب کا ہو ۔ تو اس قضیہ کا مفہوم ہوگا ۔ کہ سلب کے ضروری ہونے کے سلب کا امکان ہے ۔ کیونکہ اس لئے کہ ایجاب کی جانب وہ مخالف سلب ہے ۔ اسی طرح اگر قضیہ میں حکم سلب کا ہو ۔ تو اس قضیہ کا مفہوم ہوگا ۔ کہ ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب ہے ۔ کیونکہ یہی سلب کی جانب مخالف ہے ۔ پس جب ہم نے کہا ۔

کل نار حارۃ بالامکان العام ۔ امکان عام کے ساتھ ہر آگ حار ہے تو اس کے معنی ہوں گے ۔ کہ حرارت کا سلب آگ سے ضروری نہیں ہے ۔ اور جب ہمنے کہا لا شئ من النار ببارد بالامکان العام ۔ کہ آگ کا کوئی فرد بارد نہیں ہے ۔ امکان عام کے ساتھ ۔ تو اس کے معنی ہوں گے کہ برودۃ کا ثبوت آگ کے لئے ضروری نہیں ہے ۔

تشریح موجہ بسیطہ کی چھٹی قسم ممکنہ عامہ ہے ۔ اور ممکنہ عامہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں حکم کیا جائے ۔ ضرورۃ مطلقہ کے سلب کا حکم کے جانب مخالف سے (قضیہ میں جو نسبت مذکور ہے ۔ اس کے خلاف کو جانب مخالف کہتے ہیں

لہذا :۔ اگر قضیہ میں حکم ایجاب کا ہو تو اس قضیہ کا مفہوم یہ ہوگا ۔ کہ سلب کے ضروری ہونے کے سلب کا امکان ہے ۔ کیوں کہ جانب ایجاب کا

جانب مخالف سلب ہے۔
اور اگر قضیہ میں حکم سلب کا کیا گیا ہے ۔ یعنی قضیہ سالبہ ہے ۔ تو اس قضیہ کا مفہوم ہوگا کہ ایجاب کے ضروری ہونے کے سلب کا حکم کردیا گیا ہے ۔ اس وجہ سے کہ ایجاب ہی سلب کا جانب مخالف ہے ۔ مثلاً ہمنے جب کہا " کل نار حارۃ بالامکان العام ۔ تو اس کے معنی یہ ہوں گے ۔ کہ آگ سے حرارت کا سلب ضروری نہیں ہے ۔ اسی طرح جب ہم نے کہا " لاشئی من النار بیارد بالامکان العام ۔ تو اس کے معنی ہوں گے ۔ کہ برودت کا ثبوت آگ کے لئے ضروری نہیں ہے ۔

وانما سمیت ممکنۃ لاحتوائہا علی معنی الامکان وعامۃ لانہا اعم من الممکنۃ الخاصۃ وھی اعم من المطلقۃ العامۃ لانہ متی صدق الایجاب بالفعل فلا اقل من ان لایکون السلب ضروریا وسلب ضرورۃ السلب ھو امکان الایجاب فمتی صدق الایجاب بالفعل صدق الایجاب بالامکان ولا ینعکس لجواز ان یکون الایجاب ممکنا ولایکون واقعا اصلا وکذلک متی صدق السلب بالفعل لم یکن الایجاب ضروریا وسلب ضرورۃ الایجاب ھو امکان السلب فمتی صدق السلب بالفعل صدق السلب بالامکان دون العکس لجواز ان یکون السلب ممکنا غیر واقع واعم من القضایا الباقیۃ لان المطلقۃ العامۃ اعم منہا مطلقا والاعم من الاعم اعم ۔

ترجمہ اور اس کا ممکنہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ امکان کے معنی کو شامل ہے ۔ اور اس کا نام عامہ رکھا گیا ہے ۔ اس لئے کہ وہ ممکنہ خاصہ سے عام ہے اور ممکنہ خاصہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے ۔ اس لئے کہ جب ایجاب بالفعل صادق آئے گا تو اس سے کم نہیں ہے کہ سلب ضروری نہ ہو ۔ اور سلب کے ضروری ہونے کے سلب کا نام ایجاب کا امکان ہے ۔ لہذا پس جب ایجاب بالفعل صادق ہوگا ۔ تو ایجاب بالامکان بھی صادق آئے گا ۔ اور اس کا عکس نہیں ہے ۔ کیونکہ جائز ہے کہ ایجاب ممکن ہو اور بالفعل واقع نہ ہو ۔ اور ایسے ہی جب سلب بالفعل صادق ہو ۔ تو ایجاب ضروری نہ ہوگا ۔ اور ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب بعینہ سلب کا امکان ہے ۔ پس جب سلب بالفعل صادق ہوگا ۔ تو سلب بالامکان بھی صادق ہوگا نہ کہ اس کا عکس ۔ کیوں کہ جائز ہے کہ سلب

ممکن ہو۔ مگر واقع نہ ہو۔ اور یہ باقی قضایا سے اعم ہے۔ اس لئے کہ مطلقہ عامہ ان سے مطلقاً عام ہے۔ اور اعم سے جو اعم ہوتا ہے۔ وہ اعم ہوتا ہے۔

تشریح وجہ تسمیہ:۔ ممکنہ عامہ رکھنے کی شارح نے الگ الگ بیان کی ہے پہلے ممکنہ کی پھر اس کے بعد عامہ نام رکھنے کی۔ تو فرمایا کہ۔ چونکہ یہ امکان کے معنی کو شامل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا نام ممکنہ رکھا گیا ہے۔ اور عامہ اس وجہ سے نام رکھا گیا ہے۔ کہ یہ ممکنہ خاصہ سے اعم ہے۔ اور ممکنہ خاصہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے۔ لہذا ممکنہ عامہ مطلقہ عامہ سے عام ہوئی۔ اور مطلقہ عامہ سابقہ قضایا سے اعم ہے۔ لہذا اعم کا اعم،، اعم ہوا کرتا ہے۔ کے قاعدہ سے اس کا نام عامہ تجویز کیا گیا۔ دلیل اوپر گذر چکی ہے۔

قال واما المركبات فسبع الاولى المشروطة الخاصة وهي المشروطة العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات وهي ان كانت موجبة كقولنا بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لا دائما فتركيبها من موجبة مشروطة عامة وسالبة مطلقة عامة وان كانت سالبة كقولنا بالضرورة لا شيء من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لا دائما فتركيبها من سالبة مشروطة عامة وموجبة مطلقة عامة۔

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ بہر حال مرکبات پس سات ہیں۔ اول مشروطہ خاصہ ہے اور وہ بعینہ مشروطہ عامہ ہے۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ وہ اگر موجبہ ہو۔ جیسے ہمارا قول ،، بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً لادائماً۔ پس اس قضیہ کی ترکیب مشروطہ عامہ موجبہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے اور اگر سالبہ ہو۔ جیسے ہمارا قول ،، بالضرورۃ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بلدوام کاتبا لادائماً۔ پس اس کی ترکیب۔ سالبہ مشروطہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے۔

تشریح ماتن نے یہاں سے موجہات مرکبہ کا بیان شروع کیا ہے۔ فرمایا کہ مرکبات سات ہیں۔ اور پہلی قسم ان میں سے مشروطہ خاصہ ہے۔ اور تعریف اس کی یہ ہے کہ وہ بعینہ مشروطہ عامہ ہے۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ

پھر موجبہ اور سالبہ کی مثال دے کر یہ بتایا کہ موجبہ دو قضیوں سے مرکب ہے۔ یعنی موجبہ مشروطہ عامہ۔ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے۔ اسی طرح سالبہ بھی دو قضایا سے مرکب ہے۔ یعنی سالبہ مشروطہ عامہ۔ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے۔

اقول من المرکبات المشروطة الخاصة وهي المشروطة العامة مع قيد اللادوام بحسب الذات وانما قيد اللادوام بحسب الذات لان المشروطة العامة هي الضرورة بحسب الوصف الضرورة بحسب الوصف دوام بحسبه والدوام بحسب الوصف يمتنع ان يقيد باللادوام بحسب الوصف فان تقيد تقييدا صحيحا فلا بد من ان يقيد باللادوام بحسب الذات حتى يكون النسبة فيها ضرورية او دائمة في جميع اوقات وصف الموضوع لا دائمة في بعض اوقات ذات الموضوع۔

ترجمہ: شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مرکبات میں سے ایک مشروطہ خاصہ ہے اور وہ بعینہٖ مشروطہ عامہ ہے۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ اور لادوام بحسب الذات سے مقید اس لئے کیا ہے کہ اس وجہ سے کہ مشروطہ عامہ ضرورت بحسب الوصف کا نام ہے۔ اور ضرورت بحسب الوصف کا دوسرا نام دوام بحسب الوصف ہے۔ اور دوام بحسب الوصف کے لئے محال ہے۔ کہ وہ لادوام بحسب الوصف کے ساتھ مقید کیا جائے۔ اور اگر کسی قید صحیح سے مقید کیا جائے۔ تو ضروری ہے کہ وہ لادوام بحسب الذات کی قید سے مقید کرلے۔ تاکہ اس میں نسبت ضروری ہو جائے۔ یا دائمی وصف موضوع کے جمیع اوقات میں۔ نہ کہ ذات موضوع کے اوقات کے بعض میں دائمی نہ ہو۔

تشریح: شارح نے حسب عادت متن کی شرح کی ہے۔ اور مشروطہ خاصہ کی تعریف بیان کی جس کو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

قولہ وانما قید اللادوام بحسب الذات:۔ شارح نے بتایا کہ مشروطہ خاصہ۔۔ کو لادوام بحسب الذات کے ساتھ قید کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مشروطہ عامہ ضرورت بحسب الوصف کا نام ہے۔ اور ضرورت بحسب الوصف وصف کے دائمی ہونے کا نام ہے اور دوام بحسب الوصف کو لادوام بحسب الوصف کے ساتھ مقید کرنا محال ہے۔ اور

(ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا) لہذا اگر کوئی صحیح قید لگاتا ہے۔ تو وہ لادوام بحسب الذات ہی ہو سکتی ہے۔ تاکہ اس میں نسبت ضروری اور دائمی ہو جائے۔ جمیع اوقات وصف موضوع میں۔ نہ یہ کہ اوقات ذات موضوع کے بعض میں۔

وهی اعنی المشروطة الخاصة ان کانت موجبة کقولنا بالضرورة کل کاتب متحرك الاصابع ما دام کاتبا لا دائما فترکیبها من موجبة مشروطة عامة و سالبة مطلقة عامة اما المشروطة العامة الموجبة فهی الجزء الاول من القضیة واما السالبة المطلقة العامة فالجزء الثانی من القضیة ای قولنا لا شئ من الکاتب بمتحرك الاصابع بالفعل فهو مفهوم اللادوام لان ایجاب المحمول للموضوع اذا لم یکن دائما کان معناه ان الایجاب لیس متحققا فی جمیع الاوقات واذا لم یتحقق الایجاب فی جمیع الاوقات یتحقق السلب فی الجملة وهی السالبة المطلقة العامة وان کانت سالبة کقولنا بالضرورة لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع ما دام کاتبا لا دائما فترکیبها من مشروطة عامة سالبة وهی الجزء الاول وموجبة مطلقة عامة ای قولنا کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل وهو مفهوم اللادوام لان السلب اذا لم یکن دائما لم یکن متحققا فی جمیع الاوقات واذا لم یتحقق السلب فی جمیع الاوقات یتحقق الایجاب فی الجملة وهو الایجاب المطلق العام۔

ترجمہ اور وہ یعنی مشروطہ خاصہ موجبہ ہے۔ جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما"، تو اس قضیہ کی ترکیب موجبہ مشروطہ عامہ اور سالبہ مطلقہ سے ہوگی۔ بہرحال موجبہ مشروطہ عامہ تو یہ اس قضیہ کا جزء اوّل ہے۔ اور بہرحال سالبہ مطلقہ عامہ سے تو یہ اس قضیہ مرکبہ کا (یعنی مشروطہ خاصہ کا) جزء ثانی ہے یعنی ہمارا قول "لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل"۔ تو یہ لادوام کا مفہوم ہے۔ اس لئے کہ محمول کا ایجاب (ثبوت) موضوع کے لئے جب دائمی نہ ہو۔ تو اس کے معنی ہوتے ہیں۔ کہ ثبوت جمیع اوقات میں متحقق نہیں ہے۔ اور جب جمیع اوقات میں ایجاب متحقق (ثابت) نہ ہوا۔ تو فی الجملہ سلب متحقق ہوگا۔ اور یہ معنی سالبہ مطلقہ عامہ کے ہیں۔
اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول "بالضرورۃ لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً

لا دائماً۔ تو اس قضیہ کی ترکیب مشروطہ عامہ سالبہ سے ہے۔ اور یہ جزء اول ہے۔ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے۔ یعنی ہمارے قول و کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل سے اور یہ لا دوام کا مفہوم ہے۔ کیونکہ سلب جب دائمی نہ ہو تو جمیع اوقات میں متحقق نہ ہوگا اور جب سلب جمیع اوقات میں نہیں پایا گیا۔ تو فی الجملہ ایجاب پایا جائے گا۔ اور یہی ایجاب مطلقہ عامہ ہے۔

تشریح مشروطہ خاصہ کے اجزاء ترکیبیہ سے شارح نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اس کے ہر ہر جزء کو مثال دے کر بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ مشروطہ خاصہ اگر موجبہ ہے تو اس کی ترکیب موجبہ مشروطہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے۔ جس میں مشروطہ عامہ موجبہ جزء اول ہے۔ اور سالبہ مطلقہ عامہ یہ اس قضیہ کا دوسرا جزء ہے۔

اور اگر سالبہ ہے ——— ۔ تو اس کی ترکیب مشروطہ عامہ سالبہ یہ جزء اول ہے اور موجبہ مطلقہ عامہ سے اور یہ جزء ثانی ہے۔

پھر ہر ایک کی الگ الگ دلیل دی ہے۔ جس کو آپ ترجمہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔

فان قلت حقیقۃ القضیۃ المرکبۃ ملتئمۃ من الایجاب والسلب فکیف تکون موجبۃ او سالبۃ فنقول الاعتبار فی ایجاب القضیۃ المرکبۃ وسلبھا بایجاب الجزء الاول وسلبہ اصطلاحا فان کان الجزء الاول موجبا کانت القضیۃ موجبۃ وان کان سالبا فسالبۃ والجزء الثانی موافق لہ فی الکم ومخالف لہ فی الکیف والنسبۃ بینھا وبین القضایا البسیطۃ امابینھا وبین الدائمتین فبا ئنۃ کلیۃ کانھا مقیدۃ باللادوام بحسب الذات وھو مباین للدوام بحسب الذات وذلک ظاھر۔

ترجمہ پس اگر تو اعتراض کرے کہ مذکورہ قضیہ مرکبہ ایجاب اور سلب دونوں سے مرکب ہے۔ تو یہ موجبہ اور سالبہ کیسے ہوگا۔

فنقول الاعتبار۔ تو ہم جواب دیں گے کہ قضیہ مرکبہ میں ایجاب اور سلب کا اعتبار جزء اول کے ایجاب اور سلب پر ہے۔ بطور اصطلاح کے، پس اگر جزء اول موجبہ ہے تو قضیہ موجبہ ہوگا۔ اور اگر سالبہ ہے۔ تو قضیہ سالبہ ہوگا۔ اور قضیہ کا جزء ثانی کم میں اس

کے موافق ہوگا۔ مگر کیفیت میں اس کے مخالف ہوگا۔ اور نسبت اس حصیہ کے درمیان اور قضایا بسیط کے درمیان۔ تو ہر حال اس کے درمیان اور دونوں دائمہ کے درمیان تو تباین کلی ہے۔ گو یا وہ لادوام بحسب الذات کے ساتھ مقید ہے۔ اور یہ دوام بحسب الذات کے مباین ہے۔ اور یہ پس ظاہر ہے۔

تشریح اعتراض :۔ جب مرکبات دو قضایا سے مل کر بنتے ہیں۔ جن میں سے ایک موجبہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے۔ تو قضیہ کا نام موجبہ یا سالبہ کس طرح رکھیں گے۔

الجواب قضیہ مرکبہ میں اس کے موجبہ اور سالبہ کا اعتبار اس قضیے کے جزر اول پر ہے۔ اگر جزر اول موجبہ ہے۔ تو قضیہ موجبہ ہوگا اور اگر قضیہ مرکبہ کا جزر اول سالبہ ہے۔ تو قضیہ کا نام سالبہ رکھا جائے گا۔ یہ اہل منطق کی اصطلاح ہے (ولامناقشۃ فی الاصطلاح)

قولہ والنسبت بینہا وبین القضایا البسیطہ :۔ شارح اس جگہ مشروطہ خاصہ کی نسبت قضایا بسیط کے درمیان بیان کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اس کے یعنی (مشروطہ خاصہ کے) درمیان اور قضایا بسیط کے درمیان نسبت کا جہاں تک تعلق ہے۔ تو یہ وہ ہے۔

قولہ امابینہا وبین الدائمتین :۔ اس کے (مشروطہ خاصہ کے) درمیان اور دونوں دائمہ بسیطہ کے درمیان نسبت تباین کلی کی ہے۔ اس لئے کہ مشروطہ خاصہ۔۔ گویا لادوام بحسب الذات کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ یہ دوام بحسب الذات کے مباین ہے۔ دونوں دائموں میں دوام بحسب الذات کی قید ہوتی ہے۔

وللضرورۃ بحسب الذات لان الضرورۃ بحسب الذات اخص من الدوام بحسب الذات نقیض الاعم مباین لعین الاخص مباینۃ کلیۃ وھی اخص من المشروطۃ العامۃ مطلقا لانہا المشروطۃ العامۃ المقید باللادوام والمقید اخص من المطلق وکذا من القضایا الثلث الباقیۃ لانہا اعم من المشروطۃ العامۃ ۔

ترجمہ اور ضرورۃ بحسب الذات کے (بھی مباین ہے) اس لئے کہ بحسب الذات اخص ہے۔ دوام بحسب الذات سے۔ اور اعم کی نقیض مباین ہوتی ہے۔

اخص کے عین سے اور مباینت کلی ہوتی ہے۔ اور وہ مشروطہ عامہ سے مطلقاً اخص ہے۔ اس لئے کہ وہ بعینہٖ مشروطہ عامہ ہے۔ جو لادوام کے ساتھ مقید ہو۔ اور مقید مطلق سے اخص ہوتی ہے۔ اور اسی طرح باقی تینوں قضایا سے۔ اس لئے کہ وہ مشروطہ عامہ سے اعم ہے۔

تشریح اور مشروطہ خاصہ ضرورت بحسب الذات کے مباین ہے۔ اس وجہ سے کہ ضرورت بحسب الذات بمقابلہ دوام بحسب الذات کے اخص ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ اعم کی نقیض عین اخص کے مباین ہوتی ہے۔ اور مباین کلی ہوتی ہے۔ تو دھی اخص من المشروطۃ العامۃ۔ اور مشروطہ خاصہ بمقابلے مشروطہ عامہ کے اخص مطلق ہے اس لئے کہ مشروطہ خاصہ بعینہٖ مشروطہ عامہ ہے جو مقید ہو۔ لادوام کے ساتھ۔ اور مقید بہ نسبت مطلق کے اخص ہوا کرتی ہے۔

وکذا من القضایا:۔ مشروطہ خاصہ کی نسبت بقیہ قضایا بسیط سے ایسی ہی نسبت رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ مشروطہ عامہ سے عام ہے۔ اور مشروطہ عامہ بقیہ تمام سے عام ہے۔ تو یہ بھی بقیہ سے اعم ہوگی۔

قال الثانیۃ العرفیۃ الخاصۃ وھی العرفیۃ العامۃ مع قید اللادوام بحسب الذات وھی ان کانت موجبۃ فترکیبھا من موجبۃ عرفیۃ عامۃ وسالبۃ مطلقۃ عامۃ وان کانت سالبۃ فترکیبھا من سالبۃ عرفیۃ عامۃ وموجبۃ مطلقۃ عامۃ ومثالھا ایجاباً وسلباً ما مر۔

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ دوسری قسم عرفیہ خاصہ ہے۔ اور وہ بعینہٖ عرفیہ عامہ ہے۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ وہ اگر موجبہ ہو تو اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔ اور ایجاباً وسلباً اس کی مثال گذر چکی ہے۔

تشریح موجہات مرکبہ کی یہ دوسری قسم ہے۔ اس دوسری قسم کا نام ہے عرفیہ خاصہ۔

تعریف:۔ عرفیہ خاصہ بعینہٖ عرفیہ عامہ ہے۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ اس کے موجبہ کے اجزاء ترکیبیہ۔ موجبہ عرفیہ عامہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوا کرتی ہے

مثالیں اور اس کی تفصیل شرح میں آرہی ہیں ۔

اقول العرفیة الخاصة هی عرفیة العامة مع قید اللادوام بحسب الذات وهی ان کانت موجبة کما مر من قولنا کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما فترکیبها من موجبة عرفیة عامة وهی الجزء الاول وسالبة مطلقة عامة هی مفهوم اللادوام وان کانت سالبة کما تقدم من قولنا لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما فترکیبها من سالبة عرفیة عامة وهی الجزء الاول وموجبة مطلقة عامة وهی مفهوم اللادوام ۔

ترجمہ شارح فرماتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں ۔ کہ عرفیہ خاصہ بعینہ عرفیہ عامہ ہے ۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ ۔ وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول گذر چکا ہے کہ "کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما ۔ تو اس کی ترکیب موجبہ عرفیہ عامہ سے اور یہ جزء اول ہے ۔ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے ۔ اور یہ لادوام کا مفہوم ہے ۔

قولہ وان کانت سالبةً ۔ اور اگر سالبہ ہو تو جیسا کہ ہمارا قول گذر چکا ہے ۔ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما ۔ تو اس کی ترکیب سالبہ عرفیہ عامہ سے ہے ۔ اور یہ جزء اول ہے ۔ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے ۔ یہ دوسرا جزء ہے ۔ اور یہ لادوام کا مفہوم ہے ۔

تشریح شارح نے عرفیہ خاصہ کی تعریف کے ساتھ اس کی مثال بھی ذکر فرمائی ہے ۔ اور اس کے اجزاء ترکیبیہ بھی ذکر کئے ہیں ۔ آسان ہے ترجمہ سے ملاحظہ کیجئے ۔

وهي اعم من المشروطة الخاصة لانه متى صدقت الضرورة بحسب الوصف لا دائما صدق الدوام لا دائما من غير عكس ومباينة للدائمتين على ماسلف واعم من المشروطة العامة من وجه لتصادقهما في مادة المشروطة الخاصة وصدق المشروطة العامة بدونها في مادة الضرورة الذاتية وصدقها بدون المشروطة العامة اذا كان الدوام بحسب الوصف من غير ضرورة واخص من العرفية العامة لان المقيد اخص من المطلق وكذا من اللافيتين لانهما اعم من العرفية العامة -

ترجمہ اور یہ اعم ہے مشروطہ خاصہ سے اس وجہ سے کہ جب ضرورت بحسب الوصف صادق ہو گی ۔ اور دائما نہ ہو گی ۔ تو دوام بحسب الوصف صادق آئے گا ۔ نہ کہ دائماً مگر اس کا عکس نہیں ہے ۔

قولہ ومباینۃ للدائمتین :۔ دونوں دائمہ سے اس کی نسبت مباین کی ہے جیسا کہ اوپر گذرچکا ہے ۔ اور یہ مشروطہ عامہ سے اعم من وجہ ہے ۔ دونوں کے صادق آنے کی وجہ سے مشروطہ خاصہ کے مادہ میں ۔ اور مشروطہ عامہ کے صادق ہونے کی وجہ سے اس کے بغیر ضرورۃ ذاتیہ کے مادہ میں ۔ اور اس کے صادق آنے کی وجہ سے بغیر مشروطہ عامہ کے جب کہ دوام بحسب الوصف ہو ۔ اور ضروری نہ ہو ۔ اور عرفیہ عامہ سے اخص ہے اس لئے کہ مقید بمقابلے مطلق کے اخص ہوتا ہے ۔ اسی طرح دونوں باقی قضایا سے اخص ہے ۔ کیونکہ وہ دونوں عرفیہ عامہ سے اعم ہیں ۔ اور عرفیہ عامہ اس سے عام ہے ۔ اور اخص کا اخص اخص ہوتا ہے ۔

تشریح شارح نے عرفیہ خاصہ کی نسبت سابقہ قضایا سے بیان کی ہے ۔ تفصیل یہ ہے کہ عرفیہ خاصہ مشروطہ عامہ سے اعم ہے ۔ کیونکہ جب ضرورت بحسب الوصف لادائما صادق ہوگا ۔ تو دوام بحسب الوصف لادائماً بھی صادق مگر اس کا عکس نہیں ہے ۔ کہ جہاں دوام بحسب الوصف لادائماً (عرفیہ خاصہ ہے) صادق ہو وہاں ضرورت بحسب الوصف لادائماً بھی صادق آئے ۔ (یہ مشروطہ خاصہ ہے)

اور دونوں دائمہ سے عرفیہ خاصہ مبائن ہے ۔ دلیل پہلے گذرچکی ہے ۔ اور عرفیہ خاصہ مشروطہ عامہ سے اعم من وجہ ہے ۔ کیوں کہ مشروطہ خاصہ میں دونوں جمع ہیں ۔ اور ضروریۃ ذاتیہ کی مثال میں صرف مشروطہ عامہ صادق آئی ہے ۔ عرفیہ خاصہ صادق نہیں آئی ۔ اور

جب دوام بحسب الوصف ہو۔ اور ضروری نہ ہو۔ تو عرفیہ خاصہ صادق آتی ہے۔ مگر مشروطہ عامہ صادق نہیں آتی ہے۔

قولہ واخص من العرفیۃ العامۃ :۔ اور عرفیہ خاصہ بمقابلہ عرفیہ عامہ کے اخص ہے۔ کیونکہ مقید خاص اور مطلق عام ہوتا ہے۔

واعلم ان وصف الموضوع فی المشروطۃ والعرفیۃ الخاصیتین یجب ان یکون وصفا مفارقا لذات الموضوع فانہ لوکان دائمالہ وصف المحمول دائم بدوام وصف الموضوع کان وصف المحمول دائما لذات الموضوع وقدکان لادائما بحسب الذات هذا خلف۔

ترجمہ اور جان تو کہ وصف موضوع مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں واجب ہے کہ ایسا وصف ہو جو ذات موضوع سے جدا ہونے والا ہو۔ اس لئے کہ اگر یہ وصف اس کے لئے دائمی ہوگا۔ اور محمول کا وصف دائمی ہوتا ہے۔ وصف موضوع کے دوام سے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ محمول کا وصف ذات موضوع کیلئے دائمی ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ بحسب الذات غیر دائمی تھا: اور یہ صورت خلاف مفروض ہوگی۔

تشریح قولہ، واعلم :۔ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ دونوں کی تعریفوں میں ۔۔ دوام بحسب الذات کی قید ہے۔ تو خیال ہوتا تھا کہ دوام بحسب الوصف کی دو صورتیں ہیں موضوع سے وصف جدا ہو سکتا ہو۔ یا جدا نہ ہو سکتا ہو۔ شارح نے دونوں صورتوں میں سے ایک کو متعین کر دیا۔ کہ موضوع کی ذات سے یہ وصف مفارق (جدا) ہو۔ کیونکہ اگر مفارق نہ ہو۔ اور دائمی ہو۔ تو لازم آئے گا۔ کہ یہ وصف ذات موضوع کے لئے دائمی بن جائے گا۔ حالانکہ دائمی بحسب الذات نہ تھا۔

قال الثالثۃ الوجودیۃ اللاضروریۃ وهی المطلقۃ العامۃ مع قید اللاضرورۃ بحسب الذات وهی ان کانت موجبۃ کقولنا کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ فترکیبها من موجبۃ مطلقۃ عامۃ وسالبۃ ممکنۃ عامۃ وان کانت سالبۃ کقولنا لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ فترکیبها من سالبۃ مطلقۃ عامۃ وموجبۃ ممکنۃ عامۃ۔

ترجمہ مرکبات کی تیسری قسم وجودیہ لاضروریہ ہے۔ اور یہ بعینہٖ مطلقہ عامہ ہے۔ لا ضرورت بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ وہ اگر موجبہ ہے۔ جیسے ہمارا قول «کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة» (ہر انسان ضاحک ہے، کسی نہ کسی وقت میں مگر ضروری نہیں ہے) تو اس قضیہ کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ ہے۔ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر سالبہ ہو۔ جیسے ہمارا قول «لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورة»، تو اس کی ترکیب سالبہ مطلقہ عامہ اور موجبہ ممکنہ عامہ سے ہو گی۔

تشریح ماتن نے مرکبات کی تیسری قسم وجودیہ لاضروریہ بیان کی۔ اور تعریف میں کہا یہ بعینہٖ مطلقہ عامہ ہے۔ جو لاضرورة بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید ہو۔ اور اس کے اجزاء ترکیبیہ۔ موجبہ میں یہ ہیں۔ کہ موجبہ مطلقہ عامہ جزء اول سالبہ ممکنہ عامہ جزء ثانی ہے۔ اور اگر سالبہ ہو۔ تو اجزاء یہ ہوتے ہیں۔ سالبہ مطلقہ عامہ جزء اول۔ موجبہ ممکنہ عامہ جزء ثانی ہے۔ مثال کتاب میں دیکھئے۔

اقول الوجودية اللاضرورية هي المطلقة العامة مع قيد اللاضرورة بحسب الذات وانما قيد اللاضرورة بحسب الذات وان امكن تقييد المطلقة العامة باللاضرورة بحسب الوصف لانهم لم يعتبروا هذا التركيب ولم يتعرضوا لاحكامه فهي ان كانت موجبة كقولنا كل انسان ضاحك بالفعل لا بالضرورة فتركيبها من موجبة مطلقة عامة وسالبة ممكنة عامة اما الموجبة المطلقة العامة فهي الجزء الاول واما السالبة الممكنة العامة اي قولنا لا شئ من الانسان بضاحك بالامكان العام فهي معنى اللاضرورة لان الايجاب اذا لم يكن ضروريا كان هناك سلب ضرورة الايجاب وسلب ضرورة الايجاب ممكن عام سالب وان كانت سالبة كقولنا لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل لا بالضرورة فتركيبها من سالبة مطلقة عامة وهي الجزء الاول وموجبة ممكنة عامة وهي معنى اللاضرورة فان السلب اذا لم يكن ضروريا كان هناك سلب ضرورة السلب وهو الممكن العام الموجب ـ

ترجمہ شارح نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ وجودیہ لاضروریہ بعینہٖ مطلقہ عامہ ہے۔ لاضرورۃ بحسب الوصف کی قید کے ساتھ۔ اور لاضرورت بحسب الذات کی قید اس لیے لگائی اگرچہ ممکن نہ تھا۔ مطلقہ عامہ کو مقید کرنا۔ لاضرورت بحسب الوصف کے ساتھ۔ کیوں کہ اس ترکیب کا انھوں نے اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور نہ اس کے احکام بیان کیے۔ پس وہ اگر موجبہ ہو۔ جیسے ہمارا قول " کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ۔ پس اس کی ترکیب موجبہ مطلقہ عامہ اور سالبہ ممکنہ عامہ سے ہوئی ہے۔

بہرحال موجبہ مطلقہ عامہ تو یہ جزو اول ہے۔ اور سالبہ ممکنہ عامہ یعنی ہمارا قول " لاشئ من الانسان بضاحک بالامکان العام " تو یہ لاضرورت کے معنی ہیں۔ کیوں کہ جب ایجاب ضروری نہ ہو تو اس جگہ ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب پایا جاتا ہے۔ اور ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب ممکنہ عامہ سالبہ ہے۔

اور اگر سالبہ ہو (یعنی وجودیہ لاضروریہ کے سالبہ کی مثال) جیسے ہمارا قول۔ لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ۔ تو اس کی ترکیب (یعنی وجودیہ لاضروریہ سالبہ کی ترکیب) سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے۔ اور یہ جزو اول ہے۔

(اور دوسرا جزو) موجبہ ممکنہ عامہ سے۔ اور لاضرورۃ کے معنی ہیں۔ اس لئے کہ سلب جب ضروری نہ ہو۔ تو اس جگہ سلب کے ضروری ہونے کا سلب (یعنی نفی) ہوتا ہے۔ اور سلب ضرورۃ السلب ممکنہ عامہ موجبہ ہے۔

تشریح شارح نے وجودیہ لاضروریہ کی تعریف اور مثال بیان کی۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وجہ تسمیہ اور اس کے اجزاء ترکیبیہ بیان کیے ہیں

اجزاء ترکیبیہ وجودیہ لاضروریہ اگر موجبہ ہو۔ تو اس کا جزو اول موجبہ مطلقہ عامہ۔ اور دوسرا جزو سالبہ ممکنہ عامہ ہے۔ ان دونوں سے مل کر یہ قسم تیار ہوئی ہے۔

جزو ثانی سالبہ ممکنہ عامہ ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کی مثال " لاشئ من الانسان بضاحک بالامکان العام ہے۔ اور یہ لاضرورۃ کے معنی ہیں۔ کیوں کہ ایجاب جب ضروری نہ ہو۔ تو اس جگہ ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب پایا جاتا ہے۔ اور سلب ضرورۃ الایجاب کا نام ممکنہ عامہ ہے۔

اسی طرح سالبہ کی مثال ہے۔ لاشئ من الانسان بضاحک بالامکان العام اور

لاضرورۃ کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ امکان عام کے انسان کا کوئی فرد ضاحک نہیں ہے گویا ثبوت ضاحک انسان کے لئے ضروری نہیں ہے۔ تو یہاں ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب پایا گیا۔ اور ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب ہی ممکنہ عامہ سالبہ ہے۔

قولہ وان کانت سالبۃ :۔ اور وجودیہ لاضروریہ سالبہ کی مثال لاشئی من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ ہے۔ اور اس کے اجزاء ترکیبیہ یہ ہیں۔ جزو اول اس کا سالبہ مطلقہ عامہ ہے۔ اور دوسرا اجزء موجبہ ممکنہ عامہ ہے۔ اور لاضرورۃ کے معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی یہ کہ انسان کا کوئی فرد ضاحک نہیں۔ اور یہ نفی ضروری نہیں ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب سلب ضروری نہ ہو۔ تو وہاں سلب کے ضروری ہونے کا سلب پایا جاتا ہے۔ اور یہی معنی موجبہ ممکنہ عامہ کے ہیں۔

وھی اعم مطلقاً من الخاصیتین لانہ متی صدقت الضرورۃ او الدوام بحسب الوصف لادائماً صدقت فعلیۃ النسبۃ لا بالضرورۃ من غیر عکس مباینۃ لتقییدھا باللاضرورۃ بحسب الذات واعم من الدائمۃ من وجہ لتصادقھما فی مادۃ الدوام الخالی عن الضرورۃ وصدق الدائمۃ بدونھا فی مادۃ الضرورۃ بالعکس فی مادۃ اللادوام۔

ترجمہ اور وہ (وجودیہ لاضروریہ) خاصتین سے عام ہے۔ اس لئے کہ جب ضرورۃ یا دوام بحسب الوصف لادائماً صادق آئے گا۔ تو فعلیۃ النسبۃ لا بالضرورۃ (یعنی نسبت کسی نہ کسی زمانے میں پائی جائے۔ اور ضروری نہ ہو) بھی پائی جائے گی۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔

قولہ ومبائنۃ للضرورۃ :۔ اور وجودیہ لاضرورۃ کے مبائن ہے۔ کیوں کہ وہ لاضرورۃ بحسب الذات کے ساتھ مقید ہے۔ اور یہ (یعنی وجودیہ لاضروریہ) دائمہ (مطلقہ) سے اعم من وجہ ہے۔ کیوں کہ اس دوام پر صادق آتی ہیں۔ جو ضرورۃ سے خالی ہو۔ اور دائمہ صادق ہے۔ بغیر اس کے ضرورۃ کے مادہ میں۔ بلاعکس کے دوام کے مادہ میں۔

تشریح قولہ وھی اعم :۔ یہاں سے شارح وجودیہ لاضروریہ کی نسبت باقی اقسام سے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا یہ دونوں خاصیتوں سے عام مطلق ہے

کیونکہ جب ضروریہ اور دائمہ بحسب الوصف لادائمًا ۔ صادق ہوگا ۔ تو نسبت کا فعلی ہونا بھی ثابت ہوگا ۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے ۔ کہ جب نسبت فعلی بالضرورۃ صادق آ جائے ۔ ضروریہ اور دائمہ بحسب الوصف لادائمًا بھی صادق ہو ۔

قولہ ومباینۃ للضرورۃ :۔ وجودیہ لاضروریہ اور مطلقہ کے درمیان نسبت تبائن کی ہے ۔ کیوں کہ ضروریہ میں ضرورت کی قید ہے ۔ اور لاضروریہ میں لاضرورت بحسب الذات کی قید ہے ۔ اس لئے دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں ۔

قولہ واعم من الدائمۃ :۔ اور وجودیہ لاضروریہ دائمہ مطلقہ سے اعم من وجہ ہے ۔ کیوں کہ دونوں اس مادہ کے دوام میں جمع ہو جاتی ہیں ۔ جو ضروریہ نہ ہو ۔ اور دائمہ صادق آتی ہے ۔ اور وجودیہ لاضروریہ صادق نہیں ضرورۃ کے مادہ میں ۔ اور لادوام کے مادہ میں وجودیہ لاضروریہ صادق آتی ہے ۔ اور دائمہ صادق نہیں آتی ۔

وکذا من المشروطۃ العامۃ والعرفیۃ العامۃ لتصادقھا فی مادۃ المشروطۃ الخاصۃ وصدقھما بدونھا فی مادۃ الضرورۃ وصدقھا بدونھما فی مادۃ اللادوام بحسب الوصف واخص من المطلقۃ العامۃ لخصوص المقید ومن الممکنۃ العامۃ لانھا اعم من المطلقۃ العامۃ ۔

ترجمہ اور ایسے ہی وجودیہ لاضروریہ مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سے اعم من وجہ ہے اس لئے وہ (وجودیہ لاضروریہ) صادق آتی ہے ۔ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں ۔ اور دونوں (مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ) صادق آتی ہیں ۔ بغیر اس کے (وجودیہ لاضروریہ کے بغیر) ضرورۃ کے مادہ میں ۔ اور (وہ) صادق آتی ہے ۔ ان دونوں کے (عرفیہ عامہ مشروطہ عامہ) کے بغیر لادوام بحسب الوصف کے مادہ میں ۔

قولہ واخص من المطلقۃ العامۃ :۔ اور وہ (وجودیہ لاضروریہ) اخص بمقابلے مطلقہ عامہ کے کیوں کہ مقید خاص ہوتا ہے ۔ اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے ۔ کیونکہ وہ مطلقہ عامہ سے اعم ہے ۔

تشریح وجودیہ لاضروریہ کی نسبت بعض اقسام سے اس جگہ بیان کی ہے ۔

قولہ وکذا من المشروطۃ العامۃ :۔ اور وہ مشروطہ عامہ سے بھی

اعم من وجہ ہے۔ اور عرفیہ سے بھی۔ کیوں کہ وہ مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق آتی ہے۔ اور یہ دونوں صادق نہیں آتیں۔ اسی طرح ضرورت کے مادہ میں وہ دونوں صادق آتی ہیں۔ اور یہ (وجودیہ لاضروریہ صادق نہیں آتی) اور وجودیہ لاضروریہ صادق آتی ہے۔ ان دونوں کے بغیر لادوام بحسب الوصف کے مادہ میں۔

قولہ داخص من المطلقة العامة:۔ اور وجودیہ لاضروریہ بمقابلے مطلقہ عامہ کے اخص ہے۔ کیوں کہ مقید ہے۔ اور ممکن خاص ہوتا ہے مطلق کے مقابلے میں۔

قولہ ومن الممکنة العامة:۔ اسی طرح وجودیہ لاضروریہ ممکنہ عامہ سے بھی اخص ہے۔ کیونکہ ممکنہ عامہ اعم ہے۔ مطلقہ عامہ سے اور مطلقہ عامہ اس سے اعم ہے تو اعم کا اعم اعم ہوتا ہے۔ لہذا ممکنہ عامہ اس سے اعم ہے۔ اور یہ اس سے اخص ہے۔

قال الرابعة الوجودیة اللادائمة وھی المطلقة العامة مع قید اللادوام بحسب الذات سواء کانت موجبة اوسالبة نترکیبھا من المطلقتین عامتین احدھما موجبة والاخریٰ سالبة ومثالھا ایجابا وسلبا مامرا۔

ترجمہ ماتن نے فرمایا۔ چوتھی قسم وجودیہ لادائمہ ہے۔ اور وہ بعینہ مطلقہ عامہ ہے لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ اور موجبہ ہو یا کہ سالبہ ہو۔ اس کی ترکیب دونوں مطلقہ عامہ سے ہے۔ ایک موجبہ اور دوسرا جزء سالبہ ہے۔ اور اس کی مثال ایجاب وسلب میں گذر چکی ہے۔

تشریح ماتن نے اس جگہ مرکبات کی چوتھی قسم وجودیہ لادائمہ کا ذکر شروع کیا ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے۔ وجودیہ لادائمہ بعینہ مطلقہ عامہ ہے۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ اس کے موجبہ اور سالبہ دونوں قضایا دو مطلقہ عامہ سے مرکب کئے گئے ہیں۔ ایک موجبہ ہوتا ہے۔ دوسرا سالبہ۔

اقول الوجودیة اللادائمة ھی المطلقة العامة مع قید اللادوام بحسب الذات وھی سواء کانت موجبة اوسالبة یکون ترکیبھا من المطلقتین عامتین احدھما موجبة والاخریٰ سالبة لان الجزء الاول مطلقة عامة والجزء الثانی

هو اللادوام وقد عرفت ان مفهوم مطلقة عامة ومثالها ايجابا وسلبا ما مر من قولنا كل انسان ضاحك بالفعل لا دائما و لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل لا دائما وهي اخص من الوجودية اللاضرورية لانه متى صدقت مطلقتان صدقت مطلقة وممكنة بخلاف العكس واعم من الخاصتين لانه متى تحقق الضرورة او الدوام بحسب الوصف لا دائما تحقق فعلية النسبة لا دائما من غير عكس ومباينة للدائمتين على ما مر غير مرة واعم من العامتين من وجه لتصادقهما فى مادة المشروطة الخاصة وصدقتهما بدونها فى مادة الضرورة بالعكس حيث لا دوام بحسب الوصف واخص من المطلقة والممكنة العامتين وذلك الظاهر ۔

ترجمہ شارح نے فرمایا ۔ میں کہتا ہوں کہ وجودیہ لادائمہ بعینہ مطلقہ عامہ ہے ۔ لا دوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ ۔ اور وہ برابر ہے کہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو ۔ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے ۔ ایک ان میں سے موجبہ ہوتا ہے ۔ اور دوسرا اجزء سالبہ ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ جزء اول تو مطلقہ عامہ ہے ۔ اور جزء ثانی لادوام ہے ۔ اور تم پہچان چکے ہو کہ اس کا مفہوم مطلقہ ہوتا ہے ۔ اور اس کی مثال ایجاب وسلب کی وہ ہے جو ہمارے اس قول میں گذر چکی ہے ۔ کہ کل انسان ضاحک بالفعل لا دائماً ۔ اور لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل لادائماً ۔ اور وہ وجودیہ لا ضروریہ سے اخص ہے ۔ کیونکہ جب دونوں مطلقہ صادق آئیں گے ۔ تو مطلقہ اور ممکنہ بھی صادق آئیں گے ۔ بخلاف اسکے عکس کے ۔ اور دونوں خاصہ سے اعم ہے ۔ کیوں کہ جب ضرورۃ یا دوام بحسب الوصف لادائماً ۔ صادق ہوں گے ۔ تو فعلیۃ النسبۃ لادائماً بھی صادق ہوگی ۔ بغیر اس کے عکس کے اور دونوں دائمہ سے مباین ہے ۔ جیسا کہ یہ بار بار گذر چکا ہے ۔ اور دونوں عامہ سے اس کی نسبت من وجہ کی ہے ۔ کیونکہ دونوں مشروطہ خاصہ کے مادہ میں صادق آتے ہیں ۔ اور ضرورۃ کے مادہ میں دونوں صادق آتے ہیں ۔ اس کے بغیر ۔ اور جہاں لادوام بحسب الوصف ہو وہاں اس کا عکس ہے ۔ یعنی وجودیہ لادائمہ صادق ہے اور دونوں عامہ صادق نہیں ہیں ۔ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے ۔

تشریح :- شارح نے وجودیہ لادائمہ کی تعریف اور اس کی نسبت اور اجزاء ترکیبیہ بیان کیا ہے۔

تعریف :- وجودیہ لادائمہ بعینہ مطلقہ عامہ ہے۔ مع قید لادوام بحسب الذات کے۔

اجزاء ترکیبیہ :- اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے جن میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے۔ جزو اول اس کا مطلقہ عامہ ہوتا ہے دوسرا جزء لادوام ہوتا ہے۔ مثال کل انسان ضاحک بالفعل لا دائماً۔ اور لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل لا دائماً۔

دوسرے قضایا سے اس کی نسبت :- یہ وجودیہ لاضروریہ سے تو اخص ہے اور دونوں عامہ سے اعم۔ اور دونوں دائمہ سے مباین ہے۔ اور دونوں عامہ سے اعم من وجہ ہے۔ اور مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے۔ ھذا خلاصۃ ما قال۔

قالَ الخامسۃ الوقتیۃ وھی التی یحکم فیھا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع وسلبہ عنہ فی وقت معین من اوقات وجود الموضوع مع قید اللادوام بحسب الذات وھی ان کانت موجبۃ کقولنا بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لا دائماً فترکیبھا من موجبۃ وقتیۃ مطلقۃ وسالبۃ مطلقۃ عامۃ وان کانت سالبۃ کقولنا بالضرورۃ لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائماً فترکیبھا من سالبۃ وقتیۃ مطلقۃ وموجبۃ مطلقۃ عامۃ۔

ترجمہ :- ماتن نے کہا۔ مرکبات کی پانچویں قسم وقتیہ ہے۔ اور وقتیہ وہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں محمول کے ثبوت کے ضرورت کا حکم کیا جائے، موضوع کے لیے، اور اس کے سلب کا اس سے موضوع کے وجود کے اوقات معینہ میں۔ لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ وہ اگر موجبہ ہے۔ جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لا دائماً۔ تو پس اس کی ترکیب موجبہ وقتیہ مطلقہ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول بالضرورۃ لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائماً۔ پس اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔

تشریح :۔ ماتن نے مرکبات کی پانچویں قسم کو بیان کیا ہے۔ فرمایا پانچویں قسم وقتیہ ہے۔

تعریف :۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ وقتیہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے کہ جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا موضوع کے لئے حکم کیا جائے۔ یا اس سے اس کے سلب کا حکم کیا جائے موضوع کے وجود کے وقت معین میں۔

اجزاء ترکیبیہ :۔ اس کے اجزاء ترکیبیہ :۔ موجبہ وقتیہ مطلقہ جزء اول اور سالبہ مطلقہ عامہ جز ثانی ہے۔ یہ موجبہ کی ترکیب ہے۔

قول وان کانت سالبۃ :۔ اور اگر سالبہ ہو تو اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔

اقول الوقتیۃ ھی التی یحکم فیھا بضرورۃ ثبوت المحمول للموضوع اوبضرورۃ سلبہ عنہ فی وقت معین من اوقات وجود الموضوع مقیدا باللادوام بحسب الذات فان کانت موجبۃ کقولنا بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لا دائما فترکیبھا من موجبۃ وقتیۃ مطلقۃ وھی الجزء الاول ای قولنا کل قمر منخسف وقت الحیلولۃ وسالبۃ مطلقۃ عامۃ وھی مفھوم اللادوام اعنی قولنا لاشیٔ من القمر بمنخسف بالاطلاق العام۔ وان کانت سالبۃ کقولنا بالضرورۃ لاشیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما فترکیبھا من سالبۃ وقتیۃ مطلقۃ وھی الجزء الاول ای قولنا لاشیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع ومن موجبۃ مطلقۃ عامۃ وھی کل قمر منخسف بالاطلاق العام۔

ترجمہ :۔ میں کہتا ہوں وقتیہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے کہ جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم کیا جائے۔ موضوع کے لیے۔ یا اس کے سلب کے ضروری ہونے کا حکم کیا جائے اس سے (موضوع سے) موضوع کے وجود کے اوقات میں سے کسی معین وقت میں۔ اور جس کو مقید کیا گیا لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ پس وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لا دائما۔ قولہ فترکیبھا۔ پس اس کی ترکیب موجبہ وقتیہ مطلقہ سے ہے۔ اور یہ جزء اول ہے۔ یعنی

ہمارا قول کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض اور سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے اور یہ جزء ثانی ہے اور وہ لادوام کا مفہوم ہے۔ یعنی ہمارا قول لاشئ من القمر بمنخسف بالاطلاق العام۔

قولہ وان کانت سالبۃ۔ اور وقتیہ اگر سالبہ ہو جیسے ہمارا قول بالضرورۃ لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما۔ پس اس کی ترکیب سالبہ وقتیہ مطلقہ سے ہے۔ اور یہ جزء اول ہے۔ یعنی ہمارا قول لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع۔ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے اور یہ جزء ثانی ہے اور وہ (موجبہ مطلقہ عامہ) کی مثال کل قمر منخسف بالاطلاق العام ہے۔

تشریح :۔ شارح نے پانچویں قسم وقتیہ کی تعریف کی۔ اور اس کے اجزاء ترکیبیہ موجبہ اور سالبہ کے علاوہ علاحدہ بیان فرمائے۔

تعریف :۔ وقتیہ وہ قضیہ مرکبہ ہے کہ جس میں بالضرورۃ محمول کے ثبوت کا موضوع کے لئے حکم کیا گیا ہو۔ موضوع کے وجود کے اوقات میں سے وقت معین میں۔ اور اس کو لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ مقید بھی کیا گیا ہو۔

موجبہ کی مثال :۔ بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ و بین الشمس لادائما۔

اجزاء ترکیبیہ :۔ موجبہ وقتیہ مطلقہ جزء اول۔ یعنی کل قمر منخسف وقت الحیلولۃ۔ اور دوسرا جزء سالبہ مطلقہ عامہ ہے۔ اور اس قضیہ کا مفہوم لادوام بحسب الذات اداکرتا ہے۔ اور مفہوم یہ ہے۔ لاشئ من القمر بمنخسف بالاطلاق العام۔ یہی لادوام بحسب الذات کا مفہوم ہے۔

سالبہ کی مثال :۔ بالضرورۃ لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما" ہے۔

اجزاء ترکیبیہ :۔ جزء اول اس کا سالبہ وقتیہ مطلقہ ہے۔ یعنی لاشئ من القمر بمنخسف بالاطلاق العام وقت التربیع ہے۔ اور دوسرا جزء موجبہ مطلقہ عامہ ہے۔ مثال اس کی کل قمر منخسف بالاطلاق العام۔

وهی اخص من الوجودیتین مطلقاً لانہ اذا صدق الضرورۃ بحسب الوقت لادائماً صدق الاطلاق لادائماً ولا بالضرورۃ ولا تنعکس واعم من الخاصتین من وجہ لانہ اذا صدق الضرورۃ بحسب الوصف فان کان الوصف ضروریا لذات الموضوع فی شئ من الاوقات صدقت القضایا الثلاث کقولنا بالضرورۃ کل منخسف مظلم مادام منخسفا" لادائما" او بالتوقیت لادائما فان الانخساف لما کان ضروریا لذات الموضوع فی ....

بعض الاوقات والاظلام ضروری للانخساف کان الاظلام ضروریا للذات فی ذلک الوقت وان لم یکن الوصف ضروریا بالذات الموضوع فی وقت صدقت الخاصتان ولم تصدق الوقتیۃ کقولنا بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما فان الکتابۃ لما لم تکن ضروریۃ للذات فی شئ من الاوقات لم یکن تحرک الاصابع الضروری بحسبها ضروریا للذات فی وقت ما فلا تصدق الوقتیۃ واذا لم تصدق الضرورۃ بحسب الوصف ولا الدوام وصدقت بحسب الوصف لم تصدق الخاصتان وتصدق الوقتیۃ کما فی المثال المذکور ھذا اذا فسرنا المشروطۃ بالضرورۃ بشرط الوصف ۔

ترجمہ :- اور وہ دونوں وجودیہ سے اخص مطلق ہے ۔ اس لئے کہ جب ضرورت بحسب الوقت لا دائما صادق ہوگا تو اطلاق لا دائما بھی صادق ہوگا ۔ اور لا بالضرورۃ بھی ۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے ۔ اور یہ اعم من وجہ ہے دونوں خاصہ سے ۔ کیونکہ جب ضرورت بحسب الوصف صادق ہو تو اگر ذات موضوع کے لئے اوقات میں سے کسی وقت ضروری ہو ، تو تینوں قضایا صادق ہوں گے ۔ جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل منخسف مظلم مادام منخسفا لا دائما ۔ یا بالتوقیت لا دائماً (یا وقت خاص میں نہ کہ دائما) اس لئے کہ انخساف (بے نور ہونا) بعض اوقات میں ذات موضوع کے لئے ضروری ہو نیز اظلام (تاریک ہونا) انخساف کے لئے ضروری ہے تو اظلام (تاریک ہونا) ضروری ہوگا ذات کے لئے اس وقت میں ۔ اور اگر وصف ضروری نہ ہو ذات موضوع کے لئے کسی وقت میں تو دونوں خاصہ صادق ہوں گے ۔ مگر وقتیہ صادق نہ ہوگی ۔ جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما ۔ پس بیشک کتابت جبکہ ذات کے لئے ضروری نہیں ہے کسی بھی وقت میں تو تحرک الاصابع بھی ضروری نہ رہا ۔ باعتبار ذات کے کسی بھی وقت میں ۔ پس اس وقت وقتیہ صادق نہ ہوگی ۔ اور جب ضرورت بحسب الوصف اور دوام بحسب الوصف صادق نہ ہوں تو دونوں خاصہ صادق نہ ہوں گے ۔ اور وقتیہ صادق ہوگی ۔ جیساکہ مذکورہ مثال میں یہ نسبت درست ہے جبکہ ہم مشروطہ کی تعریف ضرورت بشرط الوصف کریں ۔

تشریح :- وقتیہ بمقابلہ دونوں وجودیہ کے اخص مطلق ہے ۔ کیونکہ جس وقت ضرورت حسب الوقت لا دائماً صادق ہوگی اطلاق لا دائماً اور لا بالضرورۃ (یہ دونوں وجودیہ ہیں)

بھی صادق ہوگی۔ اور اس کا عکس نہیں ہے۔
قولہ دائم من الخاصتین۔ اور وقتیہ دونوں خاصہ کے اعم من وجہ ہے۔ کیونکہ جب ضرورت بحسب الوصف صادق ہوگی تو وصف ذات موضوع کے لیے کسی نہ کسی وقت میں ضروری بھی ہوگا۔ اور جب وصف ضروری ہو ذات موضوع کے لیے کسی وقت میں تو تینوں قضایا (وقتیہ اور دونوں خاصہ) بھی صادق ہوں گے۔ یہ اجتماع کی صورت ہے۔ اور اگر وصف ذات موضوع کے لیے کسی وقت میں ضروری نہ ہو تو دونوں خاصہ صادق ہوں گے۔ اور اس جگہ وقتیہ صادق نہ ہوگی۔ جیساکہ مثالوں سے واضح ہے۔

واما اذا فسرنا ها بالضرورة مادام الوصف یکون المشروطة الخاصة اخص من الوقتیة مطلقا لانه متی تحققت الضرورة فی جمیع اوقات الوصف جمیع اوقات الوصف بعض اوقات الذات تحقق الضرورة فی بعض اوقات الذات من غیر عکس والوقتیة مباینة للدائمتین واعم من العامتین من وجه لصدقها فی مادة المشروطة الخاصة وصدقهما بدونها فی مادة الضرورة وبالعکس حیث لا دوام بحسب الوصف واخص من المطلقة العامة والممکنة العامة۔

ترجمہ:۔ پس بہر حال جب اس کی (مشروطہ کی) تعریف بالضرورۃ مادام الوصف سے کریں تو مشروطہ خاصہ اخص ہوگی۔ وقتیہ سے مطلقاً۔ کیونکہ جب ضرورت وصف کے جمیع اوقات میں متحقق ہوگی۔ اور جمیع اوقات وصف اوقات ذات کا بعض ہے تو ضرورت بعض اوقات ذات میں متحقق ہوگی۔ اور اس کا عکس نہیں ہوگا۔ اور وقتیہ مبائن ہے دونوں دائمہ کے۔ اور دونوں عامہ سے اعم من وجہ ہے۔ اس کے صادق آنے کی وجہ سے مشروطہ خاصہ کے مادہ ہیں۔ اور ان دونوں کے صادق آنے کی وجہ سے ضرورت کے مادہ میں بغیر اس کے (وقتیہ کے بغیر) اور اس کا عکس نہیں ہے جہاں کہ لا دوام بحسب الوصف ہو۔ اور وقتیہ اخص مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے۔
تشریح:۔ اور مشروطہ کی تعریف جب اس سے کی جائے کہ جس میں ضرورت مادام الوصف کی قید ہو۔ تو وقتیہ کے مقابلے میں مشروطہ اخص ہوگی۔
قولہ الوقتیہ مباینۃ:۔ اور وقتیہ کی نسبت دونوں دائمہ سے تباین کی ہے اور دونوں

عامہ سے اس کی نسبت اعم من وجہ ہے۔ اور مطلقہ عامہ و ممکنہ عامہ سے اخص ہے۔ دلائل اور مثالیں شارح نے بیان کر دی ہیں کتاب سے رجوع کیجئے۔

قالَ السادسة المنتشرة وهي التي حكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع اوالسلب عنه في وقت غير معين من اوقات وجود الموضوع مقيدًا باللادوام بحسب الذات وهي ان كانت موجبة كقولنا بالضرورة كل انسان متنفس في وقت ما لادائمًا فتركيبها من موجبة منتشرة مطلقة وسالبة مطلقة عامة وان كانت سالبة كقولنا بالضرورة لاشئ من الانسان بمتنفس في وقت ما لادائمًا فتركيبها من سالبة منتشرة مطلقة وموجبة مطلقة عامة ۔

ترجمہ :- مرکبہ موجہہ کی چھٹی قسم منتشرہ ہے۔ اور منتشرہ وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے کہ جس میں حکم کیا جائے محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا موضوع کے لئے یا اس کے سلب کا اس سے وقت غیر معین میں موضوع کے وجود کے اوقات میں سے جو مقید ہو لادوام بحسب الذات کی قید کے ساتھ۔ اور وہ اگر موجبہ ہو جیسے ہمارا قول بالضرورة كل انسان متنفس فی وقت مالا دائمًا۔ تو اس کی ترکیب موجبہ منتشرہ مطلقہ سے ہے۔ اور سالبہ مطلقہ عامہ سے اور اگر سالبہ ہو۔ جیسے ہمارا قول بالضرورة لاشئ من الانسان بمتنفس فی وقت ما لادائمًا۔ تو اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔

تشریح :- مرکبہ موجہہ کی چھٹی قسم منتشرہ ہے۔ منتشرہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم کیا گیا ہو موضوع کے لئے یا اس کے سلب کا حکم کیا گیا ہو موضوع سے وقت غیر معین میں۔ موضوع کے اوقات وجود میں سے کسی وقت میں درانحالیکہ اس کو لادوام بحسب الذات کی قید سے مقید کیا گیا ہو۔ جیسے بالضرورة كل انسان متنفس فی وقت مالا دائمًا۔

اجزاء ترکیبیہ۔ اس قضیہ کا جزء اول موجبہ منتشرہ مطلقہ دوسرا جزء سالبہ مطلقہ عامہ ہے یہ موجبہ کے اجزاء ہیں۔

اور سالبہ کے اجزاء۔ سالبہ منتشرہ مطلقہ اور موجبہ مطلقہ عامہ ہیں۔ جیسے لاشئ من الانسان بمتنفس فی وقت مالادائمًا۔

اقول المنتشرة هي التي حكم فيها بضرورة ثبوت المحمول للموضوع او سلبه عنه في وقت غير معين من اوقات وجود الموضوع لا دائما بحسب الذات وليس المراد بعدم التعيين ان يوخذ عدم التعيين قيدا فيها بل ان لا تقيد بالتعيين وترسل مطلقا فان كانت موجبة كقولنا بالضرورة كل انسان متنفس في وقت ما لا دائما كان تركيبها من موجبة منتشرة مطلقة وهي قولنا بالضرورة كل انسان متنفس في وقت ما او سالبة مطلقة عامة اي قولنا لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل الذي هو مفهوم اللادوام وان كانت سالبة كقولنا بالضرورة لا شئ من الانسان بمتنفس في وقت ما لا دائما فتركيبها من سالبة منتشرة مطلقة وهي الجزء الاول وموجبة مطلقة عامة وهي مفهوم اللادوام .

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں منتشرہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں محمول کے ثبوت کے ضروری ہونے کا حکم موضوع کے لئے کیا گیا ہو ۔ یا اس کے سلب کا حکم کیا گیا ہو موضوع سے وقت غیر معین میں موضوع کے وجود کے اوقات میں لا دائما بحسب الذات ۔

قولہ ولیس المراد بعدم التعیین ۔ عدم تعیین سے مراد یہ نہیں ہے کہ عدم تعیین کو اس میں قید بنایا جائے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تعیین کے ساتھ مقید نہ کیا جائے ۔ بلکہ مطلق چھوڑ دیا جائے ۔ پس اگر وہ موجبہ ہے جیسے ہمارا قول بالضرورۃ کل انسان متنفس فی وقت ما لا دائما ۔ تو اس کی ترکیب موجبہ منتشرہ مطلقہ سے ہے اور وہ ہمارا یہ قول ہے کل انسان متنفس فی وقت ما ۔ اور دوسرا جزء سالبہ مطلقہ عامہ سے ہے ۔ اور اس کی مثال ہے لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل ۔ اور یہ لادوام کا مفہوم ہے ۔ اور اگر سالبہ جیسے ہمارا قول بالضرورۃ لا شئ من الانسان بمتنفس فی وقت ما لا دائما ۔ پس اس کی ترکیب سالبہ منتشرہ مطلقہ سے ہے اور یہ جزء اول ہے ۔ اور یہ موجبہ مطلقہ عامہ سے ہے ۔ اور یہ جزء ثانی ہے اور یہ لادوام کا مفہوم ہے ۔

تشریح :- شارح نے منتشرہ کی تعریف مثال اور اجزاء ترکیبیہ کا ذکر کیا ہے اور وقت غیر معین کے معنی بیان کئے ہیں ۔

وقت غیر معین سے مراد یہ ہے کہ تعریف میں کسی وقت کی قید نہیں ہے بلکہ قید سے مراد مطلق ہے ۔ کسی بھی وقت محمول کا ثبوت ہو سکتا ہے ۔ مثلاً کل انسان متنفس فی وقت ما لا دائما ۔ انسان بلا تعیین وقت سانس لینے والا ہے دائما نہیں ۔

وهي اعم من الوقتية لانه اذا صدق الضرورة في وقت معين لا دائما صدق الضرورة

فی وقت ما لادائما بدون العکس ونسبتها مع القضایا الباقیة علی قیاس نسبة الوقتیة من غیر فرق واعلم ان الوقتیة المطلقة والمنتشرة المطلقة اللتین هما جزء الوقتیة و المنتشرة قضیتان بسیطتان غیر معدودتین فی البسائط حکم فی احدهما بالضرورة فی وقت معین وفی الاخری بالضرورة فی وقت ما فالاولی سمیت وقتیة لاعتبار تعین الوقت فیها ومطلقة لعدم تقییدها باللادوام واللاضرورة والاخری منتشرة لانه لما لم یتعین وقت الحکم فیها احتمل الحکم فیها لکل وقت فیکون منتشرة فی الاوقات و مطلقة لانها غیر مقیدة باللادوام واللاضرورة۔

ترجمہ:۔ اور وہ (منتشرہ) وقتیہ سے اعم ہے کیونکہ جب ضرورت فی وقت معین لادائما (یعنی وقتیہ) صادق ہوگی تو ضرورت فی وقت ما لادائما (منتشرہ) بھی صادق ہوگی۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔ اور اس قضیہ کی نسبت باقی قضایا سے وقتیہ کی نسبت کے قیاس پر ہے بلا کسی فرق کے۔

واعلم ان الوقتیۃ:۔ اور جان تو کہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ جو کہ دونوں وقتیہ اور منتشرہ کے اجزاء ہیں۔ دونوں بسیط قضایا ہیں۔ مگر بسائط میں شمار نہیں کئے گئے ہیں۔ دونوں میں سے ایک میں حکم ضرورت فی وقت معین کا ہے اور دوسری میں ضرورت فی وقت مالادائما کا حکم ہے۔ پس پہلی کا نام وقتیہ رکھا گیا۔ اس اعتبار سے کہ اس تعیین وقت کا اس میں اعتبار کیا گیا ہے اور مطلقہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ لادوام اور لاضرورت میں سے کسی کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اور دوسری کا نام منتشرہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جب اس میں حکم کا تعین نہیں ہے تو تمام اوقات میں پھیلا ہوا ہے۔ اور مطلقہ اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ یہ لاضرورت اور لادوام کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

تشریح:۔ شارح نے فرمایا کہ منتشرہ بمقابلے وقتیہ کے اعم ہے اس لئے کہ جب حکم ضروری ہوگا وقت معین میں اور دائما نہ ہوگا تو یہ بھی صادق آئے گا کہ حکم کسی نہ کسی وقت میں ضروری ہے اور دائمی نہیں ہے۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔

قولہ ونسبتہ مع القضایا الباقیہ۔ اور منتشرہ کی نسبت بقیہ تمام قضایا میں وہی ہے جو وقتیہ کی نسبت دوسرے قضایا کے ساتھ ہے کوئی فرق نہیں ہے۔

قولہ واعلم ان الوقتیہ۔ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ دونوں قضایا بسیطہ ہیں مگر مناطقہ نے ان کو بسائط میں شمار نہیں کیا ہے۔

وجہ تسمیہ:۔ شارح نے فرمایا کہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ دونوں بسائط میں سے ہیں اگرچہ علماء منطق نے ان کو بسائط میں شمار نہیں کیا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک میں ضرورت حکم وقت معین

میں کیا گیا ہے. دوسری قسم میں ضرورت فی وقت کا حکم ہے. اول کا نام وقتیہ وقت کے تعین کی بنا پر. اور مطلقہ اس لیے کہ لا دوام اور لاضرورت کی اس میں قید نہیں ہے بلکہ ان دونوں قیود سے یہ مطلق ہے.
اور منتشرہ مطلقہ اس لیے نام رکھا گیا ہے کہ جب اس میں حکم کا وقت متعین نہیں کیا گیا اس لیے احتمال ہے کہ حکم کسی بھی وقت عائد ہو سکتا ہے، لہٰذا حکم تمام اوقات میں منتشر ہے اور مطلقہ اس لیے نام رکھا گیا کیونکہ یہ بھی لاضرورۃ اور لا دوام کی قیود سے مقید نہیں ہے.

ولهذا اذا قيدنا باحدهما حذف الاطلاق من اسمیهما فكانتا وقتية ومنتشرة لامطلقتين وربما تسمع فيما بعد مطلقة وقتية ومطلقة منتشرة وهما غير الوقتية المطلقة والمنتشرة المطلقة فان المطلقة الوقتية هي التي حكم فيها بالنسبة بالفعل في وقت معين والمطلقة المنتشرة هي التي حكم فيها بالنسبة بالفعل في وقت غير معين فيفرق بينهما بالعموم والخصوص وهو واضح لاسترة فيه .

ترجمہ :- اور اسی لیے جب ہم اس کو دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کر دیں گے تو ان کے ناموں سے اطلاق کو حذف کر دیا جائے گا. پس وقتیہ اور منتشرہ باقی رہ گئیں بغیر مطلقہ کے.
قولہ وربما تسمع :- اور کبھی کبھی تم نے سنا ہوگا کہ مطلقہ وقتیہ، مطلقہ منتشرہ یہ دونوں غیر ہیں، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے. اس لیے کہ مطلقہ وقتیہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں نسبت کا حکم بالفعل کیا جاتا ہے وقت معین میں. اور مطلقہ منتشرہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں نسبت کا حکم بالفعل وقت غیر معین میں کیا جاتا ہے. پس دونوں کے درمیان عموم و خصوص کا فرق ہے. اور یہ واضح ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے.
تشریح :- وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ میں اور مطلقہ وقتیہ اور مطلقہ منتشرہ میں ایک فرق تو لفظوں میں موجود ہے. کہ وقتیہ پہلے اور مطلقہ بعد میں ہے. اس کے برخلاف مطلقہ وقتیہ میں مطلقہ پہلے اور وقتیہ بعد میں مذکور ہے. اسی طرح منتشرہ مطلقہ میں بھی منتشرہ پہلے اور مطلقہ اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے. اس کے برخلاف مطلقہ منتشرہ میں اس کے برعکس ہے.
تعریف :- مطلقہ وقتیہ کی یہ وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کا بالفعل حکم کیا جائے وقت معین میں. اور مطلقہ منتشرہ وہ قضیہ ہے کہ اس میں نسبت کا حکم بالفعل کیا جائے اور غیر متعین وقت میں کیا جائے.

قالَ السابعة الممكنة الخاصّة وهي التي يحكم فيها بارتفاع الضرورة المطلقة عن جانبي الوجود والعدم جميعًا وهي سواء كانت موجبة كقولنا بالامكان الخاص كل انسان كاتب اوسالبة كقولنا بالامكان الخاص لاشئ من الانسان بكاتب فتركيبها من ممكنتين عامتين احدهما موجبة والاخرى سالبة والضابطة فيها ان اللادوام اشارة الى المطلقة عامة واللاضرورة اشارة الى ممكنة عامة مخالفتي الكيفية موافقتي الكمية للقضية المقيدة بهما ۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا ۔ مرکبات موجہہ کی ساتویں قسم ممکنہ خاصہ ہے ۔ یہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں ضرورت مطلقہ کے ارتفاع کا حکم کیا جائے ۔ جانب وجود اور عدم دونوں سے اور یہ برابر ہے کہ موجبہ ہو ۔ جیسے ہمارا قول « بالامکان الخاص کل انسان کاتب ، یا سالبہ ہو جیسے ہمارا قول ۔ بالامکان الخاص لاشئ من الانسان بکاتب ۔

قولہ فترکیبہا ۔ پس اس قضیہ کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوتی ہے ایک دونوں میں سے موجبہ اور دوسرا ان میں سے سالبہ ہے ۔

قولہ والضابطۃ فیہا :- اور اس میں ضابطہ (قاعدہ) یہ ہے کہ لادوام تو اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف ۔ اور لاضرورۃ اشارہ ہے ممکنہ عامہ کی طرف دونوں کیفیت میں (ایجاب وسلب میں) ایک دوسرے کے مخالف ۔ اور کمیت میں (یعنی کلیت وجزئیت میں) اس قضیہ کے موافق ہیں ۔ جو ان دونوں قیود کے ساتھ مقید ہے ۔

تشریح :- ماتن نے ساتویں قسم کو بیان کیا ہے جس کی تعریف اور مثال بیان کر کے اجزاء ترکیبیہ کو بھی ذکر کیا ہے ۔ فرمایا اس قضیہ کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے کی گئی ہے ۔ ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہے ۔ پھر ایک ضابطہ ایجاب وسلب اور کلیت وجزئیت کا بیان کیا ہے ۔ جس کو شارح تفصیل سے بیان کریں گے ۔

اقول الممكنة الخاصة هي التي حكم فيها بسلب الضرورة المطلقة عن جانبي الايجاب والسلب فاذا قلنا كل انسان كاتب بالامكان الخاص ولاشئ من الانسان بكاتب بالامكان الخاص كان معناه ان ايجاب الكتابة للانسان وسلبها عنه ليسا بضروريين لكن سلب ضرورة الايجاب امكان عام سالب وسلب ضرورة السلب امكان عام موجب فالممكنة الخاصة سواء كانت موجبة اوسالبة يكون تركيبها من ممكنتين

عامتین احدھما موجبۃ والاخری سالبۃ فلا فرق بین موجبتھا و سالبتھا فی المعنی لان معنی الممکنۃ الخاصۃ رفع الضرورۃ عن الطرفین سواء کانت موجبۃ او سالبۃ بل فی اللفظ حتی اذا عبرت بعبارۃ ایجابیۃ کانت موجبۃ وان عبرت بعبارۃ سلبیۃ کانت سالبۃ ۔

ترجمہ :۔ میں کہتا ہوں کہ ممکنہ خاصہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم کیا جائے۔ جانب ایجاب وسلب دونوں سے۔ پس جب ہم نے کہا کل انسان کاتب بالامکان الخاص۔ اور سالبہ میں ہم نے کہا۔ لاشی من الانسان بکاتب بالامکان الخاص۔ تو اس قضیہ کے معنی ہوں گے کہ کتابت کا ثبوت انسان کے لیے اور اس کا سلب انسان سے دونوں ضروری نہیں ہیں۔ لیکن ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب خود امکان عام سالبہ ہے اور سلب کے ضروری ہونے کا سلب امکان عام ہے۔ اور موجبہ ہے۔ پس ممکنہ خاصہ برابر ہے کہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوتی ہے ایک دونوں میں سے موجبہ اور دوسرا ان میں سے سالبہ ہوتا ہے۔ لہٰذا پس اس کے موجبہ اور سالبہ کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ ممکنہ خاصہ کے معنی طرفین سے ضرورت کا رفع ہے برابر ہے کہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو بلکہ فرق صرف لفظ میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو ایجاب کی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو موجبہ ہوگا۔ اور جب سلب کی عبارت سے تعبیر کیا جائے تو سالبہ ہوگا۔

تشریح :۔ مرکبات کی ساتویں قسم ممکنہ خاصہ ہے۔

تعریف :۔ ممکنہ خاصہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں ضرورت مطلقہ کے سلب کا حکم کیا گیا ہو۔ جانب ایجاب وجانب سلب دونوں سے۔ لہٰذا ہم نے جب کہا کل انسان کاتب بالامکان الخاص۔ اور لاشئ من الانسان بکاتب بالامکان الخاص۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کتابت کا ثبوت اور کتابت کا سلب دونوں انسان کے لیے ضروری نہیں ہیں۔

قولہ لکن سلب ضرورۃ الایجاب۔ البتہ ثبوت کے ضروری ہونے کا سلب امکان عام سالبہ ہے اور سلب کے ضروری ہونے کا سلب امکان عام موجبہ میں۔ اس لیے ممکنہ خاصہ خواہ موجبہ میں ہو یا سالبہ میں۔ دونوں صورتوں میں اس کی ترکیب دو ممکنہ عامہ سے ہوتی ہے۔ ایک موجبہ دوسرا سالبہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس قضیہ مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ ایجاب وسلب دونوں قضیوں کا مفہوم ایک ہی نکلتا ہے۔ البتہ ترکیب لفظی میں فرق ہوتا ہے۔

وھی اعم من سائر المرکبات لان کل منھا ایجابا وسلبا ولا اقل فیھما من ان تکونا ممکنتین بالامکان العام ولا یلزم من امکان الایجاب والسلب ان یکون احدھما بالفعل او بالضرورۃ

او بالدوام و مباینة للضروریة المطلقة و اعم من الدائمة و العامتین و المطلقة العامة من وجه لتصادقهما فی مادة الوجودیة اللاضروریة وصدق الممکنة الخاصة بدونهما حیث لاخروج للممکن من القوة الی الفعل و بالعکس فی مادة الضرورة و اخص من الممکنة العامة

ترجمہ :- اور ممکنہ خاصہ تمام مرکبات موجہہ سے اعم ہے۔ اس وجہ سے کہ ہر قسم میں ایجاب اور سلب پایا جاتا ہے۔ اور اس سے کم نہیں ہے کہ دونوں ممکنہ ہوں امکان عام کے ساتھ اور ایجاب اور سلب کے امکان سے لازم نہیں آتا کہ کوئی ایک ان میں سے بالفعل یا بالضرورة یا بالدوام بھی ہو۔

قولہ ومباینة :- اور ممکنہ خاصہ ضروریہ مطلقہ کے مباین ہے اور اعم ہے دائمہ سے اور دونوں عامہ سے اور مطلقہ عامہ سے اس کی نسبت من وجہ کی ہے۔ کیونکہ دونوں وجودیہ لاضروریہ میں صادق آتی ہیں (یہ مادہ اجتماع ہے) اور ممکنہ خاصہ صادق آتی ہے بغیر اس کے (مطلقہ عامہ کے بغیر) اس جگہ جہاں ممکن ہو مگر قوت سے فعل کی طرف ابھی خروج نہ ہوا ہو۔ اور ضرورة کے مادہ میں اس کا عکس ہے اور ممکنہ عامہ سے اخص ہے۔

تشریح :- اور ممکنہ خاصہ کی نسبت دیگر تمام مرکبات سے اعم کی ہے اسی طرح ضروریہ مطلقہ بسیطہ سے اس کی نسبت مباین کی ہے۔ اور دائمہ سے اس کی نسبت اعم خاص کی ہے۔ اسی طرح دونوں عامہ سے یہ اعم ہے اور دونوں عامہ اخص ہیں۔

قولہ والمطلقة العامة من وجه۔ اور ممکنہ خاصہ کی نسبت مطلقہ عامہ سے عام خاص من وجہ کی ہے اور ممکنہ عامہ سے یہ اخص ہے۔

فقد ظهر مما ذکرنا ان الممکنة العامة اعم القضایا البسیطة و الممکنة الخاصة اعم المرکبات و الضروریة اخص البسائط و المشروطة الخاصة اخص المرکبات علی وجه وظهر ایضا ان اللادوام اشارة الی مطلقة عامة و اللاضرورة الی ممکنة عامة مخالفتین فی الکیف للقضیة المقیدة بهما حتی ان کانت موجبة کانتا سالبتین وان کانت سالبة کانتا موجبتین وموافقتین لها فی الکم فان کانت کلیة کانتا کلیتین وان کانت جزئیة کانتا جزئیتین ۔

ترجمہ :- پس تحقیق کہ ہمارے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ ممکنہ عامہ قضایا بسیطہ میں سب سے اعم ہے۔

اور ممکنہ خاصہ تمام مرکبات میں سب سے اعم ہے اور ضروریہ تمام بسائط میں سب سے اخص ہے اور مشروطہ خاصہ تمام مرکبات میں سب سے اخص ہے۔

قولہ وظہر ایضا۔ اور نیز ہمارے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اور لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہے۔ دونوں کیفیت میں مخالف ہیں۔ اس قضیہ کے جو ان دونوں قیود کے ساتھ مقید ہوں یہاں تک کہ وہ قضیہ اگر موجبہ ہوگا تو یہ دونوں سالبہ ہوں گے۔ اور اگر وہ قضیہ سالبہ ہوگا تو یہ دونوں موجبہ ہوں گے۔

قولہ وموافقتین لہا فی الکم:۔ اور یہ دونوں قضایا (مقیدہ بالاضرورۃ وبالادوام) اس قضیہ کے کمیت میں موافق ہوں گے۔ پس اگر وہ قضیہ کلیہ ہوگا تو یہ دونوں بھی کلیہ ہوں گے۔ اور اگر وہ جزئیہ ہوگا تو یہ دونوں بھی جزئیہ ہوں گے۔

تشریح:۔ شارح نے اس جگہ بسائط اور مرکبات میں سے دونوں کے ان قضایا کی نشاندہی کی ہے کہ ان تمام قضایا میں اخص کون ہے۔ اور اعم کون ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ بسائط میں سب سے اعم ممکنہ عامہ ہے۔ اور مرکبات میں سب سے اعم ممکنہ خاصہ ہے اور بسائط میں سب سے اخص ضروریہ ہے اور مشروطہ خاصہ مرکبات میں سب سے اخص ہے۔

قولہ ان اللادوام الخ:۔ پھر ایک قانون اہل منطق کا بیان فرمایا کہ لادوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ اور لاضرورۃ سے ممکنہ عامہ کی طرف۔

قولہ مخالفتین فی الکیف۔ ایک قضیہ وہ ہے جس میں لاضرورت کی قید ہے یا ایسا قضیہ ہے کہ اس میں لادوام کی قید ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جس میں ان دونوں میں سے کوئی قید نہیں ہے۔ انکے مابین فرق بیان کرتے ہیں۔ دونوں قضایا جو ان قیود کے ساتھ مقید ہوں گے۔ وہ اور وہ قضیہ جس میں یہ قیدیں نہیں ہیں دونوں کیفیت میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں گے۔ اگر وہ موجبہ ہوگا تو یہ دونوں سالبہ ہوں گے۔ اور یہ دونوں موجبہ ہوں گے تو وہ قضیہ سالبہ ہوگا۔

قولہ موافقتین فے الکم۔ مگر دونوں میں کمیت میں توافق ہوگا۔ چنانچہ اگر غیر مقیدہ کلی ہوگا تو یہ دونوں کلی ہوں گے۔ اور وہ جزئی ہوگا تو یہ دونوں بھی جزئی ہوں گے۔

هذا هو ايضا بطة في معرفة تركيب القضايا المركبة ۲ ثم قال اللادوام اشارة الى مطلقة عامة ولم يقل اللادوام محناه المطلقة العامة لان المعنى اذا اطلق يراد به المفهوم المطابقي وليس مفهوم اللادوام المطابقي المطلقة العامة فان لادوام الايجاب مثلا مفهومه الصريح رفع دوام الايجاب واطلاق السلب ليس هو نفس رفع دوام الايجاب بل لازمه مفهوم معناه الالتزامي

ترجمہ :- قضایا مرکبہ کے پہچاننے کا یہ ایک ضابطہ ہے۔ اور بیشک شارح نے کہا لادوام اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور نہیں کہا ہے لادوام کے معنی ہیں مطلقہ عامہ کے۔ اس وجہ سے کہ لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے اس کا مفہوم مطابقی مراد لیا جاتا ہے۔ اور لادوام کا مفہوم مطابقی مطلقہ عامہ نہیں ہے۔ کیونکہ مثلاً وہ لادوام جو ایجاب میں واقع ہو اس کا مفہوم صریح ایجاب کے دوام کا رفع ہوتا ہے اور سلب کا اطلاق فی نفسہ ایجاب کے دوام کا رفع نہیں ہے۔ بلکہ اس کا لازم ہے پس یہ اس کے التزامی معنی ہوئے۔

تشریح :- شارح نے ایک اصطلاح کی وضاحت کی ہے اور فرمایا کہ لادوام سے اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور نہیں کہا کہ لادوام کے معنی مطلقہ عامہ کے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے اسکے معنی مطابقی مفہوم ہوتے ہیں۔ چونکہ لادوام کے معنی مطابق مطلقہ عامہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ معنی التزامی ہیں۔ اس وجہ سے جب لادوام ایجاب میں مستعمل ہو تو اس کے معنی صریح ہوں گے۔ ایجاب کے دوام کا رفع۔ اسی طرح سلب کا اطلاق ایجاب کے دوام کا فی نفسہ رفع نہیں ہے بلکہ اس کے معنی لازم ہیں۔ اسلئے ماتن نے اشارہ کا لفظ استعمال کیا۔

و اما اللاضرورة فمعناه الصريح الامكان العام لان لاضرورة الايجاب مثلاً هو سلب ضرورة الايجاب وهو عين امكان السلب فلما كان احدى القضيتين عين معنى احدى العبارتين الاخرى ليست بمعنى الاخرى بل من لوازمها استعمل عبارة الاشارة لتكون مشتركة بينهما۔

ترجمہ :- اور بہر حال لاضرورت پس اس کے معنی صریح امکان عام کے ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ لاضرورۃ جس کو ایجاب میں استعمال کیا گیا ہو مثلاً وہ ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب ہے اور یہی بعینہ سلب کا امکان بھی ہے۔ لہٰذا پس جب دو قضایا میں سے ایک بعینہ دوسرے قضیہ کے معنی کو ادا کرتا ہے اور دوسرے قضیے کی عبارت اس کا عین نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لوازم میں سے ہے تو اشارہ کا لفظ استعمال کیا گیا، تاکہ اشارہ کا لفظ دونوں کو شامل ہو جائے۔

تشریح :- جب نسبت میں لاضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نسبت خواہ ایجاب کی ہو یا سلب کی ضروری نہیں ہے۔ جب ضروری نہیں ہے تو ممکن ہوگی اور اس پر کوئی قید نہ ہوگی۔ اور یہی معنی امکان عام کے ہیں۔ مثلاً اگر قضیہ موجبہ میں لاضرورۃ کا استعمال کیا گیا تو معنی یہ ہوئے کہ ایجاب ضروری نہیں ہے۔ گویا ایجاب کے ضروری ہونے کی نفی (سلب) ہے۔ یہی معنی بعینہ سلب امکان کے بھی ہیں۔ تو گویا قضیہ کے معنی لفظ کے اعتبار سے اور ہیں۔ اور مفہوم کے لحاظ سے دوسرے۔ اور معنی مفہوم پر یہ قضیہ اشارہ کرتا ہے۔ ماتن نے اس لیے کہا کہ لاضرورۃ اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف اور

اشارہ دونوں کو شامل ہے۔ اس مفہوم کو بھی جو لفظ دلالت کرتے ہیں۔ اور اس مفہوم کی طرف بھی جو اس سے التزاماً مفہوم ہوتے ہیں۔

قَالَ الفصل الثانی فی اقسام الشرطیۃ الجزء الاوّلُ منہا یسمّی مقدمًا والثانی تالیا وھی اِمّا متصلۃ او منفصلۃ امّا المتصلۃ فاما لزومیۃ وھی التی یکون فیھا صدق التالی علی تقدیر صدق المقدم لعلاقۃ بینھما توجب ذالک کالعلیۃ والتضایف واما اتفاقیۃ وھی التی فیھا ذالک بمجرد اتفاق الجزئین علی الصدق کقولنا ان کان الانسان ناطقا فالحمار ناھق۔

ترجمہ:- ماتن نے فرمایا:- دوسری فصل شرطیہ کے اقسام کے بیان میں۔ اس قضیہ کے جزء اول کا مقدم اور دوسرے جزء کا نام تالی رکھا جاتا ہے۔ اور وہ یا متصلہ ہوگی یا منفصلہ ہوگی۔ بہرحال متصلہ پس وہ یا لزومیہ ہوگی اور لزومیہ وہ شرطیہ ہے کہ جس میں تالی کا صدق مقدم کی تقدیر (شرط) پر ہوگی۔ اس علاقہ (تعلق) کی بناء پر جو دونوں (مقدم اور تالی) کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اور اس کو واجب کرتا ہے جیسے علاقہ علیت کا اور تضایف کا۔ اور یا شرطیہ متصلہ اتفاقیہ ہوگا۔ اور اتفاقیہ وہ شرطیہ ہے جس میں ایسا محض دونوں جزؤں کے صدق میں متفق ہو جانے سے ہوا ہے۔ (دونوں کے درمیان کوئی علاقہ ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ دونوں کے صادق آنے کا موجب یا سبب بنا ہو) جیسے ہمارا قول ان کان الانسان ناطقا فالحمار ناہق۔

تشریح:- ماتن نے یہاں سے تصدیقات کی دوسری فصل شروع کی ہے۔ اس میں شرطیہ کے اقسام کو بیان کریں گے۔

اجزاء شرطیہ:- قضیہ شرطیہ کے دو جز ہوتے ہیں جن سے مل کر قضیہ بنتا ہے۔ جزء اول کا نام اصطلاح منطق پر مقدم ہے۔ اور دوسرے جزء کا نام تالی ہے۔

اقسام شرطیہ:- شرطیہ کی دو قسمیں ہیں لزومیہ، اور اتفاقیہ۔

شرطیہ لزومیہ۔ جس میں تالی کا صدق مفہوم کے پائے جانے کی شرط پر ہو۔ یعنی جب مقدم صادق آئے گا تب ہی تالی پایا جائیگا ورنہ نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ تالی اور مقدم کے درمیان علاقہ علت ہونے کا پایا جاتا ہے۔ یا علاقہ تضایف کا موجود ہے۔

شرطیہ اتفاقیہ:- وہ شرطیہ ہے جسمیں قضیہ کے دونوں جزء مقدم و تالی کا ایک جگہ صادق آجانا کسی علاقہ موجبہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محض اتفاق سے دونوں جمع ہو گئے ہوں جیسے ان کان الانسان ناطق فالحمار ناہق۔

واما المنفصلة فاما حقیقیة وھی التی یحکم فیھا بالتنافی بین جزئیھا فی الصدق والکذب معاً کقولنا اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا واما مانعة الجمع وھی التی یحکم فیھا بالتنافی بین الجزئین فی الصدق فقط کقولنا اما ان یکون ھذا الشیء حجرا او شجرا او مانعة الخلو وھی التی یحکم فیھا بالتنافی بین الجزئین فی الکذب فقط کقولنا اما ان یکون زید فی البحر ولا یغرق

ترجمہ :- اور بہر حال منفصلہ پس وہ یا حقیقیہ ہوگا۔ اور حقیقیہ وہ منفصلہ ہے کہ جس میں قضیے کے دونوں جزؤں کے درمیان منافات (ایک ساتھ جمع نہ ہونے کا) حکم کیا جائے۔ صدق اور کذب دونوں میں ایک ساتھ۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون ھذا العدد زوجاً او فرداً اور یا مانعۃ الجمع ہوگا (یہ دوسری قسم ہے) اور مانعۃ الجمع وہ منفصلہ ہے کہ جس میں قضیے کے دونوں جزؤں کے درمیان منافات کا حکم صرف صدق میں کیا جائے۔ (یعنی ایک ساتھ دونوں جزء صادق نہ ہوں گے۔) جیسے ہمارا قول اما ان یکون ھذا الشیء حجراً اور شجراً یا مانعۃ الخلو ہوگا۔ اور مانعۃ الخلو وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے کہ جس میں قضیے کے دونوں جزؤں کے درمیان منافات کا حکم صرف کذب میں ہو (یعنی صادق نہ آنے میں منافات ہو۔ اگر صادق ہو جائیں تو دونوں میں منافات نہیں) جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید فی البحر ولا یغرق۔

تشریح :- شرطیہ کی دوسری قسم منفصلہ ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اول منفصلہ حقیقیہ دوم منفصلہ مانعۃ الجمع تیسری منفصلہ مانعۃ الخلو۔

تعریف :- منفصلہ حقیقیہ قضیہ شرطیہ کے دونوں جزؤں میں منافات کا حکم صدق وکذب دونوں میں ہو۔ جیسے اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا۔

منفصلہ مانعۃ الجمع :- دونوں جزؤں کے درمیان منافات صرف صدق میں ہو۔ جیسے اما ان یکون ھذا شجراً او حجراً۔

منفصلہ مانعۃ الخلو :- دونوں جزؤں کے درمیان منافات صرف کذب میں پائی جائے۔ (یعنی دونوں جز ایک ساتھ کاذب نہ ہوں گے۔ کہ دونوں ہی صادق نہ آسکتے ہوں۔ بلکہ جائز ہے کہ دونوں ایک وقت میں صادق آجائیں) جیسے اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق (صادق آنے کی صورت یہ ہے کہ زید دریا میں بھی ہو غرق بھی نہ ہو رہا ہو۔ یہ جائز ہے۔

اقول لما وقع الفراغ من الحملیات واقسامھا شرع فی اقسام الشرطیات وقد سمعت ان الشرطیة ما یترکب من قضیتین وھی اما متصلة ان وجبت او سلبت حصول احدھما

عند الاخریٰ او منفصلۃ ای اوجبت او سلبت انفصال احدہما عن الاخریٰ فی القضیۃ الاولیٰ من جزئی الشرطیۃ سواء کانت متصلۃ او منفصلۃ تسمیٰ مقدما لتقدمہا فی الذکر والقضیۃ الثانیۃ تسمیٰ تالیا لتلوہا ثم ان المتصلۃ اما لزومیۃ واما اتفاقیۃ اما اللزومیۃ فہی التی یحکم فیہا بصدق التالی فیہا علیٰ تقدیر صدق المقدم لعلاقۃ بینہما توجب ذالک والمراد بالعلاقۃ شئ بسبب تستصحب الاولیٰ الثانیۃ کالعلیۃ والتضایف اما العلیۃ فبان یکون المقدم علۃ للتالی کقولنا ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود او معلولا لہ کقولنا ان کان النہار موجودا فالشمس طالعۃ او یکونا معلولی علۃ واحدۃ کقولنا ان کان النہار موجودا فالعالم مضیٔ فان وجود النہار واضاءۃ العالم معلولان لطلوع الشمس ۔

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ جب حملیات اور اسکی اقسام کے بیان سے فراغت حاصل ہو چکی تو مصنف ماتن نے شرطیات کے بیان کو شروع کیا ۔ وقد سمعت . اور تم نے اے مخاطب سنا ہوگا کہ شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضایا سے مرکب ہوتا ہے ۔ اور وہ یا متصلہ ہوگا اگر تو نے ثابت کیا یا سلب کیا دونوں قضایا میں سے ایک کے حصول کو دوسرے کے حاصل ہونے کے وقت یا منفصلہ ہوگا اگر تو نے ثابت کیا سلب کیا دونوں میں سے ایک کے انفصال کو دوسرے سے ۔ اور پہلا قضیہ شرطیہ کے دونوں جزؤں میں سے برابر ہے کہ وہ متصلہ ہو یا منفصلہ ہو ۔ نام رکھا جاتا ہے مقدم اس کے ذکر میں مقدم ہونے کی وجہ سے اور دوسرے قضیہ کا نام تالی رکھا جاتا ہے اس کے بعد میں ذکر کئے جانے کی وجہ سے جزو اول سے ۔

قولہ ثم ان المتصلۃ الخ :۔ پھر بیشک متصلہ یا لزومیہ ہوگا اور یا اتفاقیہ ہوگا ۔ بہرحال لزومیہ پس وہ شرطیہ جس تالی کے صدق کا حکم کیا جائے مقدم کے صدق کی تقدیر پر اس علاقہ کی وجہ سے جو دونوں کے درمیان اس کو واجب کرتا ہے ۔ (یعنی دونوں کے پائے جانے کو ضروری قرار دیتا ہے) ۔

قولہ والمراد بالعلاقۃ الخ :۔ اور علاقہ سے مراد ایسی شئی ہے جس کے سبب سے اولیٰ ثانیہ کے لئے مستلزم ہو ۔ جیسے علیت ، تضایف ۔ بہرحال علیت تو بایں صورت مقدم علت واقع ہو تالی کے لیے ، جیسے ہمارے قول ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود ہیں ۔ یا اس کا معلول ہو جیسے ہمارا قول ان کان النہار موجودا فالشمس طالعۃ یا دونوں معلول علت واحدہ (تیسری علت کے دونوں معلول ہوں ۔ اور علت کوئی تیسری شئی واقع ہو) جیسے ہمارا قول ہے ان کان النہار موجودا فالعالم مضیٔ ۔ پس بیشک وجود نہار اور اضاءۃ عالم دونوں معلول ہیں طلوع شمس کے ۔

تشریح :۔ شارح نے بطور تمہید کے فرمایا ۔ جب ماتن رح حملیات اور اس کی اقسام کے بیان سے

فارغ ہو گئے تو اب انہوں نے شرطیات کو شروع کیا ہے۔ اور فرمایا قولہ وقد سمعت ان الشرطیۃ
شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضایا سے مرکب ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول متصلہ ہو گی یا منفصلہ
ہو گی۔ بہرحال متصلہ اگر دونوں قضایا میں سے ایک کے ایجاب یا سلب کا حصول دوسرے کے
حصول پر کیا جائے۔

قولہ او منفصلۃ :۔ یا شرطیہ منفصلہ ہوگا۔ ایک ایجاب یا سلب دونوں قضایا میں سے ایک
دوسرے کیا جائے۔ نوٹ :۔ تعریف میں شارح نے علاقہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اجزاء قطبیہ :۔ شرطیہ کے جزء اول کا نام مقدم رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ مقدم ہوتا ہے اور
شرطیہ کے دوسرے جزء کا نام تالی ہے۔ کیونکہ اول جزء کے بعد میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ دونوں
جزء شرطیہ کی دونوں قسموں میں پائے جاتے ہیں۔ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ ہو۔

قولہ ثم ان المنفصلۃ لزومیۃ :۔ پھر شرطیہ متصلہ یا لزومیہ ہوگا اور یا اتفاقیہ ہوگا۔ بہرحال لزومیہ
وہ شرطیہ ہے جس میں تالی کے صدق کا حکم مقدم کے صدق کی تقدیر پر کیا جائے دونوں کے درمیان علاقہ
پائے جانے کی وجہ سے۔

قولہ والمراد بالعلاقۃ :۔ علاقہ سے مراد ایسی شئی ہے جس کے باعث شئی اول ثانی کے لئے مستلزم ہو۔
جیسے علت ہونا یا علاقہ تضایف کا ہونا۔

قولہ اما العلیۃ :۔ تو اس کی صورت یہ ہے کہ مقدم تالی کے لئے علت ہو۔ یا مقدم تالی کے لئے
معلول ہو۔ یا مقدم اور تالی دونوں کسی تیسری چیز کے لئے معلول ہوں اور علت کوئی تیسری
چیز ہو۔ جیسے ان کان النہار موجودا فالعالم مضئ۔ اس مثال میں عالم کا روشن ہونا اور نہار کا موجود
ہونا دونوں طلوع شمس کے معلول ہیں۔

وَاَمَّا التضایف فبان یکون متضایفین کقولنا ان کان زید ابا عمرو کان عمرو ابنہ وھٰذا
التعریف لا یتناول اللزومیۃ الکاذبۃ لعدم اعتبار صدق التالی علی تقدیر صدق المقدم
للعلاقۃ فیھا فالاولی ان یقال اللزومیۃ ما حکم فیھا بصدق قضیۃ علی تقدیر قضیۃ
اخری لعلاقۃ بینھما موجبۃ لذالک فھو متناول للزومیۃ الکاذبۃ لان الحکم للعلاقۃ
ان طابق الواقع کان الحکم متحققا والعلاقۃ ایضاً متحققۃ وان لم یطابق الواقع فاما
لعدم الحکم فی الواقع او لثبوتہ من غیر علاقۃ

ترجمہ :۔ اور بہرحال تضایف۔ پس بایں صورت دونوں متضائف ہوں دونوں میں سے ہر ایک کا

سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو) جیسے ہمارا قول ان کان زید عمراً بالعمرو کان عمرو ابنہ (اگر زید عمرو کا باپ ہوگا تو عمرو اس کا بیٹا ہوگا۔)

قولہ وھٰذا التعریف :- اور تضایف کی یہ تعریف لزومیہ کاذبہ کو شامل نہیں ہے۔ اس لیے کہ تالی کے صدق کا اعتبار مقدم کے صدق کی تقدیر پر علاقہ کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔ پس بہتر یہ ہے کہ کہا جائے لزومیہ وہ شرطیہ ہے کہ جس میں حکم کیا گیا ہو ایک قضیہ کے صدق کا دوسرے قضیہ کے صدق کی تقدیر پر کسی علاقہ کی وجہ سے جو دونوں کے درمیان ایک کو دوسرے کے لیے واجب کرنے والا ہو۔ پس یہ تعریف لزومیہ کاذبہ کو شامل ہو جائے گی۔

قولہ لان الحکم :- اس وجہ سے کہ کسی علاقہ کی وجہ سے اگر واقع کے مطابق ہے تو حکم متحقق ہوگا۔ اور علاقہ بھی متحقق ہوگا۔

قولہ وان لم یطابق :- اور اگر حکم واقع کے مطابق نہ ہو یا واقع میں حکم کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ یا حکم کا ثبوت بغیر علاقہ کے ہوگا۔

تشریح :- شارح نے علاقہ کی تعریف بیان کی ہے کہ علاقہ سے مراد وہ ایسی چیز ہے جس کے باعث اول ثانیہ کے لیے مستلزم ہو۔ جیسے علت کا علاقہ یا تضایف کا۔

واما التضایف :- تضایف کی یہ صورت ہے کہ ایسی دو چیزیں جن کے درمیان علاقہ تضایف کا پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ متضایفین ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو۔

قولہ وھٰذا التعریف :- یہاں سے تضایف کی مشہور تعریف پر اعتراض ہے کہ یہ تعریف لزومیہ کاذبہ کو شامل نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ لزومیہ میں صدق التالی علیٰ صدق المقدم لعلاقۃ کی قید ہے۔ اور کاذبہ میں علاقہ کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ لزومیہ کی تعریف اس طرح پر کی جائے کہ لزومیہ وہ شرطیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے صدق کا حکم کیا جائے، دوسرے قضیہ کے صدق پر دونوں کے درمیان ایسے علاقہ کی وجہ سے جو اس کے لیے موجب ہو۔ اس تعریف کی بناء پر لزومیہ کاذبہ کو بھی شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ حکم کسی علاقہ کی بناء پر اگر واقع کے مطابق ہے تو حکم بھی متحقق ہو جائے گا۔ اور علاقہ بھی اور اگر حکم واقع کے مطابق نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ حکم واقع میں نہیں پایا جاتا۔ یا واقع میں حکم پایا جاتا ہے مگر علاقہ کے بغیر پایا جاتا ہے۔

واما الاتفاقیۃ فھی التی یکون ذالک ای صدق التالی علیٰ تقدیر صدق المقدم فیھا لا لعلاقۃ

موجبة لذالك بل بمجرد توافق صدق الجزئين كقولنا ان كان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق فانه لا علاقة بين ناهقية الحمار وناطقية الانسان حتى يجوز العقل تحقق كل واحد منهما بدون الاخر وليس فيها الا توافق الطرفين على الصدق ولو قال هي التي يحكم فيها بصدق التالى على تقدير صدق المقدم لا لعلاقة بل بمجرد صدقهما لكان اولى لتناول الاتفاقية الكاذبة فان الحكم فيها بصدق التالى لا لعلاقة ربما يطابق الواقع بان يصدق التالى ولا توجد العلاقة وربما لم يطابق الواقع بان لا يصدق التالى على تقدير صدق المقدم او يصدق ولم توجد العلاقة

ترجمہ :- اور بہرحال اتفاقیہ پس وہ یہ ہے کہ تالی کا صدق مقدم کے صادق آنے کی تقدیر پر کسی علاقہ موجبہ کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ قضیہ کے دونوں اجزاء کے صدق میں توافق کی وجہ سے ایسا ہوا ہو جیسے جائے قول ان کان الانسان ناطقا فالحمار ناہق کیونکہ حمار کے ناہق ہونے اور انسان کے ناطق ہونے کے درمیان کوئی علاقہ موجبہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ عقل دونوں میں سے ہر ایک کے پائے جانے کو دوسرے کے بغیر جائز رکھتی ہے۔ اور نہیں اس صدق میں مگر صرف قضیہ کے دونوں طرف (اجزاء) موافق ہو جانا صدق پر۔

قولہ ولو قال :- اور اگر مصنف ماتن فرماتے کہ لزومیہ وہ ہے جس میں حکم کیا جائے تالی کے صدق کا، مقدم کے صدق کی تقدیر پر بغیر کسی علاقہ کے بلکہ محض دونوں کے صدق کا حکم کیا جائے۔ تو یہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ یہ تعریف اتفاقیہ کاذبہ کو بھی شامل ہے اس وجہ سے کہ حکم اس میں (اتفاقیہ کاذبہ میں) تالی کا صدق بغیر علاقہ کے بسا اوقات واقع کے مطابق ہوتا ہے۔ بایں صورت کہ تالی صادق آتی ہے مگر علاقہ نہیں پایا جاتا۔ اور بسا اوقات واقع کے مطابق نہیں ہوتا۔ بایں صورت کہ تالی صادق نہیں آتی اور مقدم صادق ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے تالی صادق ہوتی ہے اور علاقہ بھی پایا جاتا ہے۔

تشریح :- شرطیہ کی دوسری قسم اتفاقیہ ہے۔ پس وہ یہ ہے کہ تالی کا صدق مقدم کے صدق کے تقدیر پر ہوتا ہے بغیر کسی ایسے علاقہ کے جو اس صدق کے لیے موجب ہو۔ بلکہ صورت یہ ہوتی ہے کہ اتفاق سے دونوں تضایا (یعنی اتفاقیہ کے دونوں اجزاء) صدق میں جمع ہو جاتے ہیں۔ جیسے ان کان الانسان ناطقا فالحمار ناہق۔ اس مثال میں حمار کا ناہق ہونا تالی ہے۔ جس کا صدق انسان کے ناطق ہونے پر موقوف مشروط کیا گیا ہے۔ مگر ان دونوں میں کوئی علاقہ نہیں پایا جاتا ہے۔ صرف اتفاق سے دونوں صادق ہونے میں متفق ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ عقل جائز رکھتی ہے کہ ان میں سے ایک پایا جائے اور دوسرا نہ پایا جائے۔

قولہ ولو قال:۔ شارح یہاں سے ماتن کی عبارت پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ فرمایا:۔ اگر ماتن لزومیہ کی تعریف اس طرح کرتے کہ متصلہ لزومیہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں تالی کے صدق کا حکم کیا جائے مقدم کے صدق کی تقدیر پر بغیر علاقہ کے۔ بلکہ محض دونوں کے صدق سے۔ ایسا ہوتا ہو۔ تو یہ تعریف بہتر ہوتی۔
لتناول الاتفاقیۃ الکاذبۃ:۔ تاکہ اتفاقیہ کی یہ تعریف اتفاقیہ کاذبہ کو بھی شامل ہو جاتی۔ اس لئے کہ اتفاقیہ کاذبہ میں حکم تالی کے صدق کا حکم بغیر علاقہ کے کبھی کبھی واقع کے مطابق ہو جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ تالی صادق آتی ہے مگر علاقہ نہیں پایا جاتا۔ اور بسا اوقات حکم واقع کے مطابق نہیں ہوتا۔ یعنی تالی صادق نہیں ہوتی جبکہ مقدم صادق آتا ہے۔ اور کبھی تالی بھی صادق ہوتی ہے اور علاقہ بھی پایا جاتا ہے۔

وقد یکتفی فی الاتفاقیۃ بصدق التالی حتی یقال انہا التی حکم فیہا بصدق التالی علی تقدیر المقدم لا لعلاقۃ بل بمجرد صدق التالی ویجوز ان یکون المقدم فیہا صادقا او کاذبا ویسمی بہذا المعنی اتفاقیۃ عامۃ وبالمعنی الاول اتفاقیۃ خاصۃ للعموم والخصوص بینہما فانہ متی صدق المقدم کا التالی فقد صدق التالی لا ینعکس۔

ترجمہ:۔ اور کبھی اتفاقیہ میں تالی کے صدق پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ حتی کہ کہا جاتا ہے کہ اتفاقیہ وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس میں تالی کے صدق کا حکم کیا گیا ہو۔ مقدم کی تقدیر پر بغیر علاقہ کے محض اس وجہ سے کہ تالی صادق ہے۔ اور جائز ہے کہ اس صورت میں مقدم صادق ہو یا کاذب ہو۔ اور ان معنی کے لحاظ سے اتفاقیہ کا نام اتفاقیہ عامہ رکھا جاتا ہے۔ اور معنی اول کے لحاظ سے اس کا نام اتفاقیہ خاصہ رکھا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ دونوں کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ جب مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں۔ تو تالی بھی صادق ہو گی۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔
تشریح:۔ اتفاقیہ کی تعریف پر اعتراض وارد ہونے کی وجہ سے شارح نے اتفاقیہ کی دوسری تعریف بیان کی ہے۔ تاکہ مذکورہ اعتراض لازم نہ آئے۔ فرمایا:۔
وقد یکتفی فی الاتفاقیۃ:۔ کہ اتفاقیہ کی تعریف میں صرف اس پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ اتفاقیہ وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں حکم کیا جائے تالی کے صدق کا مقدم کی تقدیر پر بغیر علاقہ کے محض تالی کے صادق ہونے کی بناء پر۔ ممکن ہے کہ اس صورت میں مقدم کاذب ہو یا صادق ہو۔ اتفاقیہ کا ان معنی کے لحاظ سے نام اتفاقیہ عامہ رکھا جاتا ہے۔ اور پہلی تعریف کی بنیاد پر اس کا نام

الفاقیہ خاصہ رکھا جاتا ہے۔

دلیل :- الفاقیہ عامہ کے عام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک وہ صورت جس میں مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں۔ تو تالی کا صدق پایا گیا۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ تالی صادق ہو مگر مقدم کاذب ہو، تو الفاقیہ عامہ تو صادق آئے گی مگر الفاقیہ خاصہ صادق نہ آئے گے۔

واَمّا المنفصلة فقد عرفت انها علیٰ ثلثة اقسام حقیقیة وهی التی یحکم فیها بالتنافی بین جزئیها صدقاً وکذباً کقولنا اما ان یکون هٰذا العدد زوجاً او فردًا ومانعة الجمع وهی التی یحکم فیها بالتنافی بین جزئیها صدقاً فقط کقولنا اما ان یکون هٰذا الشئ شجراً او حجراً ومانعة الخلو وهی التی یحکم فیها بالتنافی بین جزئیها کذباً فقط کقولنا امّا ان یکون زید فی البحر واما لا یغرق وانما سمیت الاولیٰ حقیقیة لانّ التنافی بین جزئیها اشد من التنافی بین جزئی الاخیرین لانه فی الصدق والکذب معاً فهی احق باسم المنفصلة بل هی حقیقة الانفصال۔

ترجمہ :- اور بہر حال شرطیہ کی دوسری قسم منفصلہ ہے۔ پس تو پہچان چکا ہے کہ یہ تین قسم پر ہے۔ حقیقیہ اور حقیقیہ وہ منفصلہ ہے جس میں دو قضیے کے دونوں جزؤں کے درمیان منافات کا (ایک ساتھ صادق نہ آنے کا) حکم کیا جائے صدق اور کذب دونوں میں (نہ ایک وقت میں دونوں صادق ہوں گے نہ دونوں کاذب ہوں گے، بلکہ ایک پایا جائے گا تو دوسرا نہ پایا جائے گا اور دوسرا پایا جائے گا تو پہلا نہ پایا جائے گا) جیسے ہمارا قول اما ان یکون هٰذا العدد زوجاً او فرداً۔ دوسری قسم مانعۃ الجمع ہے یہ وہ قضیہ ہے جس میں دونوں اجزاء کے درمیان منافات کا حکم صرف صدق میں کیا جائے۔ (یعنی قضیے کے دونوں جزو ایک ساتھ صادق نہ ہوں گے۔ بلکہ ممکن ہے دونوں میں کاذب ہو۔ تو موافقت کا ذب ہونے میں ممکن ہے مگر صادق آنے میں منافات ہے) جیسے ہمارا قول اما ان یکون هٰذا الشئ شجراً او حجراً۔ اور یا مانعۃ الخلو ہوگا۔ یہ وہ شرطیہ ہے جس میں منافات کا حکم صرف کذب میں کیا جائے۔ (یعنی دونوں میں منافات کا ذب ہونے میں ہے۔ یعنی ایسا نہ ہوگا کہ دونوں ہی صادق نہ آئیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ دونوں اجزاء کا ایک جگہ اجتماع ہو جائے) جیسے اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق۔

قولہ وانما سمیت الاولیٰ :- اور اول قسم کا نام حقیقیہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ دونوں کے درمیان منافات کا پایا جانا بمقابلہ اخیرین کے درمیان منافات کے پائے جانے کے۔ اس وجہ سے کہ اس میں (یعنی حقیقیہ میں) منافات صدق اور کذب دونوں ساتھ ساتھ ہوتی ہے اور بعد کی

دونوں قسموں میں منافات صرف ایک میں پائی جاتی ہے۔ صدق میں یا کذب میں۔ لہٰذا پس یہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کا نام منفصلہ رکھا جائے۔ بلکہ یہ تو انفصال کی حقیقت ہے۔

تشریح:۔ شارح نے منفصلہ کی تین اقسام بیان فرمائی۔ پھر ہر قسم کی الگ الگ تعریف اور اسکی مثال بیان کی۔ اس کے بعد اس کی وجہ تسمیہ بیان کی۔

قولہٗ وانما سمیت الاولیٰ حقیقیۃ:۔ اول قسم کا نام حقیقیہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس قسم میں جو منافات پائی جاتی ہے۔ وہ بعد کی دونوں قسموں میں پائی جانے والی منافات سے زیادہ ہے۔ اس وجہ سے کہ قسم اول میں منافات صدق اور کذب دونوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف بعد کی دونوں قسموں یعنی مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو میں پائی جانے والی منافات کے۔ کیونکہ ان دونوں میں صرف ایک منافات پائی جاتی ہے صرف صدق میں یا کذب میں۔

والثانیۃ مانعۃ الجمع لاشتمالها علی منع الجمع بین جزئیها والثالثۃ مانعۃ الخلو لان الواقع لیس یخلو عن احد جزئیها وربما یقال مانعۃ الجمع ومانعۃ الخلو علی التی حکم فیها بالتنافی فی الصدق اوفی الکذب مطلقا وبهذا المعنی تکونان اعم من المعنیین الاولین والحقیقیۃ ایضا ولبعض الافاضل ههنا بحث شریف وهو ان المراد بالمنافاۃ فی الجمع ان لایصدقا علی ذات واحدۃ لا انهما لایجتمعان فی الوجود فانه لو کان المراد عدم الاجتماع فی الوجود لم یکن بین الواحد واللکثیر منع الجمع لان الواحد جزء الکثیر وجزء الشئ یجامعه فی الوجود لکن الشیخ نص علی منع الجمع بینهما۔

ترجمہ:۔ اور دوسری قسم مانعۃ الجمع ہے۔ اس لیے کہ وہ اجتماع کے رد کرنے پر مشتمل ہوتی ہے اور تیسری قسم مانعۃ الخلو ہے۔ اس وجہ سے واقع دونوں اجزاء میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ (بلکہ دونوں میں سے کوئی ایک ضرور پایا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ دونوں اجزاء ہی موجود ہوں)

قولہ وربما یقال:۔ اور کبھی کہا جاتا ہے مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو اس قضیہ پر کہ جس میں منافات کا حکم کیا گیا ہو۔ صرف صدق میں۔ یا صرف کذب میں مطلقاً۔ اور یہ دونوں قسمیں اس تعریف کے لحاظ سے پہلی تعریف کے مقابلے میں اعم ہیں۔ اور حقیقیہ سے بھی عام ہیں۔

قولہ ولبعض الافاضل ههنا الخ:۔ اس موقعہ پر ایک فاضل منطق نے ایک دلچسپ بحث نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ منافات فی الجمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں قضیے کے دونوں اجزاء کسی ایک ذات پر جمع نہ ہوں نہ یہ کہ دونوں وجود میں جمع نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ اگر مراد یہ ہوتی کہ وجود میں اجتماع دونوں کا نہ ہوگا تو

واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع نہ صادق آئے گا۔ اس لیے کہ واحد کثیر کا جزء ہوتا ہے۔ اور شی کا جز شی کے ساتھ وجود میں جمع ہوتا ہے۔ لیکن شیخ نے صراحت کی ہے کہ ان دونوں کے درمیان منع الجمع پایا جاتا ہے۔

تشریح :- دوسری قسم کا نام مانعۃ الجمع اس وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس قضیہ کے دونوں اجزا منع جمع پر مشتمل ہوتے ہیں۔

قولہ والثالثۃ مانعۃ الخلو۔ اور تیسری قسم مانعۃ الخلو ہے۔ کیونکہ واقع ان دونوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ بلکہ دونوں میں سے ایک ضرور پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ دونوں ہی پائے جاتے ہوں۔

قولہ ورب ما یقال :- یہاں مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کی دوسری تعریف بیان کی گئی ہے۔ شارح نے فرمایا کہ ان دونوں کی ایک تعریف اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں اس قضیہ پر بولے جاتے ہیں جن میں منافات مطلقاً صدق میں ہو۔ (کذب میں منافات ہو یا نہ ہو) یا منافات دونوں کے درمیان صرف کذب میں ہو مطلقاً (خواہ صدق میں منافات ہو یا نہ ہو) اس تعریف کی بنیاد پر دونوں پہلی تعریف سے اعم ہیں۔ بلکہ حقیقیہ سے بھی عام ہیں۔

قولہ وبعض الافاضل منہا :- دلچسپ بحث :- منافات فی الجمع سے مراد یہ ہے کہ شرطیہ کے دونوں جزء ذات واحد پر مجتمع نہ ہوں۔ منافات فی الجمع سے یہ مراد نہیں ہے کہ دونوں وجود میں جمع نہ ہوں گے۔ کیونکہ اگر منافات دونوں کے درمیان جمع فی الوجود میں ہوتی تو واحد اور کثیر کے درمیان مانعۃ الجمع صادق نہ آتا۔ جبکہ شیخ نے ان کے درمیان منافات فی الجمع تسلیم کیا ہے کیونکہ جب کثیر پایا جائے گا تو اس کا جز یعنی واحد بھی ضرور صادق آئے گا۔ اس وجہ سے واحد جزء ہے اور کثیر اس کا کل ہے۔ اس لیے جب کل پایا جائے گا تو اس کا جز بھی پایا جائے گا۔

ثم قال وعندی فی هذا نظر اذ یلزم من ذالک جواز منع الجمع بین اللازم والملزوم فان جزء الشیٔ من لوازمه وقد اجمعوا علی انه لا منع جمع بین اللازم والملزوم ولا منع خلو ورجا من الله تعالیٰ ان یفتح علیه الجواب عن هذا الاعتراض وهو لیس الانظرا فیما اراده من عبارة القوم فما شاهم ان یعنوا بالمنافاة فی الجمع عدم الاجتماع فی الصدق فان مانعة الجمع من اقسام المنفصلة والانفصال لم یعتبروه الا بین القضیتین فلا یکون منع الجمع الا بین القضیتین فلو کان المراد عدم الاجتماع فی الصدق لکان بین کل قضیتین منع الجمع لاستحالة ان تصدق قضیة علی ما تصدق علیه قضیة اخری۔

ترجمہ :- پھر کہا اور مجھے اس میں اختلاف ہے. کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان مانعۃ الجمع پایا جاتا ہے. کیونکہ جزو شئی شئی کے لوازم میں سے ہے. حالانکہ اہل منطق نے اجماع کیا ہے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان مانعۃ الجمع نہیں پایا جاتا ہے. اور نہ مانعۃ الخلو پایا جاتا ہے. اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس اعتراض کے جواب کا دروازہ کھولے گا. اور وہ یہ ہے کہ قوم کی عبارت سے جو قائل نے ارادہ کیا ہے. اس مراد میں منظر ہے. تو قطعاً واقع کے خلاف ہے کہ انھوں نے منافات مانعۃ الجمع سے مراد عدم اجتماع فی الصدق لیا ہو. کیونکہ مانعۃ الجمع منفصلہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور انفصال کا اعتبار نہیں کیا ہے. لیکن دونوں قضیوں کے درمیان. پس مانعۃ الجمع بھی صرف دو قضیوں کے درمیان پایا جائے گا. اور اگر ان کی مراد عدم اجتماع فی الصدق ہی ہوتی تو البتہ ہر دو قضایا کے درمیان مانعۃ الجمع ہوتا. کیونکہ یہ محال ہے کہ ایک قضیہ جس پر صادق آئے محال ہے کہ اس پر دوسرا قضیہ صادق آئے.

قولہ ثم عندی فی ھذا نظر :- شارح نے اس پر اعتراض وارد کیا ہے. جزو اور کل کے درمیان اگر لازم ملزوم ہونے کی وجہ سے اجتماع جائز ہے. تو اس سے لازم آتا ہے کہ خود لازم ملزوم کے درمیان بھی مانعۃ الجمع پایا جائے. حالانکہ اہل منطق نے صراحت کی ہے کہ لازم و ملزوم کے درمیان مانعۃ الجمع پایا جاتا ہے. اور نہ ہی مانعۃ الخلو پایا جاتا ہے.

ورجاء من اللہ تعالیٰ ان یفتح الجواب :- پھر شارح نے اس اعتراض کا جواب تحریر کیا ہے. جواب کا حاصل یہ ہے کہ قوم کی عبارت سے معترض نے جو مفہوم مراد لیا ہے وہ غلط ہے. قوم نے منافات فی الجمع سے عدم اجتماع فی الصدق مراد نہیں لیا. اسی وجہ سے مانعۃ الجمع شرطیہ منفصلہ کی اقسام میں سے ہے. اور منفصلہ میں دو قضایا کے درمیان منافات کا حکم ہوتا ہے. نہ کہ شئی کے اجزاء کے درمیان. اور مانعۃ الجمع اسی کی ایک قسم ہے تو اس میں بھی جو منافات معتبر ہوگی وہ منافات ہوگی جو دو قضایا کے درمیان پائی جاتی ہو. ورنہ ایک بہت بڑی خرابی یہ لازم آئے گی، ہر قضیہ جو بولا جائے گا اس میں مانعۃ الجمع صادق آئے. کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جس جگہ ایک قضیہ صادق آتا ہے ضروری نہیں ہے کہ اس جگہ دوسرا قضیہ بھی صادق آئے.

ولا یکون بین القضیتین منع الخلو اصلا ضرورۃ کذبھما علی شئ من الاشیاء وانما قلنا مفرد من المفردات بل لیس مرادھم بالمنافاۃ فی الصدق الا عدم الاجتماع فی الوجود واما الشیخ اثبت بین الواحد والکثیر منع الجمع فھو لیس بین مفھومی الواحد والکثیر بل بین ھذا واحد وھذا کثیر فان القضیۃ القائلۃ اما ان یکون ھذا واحد واما ان یکون ھذا کثیرا

مانعۃ الجمع لامتناع اجتماع جزئیہا علی الصدق نقد بان ان الاشکال انما نشاء من سوء الفہم و قلۃ التدبر۔

ترجمہ :- اور دو قضایا کے درمیان مانعۃ الخلو بالکل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شئ من الاشیاء (کسی نہ کسی شئ پر) پر ان کا کذب لازم آئے گا۔ اور کم از کم درجہ مفردات میں سے مفرد ہی ہے اس پر قضیہ کا اطلاق کذب ہے۔

بل لیس مرادھم :- بلکہ ان کی مراد منافات فی الصدق سے صرف عدم اجتماع فی الوجود ہے۔ اور بہرحال شیخ نے جو واحد اور کثیر کے درمیان منع الجمع ثابت کیا ہے۔ تو وہ واحد و کثیر کے مفہوم میں منافات نہیں ہے۔ بلکہ واحد اور کثیر کے مابین ہے۔ اور یہ کثیر ہے۔ کیونکہ مثلاً یہ قضیہ اما ان یکون ھذا واحداً و اما ان یکون کثیراً میں مانعۃ الجمع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس قضیہ کے دونوں جزء صدق میں جمع نہیں ہو سکتے۔

پس تحقیق ظاہر ہو گیا کہ مذکورہ بالا اشکال کم فہمی اور کم عقلی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے (در حقیقت میں جمہور کی تعریف ہی بے غبار ہے۔)

تشریح :- نیز دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ دو قضیوں کے درمیان مانعۃ الخلو بالکل صادق ہی نہ آئے گا۔ کیونکہ شئ من الاشیاء مثلاً مفرد من المفردات پر دونوں کا ہی کذب لازم آتا ہے۔ بلکہ ان کی مراد منافات فی الصدق سے صرف یہ ہے کہ وجود میں اجتماع نہ ہوگا۔ اور جہاں تک شیخ کے کلام کی بات ہے تو شیخ نے واحد و کثیر کے مفہوم کے درمیان مانعۃ الجمع کا قول نہیں کیا ہے۔ بین ھذا (واحد) و بین ہذا (کثیر) متعین کے درمیان منع جمع ثابت کیا ہے۔ واحد و کثیر کے مفہوم کے درمیان منع جمع ثابت نہیں کیا۔ دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ یہ قضیہ اما ان یکون ھذا واحداً و اما ان یکون ھذا کثیراً کے درمیان مانعۃ الجمع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس قضیہ کے دونوں اجزاء کا صدق میں جمع ہونا محال ہے۔ لہٰذا جمہور کی تعریف صحیح ہے۔ اور معترض نے کم فہمی اور معلومات کی کمی سے یہ اعتراض وارد کیا ہے۔

قال و کل واحدۃ من ھذہ الثلاثۃ اما عنادیۃ وھی التی یکون التنافی فیہا لذاتی الجزئین کما فی الامثلۃ المذکورۃ واما اتفاقیۃ وھی التی یکون التنافی فیہا بمجرد الاتفاق کقولنا للاسود اللاکاتب اما ان یکون ھذا اسود او کاتبا حقیقیۃ اولا اسود او کاتبا مانعۃ الجمع او لا اسود او لا کاتبا مانعۃ الخلو۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا:۔ان مذکورہ تینوں میں سے ہر ایک یا عنادیہ ہوگا۔ اور عنادیہ وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دونوں جزؤں کے درمیان منافات ذاتی ہو، جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے معلوم ہو چکا ہے۔ اور یا اتفاقیہ ہوگا۔ اور اتفاقیہ وہ قضیہ منفصلہ ہے کہ جس میں دونوں جزؤں کے درمیان منافات محض اتفاقی ہو۔ (ذاتی منافات نہ ہو) جیسے ہمارا قول کسی سیاہ آدمی کے لیے جو کاتب نہ ہو۔ اما ان یکون ھذا اسود او کاتبا۔ منفصلہ حقیقیہ کی مثال میں اور اما ان یکون ھذا لا اسود او کاتبا۔ مانعۃ الجمع کی مثال میں۔ اور مانعۃ الخلو کی مثال میں اما ان یکون ھذا اسود او کاتباً۔

تشریح:۔ قضیہ منفصلہ کی تعریف اور اقسام مع مثال بیان کرنے کے بعد ماتن رہ نے ان تینوں قسموں کی اقسام بیان فرمایا ہے۔ فرمایا:۔

قولہ کل واحدۃ من ھذہ الثلاثۃ:۔ مذکورہ تینوں اقسام میں سے ہر قسم یا عنادیہ ہوگی یا اتفاقیہ ہوگی۔

قولہ وہی التی یکون التنافی:۔ بہر حال عنادیہ منفصلہ وہ قضیہ ہے جس کے دونوں جزؤں کے درمیان منافات ذاتی ہو۔ دونوں جزؤں کی ذات میں منافات پائی جاتی ہو۔ جیسا کہ سابقہ مثالوں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

قولہ واما الاتفاقیۃ:۔ دوسری قسم کا نام اتفاقیہ ہے۔ اتفاقیہ وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے دونوں اجزاء کے درمیان منافات محض اتفاقی ہو۔ (جن کی ذات میں کوئی منافات نہ ہو) جیسے اسود اور لاکاتب۔ ان کے درمیان تینوں اقسام کی منافات ظاہر کرنا مثلاً اما ان یکون ہذا اسود او اما ان یکون لا کاتبا۔ حقیقیہ کی مثال میں۔

اور مانعۃ الجمع کی مثال میں یہ کہنا کہ اما ان یکون ھذا لا اسود او کاتباً۔ اور مانعۃ الخلو کی مثال میں یہ کہنا کہ اما ان یکون ھذا اسود او کاتباً۔ تو ان مثالوں میں بیان کی ہوئی منافات محض اتفاقی ہے کیونکہ کاتب اور اسود کے درمیان کوئی منافات ذاتی نہیں پائی جاتی۔

اقول: کل واحدۃ من المنفصلات الثلاث اما عنادیۃ او اتفاقیۃ کما ان المتصلۃ اما لزومیۃ او اتفاقیۃ فنسبۃ العناد والاتفاق الی المنفصلات کنسبۃ اللزوم والاتفاق الی المتصلات اما العنادیۃ فھی التی یکون الحکم فیھا بالتنافی لذات الجزئین ای حکم فیھا بان مفھوم احدھما مناف للآخر مع قطع النظر عن الواقع کما بین الزوج والفرد والشجر والحجر وکون زید فی البحر وان لا یغرق واما الاتفاقیۃ

فھی التی یحکم فیھا بالتنافی لا لذاتی الجزئین بل لمجرد الاتفاق ای لمجرد ان یتفق فی الواقع ان یکون بینھما منافاۃ وان لم یقتض مفھوم احدھما ان یکون منافیا للاٰخر کقولنا للاسود اللاکاتب اما ان یکون ھٰذا اسود او کاتبا کانت حقیقیۃ فانہ لا منافاۃ بین مفھومی الاسود والکاتب ولکن اتفق تحقق السواد وانتفاء الکتابۃ فلا یصدقان لانتفاء الکتابۃ و لا یکذبان لوجود السواد ولو قلنا اما ان یکون ھٰذا لا اسود او کاتبا کانت مانعۃ الجمع لانھما لا یصدقان ولکن یکذبان بان لا انتفاء اللا سواد والکتابۃ معافی الواقع و لو قلنا اما ان یکون ھٰذا اسود اولاکاتبا کانت مانعۃ الخلو لانھما لا یکذبان و لکن یصدقان لتحقق السواد واللاکتابۃ بحسب الواقع

ترجمہ:- منفصلات ثلاثہ میں سے ہر ایک یا عنادیہ ہوگی یا اتفاقیہ ہوگی۔ جس طرح ہر متصلہ یا لزومیہ تھی یا اتفاقیہ۔ پس عناد اور اتفاق کی نسبت تینوں منفصلہ کی جانب وہی ہے جو نسبت لزوم اور اتفاق کی متصلہ کی طرف ہے۔ بہرحال عنادیہ پس وہ قضیہ منفصلہ ہے کہ جس کے دونوں جزؤں کے درمیان منافات کا حکم دونوں اجزا کی ذات میں ہو۔ یعنی اس میں حکم کیا گیا ہو کہ دونوں میں سے ایک کا مفہوم دوسرے جزو کے مفہوم کے منافی ہے۔ واقع سے قطع نظر کرتے ہوئے جس طرح منافات کا ہونا زوج، فرد، شجر، حجر کے درمیان۔ اسی طرح زید کا دریا میں ہونا اور یہ وہ ڈوب نہیں رہا۔ اور یا اتفاقیہ ہوگی۔ پس اتفاقیہ وہ منفصلہ ہے کہ جس میں دونوں جزؤں کے درمیان تنافی کا حکم ذاتی منافات کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ محض اتفاقاً ہو۔ یعنی محض اتفاق سے واقع میں دونوں کے درمیان منافات پائی گئی ہے۔ اگر دونوں جزؤں میں سے کوئی جز اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ دوسرے کے منافی ہو۔ جیسے ہمارا قول اس سیاہ آدمی کے متعلق جو کاتب نہ ہو۔ "اما ان یکون ھٰذا اسود او کاتبا" تو قضیہ حقیقیہ ہوگا۔ اس لیے کہ اسود اور کاتب دونوں کے مفہوموں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔ مگر اتفاق سے اسود اور لاکاتب دونوں جمع ہوگئے لہٰذا پس یہ دونوں کتابت کی نفی سے صادق نہیں ہوں گے۔ اور سواد کے وجود سے دونوں کاذب ہوں گے۔ ولو قلنا:- اور اگر ہم نے کہا اما ان یکون ھٰذا لا اسود او کاتبا "یہ یا لا اسود ہے یا کاتب ہے" تو یہ مانعۃ الجمع کی مثال ہوگی۔ اس لیے کہ دونوں صادق نہیں ہیں۔ (کیونکہ جمع نہیں ہیں) لیکن کاذب ہو جاتے ہیں لا سواد اور کتابت کے نہ پائے جانے کی صورت میں۔ ایک ساتھ واقع میں۔ اور اگر ہم نے کہا۔ اما ان یکون ھٰذا اسود او لاکاتبا تو یہ مانعۃ الخلو کی مثال ہوگی۔ کیونکہ دونوں کاذب نہیں ہیں۔ البتہ دونوں صادق ہیں۔ اس وجہ سے کہ واقع میں سواد اور لاکاتب متحقق ہیں۔

تشریح :- قولہ کل واحدۃ :- منفصلہ کی تینوں قسمیں یا عنادیہ ہوں گی یا اتفاقیہ ہوں گی۔ جس طرح متصلہ کی دو قسمیں تھیں۔ لزومیہ اور اتفاقیہ۔ اسی طرح منفصلہ کی بھی یہ دو قسمیں ہیں۔

قولہ فنسبۃ العناد :- لہٰذا منفصلات کی طرف عناد اور اتفاق کی نسبت بالکل ایسی ہی ہے جیسی کہ لزوم اور اتفاق کی نسبت متصلات کی جانب بیان کی گئی ہے۔

تعریف العنادیہ :- عنادیہ وہ منفصلہ ہے جس میں دونوں جزؤں کے درمیان منافات کا حکم ان کی ذات کی وجہ سے کیا گیا ہو۔ یعنی یہ کہ اس بات کا حکم کیا گیا ہو کہ ایک جزء کا مفہوم دوسرے جزء کے مفہوم کے منافی ہے۔ (ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے) مگر اس منافات میں واقع سے کوئی تعلق نہ ہو۔ جس طرح واقع میں زوج، فرد، شجر اور حجر کے درمیان منافات پائی جاتی ہے۔ اور مثلاً زید کا دریا میں ہونا یا غرق نہ ہونا (ان کے درمیان قضیہ میں منافات ظاہر کی گئی ہے۔ واقع میں منافات پائی جاتی ہے یا نہیں۔ پائی جانی سے قطع نظر کیا گیا ہے)

قولہ واما الاتفاقیۃ :- منفصلہ باقسامہا کی دوسری قسم اتفاقیہ ہے۔ اتفاقیہ وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دونوں جزؤں کے درمیان منافات کا حکم دونوں جزؤں کی ذات میں نہ ہو۔ بلکہ محض اتفاقی منافات پائی جاتی ہے۔ اگرچہ بالذات دونوں متحد ہو سکتے ہوں۔

قولہ کقولنا للاسود واللاکاتب :- مثال کے طور پر دو مفہوم ہیں ایک اسود اور دوسرا لا کاتب۔ ان دونوں کے درمیان واقع میں اور بالذات کوئی منافات نہیں ہے۔ اسود اور لا کاتب ایک جگہ صادق آسکتے ہیں۔ اسی طرح لا اسود اور کاتب یہ دونوں بھی ایک ساتھ صادق آسکتے ہیں۔

قولہ کانت حقیقیۃ :- اگر دونوں اجزاء کے مفہوموں میں منافات نہ ہو بلکہ اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں تو اس کا نام اتفاقیہ حقیقیہ ہے۔ جیسے اما ان یکون ہٰذا اسود او کاتبا۔

قولہ ولو قلنا اما ان یکون الخ :- اور اگر ہم نے کہا اما ان یکون ہٰذا لا اسود او کاتبا تو یہ مانعۃ الجمع ہوگا کیونکہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ کاذب ہو سکتے ہیں۔

قولہ ولو قلنا اما ان یکون الخ :- اور اگر ہم نے کہا اما ان یکون ہٰذا اسود او لا کاتبا۔ تو یہ مانعۃ الخلو کی مثال ہوگی۔ اس لیے کہ دونوں کاذب نہیں ہو سکتے۔ البتہ جمع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ واقع میں مذکورہ مثال میں سواد اور لا کاتب ہونا متحقق ہیں۔

قالَ وسَالبۃ کل واحدۃ من ھٰذہ القضایا الثمان ھی التی یرفع فیھا ما حکم بہ فی موجباتھا فسالبۃ اللزوم تسمیٰ سالبۃ لزومیۃ وسالبۃ العناد تسمیٰ سالبۃ عنادیۃ وسَالبۃ الاتفاق تسمیٰ سالبۃ اتفاقیۃ

ترجمہ:۔ مذکورہ آٹھوں قضیوں میں سے ہر ایک کا سالبہ وہ قضایا ہیں جن میں ان کے موجبات میں جو حکم کیا گیا ہے سالبہ میں اس کا رفع کیا جائے۔ پس لزومیہ کے سالبہ کا نام سالبہ لزومیہ ہوگا۔ اور عنادیہ کے سالبہ کا نام سالبہ عنادیہ ہوگا۔ اور اتفاقیہ کے سالبہ کا نام سالبہ اتفاقیہ ہوگا۔

تشریح:۔ ماتن نے قضیہ شرطیہ کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں۔ متصلہ اور منفصلہ۔ متصلہ کی دو قسمیں لزومیہ، اتفاقیہ۔ اور پھر منفصلہ کی تین قسمیں حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو۔ اور پھر ان تینوں کی دو قسمیں عنادیہ اور اتفاقیہ۔ تعریف اور ان کی مثال اوپر گذر چکی ہیں۔ اب اس جگہ ان آٹھوں اقسام کے سالبہ کی تعریف بیان کی ہے کہ:۔

قولہ سالبۃ کل واحدۃ من مطلق:۔ ان آٹھوں اقسام کی سالبہ وہ قضایا ہیں کہ جنہیں ان کے موجبہ میں جو حکم کیا گیا ہے اس حکم کا رفع کیا گیا ہو۔

قولہ فسالبۃ اللزومیۃ:۔ اور اس سالبات کے نام اس طرح پر ہیں۔ لزومیہ کے سالبہ کا نام سالبہ لزومیہ اور عنادیہ کے سالبہ کا نام سالبہ عنادیہ اور اتفاقیہ کے سالبہ کا نام سالبہ اتفاقیہ ہے۔

اقول قد عرفت ثمانی قضایا متصلتان لزومیۃ و اتفاقیۃ ومنفصلات ست ثلاث منها عنادیات وثلاث منها اتفاقیات وهی کلها موجبات لان تعاریفها المذکورۃ لاتنطبق الا علی الموجبات فلا بد من تعریف سوالبها فسالبۃ کل منها هی التی یرفع فیها ما حکم به فی موجبتها فلما کانت الموجبۃ اللزومیۃ ما حکم فیها بلزوم التالی للمقدم کانت السالبۃ اللزومیۃ سالبۃ اللزوم ای ما حکم فیها بسلب اللزوم لا ما حکم فیها بلزوم السلب فان التی حکم فیها بلزوم السلب موجبۃ لزومیۃ لا سالبۃ مثلاً اذا قلنا لیس البتۃ اذا کانت الشمس طالعۃ فاللیل موجود کانت سالبۃ لان الحکم فیها بسلب لزوم وجود اللیل لطلوع الشمس واذا قلنا اذا کانت الشمس طالعۃ فلیس اللیل موجودا کانت موجبۃ لان الحکم فیها بلزوم سلب وجود اللیل لطلوع الشمس۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ متصلہ لزومیہ اور اتفاقیہ اور قضیہ منفصلات ستہ۔ جن میں سے تین عنادیہ کی اور تین ان میں سے اتفاقیہ کی۔ کہ یہ آٹھ اقسام ہوگئیں) یہ سب کی سب موجبہ ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان کی جو تعریفات ذکر کی گئی ہیں وہ صرف موجبات پر ہی منطبق ہوتی ہیں۔ لہٰذا پس ان اقسام کی سوالب کی ضرورت ہے۔

پس ان قضایا میں سے ہر ایک قسم کی سالبہ وہ قضایا ہیں جن میں اس حکم کا رفع کیا گیا ہو، جو حکم کہ ان کے موجبات میں کیا گیا ہے۔ پس جبکہ موجبہ لزومیہ وہ قضیہ ہے جس میں تالی کے لزوم کا حکم کیا جائے مقدم کے لیے۔ تو اس کا سالبہ لزومیہ لزوم کا سلب ہوگا۔ یعنی سالبہ لزومیہ وہ قضیہ ہے جس میں اس لزوم کے سلب کا حکم کیا گیا ہو۔ نہ کہ وہ قضیہ کہ جس میں سلب کے لازم ہونے کا حکم کیا گیا ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ قضیہ جس میں سلب کے لازم ہونے کا حکم کیا گیا ہوگا۔ وہ موجبہ لزومیہ کہلائیگا نہ کہ سالبہ۔ مثلاً جب ہم نے کہا۔ لیس البتۃ اذا کانت الشمس طالعۃ فالیل موجود۔ تو یہ قضیہ سالبہ ہوگا۔ کیونکہ اس قضیے میں طلوع شمس کے لیے وجود لیل کے لازم ہونے کا سلب ہے۔ (یعنی یہ کہ طلوع شمس کے لیے وجود لیل لازم نہیں ہے) اور جب ہم نے کہا اذا کانت الشمس طالعۃ فلیس اللیل موجوداً (جب سورج طلوع ہوگا تو رات موجود نہ ہوگی) تو یہ قضیہ موجبہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس قضیہ میں طلوع شمس کے لیے وجود لیل کے سلب کا لزوم ہے۔

تشریح:۔ مذکورہ آٹھ قسموں میں سے سالبہ لزومیہ کی تعریف یہ بیان کی کہ قولہ کانت السالبۃ اللزومیۃ:۔ سالبہ لزومیہ وہ متصلہ ہے۔ جس میں لزوم کے سلب کا حکم کیا گیا ہو۔ یعنی جس میں لزوم کے سلب کا حکم کیا گیا ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ جس قضیے میں سلب کے لازم ہونے کا حکم کیا گیا ہو۔ کیونکہ جس قضیے میں سلب کے لازم ہونے کا حکم کیا جائےگا وہ موجبہ لزومیہ ہو جائےگا۔ سالبہ لزومیہ نہ ہوگا۔ جیساکہ مثال سے واضح ہے۔

ولما کانت الموجبۃ المتصلۃ الاتفاقیۃ مَاحکم فیھا بموافقۃ التالی للمقدم فی الصدق کانت السّالبۃ الاتفاقیۃ سَالبۃ الاتفاق ای مَاحکم فیھا بسلب موافقۃ التالی للمقدم لامَاحکم فیھا بموافقۃ السلب فانھا اتفاقیۃ موجبۃ فاذا قلنا لیس البتۃ اذا کان الانسان ناطقا فالحمار ناھق کانت سَالبۃ اتفاقیۃ لان الحکم فیھا بسلب موافقۃ ناھقیۃ الحمار لناطقیۃ الانسان وَاذا قلنا اذا کان الانسان ناطقاً فلیس الحمار ناھقاً کانت موجبۃ لانّ الحکم فیھا بموافقۃ سلب ناھقیۃ الحمار لناطقیۃ الانسان۔

ترجمہ:۔ اور جبکہ موجبہ متصلہ اتفاقیہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں تالی کے موافق ہونے کا مقدم کے لیے حکم کیا گیا ہو صدق میں تو سالبہ اتفاقیہ اس اتفاق کا سلب ہوگا۔ یعنی وہ قضیہ ہے کہ جس میں تالی کی موافقت کے سلب کا حکم کیا گیا ہو مقدم کے لئے صدق میں (یعنی جس قضیے میں یہ حکم کیا گیا ہو کہ تالی مقدم کے حکم کے موافق صدق میں نہیں ہے)

قولہ لا ماحکم فیہا :۔ نہ یہ کہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں سلب کے موافق ہونے کا حکم کیا گیا ہو. کیونکہ یہ اتفاقیہ موجبہ ہے۔ پس جب ہم نے کہا لیس البتۃ اذا کان الانسان ناطقا فالحمار ناہق۔ تو یہ سالبہ اتفاقیہ کی مثال ہوگی۔ اس لئے کہ اس قضیے میں انسان کے ناطق ہونے کے لیے حمار کے ناہق ہونے کی موافقت کا سلب بیان کیا گیا ہے۔ اور جب ہم نے کہا اذا کان الانسان ناطقاً فلیس الحمار ناہقا تو یہ موجبہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں انسان کے ناطق ہونے کے لیے حمار کے ناہق ہونے کے سلب کے موافقت کا حکم کیا گیا ہے۔

تشریح :۔ اتفاقیہ موجبہ اور اتفاقیہ سالبہ کا فرق۔ قولہ ولما کانت الخ :۔ موجبہ متصلہ اتفاقیہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں تالی کی موافقت کا حکم کیا جائے مقدم کے لیے صدق میں تو یہ سالبہ اتفاقیہ ہے۔ گویا اتفاق کا سلب اس میں پایا جاتا ہے۔ یعنی جس میں تالی کی موافقت کے سلب کا حکم کیا جائے مقدم کے لیے۔

قولہ لا ماحکم فیہا بموافقۃ السلب :۔ سالبہ اتفاقیہ وہ قضیہ نہیں کہ جس میں سلب کے موافق ہونے کا حکم کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ اتفاقیہ موجبہ ہے۔ جیسے کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

وَعلیٰ ھٰذا تکون السالبۃ العنادیۃ سالبۃ العناد وھی ماحکم فیہا برفع العناد اما رفع العناد الذی ھو فی الصدق والکذب وھی السالبۃ العنادیۃ الحقیقیۃ واما رفع العناد الذی ھو فی الصدق وھی مانعۃ الجمع واما رفع العناد الذی ھو فی الکذب وھی مانعۃ الخلو لا ماحکم فیہا بعناد السلب والسالبۃ الاتفاقیۃ ما یحکم فیہا بسلب اتفاق المنافاۃ فیہا علی احد الانحاء لا ما یحکم فیہا باتفاق السلب۔

ترجمہ :۔ اور اسی طرح سالبہ عنادیہ بھی عنادیہ کا سلب ہے۔ اور یہ وہ قضیہ منفصلہ ہے۔ جس میں عناد کے رفع کا حکم کیا گیا ہے۔ یا اس عناد کا رفع کیا گیا ہو۔ جو صدق و کذب دونوں میں پایا جاتا تھا۔ اور یہ سالبہ عنادیہ حقیقیہ ہے۔ اور یا اس عناد کا رفع کیا گیا ہو۔ جو دونوں قضایا کے درمیان صرف صدق میں تھا۔ تو یہ مانعۃ الخلو ہے۔ نہ وہ قضیہ کہ جس میں سلب کے عناد کا حکم کیا گیا ہو۔ اور سالبہ اتفاقیہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں منافات کے اتفاق کے سلب کا حکم کیا گیا ہو۔ کسی ایک جانب سے نہ کہ وہ قضیہ کہ جس میں سلب کے اتفاق کا حکم کیا گیا ہو۔

تشریح :۔ قولہ وعلیٰ ھٰذا تکون السالبۃ العنادیۃ۔ اسی طرح سالبہ عنادیہ بھی عناد کے

سلب کا نام ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عناد کے رفع کا حکم کیا گیا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول اس عناد کا رفع کیا گیا ہو جو صدق وکذب میں پایا جاتا ہے۔ اس کو سالبہ عنادیہ حقیقیہ کہتے ہیں۔ یا اس عناد کے رفع کا حکم کیا گیا ہو جو کذب میں پایا جاتا ہے اس کا نام مانعۃ الخلو ہے۔

قولہٗ والسالبۃ الاتفاقیۃ الخ:۔ اور سالبہ اتفاقیہ وہ منفصلہ ہے جس میں منافات کے اتفاق کے سلب کا حکم کسی جانب سے کیا جائے۔ سالبہ اتفاقیہ کی تعریف یہ نہیں ہے کہ جس میں سلب اتفاق کا حکم کیا گیا ہو۔

قالَ وَالمتصلۃ الموجبۃ تصدق عن صادقین وعن کاذبین وعن مجهولی الصدق وَالکذب وعن مقدم کاذب وتال صادق دون عکسہ لامتناع استلزام الصادق الکاذب وتکذب عن جزئین کاذبین وعن مقدم کاذب وتال صادق وبالعکس عن صادقین هٰذا اذا کانت لزومیۃ وَاما اذا کانت اتفاقیۃ فکذبها عن صادقین محال۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا:۔ اور متصلہ موجبہ دو قضیہ صادقہ سے صادق آتا ہے۔ اسی طرح دو قضایا کاذبہ سے صادق ہوتا ہے۔ اور ان دو قضایا سے بھی صادق آتا ہے جو دونوں کہ مجہول الصدق اور مجہول الکذب ہوں۔ اور اس سے بھی صادق آتا ہے کہ جس قضیہ کا مقدم کاذب اور تالی صادق ہو۔ مگر اس کے عکس سے صادق نہیں آتا (یعنی وہ قضیہ جس کا مقدم صادق اور تالی کاذب ہو) کیونکہ صادق کا کاذب کو مستلزم ہونا محال ہے۔ اور کاذب ہوتا ہے قضیہ کے دونوں کاذب اجزاء سے۔ اور اس قضیہ سے کہ جس کا مقدم کاذب اور تالی صادق ہو اور اس کے عکس سے بھی کاذب ہوتا ہے۔ نیز دونوں صادق اجزاء سے بھی کاذب ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ متصلہ لزومیہ ہو۔ اور بہرحال جب متصلہ اتفاقیہ ہو تو دو صادق قضایا سے اس کا کذب محال ہے۔

تشریح:۔ ماتن نے متصلہ موجبہ کے صادق اور کاذب ہونے کی چند صورتیں اجمالاً بیان کی ہیں۔ وہ صورتیں یہ ہیں۔

۱ قضیہ کے دونوں جزء صادق ہوں ۲ دونوں جزء کاذب ہوں ۳ دونوں جزء مجہول الصدق اور مجہول الکذب ہوں ۴ مقدم صادق اور تالی کاذب ہو۔ یہ چار صورتیں متصلہ موجبہ کے صادق ہونے کی ہیں۔

منفصلہ موجبہ کے کاذب ہونے کی بھی چند صورتیں ہیں۔ ۱ قضیے کے دونوں جزء کاذب ہوں۔ ۲ مقدم کاذب اور تالی صادق ہو۔ ۳ اس کا عکس ہو۔ ۴ دونوں جزء صادق ہوں مگر یہ اس وقت ہے جبکہ منفصلہ لزومیہ ہو۔ اتفاقیہ نہ ہو۔ کیونکہ منفصلہ اتفاقیہ میں جب دونوں جزء صادق ہوں تو ان کا کاذب ہونا محال ہے۔

اقولُ صدق الشرطية وكذبها انما هو بمطابقة الحكم بالاتصال والانفصال لنفس الامر وعدمها لا بصدق جزئيها وكذبها فان طابق الحكم فيها لنفس الامر فهي صادقة والا فهي كاذبة كيف كان جزء اها ثم اذا نسبنا جزئيها الى نفس الامر حصلت اربعة اقسام لانهما اما ان يكونا صادقين اوكاذبين او يكون المقدم صادقا والتالي كاذبا او بالعكس فلنبين ان كلا من الشرطيات اي من هذه الاقسام تتركب فالمتصلة الموجبة الصادقة تتركب عن صادقين كقولنا ان كان زيد انسانا فهو حيوان وعن كاذبين كقولنا ان كان زيد حجرا فهو جماد وعن مجهول الصدق والكذب كقولنا ان كان زيد يكتب فهو يحرك يده وعن مقدم كاذب وتال صادق كقولنا ان كان زيد حمارا كان حيوانا دون عكسه اي لا تتركب من مقدم صادق و تال كاذب لامتناع ان يستلزم الصادق الكاذب والا لزم كذب الصادق وصدق الكاذب

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ شرطیہ کا صدق اور اس کا کذب اس وقت ہوتا ہے۔ جب اتصال یا انفصال کا حکم نفس الامر کے مطابق ہو۔ یا مطابق نہ ہو۔ نہ کہ اس کے دونوں اجزاء کے صدق یا دونوں کے کذب کی بنا پر پس اگر اس میں حکم نفس الامر کے مطابق ہو تو وہ صادق ہوتا ہے۔ ورنہ پس وہ کاذب ہے۔ اس کی جزا کیسی بھی ہو۔ پھر اس کے بعد جب ہم اس کے دونوں اجزا کی نسبت نفس الامر کی جانب کرتے ہیں تو اس کی چار اقسام نکلتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ (۱) یا دونوں اجزاء صادق ہوں گے (۲) یا دونوں کاذب ہوں گے (۳) یا مقدم صادق اور تالی کاذب ہوگا (۴) یا اس کا عکس ہوگا (یعنی مقدم کاذب اور تالی صادق ہوگا) تو البتہ ہم بیان کریں گے کہ بے شک ان مذکورہ چاروں اقسام شرطیات کی ہیں۔ یعنی ان اقسام سے مرکب ہوتا ہے۔ پس منفصلہ موجبہ صادقہ دو صادق سے مرکب ہوتا ہے۔ (یعنی جس کے دونوں جزء صادق ہوں) جیسے ہمارا قول ان کان زید انسانا فہو حیوان۔ اور مرکب ہوتا ہے دو کاذب سے یعنی جس شرطیہ کے دونوں اجزاء کاذب ہوں جیسے ہمارا قول ان کان زید حجراً فہو جماد اور مجہول الصدق و

مجہول الکذب سے مرکب ہوتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ان کان زید یکتب فہو یتحرک یدہ اور مرکب ہوتا ہے مقدم کاذب اور تالی صادق سے۔ جیسے ہمارا قول ان کان زید حمارا کان حیوانا۔ مگر اس کے عکس سے مرکب نہیں ہوتا۔ (یعنی یہ کہ مقدم صادق اور تالی کاذب ہو) یعنی شرطیہ مقدم صادق اور تالی کاذب سے مرکب نہیں ہوتا۔

قولہ للامتناع ان یستلزم :۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ کوئی صادق کسی کاذب کو مستلزم ہو جائے ورنہ تو صادق کا کاذب ہونا اور کاذب کا صادق ہونا لازم آئے گا۔ (اور یہ نفس الامر کے خلاف ہے)

تشریح :۔ شارح فرماتے ہیں کہ شرطیہ کی دونوں اقسام (متصلہ اور منفصلہ) کا صادق یا کاذب ہونے کا دار و مدار نفس الامر پر ہے۔ اور اگر نفس الامر کے مطابق ہے تو قضیہ صادق ہوگا۔ اور خلاف ہے تو کاذب ہوگا۔ قضیہ کا صدق اور کذب اس کے اجزاء کے صدق و کذب پر موقوف نہیں ہے۔ لہٰذا اگر حکم ان میں نفس الامر کے مطابق ہے تو صادق اور اگر نفس الامر کے خلاف ہے تو وہ کاذب ہوگا۔

قولہ ثم اذا نسبنا جزئیہا الی نفس الامر :۔ شارح نے متصلہ موجبہ کے اجزاء ترکیبیہ کی چار صورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) دونوں جزء صادق ہوں (۲) دونوں اجزاء کاذب ہوں۔ (۳) مقدم صادق تالی کاذب ہو (۴) اس کا عکس ہو۔

قولہ فالمتصلۃ الموجبۃ الصادقۃ :۔ مذکورہ بالا صورتوں میں سے کون کون سی صورت صادق ہوتی ہے۔ شارح اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ فرمایا متصلہ موجبہ صادقہ مرکب ہوتی ہے دونوں صادق سے (یعنی جس کے مقدم و تالی دونوں صادق ہوں) جیسے ان کان زید انسانا فہو حیوان۔ (۲) یا مرکب ہو دو کاذب سے (یعنی جس کے مقدم و تالی دونوں کاذب ہوں۔ جیسے ان کان زید حجرا فہو جماد۔ اور مرکب ہوتا ہے جس کے اجزاء دونوں کے دونوں مجہول الصدق والکذب ہوں۔ جیسے ان کان زید یکتب فہو یتحرک یدہ۔ اور مقدم کاذب و تالی صادق سے۔ جیسے ان کان زید حمارا کان حیوانا۔ مگر اس کا عکس جائز نہیں ہے۔

قولہ والا لزم :۔ ورنہ خرابی یہ لازم آئے گی کہ صادق کاذب ہو جائے۔ یا کاذب صادق ہو جائے۔ اور یہ دونوں حکم نفس الامر کے خلاف ہیں تفصیل درج ذیل ہے۔

اما کذب الصادق فلان اللازم کاذب وکذب اللازم یستلزم کذب الملزوم واما صدق الکاذب فلان الملزوم فیہا صادق وصدق الملزوم مستلزم لصدق اللازم لا یقال

اذا صح ترکیب المتصلة من مقدم کاذب و تال وعندهم ان کل متصلة موجبة تنعکس موجبة جزئیة فقد صح ترکیبها من مقدم صادق و تالی کاذب لانا نقول م ذالک فی الکلیة لا فی الجزئیة۔

ترجمہ :- بہر حال صادق کا کاذب ہونا پس اس لیے کہ جو چیز لازم آتی ہے وہ کاذب ہے اور قاعدہ ہے کہ لازم کا کاذب ہونا ملزوم کے کاذب ہونے کو مستلزم ہے۔ اور بہر حال صدق کاذب (کاذب کا صادق ہونا) تو پس اس لیے کہ ملزوم میں اس میں صادق ہے۔ اور ملزوم کا صدق مستلزم ہوتا ہے لازم کے صدق کو۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب قضیہ شرطیہ متصلہ کی ترکیب مقدم کاذب اور تالی صادق سے درست ہے۔ (جیساکہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے) حالانکہ ان کے (مناطقہ کے) نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ ان کل متصلة موجبة تنعکس موجبة جزئیة کہ ہر متصلہ موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ (لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق اپس تحقیق صحیح ہوگی اس کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے۔ قولہ لانا نقول :- کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ یہ اصول و قاعدہ کلیہ میں ہے جزئیہ میں نہیں ہے۔

تشریح :- قولہ کذب الصادق :- شارح نے بتایا کہ مقدم صادق اور تالی کاذب سے شرطیہ موجبہ کی ترکیب کیوں باطل ہے۔ اول تو یہ محال ہے کہ کوئی صادق کسی کاذب کو مستلزم ہو جائے۔ ورنہ اس سے نفس الامر میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ (۱) صادق کا کاذب ہونا (۲) کاذب کا صادق ہو جانا۔

قولہ اما کذب الصادق :- بہر حال یہ دعویٰ کہ صادق کا کذب لازم آتا ہے۔ تو اسی وجہ سے کہ اس صورت میں لازم کاذب ہے۔ اور لازم کے کذب سے ملزوم کا کذب لازم آجاتا ہے۔

قولہ واما صدق الکاذب :- کاذب کا صدق اس طرح لازم آتا ہے کہ اس میں ملزوم صادق ہوتا ہے۔ اور ملزوم کے صدق کے لیے لازم کا صدق مستلزم ہے۔

قولہ لایقال :- اعتراض یہ ہے کہ اوپر بیان کیا ہے شرطیہ متصلہ موجبہ کی ترکیب مقدم کاذب اور تالی صادق سے ممکن ہے۔ لہٰذا ان کے ضابطہ کے مطابق کہ ہر متصلہ موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ لہٰذا نتیجہ نکلتا ہے کہ شرطیہ کی ترکیب مقدم صادق اور تالی کاذب سے درست ہو جائے حالانکہ تم نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔

لانا نقول :- اعتراض مذکور کا شارح نے جواب دیا کہ ہمارا ضابطہ کلیات میں ہے۔ یعنی کسی خاص جزئیہ سے متعلق نہیں ہے۔ مثال میں معترض نے جزئیہ پیش کیا ہے۔ اس سے ضابطہ کی خلاف ورزی

لازم نہیں آتی۔

فان قلت لما اعتبر فی جزئی المتصلة الجهل بالصدق والكذب فزاد الاقسام على الاربعة فنقول تلك الاقسام عند نسبتها الى نفس الامر وهی داخلة فيها۔

ترجمہ: پس اگر تو اعتراض کرے کہ جب متصلہ کی جزئی میں جہالت کا (یعنی مجہول ہونے کا) اعتبار کیا گیا ہے صدق وکذب میں، تو اقسام چار سے زائد ہو جاتی ہیں تو ہم جواب دیں گے کہ یہ اقسام نفس الامر کی جانب قیاس کرکے ہیں اور وہ اس میں داخل ہے۔

تشریح: شرطیہ متصلہ موجبہ کی عقلاً چار صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ معترض اعتراض کرتا ہے کہ جب متصلہ کے دونوں اجزاء میں جہالت کا اعتبار کیا گیا ہے صدق وکذب کے لحاظ سے (یعنی یہ کہا گیا ہے۔ یا دونوں اجزاء مقدم وتالی مجہول الصدق والکذب ہوں۔ اور اس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ ان کان زید یکتب فہو یحرک یدہ) تو اقسام چار سے زائد ہو جاتی ہیں۔

قولہ فنقول: شارح نے جواب دیا کہ یہ اقسام بہ نسبت نفس الامر کے ہیں۔ اور نفس الامر میں یہ جزئیہ بھی داخل ہے۔ اس لیے یہ صورت اقسام سے خارج نہیں ہے۔

والموجبة الكاذبة تتركب عن الاقسام الاربعة لان الحكم باللزوم بين المقدم والتالی اذا لم يكن مطابقاً للواقع جاز ان يكونا كاذبين كقولنا ان كان الخلاء موجوداً كان العالم قديماً وان يكون المقدم كاذباً والتالی صادقاً كقولنا ان كان الخلاء موجوداً فالانسان ناطق وبالعكس كقولنا ان كان الانسان ناطقاً فالخلاء موجود وان يكونا صادقين كقولنا ان كان الشمس طالعة فزيد انسان هذا اذا كانت المتصلة لزومية

ترجمہ: اور شرطیہ متصلہ موجبہ کاذبہ مرکب ہوتا ہے چار اقسام سے۔ اس لیے کہ مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا حکم جب واقع کے مطابق نہ ہو تو جائز ہے کہ دونوں اجزاء کاذب ہوں۔ جیسے ہمارا قول ان کان الخلاء موجوداً کان العالم قدیماً۔ (۲) مقدم کاذب ہو اور تالی صادق ہو۔ جیسے ہمارا قول ان کان الخلاء موجوداً فالانسان ناطق۔ (۳) اس کا عکس ہو۔ جیسے ہمارا قول ان کان الانسان ناطقاً فالخلاء موجود۔ (۴) یہ کہ دونوں اجزاء صادق ہوں۔ جیسے ہمارا قول ان کان الشمس طالعۃ فزید انسان۔

تشریح:۔ شرطیہ متصلہ موجبہ صادقہ کی جس طرح پہلے چار اقسام بیان کی گئی ہیں۔ شارح اس کے پیش نظر عقلی طور پر چار صورتیں متصلہ کاذبہ کی چند صورتیں بیان کرتے ہیں۔ فرمایا:۔
قولہ والموجبۃ الکاذبۃ:۔ اور متصلہ موجبہ کاذبہ بھی چار اقسام سے مرکب ہوتا ہے مقدم اور تالی کے درمیان لزوم کا حکم جب نفس الامر کے مطابق نہ ہو تو جائز ہے کہ (۱) مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوں (۲) مقدم کاذب اور تالی صادق ہو (۳) اس کا عکس ہو یعنی مقدم صادق اور تالی کاذب ہو (۴) دونوں اجزا صادق ہوں۔ ان میں سے ہر ایک کی مثال کتاب میں دیکھیے۔
قولہ ہذا اذا کانت:۔ مذکورہ صورتیں متصلہ کی جب ہیں کہ یہ لزومیہ ہوں مگر جب متصلہ اتفاقیہ ہو تو۔

فَاَمَّا اذا کانت اتفاقیۃ فکذبہا عن صادقین مح لانہ اذا صدق الطرفان وافق احدھما الاٰخر بالضرورۃ فی الصدق کقولنا ان کان الانسان ناطقا فالحمار ناھق فھی تصدق عن صادقین وتکذب عن الاقسام الثلاثۃ الباقیۃ لان طرفیھا ان کانا کاذبین او کان التالی کاذبا والمقدم صادقاً فکذبہا ظ لان الکاذب لایوافق شیئاً وان کان المقدم کاذبا والتالی صادقا فکذلک لاعتبار صدق الطرفین

ترجمہ:۔ اور بہرحال جب متصلہ موجبہ اتفاقیہ ہو تو متصلہ اتفاقیہ موجبہ کا کاذب ہونا، دو صادق اجزاء کی ترکیب سے محال ہے۔ اس لیے کہ جب دونوں طرف صادق ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے موافق ہوگا بداہۃً صدق میں جیسے ہمارا قول ان کان الانسان ناطقاً فالحمار ناہق۔ قولہ فہی تصدق الخ:۔ پس شرطیہ متصلہ اتفاقیہ صادق ہوتی ہے دو صادق سے۔ (یعنی جب اس کی ترکیب مقدم وتالی صادق سے کی جائے) اور باقی تینوں اقسام میں کاذب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے دونوں طرف اگر کاذب ہوں یا تالی کاذب اور مقدم صادق ہو تو اس کا کاذب ہونا ظاہر ہے۔ اس لیے کہ کاذب کسی چیز کے بھی موافق نہیں ہوا کرتا۔ اور اگر مقدم کاذب اور تالی صادق ہو تو بھی اسی طرح ہے۔ اس لیے کہ طرفین کے صدق کا اعتبار کیا گیا ہے۔
تشریح:۔ شرطیہ متصلہ اتفاقیہ کی ترکیب کی بھی چار صورتیں شارح نے بیان کی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ان کی مثال بیان کردی ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان چاروں میں سے کون سی صادق ہوتی ہے اور کون سی کاذب ہوتی ہے۔ فرمایا:۔
قولہ فکذبہا عن صادقین محال:۔ یعنی شرطیہ متصلہ اتفاقیہ کے دونوں اجزاء مقدم وتالی کی ترکیب (۱) اگر دونوں صادق سے ہو تو اس کا کاذب ہونا محال ہے۔ یعنی وہ صادق ہوگی۔ جیسے ان کان

الانسان ناطقاً فالحمار ناہق۔
قولہ فہی تصدق عن صادقین وتکذب عن الاقسام الثلاثۃ الباقیۃ :۔ یعنی شرطیہ متصلہ اتفاقیہ دو صادق سے مرکب ہونے کی صورت میں صادق ہوگی۔ اور باقی ماندہ تینوں اقسام میں کاذب ہوگی۔
دلیل :۔ قولہ لان طرفیہا :۔ اس لئے کہ اس کے دونوں طرف اگر دونوں کاذب ہوں (۲) یا تالی کاذب اور مقدم صادق ہو تو اس کا کذب ظاہر ہے کیونکہ کاذب کسی چیز کے موافق نہیں ہوتا۔ (۳) اگر مقدم کاذب اور تالی صادق ہو تو بھی حکم اسی طرح ہوگا کیونکہ اس میں طرفین کے صادق ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ حالانکہ طرف اول اس میں کاذب ہے۔

واما اذا اکتفینا بمجرد صدق التالی یکون صدقہا عن صادقین وعن مقدم کاذب و تالی صادق وکذبہا عن القسمین الباقیین وههنا بحث شریف وهو ان الاتفاقیۃ لا یکفی فیہا صدق الطرفین او صدق التالی بل لا بد مع ذلک من عدم العلاقۃ فیجوز کذبہا عن صادقین اذا کان بینہما علاقۃ تقتضی الملازمۃ بینہما

ترجمہ :۔ اور بہرحال جب ہم صرف تالی کے صدق پر اکتفاء کریں تو اس شرطیہ اتفاقیہ کا صدق ہو جائے گا۔ دونوں صادق سے۔ اور مقدم کاذب اور تالی صادق سے۔ اور اس کا کذب ہوگا دونوں باقی قسموں سے۔
وههنا بحث شریف :۔ اور اس موقع پر ایک دلچسپ بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ بیشک اتفاقیہ کافی نہیں ہے۔ اس میں طرفین کا صدق یا تالی کا صدق۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے علاقہ کا نہ ہونا بھی۔ لہٰذا پس جائز ہے اس کا کاذب ہونا دو صادق سے بھی جب کہ دونوں کے درمیان علاقہ پایا جاتا ہو۔ جو ان دونوں کے درمیان لزوم کا تقاضا کرتا ہو۔ تشریح :۔
قولہ واما اذا اکتفینا الخ :۔ شرطیہ متصلہ اتفاقیہ کے صدق میں اگر صرف اس پر اکتفاء کیا جائے کہ تالی صادق ہو۔ تو اس اصول کی بناء پر اتفاقیہ کے صادق آنے کی درج ذیل صورتیں ہوں گی۔
(۱) قولہ یکون صدقہا عن صادقین :۔ اتفاقیہ صادق ہوگا جبکہ وہ مرکب ہو دونوں صادق پر (۲) یا مقدم کاذب ہو اور تالی صادق ہو۔
قولہ وکذبہا عن القسمین الباقیین :۔ مذکورہ بالا صورتیں صادق کی ہوں گی اور ان کے علاوہ باقی دو صورتیں کاذب کی ہوں گی۔
قولہ وههنا بحث شریف :۔ شارح ایک دلچسپ بحث پیش کرتے ہیں۔ کہ شرطیہ متصلہ اتفاقیہ میں

صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ دونوں صادق سے مرکب ہو۔ یا صرف تالی صادق سے ترکیب دیا گیا ہو۔ بلکہ ایک شرط اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ دونوں اجزا کے درمیان کوئی علاقہ لزوم کا بھی نہ پایا جاتا ہو۔ لہٰذا وہ صورت کہ دونوں اجزاء کے درمیان علاقہ لزوم کا پایا جانا ہو۔ اور قضیہ دونوں صادق اجزاء سے مرکب ہو۔ اتفاقیہ میں اگر وہ کاذب ہو مگر شارح نے اس کی کوئی مثال ذکر نہیں فرمائی۔

قالَ وَالمنفصلۃ الموجبۃ الحقیقیۃ تصدق عن صادق وکاذب وتکذب عن صادقین وکاذبین ومانعۃ الجمع تصدق عن کاذبین وعن صادق وکاذب وتکذب عن صادقین ومانعۃ الخلو تصدق عن صادقین وعن صادق وکاذب تکذب عن کاذبین والسالبۃ تصدق عما تکذب عنہ الموجبۃ وتکذب عما تصدق عنہ الموجبۃ۔

ترجمہ :- اور منفصلہ موجبہ حقیقیہ صادق آتی ہے دو کاذب اجزاء سے اور ایک جز صادق اور دوسرے جز کاذب سے۔ اور کاذب ہوتی ہے دونوں جز صادق سے اور دونوں جز کاذب سے۔ اور مانعۃ الجمع صادق آتا ہے دونوں جز کاذب سے اور ایک جز صادق اور ایک جز کاذب سے۔ اور کاذب ہوتی ہے دونوں جز صادق سے۔ اور مانعۃ الخلو صادق ہوتا ہے دونوں صادق سے۔ اور ایک صادق اور ایک کاذب سے اور دونوں جز کاذب سے۔ اور سالبہ صادق آتا ہے ان جگہوں سے کہ جہاں موجبہ صادق ہوتا ہے۔ اور کاذب ہوتا ہے ان جگہوں سے کہ جہاں موجبہ صادق ہوتا ہے۔

تشریح :- شرطیہ کی دوسری قسم منفصلہ کے اقسام کے صادق و کاذب ہونے کی تفصیل نہایت مجمل انداز میں ماتن نے بیان کی ہے۔ جس کی تفصیل شارح فرمائیں گے۔

اقولُ الاقسامُ فی المنفصلات ثلاثۃ کما ستعرف ان المقدم فیہا لا یمتاز عن التالی بحسب الطبع فطرفاہا اما ان یکونا صادقین او کاذبین او یکون احدہما صادقا والآخر کاذبا فالموجبۃ الحقیقیۃ تصدق عن صادق وکاذب لانہا التی حکم فیہا بعدم اجتماع جزئیہا وعدم ارتفاعہما فلا بد ان یکون احدہما صادقاً والآخر کاذباً کقولنا اما ان یکون ہٰذا العدد زوجا او لا زوجا وتکذب عن صادقین لاجتماعہما فی الصدق کقولنا اما ان یکون الاربعۃ زوجا او منقسمۃ بمتساویین

وتکذب عن کاذبین ایضاً لارتفاعهما کقولنا اما ان یکون الثلاثة زوجا او منقسمة بمتساویین

ترجمہ:۔ شرطیہ منفصلات میں مجموعی اقسام تین ہیں۔ جیسا کہ تم عنقریب جان لوگے۔ کہ بے شک مقدم منفصلہ میں تالی سے باعتبار طبیعت کے جدا نہیں ہوا کرتا۔ پس اس کے دونوں طرف یا دونوں صادق ہوں گے یا دونوں کاذب ہوں گے۔ یا دونوں میں سے کوئی صادق اور دوسرا کاذب ہوگا۔

قولہ فالموجبۃ الحقیقیۃ:۔ لہٰذا پس موجبہ منفصلہ حقیقیہ ایک صادق اور ایک کاذب سے صادق ہوتا ہے۔ کیونکہ منفصلہ حقیقیہ وہ قضیہ ہے جس میں اس کے دونوں اجزاء کے جمع نہ ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یا پھر دونوں کے رفع نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا پس ضروری ہے کہ دونوں میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون ہٰذا العدد زوجاً اولا فرداً۔ اور دونوں اجزاء کے صادق ہونے سے کاذب ہوتا ہے۔ ان کے اجتماع کی وجہ سے اس صورت میں صدق میں (یعنی جب دونوں جزء صادق ہوں تو منفصلہ حقیقیہ کاذب ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں اجزاء صادق صدق میں جمع ہو جاتے ہیں۔ تو انفصال حقیقی باقی نہ رہے گا۔ لہٰذا منفصلہ حقیقیہ صادق نہ ہوگا) جیسے ہمارا قول اما ان یکون الثلاثة زوجا او منقسمة بمتساویین۔

تشریح:۔ شرطیہ منفصلہ کی تین اقسام حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو۔ ہر سہ اقسام کی شارح تفصیل بیان کرتے ہیں۔ کہ کن حالات اور صورتوں میں یہ صادق ہوتے ہیں اور کن صورتوں میں یہ کاذب ہوتے ہیں۔ مگر ایک اصول بیان کیا ہے کہ:۔

قولہ ان المقدم فیہا الخ:۔ منفصلہ کے دونوں اجزاء میں سے مقدم طبعاً تالی سے جدا نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا دونوں طرف یا صادق ہوں گے یا کاذب ہوں گے۔ یا ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوگا۔

قولہ فالموجبۃ الحقیقیۃ:۔ مذکورہ بالا اصول کے تحت منفصلہ حقیقیہ موجبہ کے دونوں اجزاء میں سے جب ایک جزء صادق اور دوسرا کاذب ہو تو یہ صادق ہوگا۔ اس لئے کہ حقیقیہ کے دونوں جزؤں کے جمع نہ ہونے اور رفع نہ ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو تاکہ دونوں اجزاء نہ جمع ہو سکیں نہ رفع ہو سکیں۔ جیسے اما ان یکون ہٰذا العدد زوجا اولا زوجا۔

قولہ وتکذب عن صادقین۔ اور منفصلہ حقیقیہ کے دونوں جزء جب صادق ہوں تو یہ قضیہ کاذب ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں اجزاء کا صدق میں اجتماع لازم آتا ہے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون الاربعة زوجا او منقسمة بمتساویین۔

قولہ وتکذب من کاذبین :- اور جب منفصلہ حقیقیہ کے دونوں جزء کاذب ہوں تو نیز یہ قضیہ کاذب ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں کا ارتفاع لازم آتا ہے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون الثلاثۃ زوجاً او منقسمۃ بمتساویین۔

ومانعۃ الجمع تصدق عن کاذبین وصادق وکاذب لانہا التی حکم فیہا بعدم اجتماع طرفیہا فی الصدق فجاز ان یکون طرفاہا مرتفعین فیکون ترکیبہا عن کاذبین کقولنا اما ان یکون زید شجراً او حجراً وجاز ان یکون احد طرفیہا واقعاً والاٰخر غیر واقع فیکون ترکیبہا عن صادق وکاذب کقولنا اما ان یکون زید انساناً او حجراً وتکذب عن صادقین لاجتماع جزئیہا ج کقولنا اما ان یکون زید انساناً او ناطقاً۔

ترجمہ :- اور مانعۃ الجمع دو قضیہ کاذبہ سے صادق ہوتا ہے۔ اور ایک قضیہ صادق دوسرا کاذب سے بھی صادق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں قسم کے قضایا میں حکم دیا گیا ہے کہ صدق میں جمع نہ ہوں (خواہ دونوں کاذب ہونے کی وجہ سے مرتفع (کاذب) ہوں۔ یا ایک صادق اور دوسرے کے کاذب ہونے کی وجہ سے صادق نہ آتے ہوں۔ یعنی مرتفع ہوں) پس جائز ہے کہ دونوں طرف مرتفع ہوں۔ (غیر صادق ہوں) تو اس قضیہ کی ترکیب دونوں اجزاء کاذب سے ہوگی۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید شجراً او حجراً۔ (زید نہ شجر ہے نہ حجر اس لئے دونوں جزو غیر صادق یعنی مرتفع ہیں) قولہ وجاز ان یکون احد طرفیہا واقعاً الخ :- اور جائز ہے کہ اس کے دونوں طرف میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ اور دوسرا غیر واقع ہو۔ پس اس کی ترکیب ایک صادق اور ایک کاذب سے ہوگی۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید انساناً او حجراً۔ قولہ و تکذب عن صادقین :- اور مانعۃ الجمع دونوں صادق اجزاء سے صادق ہوگا۔ اس کے دونوں اجزاء کے جمع ہونے کی وجہ سے (اور مانعۃ الجمع میں دونوں اجزاء کا صدق میں جمع ہونا منع ہے) جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید انساناً او ناطقاً۔

تشریح :- منفصلہ مانعۃ الجمع کی تعریف یہ ہے کہ جس قضیئے کے دونوں اجزاء صدق میں جمع نہ ہوں۔ اس تعریف کی بنا پر چند صورتوں میں مانعۃ الجمع صادق ہوگا۔ اور بعض صورتوں میں صادق نہ آئے گا۔ شارح اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ فرمایا :-

قولہ مانعۃ الجمع تصدق عن کاذبین :- دونوں جز جب کاذب ہوں تو مانعۃ الجمع صادق ہوگا۔

نیز ایک جز صادق اور دوسرا جزء کاذب ہو تو بھی مانعۃ الجمع صادق ہوگا۔ لانہا التی حکم فیہا :- اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ مانعۃ الجمع وہ منفصلہ ہے جس میں دونوں اطراف کے جمع نہ ہونے کا حکم کیا گیا ہو صدق میں۔ اس لئے جائز ہے کہ اس قضیہ کے دونوں جز (اطراف) مرتفع ہوں (واقع کے مطابق نہ ہوں) لہٰذا اس قضیہ کی ترکیب دو کاذب سے ہوگی۔ جیسے اما ان یکون زید شجرا او حجراً۔

قولہ وجاز ان یکون احد طرفیہا :- اور یہ بھی جائز ہے کہ قضیہ کے دو طرف میں سے ایک طرف واقع اور دوسرا غیر واقع ہو۔ پس اس کی ترکیب ایک صادق دوسرے کاذب سے ہوگی۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید انسانا او حجراً۔

قولہ وتکذب عن صادقین :- اور مانعۃ الجمع کے دونوں جز جب صادق ہوں تو مانعۃ الجمع کاذب (غیر صادق) ہوگا۔ اس لئے کہ اس صورت میں دونوں اجزاء مجتمع ہو جائیں گے۔ (اور مانعۃ الجمع اس کے برخلاف ہے) جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید انسانا او ناطقاً۔ دونوں اجزاء واقع کے مطابق اور صادق ہیں۔ اس لئے جمع فی الصدق پایا گیا۔ اس لئے مانعۃ الجمع صادق نہ آئے گا۔

ومانعۃ الخلو تصدق عن صادقین وعن صادق وکاذب لانہا التی حکم فیہا بعدم ارتفاع جزئیہا فجاز اجتماعہما فی الوجود فیکون ترکیبہا عن صادقین کقولنا اما ان یکون زید لاحجراً او لا شجراً وجاز ان یکون احدہما واقعا دون الآخر فیکون ترکیبہا عن صادق وکاذب کقولنا اما ان یکون زید لا حجرا او لا انسانا و تکذب عن کاذبین لارتفاع جزئیہا ح کقولنا اما ان یکون زید لا انسانا او لا ناطقاً هذا حکم الموجبات المتصلة والمنفصلة واما سوالبہا فہی تصدق عن الاقسام التی تکذب عنہا الموجبات ضرورة ان کذب الایجاب یقتضی صدق السلب وتکذب عن الاقسام التی تصدق عنہا الموجبات لان صدق الایجاب یقتضی کذب السلب لامحالۃ۔

ترجمہ :- اور مانعۃ الخلو دو صادق قضایا کی ترکیب سے صادق ہوگا۔ اور ایک صادق ایک کاذب سے بھی۔ اس لئے کہ مانعۃ الخلو وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں حکم کیا گیا ہو دونوں اجزاء کے درمیان رفع نہ ہونے کا۔ (یعنی ایسا نہ ہو کہ دونوں ہی صادق نہ آئیں) پس جائز ہے کہ وجود

ہیں دونوں جمع ہو جائیں۔ پس ہوگی اس قضیہ کی ترکیب دو صادق اجزاء سے۔ (قضایا سے) جیسے ہمارا قول اماان یکون زید لاحجرا اولاشجرا (کہ زید یالاحجر ہوگا یالاشجر ہوگا۔ دونوں صادق واقع کے مطابق ہیں)

قولہ وجاز ان یکون احدہما واقعا:۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں اجزاء میں سے ایک واقع (واقع کے مطابق ہو) ہو۔ دوسرا نہ ہو۔ پس ہوگی اس کی ترکیب ایک قضیہ صادق اور ایک قضیہ کاذب سے۔ جیسے ہمارا قول اماان یکون زید لاحجرا اولاانسانا۔ (زید یالاحجر ہوگا یالاانسان ہوگا۔)

قولہ وتکذب کاذبین:۔ اور مانعۃ الخلو کاذب ہوگا۔ دو قضایا کاذبہ (کی) ترکیب سے اس کے دونوں اجزاء کے مرتفع ہونے کی وجہ سے۔ جیسے ہمارا قول ہے اماان یکون زید لاانسانا اولاناطقا۔

ہٰذاحکم الموجبات:۔ یہ مذکورہ حکم متصلہ اور منفصلہ موجبات کا بیان کیا گیا ہے۔ اور بہر حال ان دونوں کے سالبات تو وہ صادق ہوتے ہیں۔ ان قسموں میں کہ جہاں پر موجبات کاذب ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ بداہتہً معلوم ہے کہ ایجاب کا کاذب ہونا تقاضا کرتا ہے کہ سلب صادق ہو۔ اور ان کے سالبات ان اقسام سے کاذب ہوں گے کہ جہاں ان کے موجبات صادق ہوتے ہیں اس لئے کہ ایجاب کا صادق ہونا تقاضا کرتا ہے سلب کے کاذب ہونے کو۔ لامحالہ۔

تشریح:۔ منفصلہ کی تیسری قسم مانعۃ الخلو کے صادق وکاذب ہونے کی چند صورتیں ہیں۔ جن کو شارح بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا۔

قولہ مانعۃ الخلو تصدیق:۔ مانعۃ الخلو اس جگہ صادق ہوتا ہے جہاں قضیے کے دونوں اجزاء صادق ہوں۔ یا ایک صادق ایک کاذب ہو۔

قولہ لانہا التی حکم فیہا:۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مانعۃ الخلو وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں حکم کیا جائے۔ اس کے دونوں جزؤں کے عدم رفع کا۔ (یعنی دونوں اجزاء کا صادق نہ آنا جائز نہیں۔

قولہ فیجوز اجتماعہما:۔ لہٰذا پس دونوں اجزاء کا وجود میں جمع ہونا جائز ہے۔ (یعنی یہ کہ قضیے کے دونوں ہی اجزاء صادق ہوں۔ اور واقع کے مطابق ہوں۔

قولہ فیکون ترکیبہا:۔ اس اصول کے تحت قضیہ مانعۃ الخلو کی ترکیب دو قضایا صادقہ سے ہو سکتی ہے۔ جیسے اس مثال میں دونوں اجزاء صادق ہیں۔ اماان یکون زید لاحجرا اولاشجرا کہ زید لاحجر اور لاشجر ہونا واقع کے مطابق ہے۔

قولہ وجاز ان یکون احدہما:۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے اجزاء میں سے ایک واقع کے

مطابق اور صادق ہو، دوسرا نہ ہو۔ پس اس لحاظ سے اس کی ترکیب ایک جزء صادق اور دوسرے جزء کے کاذب سے ہوگی۔ جیسے اما ان یکون زید لا حجراً اولا انسانا۔ زید کا لا حجر ہونا واقع کے مطابق ہے۔ مگر زید کا لا انسان ہونا کاذب اور غیر موافق للواقع ہے۔

قولہ وتکذب عن کاذبین :۔ اور مانعۃ الخلو ایسے اجزاء کی ترکیب سے کاذب ہوگا یعنی صادق نہ ہوگا، جب کہ دونوں اجزاء اس کے کاذب ہوں واقع کے خلاف ہوں۔

قولہ لارتفاعہما :۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں اجزاء کے کاذب ہونے کی صورت میں ان کا ارتفاع لازم آئے گا۔ اور مانعۃ الخلو میں دونوں اجزاء میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید لا انسانا اولا ناطقاً۔ زید کا لا انسان یا لا ناطق ہونا واقع کے خلاف ہے۔ لہذا دونوں صادق نہ ہوں گے۔ لہذا رفع دونوں کا لازم آیا جو مانعۃ الخلو کے منافی ہے۔

قولہ واما سوالبہا :۔ اب تک شرطیہ کی دونوں اقسام متصلہ ومنفصلہ اور ان کی قسموں کی ترکیب کی صورتیں شارح نے جو بیان کی ہیں وہ ان کی موجبہ کی تھیں۔ لیکن متصلہ سالبہ اور منفصلہ سالبہ کی ترکیب کی کتنی صورتیں ہیں۔ اور ان صورتوں میں سے کون سی صورت صادق اور کون سی کاذب ہے۔ اس کے متعلق شارح نے اجمالاً ایک اصول بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں :۔ بہر حال ان کے سوالب تو وہ ان جگہوں پر صادق ہوتے ہیں۔ جن مثالوں میں ان کے موجبہ کاذب ہوتے ہیں۔

قولہ ضرورۃ ان کذب الایجاب :۔ اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ بہ بداہۃً معلوم ہے کہ ایجاب کا کاذب ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سالبہ صادق ہے۔

وقولہ تکذب عن الاقسام :۔ اسی طرح متصلہ اور منفصلہ سالبہ ان مثالوں میں کاذب ہوتے ہیں جن مثالوں میں ان کے موجبات صادق ہوتے ہیں۔

قولہ لان صدق الایجاب :۔ دلیل یہ ہے کہ ایجاب کا صادق ہونا سلب کے کاذب ہونے کا لامحالہ مقتضی ہوتا ہے۔

قال وکلیۃ الشرطیۃ ان یکون التالی لازماً اومعانداً للمقدم علیٰ جمیع الاوضاع التی یمکن حصولہ معہا وھی الاوضاع التی تحصل لہ بسبب اقتران الامور التی یمکن اجتماعہا معہ والجزئیۃ ان یکون کذالک علی بعض ھذہ الاوضاع والمخصوصۃ ان یکون کذالک علیٰ وضع معین وسور الموجبۃ الکلیۃ فی المتصلۃ کلما ومہما ومتیٰ وفی المنفصلۃ دائماً وسور السالبۃ الکلیۃ فیہما لیس البتۃ وسور

الموجبة الجزئية فيهما قد يكون وسور السالبة الجزئية فيهما قد لا يكون وبادخال حرف السلب على سور الايجاب الكلي والمهملة باطلاق لفظ لو وان واذا في المتصلة و امّا و اَوْ في المنفصلة۔

ترجمہ:- ماتن نے فرمایا:- اور شرطیہ کا کلیہ یہ ہے کہ تالی لازم یا معاند ہو مقدم کے لئے جمیع اوضاع میں۔ وہ اوضاع کہ مقدم کا حصول اس کے ساتھ ممکن ہے۔ اور اوضاع وہ ہیں کہ جو اس کو حاصل ہوتی ہیں۔ ان امور کے مقترن ہونے کے سبب سے جن امور کا اقتران اس کے ساتھ ممکن ہو۔ (وضع وہ کیفیت اور حالت ہے کہ جن کے ساتھ مقدم موصوف ہوتا ہے) اور شرطیہ کا جزئیہ وہ ہے کہ جو ایسا ہی ہو (یعنی معاند یا لازم ہو) ان اوضاع کے بعض میں۔ اور شرطیہ مخصوصہ وہ ہے کہ جو ایسا ہو متعین وضع میں۔ (یعنی تالی مقدم کے لئے لازم یا معاند خاص وضع حالت میں ہو)

قولہ وسور الموجبة الكلية:- اور موجبہ کلیہ کا سور متصلہ میں کلما، مہما، متی ہیں۔ اور منفصلہ میں دائماً ہے۔ اور سالبہ کلیہ کا سور دونوں میں (متصلہ ومنفصلہ میں) لیس البتۃ ہے۔ اور موجبہ جزئیہ کا سور دونوں میں (متصلہ ومنفصلہ میں) قد یکون ہے۔ اور سالبہ جزئیہ کا سور دونوں میں قد لا یکون ہے

قولہ وبادخال حرف السلب:- اور حرف سلب کو موجبہ کلیہ کے سور میں داخل کرنے کے ساتھ۔ یعنی سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے۔

اور مہملہ لفظ لو، ان، اذا کو متصلہ میں۔ اور امّا اور اَوْ کو منفصلہ میں اطلاق کرنے سے مہملہ کا سور بنتا ہے۔

تشریح:- اس مقالہ میں ماتن نے قضیہ شرطیہ کے کلی جزء ہونے اور اس کے لحاظ سے ان کی قسموں اور ان قسموں کے سور کا تذکرہ کیا ہے۔

چونکہ متصلہ میں تالی مقدم کے لئے لازم ہوتی ہے۔ اور منفصلہ میں تالی مقدم سے جدا اور معاند ہوتی ہے۔ اور قضایا شرطیہ میں انھیں کو ثابت یا سلب کیا جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا جن جن صورتوں اور کیفیات میں تالی مقدم کے لازم یا معاند ہو سکتی ہو۔ ان تمام صورتوں میں لازم یا معاند ہونا شرطیہ کلیہ ہے۔ یعنی لزوم، عناد مقدم کی وضع اور حالت کی بناء پر ہے۔ لہٰذا مقدم کی جمیع وضع وحالت کو کلیہ سے اور بعض وضع کو جزئیہ سے اور مخصوص وضع کو قضیہ مخصوصہ سے تعبیر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ شرطیہ کی تین قسمیں کلیہ، جزئیہ اور شخصیہ ہیں۔ اور کلیت وجزئیت وضع وحالت پر موقوف ہے۔

وسور الموجبة الكلية:- آگے شرطیہ کو پہچاننے کے لئے ان کے سور کا تذکرہ فرمایا۔ فرماتے ہیں موجبہ کلیہ کا سور متصلہ میں کلما، مہما، متی ہیں۔ اور منفصلہ میں دائماً ہے۔ اور سالبہ کلیہ کا سور متصلہ و

منفصلہ دونوں میں لیس البتۃ ہے۔ اور موجبہ جزئیہ کا سور دونوں میں قد یکون ہے۔ اور سالبہ جزئیہ کا سور دونوں میں قد لا یکون ہے۔ نیز موجبہ کلیہ کے سور پر حرف سلب کے داخل کر دینے سے بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے۔ اور مہملہ کے شروع میں منفصلہ میں لفظ ان، لو اور اذا کا داخل کرنا اور منفصلہ میں لفظ اما اور او کا داخل کرنا۔

اقول کما ان القضیۃ الحملیۃ تنقسم الی محصورۃ ومهملۃ ومخصوصۃ کذالک الشرطیۃ منقسمۃ الیہا وکما ان کلیۃ الحملیۃ لیست بحسب کلیۃ الموضوع والمحمول بل باعتبار کلیۃ الحکم کذالک کلیۃ الشرطیۃ لیست لاجل ان مقدمہا وتالیہا کلیتان فان قولنا کلما کان زید یکتب فهو یحرک یدہ کلیۃ مع ان مقدمها وتالیها شخصیتان بل بحسب کلیۃ الحکم بالاتصال والانفصال۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں:۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح قضیہ حملیہ منقسم ہوتا ہے محصورہ مہملہ اور مخصوصہ کی طرف، اسی طرح شرطیہ بھی ان کی طرف منقسم ہوتا ہے۔ اور جس طرح حملیہ کا کلیہ موضوع ومحمول کے کلی ہونے کے لحاظ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ حکم کے کلی ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اسی طرح شرطیہ کا کلیہ بھی اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اس کے مقدم اور تالی دونوں کلی ہیں۔ اس وجہ سے کہ ہمارا قول کلما کان زید یکتب فهو یحرک یدہ کلیہ ہے۔ باوجودیکہ اس کے مقدم اور تالی دونوں شخصیہ ہیں۔ بلکہ کلی ہونا حکم کے کلی ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ حکم اتصال کا ہو یا انفصال کا

تشریح:۔ جس طرح حملیہ کی تین قسمیں آپ پڑھ چکے ہیں۔ (۱) محصورہ (۲) مہملہ (۳) مخصوصہ۔ شرطیہ کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔ نیز جس طرح حملیہ میں کلیہ موضوع ومحمول کے کلی ہونے کی بنا پر نہیں ہوتا، بلکہ حکم کے کلی وجزئی ہونے کی بنا ر پر قضیہ کلی یا جزئی ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح شرطیہ میں کلی اور جزئی ہونا اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اس کے مقدم اور تالی کلی یا جزئی ہیں، بلکہ کلیت وجزئیت کا معیار یہ ہے کہ اتصال کا یا انفصال کا حکم کلی ہے یا جزئی۔ خلاصہ یہ کہ کلیت وجزئیت اور بعضیت کا دار و مدار حکم پر ہے۔ حکم اگر کلی ہے تو قضیہ کلیہ ہوگا اور حکم جزئی یا بعض افراد پر ہے قضیہ جزئیہ ہوگا۔

قولہ فالشرطیہ انما تکون کلیۃ:۔ شرطیہ کے کلیہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ قضیہ منفصلہ میں تالی مقدم کیلئے تمام وضع میں لازم ہو۔ اور منفصلہ عنادیہ میں تمام زمانوں اور تمام وضعوں میں تالی مقدم کے معاند ہو تو قضیہ کلیہ ہوگا۔ مثلاً ہم نے کہا کلما کان زید انسانا کان حیوانا۔ اور اس سے ہم ارادہ کریں کہ حیوانیت انسان

کیلئے تمام زمانوں میں لازم ہے اور ہم صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لزوم تمام ان احوال میں متحقق ہے جو حیوانیت کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً زید کا قائم قاعد وغیرہ ہونا حیوانیت کے لیے لازم ہیں تو حیوانیت کے ساتھ ساتھ زید کے لیے یہ احوال بھی لازم ہیں۔

فالشرطیة انما تکون کلیة اذا کان التالی لازما للمقدم ای فی المتصلة اللزومیة او معاندا له فی المنفصلة العنادیة فی جمیع الازمان وعلی جمیع الاوضاع الممکنة الاجتماع مع المقدم وهی الاوضاع التی تحصل للمقدم بسبب اقترانه بالامور الممکنة الاجتماع معه فاذا قلنا کلما کان زید انسانا کان حیوانا اردنا به ان لزوم الحیوانیة للانسان ثابت فی جمیع الازمان ولسنا نقتصر علی ذالک القدر بل نزید مع ذالک ان اللزوم متحقق علی جمیع الاحوال التی امکن اجتماعها مع وضع انسانیة زید مثل کونه قائما او قاعدا او کون الشمس طالعة او کون الحمار ناهقا الی غیر ذالک مما لا یتناهی۔

ترجمہ :- پس شرطیہ بے شک کلی ہوتا ہے جب کہ تالی مقدم کے لیے لازم ہو یعنی متصلہ لزومیہ میں یا تالی معاند ہو اس کے (یعنی مقدم کے) منفصلہ عنادیہ میں) تمام زمانوں میں۔ اور جمیع اوضاع (وضعوں وحالتوں میں) میں جن اوضاع اور احوال کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو۔
قولہ وہی الاوضاع :- اور اوضاع سے مراد یہ ہے کہ وہ احوال جو مقدم کو حاصل ہوتے ہیں، مقدم کے شامل ہونے کی بناء پر ان امور کے ساتھ جن کا جمع ہونا اس کے ساتھ ممکن ہے۔ پس جب ہم نے کہا کلما کان زید انسانا کان حیوانا اور اس سے ہم نے ارادہ کیا کہ حیوانیت کا لزوم انسانیت کے لیے ثابت ہے۔ تمام زمانوں میں۔ اور ہم اقتصار نہیں کرتے اس مقدار پر بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہم ارادہ کرتے ہیں لزوم تمام ان احوال میں متحقق ہے۔ بلکہ زید کے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ جن امور واحوال کا جمع ہونا ممکن ہے۔ وہ سب کے سب زید کے لیے متحقق اور ثابت ہیں۔ مثلاً زید کا قائم قاعد وغیرہ ہونا۔ اور سورج کا طلوع ہونا یا حمار کا ناہق ہونا وغیرہ بے شمار امور اس میں شامل ہیں۔

تشریح :- قولہ وہی الاوضاع :- متصلہ میں تالی مقدم کے لیے لازم ہوتی ہے اور منفصلہ میں تالی مقدم کے معاند ہوتی ہے۔ تو یہ حکم لزوم یا حکم عناد کا مقدم کے لیے کیا جاتا ہے تمام ان اوضاع میں کہ جو مقدم کو حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ مقدم ان امور کے ساتھ مقترن ہوتا ہے جن امور کا جمع ہونا اس کے لیے ممکن ہے۔ لہٰذا جب ہم نے کہا کلما کان زید انسانا کان حیوانا کہا۔ اور اس سے ہم نے

اس بات کا ارادہ کیا کہ حیوانیت انسانیت کے لئے ثابت ہے تمام زمانوں میں. تو ہم صرف اسی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ زید کے لئے تمام وہ امور بھی لازم اور متحقق ہیں. جو حیوانیت کے لئے انسان کے لئے ضروری ہیں. مثلاً قائم ہونا قاعد ہونا وغیرہ.

وانما اعتبر فی الاوضاع ان تکون ممکنة الاجتماع لانه لو اعتبر جمیع الاوضاع مطلقا سواء کانت ممکنة الاجتماع اولا تکون لم تصدق شرطیة کلیة اما فی الاتصال فلان من الاوضاع ما لا یلزم معه التالی للمقدم کعدم التالی او عدم لزوم التالی فان المقدم اذا فرض علی شئ من هذین الوضعین استلزم عدم التالی او عدم لزوم التالی فلا یکون التالی لازما له علی هذا الوضع والا لکان المقدم علی هذا الوضع مستلزما للنقیضین وانه محال فعلی بعض الاوضاع لا یکون التالی لازما للمقدم فلا یصدق التالی لازما للمقدم علی جمیع الاوضاع وهو مفهوم الکلیة علی ذالک التقدیر

ترجمہ :- اور بے شک اعتبار کیا گیا ہے اوضاع میں کہ وہ ممکنۃ الاجتماع ہوں (جن کا جمع ہونا ممکن ہو) اس وجہ سے کہ اگر مطلقاً جمیع اوضاع مراد ہوتے. برابر ہے کہ وہ ممکن الاجتماع ہوں یا نہ ہوں. تو شرطیہ کلیہ صادق نہ آ سکتا تھا. بہرحال اتصال میں تو اس وجہ سے کہ بعض اوضاع وہ ہیں جن اوضاع کے ساتھ تالی مقدم کے لئے لازم نہیں ہے. مثلاً عدم تالی یا عدم لزوم تالی. کیونکہ جب مقدم کو فرض کیا جائے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک وضع پر (یعنی عدم تالی یا عدم تالی کی وضع پر مقدم کو فرض کیا جائے) تو البتہ مقدم اس وضع پر نقیضین کو مستلزم ہو جائے گا. اور یہ محال ہے. پس بعض اوضاع پر تالی مقدم کے لئے لازم نہ رہے گی. پس یہ قاعدہ کلیہ صادق نہ ہو گا کہ التالی لازم للمقدم علی جمیع الاوضاع " حالانکہ قضیہ شرطیہ کلیہ کا مفہوم یہی ہے. اس تقدیر پر (یعنی جمیع اوضاع کی تقدیر پر)

تشریح :- شارح نے بتایا کہ مقدم میں وضع کے اعتبار کرنے کا مطلب کیا ہے فرماتے ہیں.
قولہ وانما اعتبر الاوضاع :- کہ شرطیہ کے مقدم میں وضع کے اعتبار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے احوال و وضع ممکن ہیں وہ مقدم کے لئے ثابت ہیں. اور انھیں اوضاع ممکنہ میں تالی کا لزوم مقدم کے لئے محقق اور ثابت ہے.
قولہ لانہ لو اعتبر :- اس لئے کہ اگر مقدم میں اوضاع ممکنہ کے بجائے جمیع اوضاع مطلقاً" اعتبار کیا جائے تو اس میں خرابی لازم آئے گی. اس لئے کہ جمیع اوضاع مطلق کی چند صورتیں

یہ ہیں۔ تالی کا موجود ہونا، تالی کا معدوم ہونا، تالی کا مقدم کے لئے لازم نہ ہونا۔ مطلق وضع میں تالی کی تینوں صورتیں داخل ہیں۔ اور اگر وضع کے ساتھ ممکنہ کی قید کا اضافہ کر دیا جائے تو تالی موجود کے علاوہ تالی معدوم تالی کا عدم لزوم للمقدم دونوں خارج ہو جائیں گی۔ کیونکہ اس سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ کیونکہ تالی موجود لازم مقدم کے لئے، اور تالی معدوم بھی لازم مقدم کے لئے، اگر مان لیں تو مقدم کے لئے تالی موجود و معدوم دونوں کا لازم ہونا اجتماع نقیضین ہے وغیرہ۔ اس لئے اوضاع کے ساتھ ممکنہ کی قید لگائی گئی ہے۔

فاما فی الانفصال فلان من الاوضاع ما لایعاند التالی للمقدم معہ کصدق الطرفین فان التالی علی ھذا الوضع لازم للمقدم فیکون نقیض التالی معاندا للمقدم فلو کان المقدم معاندا للتالی علی ھذا الوضع لزم معاندۃ الشئ للنقیضین وانہ محال فعلی بعض الاوضاع لایعاند التالی للمقدم فلا یصدق ان التالی معاند للمقدم علی سائر الاوضاع المعتبرۃ۔

ترجمہ:- اور بہرحال انفصال تو اس لئے کہ اوضاع میں سے بعض وہ اوضاع ہیں کہ ان اوضاع میں تالی مقدم کے لئے معاند نہیں ہوتی۔ مثلاً جہاں قضیے کے دونوں طرف صادق ہوں۔ کیونکہ تالی اس وضع پر مقدم کے لئے لازم ہوتی ہے۔ پس ہوگی تالی کی نقیض معاند مقدم کے لئے۔ پس اگر مقدم تالی کے اسی وضع میں معاند ہو تو لازم آئے گا شئی کا معاند ہونا نقیضین کے۔ اور یہ محال ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ بعض اوضاع میں تالی مقدم کے معاند نہیں ہوتی۔ لہٰذا پس صادق نہیں ہے۔ یہ اصول کہ ان التالی معاند للمقدم علی سائر الاوضاع المعتبرۃ۔ شارح نے اوضاع سے جو مراد لیا ہے پہلے متصلہ میں بیان کیا تھا۔ اب اس جگہ منفصلہ میں بھی بیان کرتے ہیں کہ اوضاع سے مراد اوضاع ممکنہ ہیں۔ نیز وہ اوضاع مراد ہیں جن میں کوئی اشکال لازم نہ آئے۔ کیونکہ:-

قولہ من الاوضاع ما لایعاند:- بعض وضع وہ بھی ہیں کہ جن میں تالی مقدم کے معاند نہیں ہوتی۔ مثلاً جس جگہ قضیے کے دونوں طرف صادق ہوں تو اس مثال میں تالی معاند نہ ہوگی مقدم کے، بلکہ مقدم کیلئے لازم ہوگی۔

فیکون نقیض التالی معاندا للمقدم:- جب تالی مقدم کے لئے لازم ہے تو ظاہر بات ہے کہ تالی کی نقیض اس مقدم کے معاند ہوگی۔

اب تالی دو قسم کی ہوگی۔ تالی لازم للمقدم: اس قضیے میں جہاں دونوں طرف صادق ہوں۔ دوسری صورت نقیض تالی معاند للمقدم تالی کی نقیض مقدم کے معاند ہے تو پہلی صورت یعنی تالی کا لازم مقدم ہونا

ایک وضع ہے۔ اور تالی نقیض کا معاند ہونا مقدم کی دوسری وضع ہے۔
اگر تالی جمیع اوضاع میں مقدم کے معاند ہوتی، تو خرابی یہ لازم آتی کہ قولہ فلو کان المقدم معاندا للتالی۔ پس اگر مقدم معاند ہو تالی کا اس وضع میں یعنی نقیض تالی میں، تو خرابی یہ لازم آئے کہ شی اپنی نقیض کی معاند ہے۔ یعنی مقدم معاند ہے تالی کا بھی اور مقدم معاند ہے نقیض تالی کا بھی اور یہ محال ہے۔
قولہ فعلی لبعض الاوضاع :- اس محال سے بچنے کے لئے اوضاع میں لبعض کی قید کا اضافہ کیا گیا۔ کہ تالی معاند ہو گی لبعض وضع میں۔ اور مستلزم ہو گی مقدم کے لبعض وضع میں۔ پس یہ کلیہ درست نہیں ہے کہ ان التالی معاند للمقدم علی سائر الاوضاع کہ تالی مقدم کے معاند ہوتی ہے تمام اوضاع معتبرہ میں۔

وانما خص هذا التفسير بالمتصلة اللزومية والمنفصلة العنادية لان الاوضاع المعتبرة فى الاتفاقية ليست هى الاوضاع الممكنة الاجتماع مطلقا بل الاوضاع الكائنة بحسب نفس الامر لانه لولا ذلك لم تصدق الاتفاقية الكلية اذ ليس بين طرفيها علاقة توجب صدق التالى على تقدير صدق المقدم فيمكن اجتماع عدم التالى مع المقدم والا لكان بينهما ملازمة والتالى ليس متحققا على تقدير صدق المقدم على هذا الوضع فعلى لبعض الاوضاع الممكنة الاجتماع مع وضع المقدم لا يكون التالى صادقا على تقدير صدق المقدم فلا يكون التالى صادقا على تقدير صدق المقدم على جميع الاوضاع الممكنة الاجتماع مع المقدم فلا يصدق الكلية الاتفاقية۔

ترجمہ :- اور بے شک خاص کیا اس تفسیر کو متصلہ لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ کے ساتھ۔ اس لئے کہ وہ اوضاع جن کا اعتبار کیا گیا ہے اتفاقیہ میں وہ اوضاع ممکنۃ الاجتماع مطلقاً نہیں ہیں بلکہ وہ اوضاع ہیں جو نفس الامر میں ثابت ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا (یعنی اوضاع سے نفس الامری اوضاع مراد نہ ہوتیں تو) تو اتفاقیہ کلیہ صادق ہی نہ آتا۔ کیوں کہ اس کے دونوں اطراف کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ جو صدق تالی کی تقدیر پر صدق مقدم کو واجب کرتا ہو۔ پس ممکن ہوگا عدم تالی کا اجتماع مقدم کے ساتھ۔ ورنہ پس دونوں کے درمیان ملازمہ (لزوم) ماننا پڑے گا۔ حالانکہ تالی متحقق نہیں ہوتی مقدم کے صدق کی تقدیر پر اس وضع پر (یعنی بطور لزوم کے) پس نتیجہ یہ نکلے گا کہ لبعض اوضاع ممکنۃ الاجتماع مع المقدم کے باوجود تالی صادق نہ ہو۔ جبکہ مقدم صادق ہے۔ (پس دعویٰ ثابت ہے کہ) کہ پس تالی صادق نہ ہوئی مقدم کی صدق کی تقدیر۔ جمیع اوضاع ممکنۃ الاجتماع مع المقدم۔ پس کلیہ اتفاقیہ صادق نہ آیا۔

تشریح :- ماتن اور شارح بلکہ اہل منطق نے متصلہ لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ
کی تفسیر بیان کی ہے۔ اور تیسری قسم یعنی اتفاقیہ کی تفسیر بیان نہیں کی۔ شارح اس کو بیان نہ کرنے
کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ :-

قولہ لان الاوضاع المعتبرۃ :- اس وجہ سے اوضاع معتبرہ جن کا اعتبار متصلہ لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ
میں کیا گیا ہے وہ اتفاقیہ میں نہیں پائی جاتی۔ یعنی یہ کہ اتفاقیہ میں اوضاع معتبرہ فی نفس الامر کا اعتبار کیا
گیا ہے۔ مطلقاً اوضاع کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو اتفاقیہ صادق ہی نہ آتی

قولہ لولا ذالک لم تصدق الاتفاقیۃ کلیۃ :- اگر اتفاقیہ میں نفس الامر کا اعتبار نہ ہوتا تو اتفاقیہ کبھی
صادق نہ آتا۔ کیونکہ اتفاقیہ کے دونوں اجزاء کے درمیان کوئی علاقہ (لزوم وعناد کا) پایا
نہیں جاتا۔

قولہ علاقۃ توجب :- شارح علاقہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ایسا علاقہ جو تالی کے صادق آنے
کو واجب کرتا ہو بر تقدیر صدق المقدم۔ لہٰذا پس ممکن ہے کہ کسی مثال میں تالی کا عدم ہو اور دوسرا
طرف مقدم ہو۔ تو گویا اس صورت میں مقدم عدم تالی کے ساتھ صادق آیا۔

والا لکان بینہما :- اور اگر عدم تالی کے ساتھ مقدم صادق نہ آئے گا تو خرابی یہ لازم آئے گی
کہ دونوں کے درمیان علاقہ لزوم کا ہے۔ اور جب عدم تالی مقدم کے صادق ہے تو تالی مقدم کے
ساتھ کس طرح صادق آسکتی ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ تالی مقدم کے صادق ہونے کے وقت صادق
نہ آئے۔ یعنی جمیع اوضاع ممکنۃ الاجتماع مع المقدم کی صورت میں تالی صادق نہ آئے۔ قولہ فلا یصدق
الکلیۃ الاتفاقیۃ :- پس اتفاقیہ کلیہ صادق نہ آیا۔

واذا عرفت مفہوم الکلیۃ فکذالک جزئیۃ المتصلۃ والمنفصلۃ لیست بجزئیۃ
المقدم والتالی بل بجزئیۃ الازمان والاحوال حتی یکون الحکم بالاتصال و
الانفصال فی بعض الازمان وعلی بعض الاوضاع المذکورۃ کقولنا قد یکون اذا کان
الشیٔ حیوانا کان انسانا فان الحکم بلزوم الانسانیۃ للحیوان انما ہو علی وضع کونہ
ناطقا وکقولنا قد یکون اما ان یکون ہذا الشیٔ نامیا او جمادا فان العناد بینہما
انما یکون علی وضع کونہ من العنصریات

ترجمہ :- اور جب تو نے کلیہ کا مفہوم سمجھ لیا۔ پس ایسا ہی متصلہ اور منفصلہ کا جزئیہ بھی۔
مقدم اور تالی کا جزئی نہیں ہوتا۔ بلکہ ازمان واحوال یعنی اوضاع کا جزء ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اتصال کا

حکم یا انفصال کا حکم بعض ازمان اور بعض اوضاع واحوال میں ہوتا ہے۔ جیسے ہمارا قول قد یکون اذا کان الشئی حیوانا کان انسانا۔ اس مثال میں انسانیت کے لازم ہونے کا حکم حیوان کے لیے اس وضع پر ہے کہ حیوان ناطق ہو۔ (باقی دوسری تمام اوضاع پر نہیں ہے) اور جیسے ہمارا قول قد یکون اما ان یکون ھذا الشئی نامیاً او جماداً۔ تو عناد ان دونوں اجزاء کے درمیان اس مثال میں (یعنی نامی اور جماد میں) بے شک اس وضع پر ہے کہ وہ عنصریات میں سے ہوں۔

تشریح:۔ متصلہ منفصلہ کلیہ کا حال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ان دونوں کے جزئیہ کا حال بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں کا جزئیہ بھی مقدم اور تالی کے جزئیت کے تابع نہیں ہے۔ زمان و اوضاع و احوال کے جزئی ہونے کے تابع ہے۔ حتیٰ کہ اتصال یا انفصال کا حکم بعض ازمان اور بعض اوضاع میں ہوگا تو وہ جزئیہ ہوگا۔ جیسے ہمارا قول قد یکون اذا کان الشئی حیوانا کان انسانا تو اس مثال میں انسان کے لیے لازم ہوگا کہ حکم دونوں کے لیے کیا گیا ہے مگر بعض احوال میں کیا گیا ہے۔ یعنی جب حیوان ناطق ہو نہ کہ جمیع احوال میں حیوان کے لیے انسان کا لازم ہونا۔

اور عنادیہ کی مثال:۔ جیسے ہمارا قول قد یکون اما ان یکون ھذا الشئی نامیاً او جماداً۔ تو اس مثال میں نامی اور جماد کے درمیان عناد کا حکم اس وضع پر ہے کہ یہ عنصریات میں سے ہوں۔ جمیع اوضاع واحوال میں یہ حکم نہیں ہے۔

واما خصوصیة الشرطیة فبتعین بعض الازمان والاحوال کقولنا ان جئتنی الیوم اکرمتک واما اھمالھا فباھمال الازمان والاحوال وبالجملة الاوضاع والازمنة فی الشرطیة بمنزلة الافراد فی الحملیة فکما ان الحکم فیھا ان کان علی فرد معین فھی مخصوصة وان لم یکن فان بین کمیة الحکم بانه علی کل الافراد او علی بعضها فھی المحصورة والا فھی المھملة کذلک الشرطیة ان کان الحکم بالاتصال او الانفصال فیھا علی وضع معین فھی المخصوصة والا فان بین کمیة الحکم بانه علی جمیع الاوضاع او بعضھا فھی محصورة والا فمھملة

ترجمہ:۔ اور بہر حال قضیہ شرطیہ کا مخصوصہ ہونا (یعنی قضیہ شخصیہ و مخصوصہ ہونا) تو یہ احوال اور ازمان کے متعین ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے ان جئتنی الیوم اکرمتک۔

واما اهمالها :- اور بہر حال شرطیہ کا مہملہ ہونا (یعنی قضیہ شرطیہ کا مہملہ ہونا) تو اس صورت میں ہوتا ہے جب زمان اور احوال مہمل اور مبہم غیر معین ہوں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زمانہ اور احوال اور اوضاع قضیہ شرطیہ میں بمنزلہ افراد کے ہیں حملیہ میں۔ (یعنی قضیہ حملیہ میں جس طرح افراد معیار تھے اسی طرح شرطیہ میں وضع، حالت اور زمانہ معیار ہیں قضیے کے کلیہ، جزئیہ اور شخصیہ ہونے کے لیے۔)

قولہ فکما ان الحکم الخ :- پس جسطرح حملیہ میں اگر حکم فرد معین پر ہو تو وہ مخصوصہ ہے۔ اور اگر فرد معین پر حکم نہ ہو تو اگر حکم کی مقدار بیان کی گئی ہے بایں طور کہ حکم کل افراد پر یا بعض پر تو وہ محصورہ ہے ورنہ پس وہ مہملہ ہے۔ اسی طرح شرطیہ بھی ہے۔ اگر شرطیہ میں اتصال یا انفصال کا حکم وضع معین پر ہے تو وہ مخصوصہ ہے۔ ورنہ اگر حکم کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ جمیع اوضاع پر ہے یا بعض وضع پر ہے تو وہ محصورہ شرطیہ ہے۔ ورنہ پس وہ مہملہ ہے۔

تشریح :- شرطیہ مخصوصہ۔ اگر زمان اور وضع مخصوص پر حکم کیا گیا ہو تو وہ شرطیہ مخصوصہ ہے۔ جیسے ان جئتنی الیوم اکرمتک (اگر تو آج میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)

قولہ واما اہمالہا :- قضیہ شرطیہ مہملہ۔ اگر قضیہ شرطیہ میں وضع اور زمانہ غیر معین اور مبہم ہے تو وہ قضیہ مہملہ شرطیہ ہے۔

قولہ وبالجملۃ :- پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حملیہ میں کلیہ جزئیہ اور شخصیہ کا مدار افراد پر ہے۔ اسی طرح شرطیہ کے کلیہ جزئیہ اور شخصیہ ہونے کا مدار وضع وزمان پر ہے۔

قولہ فکما ان الحکم الخ :- پس جسطرح حملیہ میں اگر حکم فرد معین پر ہو تو وہ مخصوصہ ہے۔ اور اگر فرد معین پر حکم نہیں ہے تو اگر حکم کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے کہ حکم کلی پر ہے یا بعض پر ہے تو وہ محصورہ ہے۔ اور اگر مقدار کو بیان نہیں کیا گیا ہے تو وہ مہملہ ہے۔

قولہ کذالک الشرطیۃ :- ٹھیک اسی طرح شرطیہ بھی ہے کہ اگر حکم اتصال یا انفصال کا وضع معین پر ہے تو وہ مخصوصہ ہے۔

قولہ والا فان بین کمیۃ الحکم :- ورنہ پس اگر حکم کی کمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ حکم جمیع اوضاع پر ہے یا بعض وضع پر ہے تو وہ شرطیہ محصورہ ہے ورنہ پس وہ مہملہ ہے۔

وسور الموجبة الكلية في المتصلة كلما ومهما ومتى كقولنا كلما اومهما او متى كانت الشمس طالعة فالنهار موجود وفي المنفصلة دائما كقولنا دائما اما ان يكون الشمس طالعة اولا يكون النهار موجودا وسور السالبة الكلية فيهما ليس البتة

اَمَّا فی المتصلة فکقولنا لیس البتة اذا کان الشمس طالعة فاللیل موجود واما فی المنفصلة فکقولنا لیس البتة اما ان یکون الشمس طالعة و اما ان یکون النہار موجود او سور الموجبة الجزئیة فیہما قد یکون کقولنا قد یکون اذا کان الشمس طالعة کان النہار موجودا وقد یکون اما ان یکون الشمس طالعة او یکون اللیل موجودا وسور السالبة الجزئیة فیہما قد لا یکون کقولنا قد لا یکون اذا کان الشمس طالعة کان اللیل موجود او قد لا یکون اما ان یکون الشمس طالعة واما ان یکون النہار موجودا ویاد خال حرف السلب علیٰ سور الایجاب الکلی کلیس کلما ولیس مہما ولیس متیٰ فی المتصلة ولیس دائما فی المنفصلة

ترجمہ:۔ اور متصلہ میں موجبہ کلیہ کا سور کلما، مہما اور متیٰ ہے۔ جیسے ہمارا قول کلما و مہما او متیٰ کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود اور منفصلہ میں دائماً ہے۔ جیسے ہمارا قول دائماً اما ان یکون الشمس طالعۃ او لا یکون النہار موجوداً۔ اور سالبہ کلیہ کا سور دونوں میں لیس البتۃ ہے۔ بہرحال متصلہ کی مثال پس جیسے ہمارا قول لیس البتۃ اذا کان الشمس طالعۃ فاللیل موجود۔ اور بہرحال منفصلہ میں پس جیسے ہمارا قول لیس البتۃ اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان یکون النہار موجوداً۔ اور موجبہ جزئیہ کا سور دونوں میں (یعنی متصلہ اور منفصلہ دونوں میں) قد یکون ہے۔ جیسے ہمارا قول قد یکون اذا کان الشمس طالعۃ کان النہار موجوداً یا منفصلہ میں قد یکون اما ان یکون الشمس طالعۃ او یکون اللیل موجوداً۔ اور سالبہ جزئیہ کا سور دونوں میں (یعنی متصلہ اور منفصلہ میں) قد لا یکون ہے۔ جیسے ہمارا قول قد لا یکون اذا کان الشمس طالعۃ کان اللیل موجوداً۔ وقد لا یکون اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان یکون النہار موجوداً۔ یا موجبہ کلیہ کے سور میں حرف سلب داخل کر کے (سالبہ جزئیہ کا سور بنا لیا جاتا ہے) جیسے لیس کلما، لیس متیٰ متصلہ میں۔ اور لیس دائماً منفصلہ میں۔ کیونکہ:۔

تشریح:۔ شارح نے شرطیہ کی تعریف اور اس کی اقسام مع مثال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے قضیہ شرطیہ متصلہ و منفصلہ کی ہر قسم کے سور مع مثال بیان کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

قولہ سور الموجبۃ الکلیۃ الخ:۔ موجبہ کلیہ کا سور متصلہ میں کلما، مہما، متیٰ ہیں۔ جیسے کلما، مہما، و متیٰ کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔

قولہ وفی المنفصلۃ:۔ اور منفصلہ کا سور دائماً ہے جیسے دائماً اما ان یکون الشمس طالعۃ او لا یکون النہار موجوداً۔

قولہ وسور السالبۃ الکلیۃ:۔ اور سالبہ کلیہ کا سور متصلہ اور منفصلہ دونوں میں لیس البتۃ ہے

متصلہ کی مثال لیس البتۃ اذا کان الشمس طالعۃ فاللیل موجود ہے۔ اور منفصلہ کی مثال لیس البتۃ اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان یکون النہار موجود۔

قولہ وسور الموجبۃ الجزئیۃ :- اور موجبہ جزئیہ کا سور منفصلہ و متصلہ دونوں میں قد یکون ہے جیسے متصلہ کی مثال قد یکون اذا کان الشمس طالعۃ کان النہار موجوداً۔ اور منفصلہ کی مثال قد یکون اما ان یکون الشمس طالعۃ او یکون اللیل موجوداً۔

قولہ وسور السالبۃ الجزئیۃ :- اور سالبہ جزئیہ کا سور دونوں میں قد لا یکون ہے۔ جیسے متصلہ کی مثال۔ قد لا یکون اذا کان الشمس طالعۃ کان اللیل موجوداً۔ اور منفصلہ کی مثال قد لا یکون اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان یکون النہار موجوداً۔

قولہ وبادخال حرف السلب :- سالبہ جزئیہ کا ایک سور اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کے سور میں حرف سلب داخل کر دیا جائے تو سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے۔ جیسے لیس کلما، لیس مہما اور لیس متی۔ نیز دائما کے شروع میں لیس داخل کرنے سے منفصلہ سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے۔

لانا اذا قلنا کلما کان کذا کان مفہومہ الایجاب الکلی فاذا قلنا لیس کلما یکون معناہ رفع الایجاب الکلی لا محالۃ واذا ارتفع الایجاب الکلی تحقق السلب الجزئی علی ما حققتہ فیما سبق ولکذا فی البواقی واطلاق لفظ لو وان واذا فی الاتصال واما واو فی الانفصال للاہمال کقولنا ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود واما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لا یکون النہار موجوداً۔

ترجمہ :- اس لیے کہ جب ہم نے کہا کلما کان کذا، تو اس کا مفہوم موجبہ کلیہ کا ہوتا ہے۔ اور جب ہم نے کہا لیس کلما تو اس کے معنی ہوتے ہیں ایجاب کلی کا رفع اور جب ایجاب کلی رفع ہو گیا تو سلب جزئی پایا گیا۔ جیسا کہ اس کی تحقیق ما سبق میں بیان کر چکا ہوں۔ اسی طرح باقی سوروں میں بھی قیاس کر لیجیے۔

اور لفظ لو، ان، اذا کا اطلاق کرنا متصلہ میں۔ اور لفظ امّا اور او کا منفصلہ میں مہملہ کے لئے ہیں۔ (یعنی مہملہ متصلہ میں لو، ان اور اذا اس کا سور ہیں اور منفصلہ مہملہ میں اما اور او سور ہیں) جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔ متصلہ کی مثال ہے۔ اور اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لا یکون النہار موجوداً۔ منفصلہ کی مثال ہے۔

تشریح :- شارح قطب الدین رازی نے آخر میں ایک سور اور بیان کیا ہے۔ فرمایا:

اگر موجبہ کلیہ کے سور میں حرف نفی داخل کر دی جائے تو وہ بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے
قولہ لانا اذا قلنا الخ :- یہ اس دعویٰ کی دلیل ہے فرمایا۔ کیونکہ جب ہم نے کہا کان کذا کہا
تو اس کا مفہوم ایجاب کلی کا ہے۔ اور اس پر جب ہم نے لیس حرف نفی داخل کر دیا تو اسکے معنی رفع
ایجاب کلی کے ہوں گے۔ اور ایجاب کلی کا رفع سلب جزئی ہوا کرتا ہے۔
قولہ واطلاق لفظة لو۔ ان الخ :- اسی طرح قضیہ مہملہ شرطیہ خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ اس
کا بھی سور ہے۔ متصلہ مہملہ کا سور لو، ان، اذا ہیں۔ جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔
اور لفظ اما اور او منفصلہ مہملہ کا سور ہے۔ جیسے اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لا یکون
النہار موجودۃ۔

قالَ وَالشرطية قد تتركب من حمليتين ومن متصلتين ومن منفصلتين ومن حملية ومتصلة ومن حملية ومنفصلة ومن متصلة ومنفصلة وكل واحدة من هذه الثلاثة الاخيرة في المتصلة تنقسم الى قسمين لامتياز مقدمها عن تاليها بالطبع بخلاف المنفصلة فان مقدمها انما تتميز عن تاليها بالوضع فقط فاقسام المتصلات تسعة والمنفصلات ستة واما الامثلة فعليك بالاستخراج عن نفسك

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا :- اور قضیہ شرطیہ کبھی کبھی دو حملیہ سے مرکب ہوتا ہے اور کبھی
دو متصلہ سے اور کبھی دو منفصلہ سے مرکب ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے
اور ایک حملیہ دوسرا منفصلہ سے۔ اور کبھی ایک متصلہ اور دوسرا منفصلہ سے۔ اور متصلہ کی
آخر کی تینوں قسموں میں سے ہر ایک دو قسم کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا مقدم
ان کے تالی سے طبعاً ممتاز ہوتا ہے۔ بخلاف منفصلہ کے کہ کیونکہ اس کا مقدم ممتاز ہوتا ہے
تالی سے وضع میں نہ کہ طبعاً) پس متصلات کے اقسام نو ہوں گے۔ اور اقسام منفصلات کے
چھ۔ اور بہر حال ان سب اقسام کی مثالیں لو اے مخاطب آپ لوگ اپنی سمجھ سے نکالیں (ہماری مختصر
کتاب ان کی متحمل نہیں ہے۔

تشریح :- ماتن نے شرطیہ کی چند اقسام مزید کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ اقسام حملیہ اور شرطیہ سے
مرکب کرنے کی چند صور تول پر مبنی ہیں۔ تفصیل اقسام درج ذیل ہے۔
(۱) شرطیہ مرکب ہوتی ہے دو حملیہ سے (۲) دو متصلہ سے (۳) ایک حملیہ ایک متصلہ (۴)
ایک حملیہ ایک منفصلہ (۵) ایک متصلہ ایک منفصلہ۔ پھر جن قسموں میں متصلہ موجود ہے ان کی

پھر دو قسمیں ہیں۔ اس لحاظ سے متصلات کی کل نو قسمیں برآمد ہوتی ہیں۔ اور منفصلہ کی کل چھ قسمیں نکلتی ہیں۔

اقولُ لمّا کانت الشرطیۃ مرکبۃ من قضیتین والقضیۃ اما حملیۃ او متصلۃ او منفصلۃ کان ترکیبہا اما من حملیتین او متصلتین او منفصلتین او من حملیۃ ومتصلۃ او حملیۃ ومنفصلۃ او منفصلۃ ومتصلۃ لا تزید علی ھذہ الاقسام الکن کل واحد من الاقسام الثلاثۃ الاخیرۃ تنقسم فی المتصلۃ الی قسمین لانّ مقدم المتصلۃ متمیز عن تالیہا بحسب الطبع ای بحسب المفہوم فان مفہوم المقدم فیہا الملزوم ومفہوم التالی اللازم ویحتمل ان یکون الشئ ملزوما للاٰخر ولا یکون لازمًا لہٗ فالمقدم فی المتصلۃ متعین بان یکون مقدمًا والتالی متعین بان یکون تالیا بخلاف المنفصلۃ فان مفہوم التالی فیہا المعاند ومفہوم المقدم معاندًا المعاند لابد ان یکون معاندًا ایضًا۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جب کہ شرطیہ دو قضایا سے مرکب ہو کر بنتی ہے۔ اور قضایا حملیہ ہوں گے یا متصلہ یا منفصلہ ہوں گے۔ لہٰذا شرطیہ کی بھی ترکیب انہیں قضایا سے مرکب ہوگی۔ یا (۱) دونوں حملیہ سے (۲) دونوں متصلہ سے (۳) دونوں منفصلہ سے (۴) ایک حملیہ ایک متصلہ سے (۵) ایک حملیہ دوسرا منفصلہ سے (۶) متصلہ اور منفصلہ سے۔ ان اقسام سے زائد نہیں ہوں گی۔ لیکن آخر کی تینوں اقسام متصلہ میں دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ متصلہ کا مقدم اپنے تالی سے طبعًا جدا ہوتا ہے۔ یعنی باعتبار مفہوم کے مقدم تالی سے ممتاز ہوتا ہے۔ کیونکہ متصلہ میں مقدم کا مفہوم ملزوم کا اور تالی کا مفہوم لازم کا ہوتا ہے۔ قولہٗ ویحتمل ان یکون۔ اور احتمال ہے کہ شئی کسی دوسری شئی کے لئے ملزوم ہو۔ اور اس کے لئے لازم نہو۔ پس مقدم متصلہ میں متعین ہوتا ہے۔ بایں صورت کہ مقدم اور تالی دونوں متعین ہوں۔ بایں صورت کہ تالی ہو۔ بخلاف منفصلہ کے کہ کیونکہ اس میں تالی کا مفہوم معاند ہوتا ہے۔ اور مقدم کا مفہوم دوسرا معاند ہوتا ہے۔ ایک معاند دوسرے معاند کا ضروری ہے کہ وہ اس کا معاند ہو۔

تشریح:۔ قولہٗ لما کانت الشرطیۃ۔ چونکہ قضیہ شرطیہ دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اول شرط ہوتا ہے اور دوسرا جزاء۔ نیز یہ شرط اور جزاء دونوں الگ الگ قضایا ہوتے ہیں اور قضیہ کی تین صورتیں ہیں۔ حملیہ، متصلہ اور منفصلہ۔ لہٰذا شرطیہ کی ترکیب بھی انہیں قضایا سے

ہو گی۔ اس لیے اس ترکیب کی چھ صورتیں نکلتی ہیں۔
(۱) دونوں جز اس کے حملیہ ہوں (۲) دونوں جز متصلہ ہوں۔ (۳) دونوں جز منفصلہ ہوں (۴) ایک جز حملیہ دوسرا جز متصلہ ہو (۵) ایک جز حملیہ دوسرا جز منفصلہ ہو۔ (۶) دونوں میں سے ایک متصلہ ہو دوسرا منفصلہ ہو۔

پھر ان اقسام میں سے جن قسموں میں متصلہ پائی جاتی ہے۔ اور وہ تین قسمیں ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ لہٰذا اقسام متصلہ کے نو ۹ اور منفصلہ کے صرف چھ ۶ ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل شارح نے یہ بیان کی ہے کہ:۔

قولہ ان مقدم المتصلۃ متمیز عن تالیہا:۔ دلیل یہ ہے کہ متصلہ کا مقدم اپنے تالی سے طبعاً جدا ہوتا ہے۔ یعنی دونوں کا مفہوم الگ الگ ہوتا ہے۔ کیونکہ مقدم کا مفہوم ملزوم کا ہے اور تالی کا مفہوم لازم ہونے کا ہے۔ لہٰذا متصلہ میں مقدم متعین ہوتا ہے۔

قولہ بخلاف المنفصلۃ:۔ اس کے برخلاف منفصلہ ہے۔ کیونکہ اس میں تالی کا مفہوم مقدم کے مفہوم کے معاند ہوتا ہے۔ اور معاند کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاند کے مخالف ہو۔ اس دعوے کی دلیل آگے مذکور ہے۔

لان عناد احد الشیئین للاخر فی قوۃ عناد الاخر ایاہ فحال کل واحد من جزئیہا عند الاخر حال واحدۃ وانما عرض لاحدھما ان یکون مقدمًا وللاخر ان یکون تالیاً بمجرد الوضع لا الطبع ففرق ما بین المتصلۃ المرکبۃ من الحملیۃ والمتصلۃ والمقدم فیہا الحملیۃ وبینہا والمقدم فیہا الحملیۃ او المتصلۃ ولذا الشئ فی المرکبۃ من الحملیۃ والمنفصلۃ ومن المتصلۃ والمنفصلۃ فلاجرم انقسمت الاقسام الثلاثۃ فی المتصلۃ الی القسمین دون المنفصلۃ۔

ترجمہ:۔ اس لئے کہ دو چیزوں میں سے ایک کا دوسرے کے معاند ہونا دوسرے کے معاند کی قوت میں ہوتا ہے اول کے۔ (یعنی اس قوت میں ہوتا ہے۔ اول ثانی کے معاند ہے۔ اور ثانی اول کا معاند ہے) پس ان دو جزؤں میں سے ہر ایک کا حال دوسرے کے لئے ایک ہی حال ہے (یعنی ایک دوسرے کا معاند ہے۔)
اور بیشک دونوں میں سے ایک کو عارض ہو گیا ہے کہ اول مقدم ہو دوسرے کے لیے۔ اور دوسرے کیلئے یہ عارض ہے کہ وہ تالی ہے۔ اول کے لئے یہ عارض ہونا صرف وضع کی وجہ سے ہوا ہے۔ طبیعت کی

وجہ سے نہیں ہوا ہے۔ پس بڑا فرق ہے۔ اس قضیہ شرطیہ کے درمیان کہ جو مرکب ہو ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے اور مقدم اس میں حملیہ ہو۔ اور درمیان اس قضیہ کے جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو۔ جس کا مقدم متصلہ ہو۔ بخلاف اس منفصلہ کے جو مرکب ہو ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے۔ فلا فرق بینہما :- پس ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ جبکہ قضیہ شرطیہ میں مقدم حملیہ ہو یا منفصلہ ہو۔ قولہ ولذالک فی المرکبۃ۔ اور اس قضیہ سے جو مرکب ہو ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے۔ اور یا مرکب ہو ایک متصلہ اور منفصلہ سے۔ فلا جرم القسمت۔ پس لامحالہ تینوں اقسام منفصلہ میں منقسم ہوتے ہیں منفصلہ میں نہیں۔

تشریح :- قولہ فاقسام المنفصلات۔ پس منفصلہ کی اقسام نو۹ اور منفصلات کی کل چھ ہیں۔ مثالیں آپ کتاب سے دیکھ لیں۔ نو صورتیں یہ ہیں :- (۱) دونوں جز حملیہ ہوں (۲) دونوں جز متصلہ ہوں (۳) دونوں جز منفصلہ سے مرکب ہوں۔ (۴) ایک حملیہ ہو۔ دوسرا متصلہ ہو۔ (۵) اس کا عکس ہو۔ یعنی اول منفصلہ دوسرا حملیہ ہو۔ (۶) ایک حملیہ اور ایک منفصلہ ہو۔ (۷) اس کا عکس ہو۔ یعنی اول منفصلہ دوسرا حملیہ ہو۔ (۸) ایک متصلہ ہو دوسرا منفصلہ ہو (۹) اس کا عکس ہو۔ یعنی اول منفصلہ دوسرا متصلہ ہو۔

فاقسام المتصلات تسعۃ واقسام المنفصلات ستۃ اما امثلۃ المتصلات فالاول من الحملیتین کقولک کلما کان الشیٔ انسانا فھو حیوان والثانی من متصلتین کقولنا کلما ان کان الشیٔ انسانا فھو حیوان فکلما لم یکن الشیٔ حیوانا لم یکن انسانا والثالث من منفصلتین کقولنا کلما کان دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یکون منقسما بمتساویین او غیر منقسم والرابع من حملیۃ ومتصلۃ والمقدم فیہا الحملیۃ کقولنا ان کان طلوع الشمس علۃ لوجود النھار فکلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود والخامس عکسہ کقولنا ان کان کلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود فطلوع الشمس ملزوم لوجود النھار والسادس من حملیۃ ومنفصلۃ والمقدم فیہا الحملیۃ کقولنا ان کان ھذا عددا فھو دائما اما زوج او فرد والسابع بالعکس کقولنا کلما کان ھذا اما زوجا او فردا کان ھذا عددا والثامن من متصلۃ ومنفصلۃ کقولنا ان کان کلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود فدائما اما ان یکون الشمس طالعۃ واما لا یکون النھار موجودا والتاسع عکس ذالک کقولنا کلما کان دائما اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لا یکون النھار موجودا فکلما کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود۔

ترجمہ:۔ پس متصلات کی نو قسمیں ہیں۔ اور منفصلات کی کل چھ قسمیں ہیں۔ بہر حال متصلات کی مثالیں۔ پس مثال اول۔ جو مرکب ہو دو حملیہ سے۔ جیسے تیرا قول کلما کان الشئ انسانا فہو حیوان۔ دوسری کی مثال جو مرکب ہو دونوں متصلات سے۔ جیسے ہمارا قول کلما ان کان الشئ انسانا فہو حیوان۔ فکلما لم یکن الشئ حیوانا لم یکن انسانا۔ اور تیسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو دو منفصلہ سے۔ جیسے کلما کان دائما اما ان یکون ہذا العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یکون منقسما بمتساویین او غیر منقسم اور چوتھی صورت وہ جو مرکب ہو ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے۔ اور مقدم اس میں حملیہ ہو۔ جیسے ہمارا قول ان کان طلوع الشمس علۃ لوجود النہار فکلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔ اور پانچویں صورت اس کا عکس ہے۔ (یعنی جو مرکب ہو ایک متصلہ اور ایک حملیہ سے اور مقدم متصلہ واقع ہو) جیسے ہمارا قول ان کان کلما کان الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔ فطلوع الشمس ملزوم لوجود النہار۔ اور چھٹی صورت وہ ہے جو مرکب ہو ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے۔ اور مقدم اس میں حملیہ واقع ہو۔ جیسے ہمارا قول۔ ان کان ہذا عددا فہو دائما اما زوج او فرد۔ اور ساتویں صورت اس کا عکس ہے جیسے ہمارا قول کلما کان ہذا اما زوجا او فردا کان ہذا عددا۔ اور آٹھویں صورت جو مرکب ہو ایک متصلہ اور دوسری منفصلہ سے۔ جیسے ہمارا قول ان کان کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔ فدائما اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لایکون النہار موجودا۔ اور نویں صورت اس کا عکس ہے جیسے ہمارا قول کلما کان دائما اما ان یکون الشمس طالعۃ واما ان لایکون النہار موجودا فکلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔

تشریح:۔ شارح نے متصلات سے جو قضایا مرکب ہونے کی نو صورتیں تھیں وہ تمام کی تمام صورتیں اور ان کی مثالیں بیان کر دی ہیں۔ آپ ترجمہ ہی سے ان کو حل کر سکتے ہیں مزید تشریح کی حاجت نہیں ہے۔

واما امثلۃ المنفصلات فالاول من حملیتین کقولنا اما ان یکون العدد زوجا او فردا والثانی من متصلتین کقولنا دائما اما ان یکون ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود واما ان یکون ان کانت الشمس طالعۃ لم یکن النہار موجودا والثالث من منفصلتین کقولنا دائما اما ان یکون ہذا العدد زوجا او فردا واما ان یکون ہذا العدد لا زوجا ولا فردا والرابع من حملیۃ ومتصلۃ کقولنا دائما اما ان لایکون طلوع الشمس علۃ لوجود النہار واما ان یکون کلما کانت الشمس طالعۃ کان النہار موجودا والخامس من حملیۃ ومنفصلۃ کقولنا دائما اما ان یکون

هذا الشئ لیس عدداً واما ان یکون اما زوجا او فرداً والسادس من متصلة ومنفصلة کقولنا دائما اما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان یکون الشمس طالعة واما ان لا یکون النهار موجوداً۔

ترجمہ:۔ اور بہرحال منفصلات سے مرکب ہونے کی مثالیں. پس اول وہ منفصلہ جو دو حملیہ سے مرکب ہو. جیسے اما ان یکون ہذا العدد زوجا او فرداً (۲) دوسری صورت دو متصلہ سے مرکب ہو. جیسے دائماً اما ان یکون ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود واما ان یکون ان کانت الشمس طالعة لم یکن النہار موجوداً. تیسری صورت جو مرکب ہو دو منفصلہ سے. جیسے دائماً اما ان یکون ہذا العدد زوجا او فرداً واما ان یکون ہذا العدد لا زوجا او لا فرداً. چوتھی وہ قسم جو مرکب ہو ایک حملیہ اور دوسری منفصلہ سے. جیسے دائماً اما ان لا یکون طلوع الشمس علة لوجود النہار واما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة کان النہار موجوداً.

اور پانچویں صورت وہ ہے جو ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے مرکب ہو جیسے ہمارا قول دائماً اما ان یکون ہذا الشئ لیس عدداً واما ان یکون اما زوجا او فرداً. اور چھٹی قسم وہ ہے جو مرکب ہو ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے. جیسے ہمارا قول دائماً اما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة فالنہار موجود واما ان یکون الشمس طالعة واما ان لا یکون النہار موجوداً.

تشریح:۔ شارح نے متصلات سے مرکب ۹ صورتیں مع مثال بیان کرنے کے بعد اوپر منفصلات کی ۶ صورتیں مع امثلہ تحریر کی ہیں.

(۱) پہلی صورت. جو دونوں اجزاء حملیہ سے مرکب ہو (۲) اس کے دونوں اجزاء متصلہ ہوں. (۳) دونوں اجزاء منفصلہ ہوں (۴) ایک جز حملیہ اور دوسرا جز متصلہ ہو. (۵) اول جز حملیہ اور دوسرا جز منفصلہ ہو. (۶) اول جز متصلہ اور دوسرا جز منفصلہ ہو. ان کی مثالیں کتاب سے رجوع کیجئے۔

قال الفصل الثالث فی احکام القضایا وفیہ اربعة مباحث البحث الاول فی التناقض وحده بانه اختلاف قضیتین بالایجاب والسلب بحیث یقتضی لذاته ان یکون احدهما صادقة والاخری کاذبة.

ترجمہ:۔ تیسری فصل. قضایا کے احکام کے بیان میں. اور اس میں چار مباحث

(بحثیں) ہیں۔ اول بحث۔ تناقض کے بیان میں۔ اور مناطقہ نے اس کی تعریف کی ہے کہ تناقض دو قضایا کا مختلف ہونا ایجاب اور سلب میں۔ اس طور پر وہ لذاتہٖ تقاضا کرتا ہو کہ دونوں میں سے ایک صادق ہو دوسرا کاذب ہو۔

تشریح :- شارح نے تصدیقات کی فصل ثالث کو شروع فرمایا ہے جن میں قضایا کے احکام بیان کئے گئے۔ اور اس میں چار مباحث ہیں۔ بحث اول تناقض کے بیان میں مشتمل ہے۔
قولہ وحدوہ :- مناطقہ نے تناقض کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں مختلف ہونا، اس طور پر کہ ایک ان میں سے دوسرے کے کذب کا تقاضا کرے (یعنی اول صادق ہو تو دوسرا کاذب یا اس کا عکس ہو)

اقول لما فرغ من تعریف القضیۃ واقسامها شرع فی لواحقها واحکامها وابتدأ منها بالتناقض لتوقف معرفۃ غیرہ من الاحکام علیہ وهو اختلاف قضیتین بالایجاب والسلب بحیث یقتضی لذاتہ صدق احدهما کذب الاخری کقولنا زید انسان وزید لیس بانسان فانهما مختلفان بالایجاب والسلب اختلافا یقتضی لذاتہ ان یکون الاولی صادقۃ والاخری کاذبۃ فالاختلاف جنس بعید لانہ قد یکون بین قضیتین وقد یکون بین مفردین کالسماء والارض وقد یکون بین قضیۃ ومفرد کقولنا زید قائم وعمرو بلا اسناد شئ الی عمرو وقولہ قضیتین یخرج غیر القضیتین واختلاف قضیتین اما بالایجاب والسلب واما بغیرهما کالاختلاف بان یکون احدهما حملیۃ والاخری شرطیۃ او متصلۃ ومنفصلۃ او معدولۃ ومحصلۃ فقولہ بالایجاب والسلب اخرج الاختلاف بغیر الایجاب والسلب والاختلاف بالایجاب والسلب قد یکون بحیث یقتضی ان یکون احدهما صادقۃ والاخری کاذبۃ وقد یکون بحیث لا یقتضی ذالک کقولنا زید ساکن وزید لیس بمتحرک فانهما قضیتان مختلفتان ایجابا وسلبا لکن اختلافهما لا یقتضی صدق احدهما وکذب الاخری بل هما صادقتان فقید بقولہ بحیث یقتضی لیخرج الاختلاف الغیر المقتضی۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مصنف رحہ جب قضیہ کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اس کے بعد قضیہ کے لواحق (متعلقات) اور اس کے احکام

کا بیان شروع فرمایا ہے۔ اور اس کی ابتدا تناقض کے بیان سے فرمائی ہے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ کی معرفت (پہچاننا) مثلاً اس کے احکام (کا پہچاننا) اسی پر موقوف ہے۔

قولہ وہو اختلاف الخ :- اور وہ (تناقض) دو قضیوں کا مختلف ہونا ایجاب اور سلب میں۔ اس طور پر کہ دونوں میں سے ایک کا لذاتہ صادق ہونا، دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہو (یعنی اول صادق اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ دوسرا کاذب ہو) جیسے ہمارا قول زید انسان اور زید لیس بانسان یہ دونوں قضایا (ایک ایجاب کا ہے اور دوسرا سلب کا ہے) ایجاب اور سلب میں ایکدوسرے سے مختلف ہیں۔ اور اختلاف ایسا ہے کہ لذاتہ تقاضا کرتا ہے کہ اولیٰ صادق ہو۔ اور ثانیہ کاذب ہو۔ پس لفظ اختلاف جنس بعید ہے۔ اس لئے کہ اختلاف کبھی دو قضایا کے درمیان ہوتا۔ اور کبھی دو مفردوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جیسے آسمان اور زمین۔ اور اختلاف کبھی ایک قضیہ اور ایک مفرد کے درمیان ہوتا ہے۔ جیسے ہمارا قول زید قائم وعمرو۔ (اور عمر کی طرف) کسی چیز کی اسناد کے بغیر۔ اور مصنف کا قول قضیتین۔ اس سے غیر قضیتین خارج ہو جاتے ہیں۔ اور دو قضیوں کا اختلاف کبھی ایجاب اور سلب میں ہوتا ہے۔ اور کبھی ان دونوں کے بغیر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً دونوں قضایا کا مختلف ہونا بایں صورت کہ ایک ان میں سے حملیہ ہو، دوسرا شرطیہ ہو۔ یا ایک متصلہ ہو دوسرا منفصلہ ہو۔ یا ایک قضیہ معدولہ ہو دوسرا محصلہ ہو۔ لہٰذا پس مصنف کا قول بالایجاب والسلب نے خارج کر دیا اس اختلاف قضیتین کو جو ایجاب و سلب کے علاوہ میں ہو۔ (اگر اختلاف دو قضایا میں ایجاب وسلب کے علاوہ میں ہو تو وہ تناقض کی تعریف سے خارج ہے۔)

قولہ والاختلاف بالایجاب والسلب۔ اور قضایا کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا کبھی اس طور پر ہوتا ہے کہ دونوں قضیوں میں سے ایک صادق ہو اور دوسرا کاذب ہو۔ اور کبھی اس طور پر ہوتا ہے کہ اس کا تقاضہ نہیں کرتا۔ جیسے ہمارا قول زید ساکن و زید لیس بمتحرک۔ یہ دونوں ایسے قضایا ہیں جو دونوں ایجاب اور سلب میں مختلف ہیں۔ لیکن دونوں کا یہ اختلاف ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ دونوں کے دونوں صادق ہیں۔ اس لئے پس مصنف نے مقید کیا اپنے قول بحیث یقتضی الخ کی قید سے تاکہ وہ اختلاف جو غیر مقتضی ہے وہ اس سے (تناقض کی تعریف سے) خارج ہو جائے۔

تشریح :- قضیہ کی تعریف۔ اس کی تقسیم اولی وثانوی اور ان کی امثلہ سے فراغت کے بعد ماتن نے قضایا کے احکام اور اس کے احوال کا ذکر شروع فرمایا ہے۔ اور ان میں بنیادی حیثیت تناقض کی ہے۔ اسی پر بہت سے احکام کا دار ومدار بھی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ماتن نے تناقض کی اصطلاحی تعریف بیان کی۔ پھر شارح نے بھی اس اصطلاحی تعریف کی بڑی تفصیل سے وضاحت کی

یعنی تعریف اور اس کے فوائد قیود کو تفصیل سے مثالیں دے دے کر تحریر فرمایا۔
تناقض کی تعریف :۔ دو قضیوں کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا۔ اس طور پر کہ یہ اختلاف ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضہ کرے۔ جیسے زید انسان و زید لیس بانسان۔ یہ دونوں قضیے ایجاب و سلب میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔ اور ایک کا صدق لذاتہ دوسرے کے لذاتہ کذب کا تقاضا کرتا ہے۔
قولہ فالا اختلاف جنس بعید۔ جنس بعید جنس وہ کلی ہے جو کثیرین مختلف بالحقائق پر ما ہو کے جواب میں بولی جائے۔ جیسے حیوان یہ انسان فرس غنم کو ماہم سے سوال کرنے کے جواب میں بولا جاتا ہے۔ پھر جنس کی دو قسمیں ہیں۔ جنس قریب جیسے حیوان۔ جنس قریب وہ جنس ہے جسکے نیچے کوئی جنس نہ ہو بلکہ نوع ہو۔ تو حیوان جنس قریب ہے اس کے تحت نوع یعنی انسان فرس ہیں۔ اور جنس بعید، جنس بعید کبھی بیک مرتبہ ہوتی ہے۔ جیسے جسم نامی اور کبھی بدو مرتبہ ہوتی ہے۔ جسم مطلق۔ اور کبھی بسہ مرتبہ ہوتی ہے۔ جیسے جوہر۔
بہرحال اختلاف جنس بعید ہے۔ کیونکہ اختلاف کبھی دو قضایا کے بجائے دو مفردوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جیسے آسمان، زمین۔
وقد یکون بین قضیۃ الی آخرہ :۔ اور اختلاف کبھی ایک قضیہ اور ایک مفرد کے درمیان ہوتا ہے جیسے زید قائم اور عمرو۔ تو مصنف کے قول اختلاف میں یہ سب ضروری داخل ہیں۔
وقولہ قضیتین یخرج غیر القضیتین :۔ پھر مصنف کے قول قضیتین یعنی اختلاف دو قضایا کے درمیان ہو۔ اس سے مذکورہ بالا تمام اختلافات کی صورتیں خارج ہو جائیں گی۔
قولہ وانا بالایجاب والسلب۔ بہرحال دونوں قضیوں کا ایجاب و سلب میں مختلف ہونا۔ اور اگر دونوں قضایا ایجاب و سلب کے علاوہ سے مختلف ہوں۔ مثلا ایک قضیہ حملیہ ہو دوسرا شرطیہ ہو یا ایک متصلہ اور دوسرا منفصلہ ہو یا ایک قضیہ معدولہ ہو دوسرا محصلہ ہو تو ماتن کا قول بالایجاب والسلب نے ان سب کو خارج کر دیا ہے۔
وقولہ الاختلاف بالایجاب والسلب۔ اسی طرح ایجاب و سلب میں مختلف ہونا کبھی اس طور پر بھی ہوتا ہے کہ ایک تقاضا کرتا ہے کہ وہ صادق ہو دوسرا تقاضا کرتا ہے کہ کاذب ہو۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ اس کا تقاضا نہیں کرتا جیسے زید ساکن اور زید لیس بمتحرک۔ یہ دونوں قضایا ایجاب و سلب میں مختلف ہیں۔ مگر ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس لیے تناقض کی تعریف میں لفظ یقتضی کی قید لگائی ہے۔ تاکہ اختلاف غیر مقتضی اس سے خارج ہو جائے۔

اما ان یکون مقتضیا لذاته وصورته واما ان لایکون کذالک بل بواسطة اوبخصوص المادة اما الواسطة فکما فی ایجاب قضیة وسلب لازمها المساوی کقولنا زید انسان وزید لیس بناطق فان الاختلاف بینهما انما یقتضی صدق احدهما وکذب الاخر اما لان قولنا زید لیس بناطق فی قوة قولنا زید لیس بانسان واما لان قولنا زید انسان فی قوة قولنا زید ناطق واما خصوص المادة فکما فی قولنا کل انسان حیوان ولا شیٔ من الانسان بحیوان وقولنا بعض الانسان حیوان وبعض الانسان لیس بحیوان فان اختلافهما بالایجاب والسلب یقتضی صدق احدهما وکذب الاخری الا بصورته وهی کونهما کلیتین اوجزئیتین بل بخصوص المادة ۔

ترجمہ :- اور اختلاف مقتضی یا تو مقتضی لذاتہ ہوگا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ ہو۔ یا مادہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ بہرحال بالواسطہ کی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں ایجاب ہو۔ اور اس کے لازم مساوی میں سلب ہو۔ جیسے ہمارا قول زید انسان (زید انسان ہے) اور زید لیس بناطق (زید ناطق نہیں ہے) اس لئے (ان دونوں قضیوں کے درمیان اختلاف تقاضا کرتا ہے ایک کے صدق کو اور دوسرے کے کذب کو۔ کیونکہ ہمارا قول یا زید لیس بناطق ہمارے اس قول کے معنی میں ہے یعنی زید لیس بانسان۔ اور یا اس لئے کہ ہمارا قول زید انسان زید ناطق کے معنی میں ہے۔

واما خصوص المادۃ ۔ اور بہرحال خصوص المادہ کی مثال تو یہ ہے کہ بس جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان اور لاشیٔ من الانسان بحیوان میں پایا جاتا ہے۔ اور ہمارا قول بعض الانسان حیوان اور بعض الانسان لیس بحیوان میں ہے۔ ان مثالوں میں ایجاب وسلب کا اختلاف اس کا تقاضا کرتا ہے کہ ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا مقتضی ہے۔ صورت کی وجہ سے نہیں۔ اور صورت یہ ہے کہ دونوں قضایا کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہیں۔ بلکہ مخصوص مادہ کی وجہ سے اختلاف ہے۔

تشریح :- قولہ الاختلاف المقتضی ۔ وہ اختلاف جو دو قضایا کے درمیان تناقض کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے اس کی ذات اور صورت دونوں کی وجہ سے تقاضا کرتا ہے یا ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ ہو یا مادہ کی خصوصیت کی وجہ سے تناقض کا تقاضا کرتا ہے۔

اختلاف مقتضی للتناقض بالواسطہ کی صورت یہ ہے کہ ایک قضیہ میں ایجاب پایا جاتا ہے اور اس کے لازم مساوی میں اسی کا سلب پایا جاتا ہو۔ جیسے زید انسان اور زید لیس بناطق۔ کیونکہ ان دونوں میں اختلاف ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ زید لیس

بناطق زید لیس بالنسان کے معنی میں ہے۔ اوریا اس وجہ سے کہ زید انسان معنی میں زید ناطق کے ہے۔
قولہ واما مخصوص المادۃ :- بہرحال اختلاف مقتضی تناقض مادہ کی خصوصیت کی بنا پر تو اس کی مثال کل انسان حیوان اور لاشئی من الانسان بحیوان۔ اور ہمارا قول بعض الانسان حیوان اور بعض الانسان لیس بحیوان۔ ان دونوں مثالوں میں ایجاب وسلب کا اختلاف ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا تقاضا کرتا ہے۔ اپنی صورت کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ صورت اس کی یہ ہے کہ دونوں کلیہ ہیں۔ یا دونوں جزئیہ ہیں اور دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ تناقض اس وجہ سے نہیں ہے بلکہ (آگے شرح میں آئے گا)

والالزم ذالک فی کل کلیتین وجزئیتین مختلفتین بالایجاب والسلب ولیس کذالک فان قولنا کل حیوان انسان ولا شئی من الحیوان بانسان کلیتان مختلفتان ایجابا وسلبا واختلافہما لا یقتضی صدق احدہما وکذب الاخری بل ھما کاذبتان وکذالک قولنا بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان جزئیتان مختلفتان بالایجاب والسلب لیس احدہما صادقۃ والاخری کاذبۃ بل ھما صادقتان بخلاف قولنا بعض الحیوان انسان ولا شئی من الحیوان بانسان فان اختلافہما یقتضی لذاتہ وصورتہ ان یکون احدہما صادقۃ والاخری کاذبۃ حتی ان الاختلاف بالایجاب والسلب بین کل قضیۃ کلیۃ وجزئیۃ یقتضی ذالک

ترجمہ :- ورنہ یہ (تناقض) لازم آئے گا۔ ہر دو کلیہ کے درمیان اور ہر دو جزئیہ کے درمیان (حالانکہ واقع میں ہر دو کلی یا ہر دو جزئی (تناقض نہیں ہیں) جو کہ ایجاب وسلب میں مختلف ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مثلاً ہمارا قول کل حیوان انسان اور لاشئی من الحیوان بانسان دونوں کلیہ ہیں۔ اور دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ مگر ان دونوں کا اختلاف ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا مقتضی نہیں ہے۔ بلکہ دونوں ہی کاذب ہیں۔ اور ایسے ہی ہمارا قول بعض الحیوان انسان اور بعض الحیوان لیس بانسان دونوں جزئیہ ہیں۔ اور دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ حالانکہ دونوں میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا مقتضی نہیں ہے۔ بلکہ دونوں صادق ہیں۔ بخلاف ہمارے قول بعض الحیوان انسان اور لاشئی من الحیوان بانسان کے۔ کیونکہ ان دونوں قضایا کا اختلاف اپنی ذات اور صورت دونوں لحاظ سے تقاضا کرتا ہے کہ ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو۔ یہاں تک ایجاب وسلب کا اختلاف ہر قضیہ کے درمیان خواہ وہ کلیہ ہو یا جزئیہ ہو

اس کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح :۔ قولہ والالزم ذالک :۔ تناقض میں اختلاف صوری کا اعتبار نہیں ورنہ خرابی یہ لازم آئے گی۔ ہر دو کلیوں اور جزئیوں میں تناقض لازم آئے گا۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ کبھی دو کلیاں ایجاب وسلب میں مختلف ہوتی ہیں۔ مگر تناقض نہیں ہوتا۔ یعنی ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتا۔

مثال دونوں کلیوں کے کاذب ہونے کی یہ ہے کل حیوان انسان اور لاشئی من الحیوان بانسان دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ مگر ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا تقاضا نہیں کرتی۔ کیونکہ دونوں کاذب ہیں۔ اسی طرح دوسری مثال بعض الحیوان انسان اور بعض الحیوان لیس بانسان دونوں قضایا جزئیہ ہیں ایک موجبہ دوسرا سالبہ ہے۔ ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ مگر ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا مقتضی نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں صادق ہیں۔

قولہ بخلاف قولنا الخ :۔ بخلاف ہمارے قول بعض الحیوان انسان اور لاشئی من الحیوان بانسان ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ اور ایک کا صدق لذاتہ دوسرے کے کذب کا مقتضی ہے۔

قولہ حتیٰ ان الاختلاف الخ :۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مطلقاً ایجاب وسلب کا اختلاف اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ایک کا صدق دوسرے کے کذب کا مقتضی ہو۔ بلکہ اس کے لئے ذات اور مادہ مخصوصہ میں اختلاف ضروری ہے۔

قال وَ لا یتحقق التناقض فی المخصوصتین الا عند اتحاد الموضوع و یندرج فیه وحدة الشرط و الجزء وَ الکل وعند اتحاد المحمول و یندرج فیه وحدة الزمان وَ المکان و الاضافة و القوة وَ الفعل وفی المحصورتین لا بد مع ذالک من الاختلاف بالکمیة لصدق الجزئیتین وکذب الکلیتین فی کل مَادة یکون فیها الموضوع اعم من المحمول وَ لا بد فی الموجهتین مع ذالک من اختلاف الجهة لصدق الممکنتین وکذب الضروریتین فی مادة الامکان۔

ترجمہ :۔ اور وہ قضیہ مخصوصہ میں تناقض متحقق نہیں ہوتا۔ لیکن اتحاد موضوع کے وقت (یعنی قضیہ شخصیہ میں دونوں قضایا کے موضوع متحد ہوں) اور داخل ہیں تناقض کے متحقق ہونے میں۔ وحدت شرط اور وحدت جزء وکل۔ اور محمول کے متحد ہونے کے وقت اس میں داخل ہیں وحدت زمان، وحدتِ مکان، وحدتِ اضافت، وحدت قوت وفعل۔ اور دو محصورہ کے تناقض میں اس کے ساتھ ساتھ

ضروری ہے کمیت کا مختلف ہونا بھی۔ کیونکہ دو جزئیہ کبھی صادق ہوتے ہیں اور دو کلیہ کبھی کاذب ہوجاتے ہیں ہر اس مادہ میں جس میں موضوع اعم ہو محمول سے اور دو قضایا موجہ میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں کی جہت مختلف ہو۔ کیونکہ دو ممکنہ کبھی صادق ہوتے ہیں۔ اور امکان کے مادہ میں ضروریہ مطلقہ کاذب ہوجاتا ہے۔

تشریح :- ماتن نے اس مقالے میں تناقض کی شرطیں بیان کی ہیں۔ یہ شرطیں حملیہ کی الگ ہیں اور شرطیہ کی الگ۔ نیز موجہات کی اس کے علاوہ ہیں۔ فرمایا :-

قولہ لایتحقق التناقض :- تناقض نہیں پایا جاتا مخصوصہ میں مگر جبکہ دونوں حملیہ کے قضایا میں موضوع ایک ہی ہو۔ دوسری شرط۔ شرط کی وحدت بھی ہے۔ یعنی دونوں کی شرطیں بھی متحد ہوں۔ نیز تیسری شرط۔ جز و کل کا اتحاد بھی ہے۔ اور قضیہ اگر محصورہ ہے تو اس میں تناقض کے متحقق ہونے کی شرط مذکورہ شرائط کے ساتھ ساتھ دونوں قضایا کا کمیت میں اختلاف بھی شرط ہے۔

قولہ لصدق الجزئیتین۔ دلیل اس کی یہ ہے۔ کبھی کبھی دو قضایا جزئیہ (جو کمیت میں متحد ہیں) دونوں صادق ہوجاتے ہیں۔ اور دو کلیہ (جو کمیت میں متحد ہیں) کبھی کاذب ہوجاتے ہیں۔ یہ اس جگہ ہوگا جہاں قضایا کلیہ ہوں اور موضوع اعم اور محمول اس سے اخص ہو۔

قولہ ولابد فی الموجہتین الخ :- دو قضایا موجہ کی تناقض میں شرط مذکورہ شرطوں کے ساتھ یہ بھی ہے کہ دونوں قضایا جہت میں مختلف ہوں۔

قولہ لصدق الممکنتین :- دلیل اس کی یہ ہے کہ کبھی کبھی دو قضایا ممکنہ صادق ہوجاتے ہیں اور دو قضایا ضروریہ امکان کے مادہ میں کاذب ہوجاتے ہیں۔

اقول القضیتان المختلفتان بالایجاب والسلب اما مخصوصتان او محصورتان لان المهملة لکونها فی قوة الجزئیة من المحصورات فی الحقیقیة فان کانتا مخصوصتین فالتناقض لایتحقق بینهما الا بعد تحقق ثمانی وحدات فالاولی وحدة الموضوع اذلو اختلف الموضوع فیهما لم تتناقضا لجواز صدقهما وکذبهما معا کقولنا زید قائم وعمرو لیس بقائم الثانیة وحدة المحمول فانه لا تتناقض عند اختلاف المحمول کقولنا زید قائم وزید لیس بضاحك الثالثة وحدة الشرط لعدم التناقض عند اختلاف الشرط کقولنا الجسم مفرق للبصر ای بشرط کونه ابیض والجسم لیس بمفرق للبصر ای بشرط کونه اسود الرابعة وحدة الکل والجزء فانه اذا اختلف الکل والجزء لم تتناقضا کقولنا الزنجی اسود ای بعضه والزنجی لیس باسود ای کله الخامسة وحدة الزمان

اذ لا یتناقض اذا اختلف الزمان کقولنا زید نائم ای لیلاً و زید لیس بنائم ای نہار السادسۃ وحدۃ المکان لعدم التناقض عند اختلاف المکان کقولنا زید جالس ای فی الدار و زید لیس بجالس ای فی السوق السابعۃ وحدۃ الاضافۃ فانہ اذا اختلف الاضافۃ لم یتحقق التناقض کقولنا زید اب ای لعمرو و زید لیس باب ای لبکر الثامنۃ وحدۃ القوۃ والفعل فان النسبۃ اذا کانت فی احدی القضیتین بالفعل وفی الاخری بالقوۃ لم تتناقضا کقولنا الخمر فی الدن مسکر ای بالقوۃ والخمر فی الدن لیس بمسکر ای بالفعل فھٰذہ ثمانیۃ شروط ذکرھا القدماء لتحقق التناقض ۔

ترجمہ :- دو ایسے قضایا جو ایجاب و سلب میں مختلف ہوں دونوں یا مخصوصہ ہوں گے یا محصورہ ہوں گے ۔ کیونکہ مہملہ کے دونوں قضایا محصورات کے جزئیات کے تحت داخل ہیں حقیقت میں پس اگر دونوں قضایا مخصوصہ ہوں تو ان دونوں کے درمیان تناقض نہیں متحقق ہوگا ۔ لیکن آنے والی آٹھ شرطوں کے ساتھ ۔ (۱) وحدۃ الموضوع ۔ کیونکہ اگر دونوں قضایا کا موضوع مختلف ہو تو دونوں قضایا متناقض نہ ہوں گے ۔ کیونکہ دونوں کا صدق ، دونوں کا کذب دونوں جائز ہیں ۔ جیسے ہمارا قول زید قائم وعمرو لیس بقائم ۔ (دونوں قضایا میں موضوع بدلا ہوا ہے) دوسری شرط محمول کا واحد ہونا ۔ (وحدۃ المحمول) کیونکہ محمول کے مختلف ہونے کے وقت تناقض نہ ہوگا ۔ جیسے ہمارا قول زید قائم ۔ زید لیس بضاحک ۔ تیسری شرط وحدت شرط ۔ دونوں قضایا میں شرط متحد ہو ۔ کیونکہ شرط مختلف ہونے کے وقت تناقض متحقق نہیں ہوتا ۔ جیسے ہمارا قول الجسم مفرق للبصر ۔ یعنی اس شرط کے ساتھ کہ وہ ابیض ہو ۔ اور الجسم لیس مفرق للبصر ۔ یعنی اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسود ہو ۔ چوتھی شرط وحدت الکل اور وحدۃ الجزء ہے ۔ کیونکہ جب جزء اور کل مختلف ہوں ۔ دونوں قضایا متناقض نہ ہوں گے ۔ جیسے ہمارا قول الزنجی اسود یعنی اس کا بعض ۔ اور الزنجی لیس باسود یعنی اس کا کل ۔ اور پانچویں شرط ۔ وحدتِ زمان ہے ۔ اس لئے کہ جب دونوں قضایا کا زمانہ مختلف ہو تو دونوں میں تناقض نہ ہوگا ۔ جیسے ہمارا قول زیدٌ نائمٌ یعنی رات کے وقت میں اور زید لیس بنائم یعنی دن میں ۔ اور چھٹی شرط وحدت مکان ہے ۔ کیونکہ مکان کے مختلف ہونے کے وقت دونوں قضایا میں تناقض نہ ہوگا ۔ جیسے ہمارا قول زید جالس یعنی گھر میں اور زید لیس بجالس یعنی بازار میں ۔ اور ساتویں شرط وحدت اضافت ہے ۔ کیونکہ جب دونوں قضایا کی اضافت (پائی جانے والی نسبت) متحد نہ ہو تو تناقض نہ پایا جائے گا ۔ جیسے زید ابٌ یعنی عمرو کا ۔ اور زید لیس باب یعنی بکر کا ۔ اور آٹھویں شرط قوت وفعل کا واحد ہونا ۔ اس لئے کہ نسبت جب دونوں قضیوں میں سے ایک میں بالفعل ہو اور دوسرے

ہیں بالقوۃ ہو۔ تو دونوں متناقض نہ ہوں گے۔ جیسے ہمارا قول الخمر فی الدن مسکر یعنی بالقوۃ اور الخمر فی الدن لیس بمسکر یعنی بالفعل۔ پس یہ آٹھ شرطیں ہیں۔ قدیم مناطقہ نے ان کو ذکر فرمایا ہے تناقض کے متحقق ہونے کے لیے۔

تشریح :۔

قولہ القضیتان المختلفتان بالایجاب والسلب۔ دو قضایا جو ایجاب و سلب میں مختلف ہوں یا وہ مخصوصہ ہوں گے۔ یا محصورہ ہوں گے۔ کیونکہ مہملہ تو جزئیہ کے حکم میں ہے۔

قولہ فان کانتا مخصوصتین۔ پس اگر دونوں قضایا مخصوصہ ہوں تو تناقض پائے جانے کے لیے آٹھ شرطیں ہیں۔

اول۔ وحدۃ الموضوع :۔ کیونکہ اگر دونوں قضیوں کا موضوع الگ الگ ہو تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے زید قائم۔ عمرو لیس بقائم۔ دونوں کا موضوع بدلا ہوا ہے۔

دوم :۔ وحدۃ محمول۔ دونوں قضایا کا محمول ایک ہو۔ کیونکہ اگر محمول دو ہوں تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے زید قائم۔ زید لیس بضاحک۔ دونوں میں محمول بدلے ہوئے ہیں۔ ایک میں قائم ہے دوسرے میں ضاحک محمول ہے۔

سوم :۔ وحدۃ شرط! دونوں قضایا میں شرط بھی ایک ہی ہو۔ کیونکہ شرط کے بدلنے سے حکم بدل جائے گا۔ اور تناقض واقع نہ ہوگا۔ جیسے الجسم مفرق للبصر۔ (جسم نگاہ کو چکا دینے والا ہے۔) یعنی جبکہ وہ ابیض ہو۔ اور الجسم لیس بمفرق للبصر۔ جسم نگاہ کو چکانے والا نہیں ہے یعنی جبکہ وہ سیاہ ہو دونوں میں شرط بدلی ہوئی ہے۔

چہارم :۔ جزو کل دونوں میں متحد ہو۔ کیونکہ جب دونوں قضایا میں جزو اور کل کا فرق ہوگا تو تناقض نہ پایا جائے گا۔ جیسے الزنجی اسود ای بعضہ، حبشی سیاہ ہوتا ہے یعنی اس کا بعض حصہ۔ اور الزنجی لیس باسود ای بعضہ، حبشی سیاہ نہیں ہوتا یعنی اس کا بعض حصہ (دونوں میں جزو کل کا فرق ہے)

پانچویں شرط :۔ زمان کا واحد ہونا۔ کیونکہ دونوں قضایا میں اگر زمانہ مختلف ہو تو تناقض نہ ہوگا۔ جیسے زید نائم یعنی رات میں۔ اور زید لیس بنائم یعنی دن میں۔ اور چھٹی شرط وحدت مکان ہے۔ دونوں قضایا کا مکان وقوع ایک ہو جیسے زید جالس یعنی فی الدار۔ اور زید لیس بجالس ای فی السوق۔

اور ساتویں شرط وحدت اضافت ہے۔ دونوں قضیوں میں حکم کی جو نسبت ذکر کی گئی ہے وہ ایک ہی ہو۔ ورنہ اضافت کے بدلنے سے تناقض نہ پایا جائے گا۔ جیسے زید اب یعنی عمر کا۔ اور زید لیس باب یعنی بکر کا۔

اور آٹھویں شرط وحدت قوۃ وفعل بھی ہے۔ دونوں قضایا میں حکم بالفعل ہو یا دونوں میں بالقوہ ہو۔ اگر ایک میں بالفعل اور دوسرے میں حکم بالقوہ ہو تو تناقض متحقق نہ ہوگا۔ جیسے الخمر مسکر فی الدن یعنی بالقوۃ۔ اور الخمر لیس بمسکر فی الدن یعنی بالفعل۔
قدماء نے تناقض کے پائے جانے کیلئے یہی آٹھ شرطیں بیان کی ہیں۔

وردها المتأخرون الی وحدتین وحدة الموضوع ووحدة المحمول فان وحدة الموضوع یندرج فیها وحدة الشرط ووحدة الکل والجزء اما اندراج وحدة الشرط فلان الموضوع فی قولنا الجسم مفرق للبصر هو الجسم لا مطلقا بل بشرط کونه ابیض والموضوع فی قولنا الجسم لیس بمفرق للبصر هو الجسم بشرط کونه اسود فاختلاف الشرط یستتبع اختلاف الموضوع فلو اتحد الموضوع اتحد الشرط اما اندراج وحدة الکل والجزء فلان الموضوع فی قولنا الزنجی اسود بعض الزنجی وفی قولنا الزنجی لیس باسود کل الزنجی وهما مختلفتان ووحدة المحمول یندرج فیها الوحدات الباقیة اما اندراج وحدة الزمان فلان المحمول فی قولنا زید نائم النائم لیلا وفی قولنا زید لیس بنائم النائم نهارا فاختلاف الزمان یستدعی اختلاف المحمول واما اندراج وحدة المکان والاضافة والقوة والفعل فعلی ذالک القیاس۔

ترجمہ:- اور متاخرین (مناطقہ نے) اس کو دو وحدتوں کی طرف رد کیا ہے وحدۃ موضوع، وحدۃ محمول۔ اس لئے کہ وحدت موضوع میں وحدتِ شرط وحدت جزو کل داخل ہیں۔ بہر حال وحدتِ شرط کا مندرج ہونا اس لئے کہ موضوع ہمارے قول الجسم مفرق للبصر میں وہ جسم ہے نہ کہ مطلقاً۔ بلکہ اس شرط کے ساتھ کہ وہ ابیض ہو۔ اور موضوع ہمارے قول الجسم لیس بمفرق للبصر میں وہ جسم ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسود ہو۔ پس شرط کا اختلاف اختلاف موضوع کے تابع ہے۔ پس اگر موضوع متحد ہوا تو شرط بھی متحد ہوگی۔ اور بہر حال جزو وکل کا مندرج ہونا۔ کیونکہ موضوع ہمارے قول الزنجی اسود میں بعض الزنجی ہے۔ اور ہمارے قول الزنجی لیس باسود میں کل زنجی ہے۔ اور یہ دونوں جزو وکل میں مختلف ہیں۔ اور شرط وحدۃ المحمول اس میں باقی وحدتیں داخل ہیں۔ بہر حال وحدت زمان کا اس کے تحت داخل ہونا تو اس لئے کہ محمول ہمارے قول زید نائم النائم لیلاً لیس بنائم میں النائم نہاراً ہے۔ لہٰذا زمانہ کا مختلف ہونا محمول کے مختلف ہونے کا مقتضی ہے۔

اور بہرحال وحدتِ مکان اور وحدتِ اضافت، وحدت قوت وفعل تو وہ بھی اسی طرح محمول کے تحت داخل ہیں۔

تشریح :۔ قولہ وردھا المتأخرون۔ ابھی شارح نے تناقض کے پائے جانے کی آٹھ شرطیں مع مثال اور ان کے دلائل کے بیان کی ہیں۔ مگر یہ کہا تھا کہ یہ شرائط قدماء کے نزدیک معتبر ہیں اب اس جگہ اس کی تردید کرتے ہیں۔ فرمایا ان آٹھ شرطوں کو متاخرین نے تسلیم نہیں کیا بلکہ ان آٹھ شرطوں کو صرف دو شرطوں میں مرکوز کر دیا ہے۔ یعنی وحدت موضوع اور وحدۃ محمول ہی صرف تناقض کے پائے جانے کے لئے کافی ہے۔

قولہ فان وحدۃ الموضوع یندرج فیھا وحدۃ الشرط۔ اور پھر باقی شرائط میں سے بعض کو وحدت موضوع کے تحت اور بعض کو وحدت محمول کے تحت داخل کر دیا ہے۔ فرمایا وحدۃ شرط وحدۃ جزء وکل وحدۃ موضوع کے تحت داخل ہیں۔ وحدۃ شرط کے داخل ہونے کی مثال الجسم مفرق للبصر میں موضوع مطلق جسم نہیں ہے۔ بلکہ مشروط ہے۔ اور وہ الجسم الابیض ہے۔ اسی طرح الجسم لیس بمفرق للبصر میں موضوع الجسم الاسود ہے۔ یعنی دونوں میں جسم مشروط ہے۔

قولہ واما اندراج وحدۃ الجزء والکل :۔ وحدتِ کل ودحدتِ جز کا موضوع کے تحت داخل ہونا اس کی مثال الزنجی اسود میں الزنجی سے بعض مراد ہے۔ اور الزنجی لیس باسود میں الزنجی سے کل مراد ہے۔

قولہ ووحدۃ المحمول :۔ اسی طرح دوسری شرط یعنی وحدتِ محمول کے تحت باقی شرطیں داخل ہیں۔ وحدۃ زمان کے داخل ہونے کی مثال زید نائم میں نائم لیلاً (رات میں سونے والا مراد ہے) اور زید لیس بنائم ای فی النہار (زید سونے والا نہیں ہے یعنی رات کے اوقات میں۔)

قولہ واما اندراج وحدۃ المکان :۔ محمول کے تحت وحدتِ مکان، وحدتِ قوت وفعل بھی داخل ہیں۔ تو شارح کی بیان کردہ مثالوں سے آپ خود سمجھ لیجئے۔

وردھا الفارابی الی وحدۃ واحدۃ وھی وحدۃ النسبۃ الحکمیۃ حتی یکون السلب وارداً علی النسبۃ التی ورد علیھا الایجاب وعند ذالک یتحقق التناقض جزماً وانما کانت مردودۃ الی تلک الوحدۃ لانہ اذا اختلف شیء من الامور الثمانیۃ اختلف النسبۃ ضرورۃ ان نسبۃ المحمول الی احد الامرین مغایرۃ لنسبتہ الی الآخر ونسبۃ احد الامرین الی شیء مغایرۃ لنسبۃ الآخر الیہ ونسبۃ احد الامرین الی الآخر بشرط مغایرۃ لنسبۃ الیہ بشرط آخر وعلی ھذا فمتی اتحدت النسبۃ اتحد الکل

ترجمہ :۔ اور اس کو فارابی نے رد کیا ہے ایک وحدت کی طرف اور وہ وحدت نسبت حکمیہ ہے (دونوں قضایا میں جو نسبت پائی جاتی ہے وہ ایک ہی ہو. دو نہ ہوں) تاکہ سلب نسبت پر وارد ہو کہ جس پر ایجاب وارد ہوا ہے. اور اس کے پائے جانے کے وقت تناقض یقینی طور پر متحقق ہو جائیگا. اور بے شک ان وحدات کو صرف ایک وحدت کی طرف لوٹایا گیا ہے. کیونکہ جب ان امور ثمانیہ (یعنی آٹھوں شرطوں یا آٹھوں وحدتوں میں سے) کوئی بھی وحدت مختلف ہوگی. تو لامحالہ نسبت بدل جائے گی. کیونکہ یہ بدیہی ہے کہ محمول کی نسبت دو امور میں سے ایک کی طرف مغایر ہوتی ہے اُس نسبت کے جو اس کے غیر کی طرف کی گئی ہو. اسی طرح دو امروں میں سے ایک امر کی نسبت ایک شرط کے ساتھ مغایر ہے اس امر کی اس نسبت کے جو دوسری شرط کے ساتھ اس کی طرف کی گئی ہے اور اسی طرح دوسری وحدات کو قیاس کر لیجئے پس جب نسبت متحد ہوگی تو تمام امور متحد ہو جائیں گے۔

تشریح :۔ جمہور نے تناقض متحقق ہونے کی آٹھ وحدتیں بیان کی ہیں. مگر متاخرین نے ان میں سے دو کا انتخاب کیا ہے. اور کہا کہ بقیہ وحدتیں ان دونوں میں داخل ہیں. اول وحدت موضوع، دوسر وحدت محمول. پھر وحدت موضوع کے تحت وحدت شرط، وحدت جزء وکل کو داخل کیا اور وحدت محمول کے تحت وحدت زمانی، وحدت مکان اور قوت وفعل کو داخل کیا. مگر فارابی نے ان دو کے بجائے وحدت نسبت کو اصل قرار دیا. اور کہا بقیہ وحدات سب اسی کے تحت داخل ہیں. چنانچہ فرمایا :۔
وردها فارابي الى وحدة واحدة :۔ اور فارابی نے ان وحدات ثمانیہ کو صرف ایک وحدت کی طرف لوٹایا ہے. اور وہ وحدات نسبت حکمیہ ہے. یہانتک کہ سلب اسی نسبت پر وارد ہوتا ہے کہ جس پر ایجاب وارد ہوا ہے اور کہا :۔

قوله وعند ذالك يتحقق التناقض جزما :۔ اس وقت (یعنی اتحاد نسبت حکمیہ) کے پائے جانے کی صورت میں تناقض یقیناً پایا جاتا ہے. دلیل اس کی یہ ہے کہ قوله لانه اذا اختلف شئ من الامور الثمانية :۔ کیونکہ جب ان وحدات ثمانیہ میں سے کوئی مختلف ہوگا تو نسبت ضرور مختلف ہو جائے گی. دلیل اس کی یہ ہے کہ قوله ضرورة ان نسبة المحمول الى احد الامرين :۔ کیونکہ محمول کی نسبت دو امور میں سے ایک کی جانب مغایر ہوتی اس نسبت کے جو دوسرے مغایر کی جانب ہوتی ہے. اور احد الامرین کی نسبت کسی ایسی شئی کی جانب جو نسبت میں اس شئی کے مغایر ہو مغایر ہوتی ہے. صرف شرط یہ ہے کہ نسبت میں مغایرت ہونا چاہیئے. لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ قوله وعلى هذا فمتى اتحدت النسبة اتحد الكل :۔ لہٰذا پس جب نسبت متحد ہوگی تو کل (یعنی وحدات ثمانیہ) متحد ہوں گی. (یعنی آٹھوں وحدتیں جمع ہو جائیں گی)

وان كانت القضيتان محصورتين فلا بد مع ذالك اى مع اتحادهما فى الامور الثمانية من اختلافهما فى الكم اى فى الكلية والجزئية فانهما لو كانتا كليتين او جزئيتين لم تتناقضا لجواز كذب الكليتين وصدق الجزئيتين فى كل مادة يكون الموضوع فيها اعم من المحمول كقولنا كل حيوان انسان ولا شئ من الحيوان بانسان فانهما كاذبتان وكقولنا بعض الحيوان انسان وبعض الحيوان ليس بانسان فانهما صادقتان فان قلت الجزئيتان انما تتصادقان لاختلاف الموضوع لا لاتحاد الكمية فان البعض المحكوم عليه بالانسانية غير البعض المحكوم عليه بسلب الانسانية فنقول النظر فى جميع الاحكام انما هو الى المفهوم القضية ولما لوحظ مفهوم الجزئيتين وهو الايجاب لبعض الافراد والسلب عن البعض لم تتناقضا واما تعيين الموضوع فامر خارج عن المفهوم ۔

ترجمہ: اور اگر دو قضایا محصورہ ہوں تو اس کے ساتھ ساتھ یعنی دونوں قضایا امور ثمانیہ میں متحد ہونے کے ساتھ دونوں قضیوں کا کمیت میں مختلف ہونا ضروری ہے۔ یعنی کلیت اور جزئیت میں۔ کیونکہ دونوں اگر کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں تو دونوں متناقض نہ ہوں گے۔ کیونکہ دونوں کلیوں کا کاذب ہونا اور دونوں جزئیہ کا صادق ہونا جائز ہے۔ ممکن ہے ہر اس مادہ میں کہ جس میں محمول کے مقابلے میں موضوع اعم ہو۔ جیسے ہمارا قول کل حیوان انسان ولاشئی من الحیوان بانسان۔ کیونکہ یہ دونوں مثالیں کاذب ہیں۔ اور ہمارا قول بعض الحیوان انسان اور بعض الحیوان لیس بانسان دونوں صادق ہیں۔

تشریح: قولہ وان كانت القضيتان محصورتين: شارح رح یہاں سے تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں قضایا محصورہ ہوں تو دونوں قضیوں میں وحدات ثمانیہ میں اتحاد کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کمیت میں دونوں قضیے مختلف ہوں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ قولہ فانهما لو كانتا كليتين۔ کیونکہ فرض کرو اگر کمیت میں دونوں متحد ہوں مثلاً دونوں کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں تو تناقض واقع نہ ہوگا۔ کیونکہ جائز ہے کہ دونوں کلیہ کاذب ہوں۔ یا دونوں جزئیہ صادق ہوں اور یہ اس مثال میں پایا جائے گا کہ جب موضوع اعم اور محمول خاص ہو۔ جیسے کل حیوان انسان اور لاشئی من الحیوان بانسان دونوں کاذب ہیں۔ اور بعض الحیوان انسان اور بعض الحیوان لیس بانسان دونوں صادق ہیں۔

وان كانت القضيتان محصورتين فلا بد مع ذالك اى مع اتحادهما فى الامور الثمانية من اختلافهما فى الكم اى فى الكلية والجزئية فانهما لو كانتا كليتين او جزئيتين لم تتناقضا لجواز كذب الكليتين وصدق الجزئيتين فى كل مادة يكون الموضوع فيها اعم من المحمول

كقولنا كل حيوان انسان و لا شئ من الحيوان بانسان فانهما كاذبتان وكقولنا بعض الحيوان انسان وبعض الحيوان ليس بانسان فانهما صادقتان فان قلت الجزئيتان انما تتصادقان لاختلاف الموضوع لا لاتحاد الكمية فان البعض المحكوم عليه بالانسانية غير البعض المحكوم عليه بسبب الانسانية فنقول النظر في جميع الاحكام انما هو الى مفهوم القضية ولما لوحظ مفهوم الجزئيتين وهو الايجاب لبعض الافراد والسلب عن البعض لم تتناقضا واما تعيين الموضوع فامر خارج عن المفهوم۔

ترجمہ:۔ پس اگر تو اعتراض کرے کہ مذکورہ دونوں جزئیہ صادق ہیں موضوع کے مختلف ہونے کی وجہ سے نہ کہ کمیت کے اتحاد کی وجہ سے۔ اس لئے کہ مثال میں بعض انسان محکوم علیہ بالانسانیت غیر اس بعض حیوان کا کہ جو محکوم علیہ سلب انسانیت کا ہے۔ یعنی ایک مثال میں بعض حیوان کو محکوم علیہ بنایا اور انسان کو اس کے ثابت کیا گیا ہے۔ دوسری مثال میں بعض الحیوان کو محکوم علیہ بنایا اور انسانیت کو اس سے سلب کیا گیا ہے۔ دونوں ایکدوسرے کے غیر ہیں۔

فنقول النظر:۔ تو ہم جواب دیں گے کہ ہماری نظر جمیع احکام میں ہے اور مفہوم قضیہ ہے اور جب دونوں جزئیہ کے مفہوم میں اس کا لحاظ کیا جائے کہ اس میں بعض افراد کا ایجاب ہے۔ اور بعض دوسرے افراد کا سلب ہے۔ تو دونوں ایک دوسرے سے تناقض نہیں۔ اور بہرحال موضوع کو متعین کرنا (کہ صادق آنے کی وجہ ان دونوں قضایا میں صرف موضوع کا مغایر ہونا ہے۔) تو یہ بات مفہوم سے خارج ہے۔

تشریح:۔ اعتراض۔ سابق میں شارح نے کہا تھا کہ ممکن ہے دو کلیہ کاذب اور دو جزئیہ صادق ہو جائے۔ اس لئے کمیت میں اختلاف بھی ضروری ہے۔ فان قلت سے اس پر ایک اعتراض نقل کرتے ہیں۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ دونوں جزئیہ کا صدق دونوں قضیوں کے موضوع کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ کمیت کے متحد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

قولہ فنقول الخ:۔ سے اس اعتراض کو دفع کیا۔ کہ قضیہ کے مفہوم کی جانب نظر ہے۔ اور جب دونوں قضایا کے مفہوموں کی طرف نظر کی جائے کہ بعض افراد کا ایجاب اور بعض دوسرے افراد کا سلب ہے تو تناقض واقع نہ ہوگا۔ لیکن جہاں تک تناقض واقع نہ ہونے کو صرف موضوع کو متعین کر دینا تو یہ مفہوم سے خارج ہے۔

فان قلت اليس اعتبروا وحدة الموضوع فما الحاجة الى اعتبار شرط آخر

فی المحصورات قلت المراد بالموضوع الموضوع فی الذکر لاذات الموضوع والالم یکن بین الکلیۃ والجزئیۃ تناقض فان ذات الموضوع فی الکلیۃ جمیع الافراد وفی الجزئیۃ بعضها وهما مختلفان هذا کلہ اذا لم یکن القضیتان موجہتین واما اذا کانتا موجہتین فلابد مع تلک الشرائط من شرط اٰخر فی الکل ای فی المخصوصات والمحصورات وهو الاختلاف فی الجهۃ لانهما لو اتحدتا فی الجهۃ لم تتناقضا لکذب الضروریتین فی مادۃ الامکان کقولنا کل انسان کاتب بالضرورۃ ولاشئ من الانسان بکاتب ای بالضرورۃ فانهما یکذبان لان ایجاب الکتابۃ لشئ من افراد الانسان لیس بضروری ولا سلبها عنہ وصدق الممکنتین فیهما کقولنا کل انسان کاتب بالامکان ولیس کل انسان کاتبا بالامکان فقد بان ان اختلاف الجهۃ لابد منہ فی الموجہات ۔

ترجمہ: پس اگر تو اعتراض کرے کہ کیا مناطقہ نے وحدۃ موضوع کا اعتبار نہیں کیا ۔ اگر کیا ہے تو پھر محصورات میں دوسری شرائط کے اعتبار کرنے کی کیا حاجت ہے ۔ قلت المراد بالموضوع میں جواب دوں گا کہ موضوع سے مراد ذکری موضوع ہے نہ کہ ذات موضوع ۔ ورنہ پس کلیہ اور جزئیہ میں تناقض باقی نہ رہے گا اس وجہ سے کہ ذات موضوع کلیہ میں جمیع افراد ہوتے ہیں اور جزئیہ میں بعض افراد ہوتے ہیں اور یہ دونوں مختلف ہیں ۔

ھذا کلہ: یہ بیان تناقض اس وقت ہے کہ جب دونوں قضایا موجہات میں سے نہ ہوں بہرحال جب دونوں قضیے موجہات میں سے ہوں گے تو مذکورہ شرائط کے ساتھ تمام میں ایک دوسری شرط کا پایا جانا ضروری ہے یعنی مخصوصات ، محصورات تمام میں اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ ہے جہت میں دونوں قضایا کا مختلف ہونا ۔ کیونکہ اگر دونوں قضیے جہت میں متحد ہوں گے ، تو دونوں متناقض نہ ہوں گے ۔ کیونکہ امکان کے مادہ میں دونوں ضروریہ کاذب ہوں گے ۔ جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالضرورۃ ولاشئ من الانسان بکاتب بالضرورۃ ۔ یہ دونوں قضیے کاذب ہیں کیونکہ کتابت کا وجوب انسان کے کسی فرد کے لئے بھی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی کتابت کا سلب اس سے ضروری ہے ۔ اور اس میں دونوں ممکنہ صادق ہوں گے ۔ جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالامکان ۔ اور لیس کل انسان کاتبا بالامکان ۔ پس تحقیق واضح ہو گیا جہت میں دونوں کا مختلف ہونا موجہات کے تناقض میں ضروری ہے ۔

تشریح: قولہ فان قلت الیس اعتبروا وحدۃ الموضوع اعتراض یہ ہے کہ جب

محصورات میں وحدتِ موضوع کا اعتبار تناقض کے متحقق ہونے کے لیے ذکر لیا گیا ہے تو پھر محصورات میں دیگر شرائط کے اعتبار کرنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ تمام شرطیں خود بخود داخل ہو جائیں گی۔

قلت المراد بالموضوع :۔ شارح نے مذکورہ اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ موضوع درحقیقت دو ہیں۔ اول ذات موضوع دوم وہ لفظ جو موضوع کی جگہ واقع ہو۔ یہاں موضوع سے مراد وہ ہے جو لفظوں میں مذکور ہو۔ ذات موضوع مراد نہیں ہے۔ اور اگر ذات موضوع مراد لیا جائے گا تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ قولہ والالم یکن بین الکلیۃ والجزئیۃ تناقض :۔ تو محصورات کے کلیہ اور جزئیہ کے درمیان کوئی تناقض باقی نہ رہے گا۔ کیونکہ کلیہ میں ذات موضوع جمیع افراد ہوتے ہیں اور جزئیہ میں بعض افراد ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں مختلف ہیں۔ یہ بیان تناقض محصورات سے ہے اور اگر قضایا موجہہ ہوں تو

قولہ واما اذا کانا موجهتین :۔ بہرحال جب دونوں قضایا موجہات میں سے ہوں تو تناقض کے پائے جانے کے لیے ان مذکورہ شرطوں کے ساتھ ساتھ ایک شرط مزید ضروری ہے۔ اور وہ ہے دونوں قضیوں کا جہت میں مختلف ہونا۔

قولہ لانها لو اتحد فی الجهة :۔ کیونکہ اگر دونوں قضایا جہت میں متحد ہوں گے تو تناقض واقع نہ ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ قولہ لکذب الضروریتین :۔ اس لیے کہ دو ضروریہ امکان والی مثال میں کاذب ہو جاتے ہیں۔ جیسے کل انسان کاتب بالضرورۃ اور ولاشئ من الانسان بکاتب بالضرورۃ۔ یہ دونوں کاذب ہیں۔ کیونکہ کتابت کا ثبوت انسان کے لیے کسی فرد کے لیے ضروری نہیں ہے۔ نہ ہی کتابت کا سلب کسی فرد سے ضروری ہے۔

قولہ وصدق الممکنتین :۔ دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ اسمیں دونوں ممکنہ صادق ہوں گے جیسے کل انسان کاتب بالامکان اور ولیس کل انسان بکاتب بالامکان۔ اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ موجہات کے تناقض میں دونوں قضایا کا جہت میں بھی مختلف ہونا ضروری ہے۔

قال فنقیض الضروریۃ المطلقۃ الممکنۃ العامۃ لان سلب الضرورۃ مع الضرورۃ مما یتناقضان جزمًا ونقیض الدائمۃ المطلقۃ المطلقۃ العامۃ لان السلب فی کل الاوقات ینافیہ الایجاب فی البعض وبالعکس ونقیض المشروطۃ العامۃ الحینیۃ الممکنۃ اعنی التی حکم فیها برفع الضرورۃ بحسب الوصف عن الجانب المخالف کقولنا کل من بہ ذات الجنب یمکن ان یسعل فی بعض اوقات کونہ مجنوبا ونقیض العرفیۃ العامۃ الحینیۃ المطلقۃ اعنی التی حکم فیها بثبوت المحمول للموضوع او سلبہ عنہ فی بعض احیان وصف الموضوع ومثالها مامرا۔

ترجمہ :۔ ماتن نے فرمایا :۔ پس مطلقہ عامہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔ اس لئے کہ ضرورت کا سلب ضرورت کے ساتھ ان چیزوں میں سے ہے کہ جو دونوں یقیناً متناقض ہیں۔ اس لئے کہ کل اوقات میں سلب اس کے منافی ہے۔ بعض اوقات میں سلب اور اس کا عکس بھی ہے۔ (بعض اوقات میں ایجاب کے منافی ہے۔ کل اوقات میں سلب اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے۔ یعنی جس جانب مخالف سے باعتبار وصف کے ضرورت کے رفع کا حکم کیا گیا ہو: (یعنی محمول سے ضرورت کا سلب باعتبار وصف کے ہے۔ اور جانب مخالف یہ ہے)، جیسے ہمارا قول کل من بہ ذات الجنب یمکن ان یسعل فی بعض اوقات کونہ مجنوناً۔ اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے۔ یعنی جس میں محمول کے ثبوت کا موضوع کے لئے حکم کیا گیا ہو۔ یا سلب کیا گیا ہو موضوع کے اوصاف کے بعض اوقات میں۔ اور اس کی مثال وہ ہے جو گذر چکی ہے۔

تشریح :۔ ماتن نے اس مقالہ میں موجبہ کی نقیض کا بیان شروع کیا ہے۔ چند اقسام کی نقیض اس قال کے زیر عنوان مذکور ہیں۔ فرمایا :۔

قولہ فنقیض الضروریۃ الخ :۔ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔ اس لئے کہ ایک میں ضرورت کا سلب ہوتا ہے اور دوسری میں حکم ضروری ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک دوسری کے نقیض ہیں۔

قولہ ونقیض الدائمۃ المطلقۃ :۔ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے کیونکہ کل اوقات میں حکم کا سلب اس کی نقیض ہے بعض اوقات میں حکم کا سلب کرنا۔ اسی طرح اس کا عکس بھی ہے۔

قولہ ونقیض المشروطۃ العامۃ :۔ اسی طرح مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے۔ یعنی جس پر حکم کے ضروری ہونے کا رفع کیا جائے۔ باعتبار وصف کے جانب مخالف سے۔

قولہ ونقیض العرفیۃ العامۃ :۔ اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے۔ یعنی جس میں محمول کے ثبوت یا سلب کا حکم کیا گیا ہو موضوع کے لئے موضوع کے اوصاف میں سے بعض اوقات میں (اس اجمال کی تفصیل شارح کے قول میں ملاحظہ کیجئے)۔

اقول اعلم ان اولاً ان نقیض کل شئ رفعہ وھذا القدر کان فی اخذ النقیض لقضیۃ قضیۃ حتی ان کل قضیۃ یکون نقیضھا رفع تلک القضیۃ فاذا قلنا کل انسان حیوان بالضرورۃ فنقیضھا انہ لیس کذالک وکذلک فی سائر القضایا لکن اذا رفع القضیۃ فربما یکون نفس رفعھا قضیۃ لھا مفھوم محصل معین عند العقل من القضایا المعتبرۃ وربما لم یکن رفعھا قضیۃ لھا مفھوم محصل عند العقل من القضایا بل یکون لرفعھا لازم مساو لہ مفھوم محصل عند العقل فاخذ ذالک اللازم المساوی فاطلق اسم النقیض علیہ تجوزاً لنحصل لنقائض القضایا مفھومات محصلۃ عند العقل

وَانما حصلت تلک المفهومات ولم یکتف بالقدر الاجمالی فی اخذ النقیض لیسہل استعمالہا فی الاحکام۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں :- پہلے تم یہ سمجھ لو کہ ہر شئ کی نقیض اس شئ کے رفع کو کہتے ہیں (یعنی شئ کی نقیض رفع شئ یعنی شئ کی لاشئ، انسان کی لا انسان وغیرہ) اور یہ مقدار نقیض کے بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایک قضیہ کی نقیض دوسرے قضیہ سے (یعنی نقیض کل شئ رفعہ کی تعریف، قضیہ کی نقیض کے معنی بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے زائد وضاحت کی ضرورت نہیں ہے) قولہ حتیٰ ان کل قضیۃ :- یہاں تک کہ بیشک ہر قضیہ کی نقیض اس قضیہ کا رفع ہوگا۔ پس جب ہم نے کہا کل انسان حیوان بالضرورۃ :- تو اس کی نقیض یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اور یہی حال دوسرے تمام قضایا کا ہے۔ لیکن جب قضیہ کا رفع کیا جائے گا تو بسا اوقات اس کا رفع ایسا قضیہ ہوگا جس کا مفہوم موافق ایسا ہوگا جو عقل کے نزدیک متیقن ہوگا۔ اور ان قضایا میں سے جو معتبر ہیں۔ اور بسا اوقات اس کا رفع ایسا قضیہ نہ ہوگا کہ جس کا مفہوم عند العقل متیقن ہو قضایا میں سے۔ بلکہ اس کا رفع قضیہ کا لازم مساوی ہوگا۔ اور اس لازم مساوی کا مفہوم عقل کے نزدیک موجود ہوگا۔ پس اس لازم مساوی کو اس کی نقیض کے لئے اختیار کرلیا گیا۔ اور نقیض کا اس پر اطلاق کر دیا گیا مجازاً۔ پس قضایا کی نقیضوں کیلئے ایسے مفہومات حاصل ہوگئے جو عقل کے نزدیک مسلّم اور موجود ہیں۔ اور ان مفہوم کو حاصل کیا گیا اور اجمالی مقدار پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ نقیض کے بیان کرنے کے لئے تاکہ ان کا استعمال کرنا احکام میں آسان ہو جائے۔

تشریح :- چونکہ نقیض کا بیان ایک مشکل اور الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ اس لئے قضایا کی نقائض کو بیان کرنے سے پہلے شارح نے بطور تمہید کچھ اصول بیان کئے اور سب سے پہلے نقیض کی اصطلاحی تعریف ذکر کی۔ فرمایا :-

قولہ اعلم اولاً :- سب سے پہلے آپ سمجھ لیجئے کہ ہر شئ کی نقیض اس کا رفع ہوتا ہے۔ اور نقیض کی اتنی مختصر تعریف بقول شارح قضیہ کی نقیض دوسرے قضیہ سے بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

قولہ ان کل قضیۃ :- یہاں تک کہ ہر وہ قضیہ کہ جس کی نقیض اس قضیہ کا رفع ہو۔ جب ہم نے کہا کل انسان حیوان بالضرورۃ :- تو اس قضیہ کی نقیض یہ ہے کہ انہ لیس کذالک، یعنی ایسا نہیں ہے۔ قولہ وکذالک فی سائر القضایا :- یہی طریقہ نقیض کا تمام قضایا میں ہوگا۔

قولہ لکن اذا رفع القضیۃ :- لیکن جب قضیہ کا رفع کیا جائے گا تو اسکے رفع کی متعدد صورتیں نکلیں گی۔ (۱) بسا اوقات اس قضیہ کا نفس رفع ایسا قضیہ ہوگا جس کا مفہوم متعین عند العقل اور موجود ہوگا۔

قولہ وربما لم یکن :- اور بسا اوقات اس قضیہ کی نقیض اس کا رفع نہ ایسا قضیہ ہوگا کہ جس کا

مفہوم عندالعقل موجود ہو۔ بلکہ اس قضیہ کا ایسا لازم مساوی ہوگا جو عندالعقل موجود ہوگا۔ تو اس کی نقیض کی جگہ اس لازم مساوی کو نقیض مان لیا گیا۔ اور مجازاً اس کو نقیض کہہ دیا گیا۔

قولہ وانما حصلت تلک المفہومات :- شارح فرماتے ہیں نقیض کیلئے ان مفہومات کو بھی لے لیا گیا ہے تاکہ ان کا استعمال احکام میں آسان ہو جائے۔

فالمراد بالنقیض فی هذا الفصل احد الامرین اما نفس النقیض او لازمه المساوی واذا عرفت هذا فنقول نقیض الضروریة المطلقة الممکنة العامة لان الامکان العام هو سلب الضرورة عن الجانب المخالف للحکم ولا خفاء فی ان اثبات الضرورة فی الجانب المخالف وسلبها فی ذالک الجانب مما یتناقضان فضرورة الایجاب نقیضها سلب ضرورة الایجاب وسلب ضرورة الایجاب هو بعینه امکان عام سالب وضرورة السلب نقیضها سلب ضرورة السلب وهو بعینه امکان عام موجب وکذالک امکان الایجاب نقیضه سلب امکان الایجاب ای سلب سلب الضرورة السلب الذی هو بعینه ضرورة السلب امکان السلب نقیضه سلب امکان السلب ای سلب سلب ضرورة الایجاب الذی هو بعینه ضرورة الایجاب۔

ترجمہ :- پس تفصیل سے مراد اس باب میں دو امور میں سے کوئی ایک ہے یا نفس نقیض ہے یا پھر اس کا لازم مساوی ہے۔ اور جب تم نے اس (اصول کو) پہچان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ :- ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔ اس لیے کہ امکان عام (یعنی ممکنہ عامہ) وہ ضرورت کا سلب ہے حکم کی جانب مخالف سے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جانب مخالف میں ضرورت کا اثبات اور اس کا سلب اس جانب میں دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ پس ایجاب کے ضروری ہونے کی نقیض ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب ہے۔ اور ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب وہ بعینہ امکان عام سالبہ ہے۔ اور سلب کا ضروری ہونا اس کی نقیض سلب کے ضروری ہونے کا سلب ہے اور وہ بعینہ امکان عام موجبہ ہے۔

قولہ وکذالک امکان الایجاب :- اسی طرح ایجاب کا ممکن ہونا اس کی نقیض ایجاب کے امکان کا سلب ہے۔ یعنی سلب کے ضروری ہونے کے سلب کا سلب ہے۔ اور وہ بعینہ سلب کا ضروری ہونا ہے۔

قولہ وامکان السلب :- اور سلب کا امکان اس کی نقیض سلب کے امکان کا سلب ہے۔ یعنی ایجاب کے ضروری ہونے کے سلب کا سلب ہے۔ اور یہ بعینہ ایجاب کا ضروری ہونا ہے۔

تشریح :- نقیض کی تعریف اور اس کا اصول بیان کرنے کے بعد شارح نے فرمایا :-

قولہ فالمراد بالنقیض :- کہ نقیض سے ہماری اصطلاحی مراد یہ ہے کہ نقیض کے باب میں دو باتیں ہیں اول نفس نقیض دوم اس کا لازم مراد ہی۔

قولہٗ واذا عرفت ھٰذا فنقول :- یہاں سے ترتیب وار نقیض کا بیان کیا ہے۔ فرمایا :- قولہ نقیض الضروریۃ المطلقۃ :- پس ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہوگی۔ کیونکہ ضروریہ مطلقہ میں حکم ضروری ہوتا ہے اور ممکنہ عامہ میں ضرورت کا سلب ہوتا ہے حکم کی جانب مخالف سے۔ اور ظاہر ہے کہ جانب مخالف سے ضرورت کا ثبوت اور ضرورت کا سلب دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

قولہ فضرورۃ الایجاب :- اس جگہ منطقی انداز پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ایجاب کا ضروری ہونا اس کی نقیض ہے ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب اور ایجاب کے ضروری ہونے کا سلب بعینہٖ امکان عام سالبہ ہے۔

قولہ وضرورۃ السلب :- اور سلب کا ضروری ہونا۔ اس کی نقیض سلب کے ضروری ہونے کا سلب ہے۔ اور یہ ممکنہ عامہ موجبہ ہے۔

قولہ وکذالک امکان الایجاب :- اسی طرح ایجاب کے امکان کی نقیض ایجاب کے امکان کا سلب ہے یعنی سلب کے ضروری ہونے کے سلب کا سلب ہے۔ اور یہ بعینہٖ سلب کا ضروری ہونا ہے۔ یعنی ضرورۃ السلب ہے۔

قولہ وامکان السلب :- اور سلب کا امکان اس کی نقیض سلب کے امکان کا سلب ہے۔ یعنی ایجاب کے ضروری ہونے کے سلب کا سلب ہے۔ اور یہ بعینہٖ ایجاب کا ضروری ہونا ہے۔ شارح نے دلیل سے بیان کیا کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے۔ غور سے ملاحظہ کیجیے۔

ونقیض الدائمۃ المطلقۃ المطلقۃ العامۃ لان السلب فی کل الاوقات ینافیہ الایجاب فی البعض وبالعکس ای الایجاب فی کل الاوقات ینافیہ السلب فی البعض ثم قال ینافیہ بخلاف ما قال فی الضروریۃ لان اطلاق الایجاب لا یناقض دوام السلب بل یلازم نقیضہ فان دوام السلب نقیضہ رفع دوام السلب ویلزمہ اطلاق الایجاب لانہ اذا لم یکن المعول دائم السلب لکان اما دائم الایجاب او ثابتا فی بعض الاوقات دون بعض وایا ما کان یتحقق اطلاق الایجاب وکذالک دوام الایجاب یناقضہ رفع دوام الایجاب واذا ارتفع دوام الایجاب فاما ان یدوم السلب او یتحقق السلب فی بعض الاوقات دون بعض وعلی کلا التقدیرین فاطلاق السلب لازم جزما وھکذا البیان فی ان نقیض المطلقۃ العامۃ الدائمۃ المطلقۃ فانہ اذا لم یکن الایجاب فی الجملۃ یلزم السلب دائما واذا لم یکن السلب فی الجملۃ یلزم الایجاب دائما۔

ترجمہ:۔ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اس لئے کہ کل اوقات میں سلب اسکے منافی ہے بعض اوقات میں ایجاب اور اس کا عکس بھی ہے۔ یعنی کل اوقات میں ایجاب اس کے منافی ہے بعض میں سلب اور اس جگہ ماتن نے ینافی کا لفظ کہا ہے۔ بخلاف اس کے جو اس نے ضرورہ یہ مطلقہ میں کہا تھا۔ (یعنی نقیض) اس لئے کہ مطلق ایجاب (جو کہ ضروریہ مطلقہ میں پایا جاتا ہے) دوام سلب کے مناقض نہیں ہے۔ (یعنی مطلق ایجاب کی نقیض دوام سلب نہیں ہے) بلکہ اس کی نقیض کا لازم ہے۔ کیونکہ دوام سلب کی نقیض دوام سلب کا رفع ہے۔ جس کے لئے مطلق ایجاب لازم ہے۔ کیونکہ جب محمول دائم السلب نہ ہو تو (اس کی دو صورتیں ہیں) یا دائم الایجاب ہوگا یا بعض اوقات میں ثابت ہوگا۔ اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہوگا۔ اور ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہو مطلق ایجاب بہرصورت متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح دوام ایجاب کی نقیض دوام ایجاب کا رفع ہے۔ اور جب دوام ایجاب رفع ہوگیا (تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں) یا سلب دائمی ہوگا یا سلب بعض اوقات میں متحقق ہوگا۔ اور بعض اوقات میں متحقق نہ ہوگا۔ اور ان دونوں ہی صورتوں میں سلب کا مطلق ہونا یقینا لازم ہے۔

قولہ وکذلک البیان:۔ جب ہم نے دائمہ مطلقہ میں اوپر ابھی بیان کیا ہے۔ بعینہ یہی بیان اس میں ہے کہ مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ مطلقہ آتی ہے۔ کیونکہ جب ایجاب فی الجملہ نہ ہوگا تو سلب دائماً لازم ہوگا۔ اور جب سلب فی الجملہ نہ ہوگا تو ایجاب دائمی ہوگا۔

تشریح:۔ شارح نے موجہات میں سے دائمہ مطلقہ کی نقیض اور اس کی دلیل منطقی تحریر کی ہے فرمایا:۔ قولہ نقیض الدائمۃ المطلقۃ:۔ اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کل اوقات میں حکم کا سلب اس کے منافی ہے۔ بعض اوقات میں حکم کا ایجاب

قولہ بخلاف ماقال فی الضروریۃ:۔ شارح نے ضروریہ مطلقہ کے بیان میں نقیض کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اور اس جگہ نقیض کے بجائے لفظ ینافی لائے ہیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایجاب کا مطلق ہونا اس کی نقیض دوام سلب نہیں آتی۔ دوام سلب تو ایجاب مطلق کی نقیض کا لازم ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ:۔ قولہ فان دوام السلب:۔ کیونکہ دوام سلب کی نقیض رفع دوام سلب ہے۔ اور اس کیلئے اور ایجاب مطلق اس کا لازم ہے۔ کیونکہ جب محمول دائم السلب نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یعنی اس کے دو معنی ہیں۔ اول دائم الایجاب ہو یا بعض اوقات میں ثابت ہو اور بعض اوقات میں ثابت نہ ہو۔ اور ان دونوں معانی میں سے جو معنی بھی آپ مراد لیں مطلق ایجاب بہرحال پایا جاتا ہے۔

قولہ وکذالک دوام الایجاب:۔ اسی طرح دوام ایجاب کی نقیض دوام ایجاب کا رفع ہے۔ اور جب دوام ایجاب مرتفع ہوگا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اول یا سلب دائمی ہوگا یا سلب بعض اوقات میں پایا جائے گا۔ اور بعض اوقات میں سلب نہ پایا جائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں سلب مطلق یقینی

طور پر ثابت ہے۔

قولہ ونھکذا البیان :۔ مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ مطلقہ آتی ہے۔ کیونکہ جب قضیہ میں ایجاب فی الجملہ نہ ہوگا تو سلب دائمی لازمی طور پر پایا جائے گا۔ اسی طرح جب سلب فی الجملہ نہ ہوگا تو ایجاب دائمی لازم ہوگا۔

ونقیض المشروطة العامة الحینیة الممکنة وھی التی یحکم فیھا بسلب الضرورة بحسب الوصف من الجانب المخالف کقولنا کل من به ذات الجنب یمکن ان یسعل فی بعض اوقات کونه مجنوبا وذالك لان نسبتھا الی المشروطة العامة کنسبة الممکنة العامة الی الضروریة المطلقة فکما ان الضرورة بحسب الذات تناقض سلب الضرورة بحسب الذات کذالك الضرورة بحسب الوصف تناقض سلب الضرورة بحسب الوصف

ترجمہ :۔ اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے۔ اور حینیہ ممکنہ وہ قضیہ ہے جس میں ضرورت کے سلب کا حکم کیا جائے باعتبار وصف کے جانب مخالف سے۔ جیسے ہمارا قول کل من به ذات الجنب یمکن ان یسعل فی بعض الاوقات کونه مجنوبا (ہر وہ شخص جو ذات الجنب کی بیماری میں مبتلا ہو اس کیلئے مجنوب ہونے کے بعض اوقات میں کھانسنا ممکن ہے) یعنی اب بیماری میں کھانسی آتی ہے۔ جب یہ عارضہ ہوگا تو کسی نہ کسی وقت اس مرض کی حالت میں (مریض کھانس لیگا)

قولہ وذالك لان نسبتھا :۔ اور یہ اس لئے کہ اس کی نسبت مشروطہ عامہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسے ممکنہ عامہ کی نسبت ضروریہ مطلقہ کی جانب ہے۔ پس جسطرح ضرورت بحسب الذات کی نقیض سلب ضرورت بحسب الذات آتی ہے۔ اسی طرح ضرورت بحسب الوصف کی نقیض سلب ضرورت بحسب الوصف آئے گی۔

تشریح :۔ قولہ نقیض المشروطة العامة :۔ اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ آتی ہے۔ حینیہ ممکنہ وہ قضیہ ہے جس میں باعتبار وصف کے ضرورت کے سلب کا حکم کیا جائے۔ جانب مخالف سے جیسے ہمارا قول :۔ کل من به ذات الجنب یمکن ان یسعل فی بعض اوقات کونه مجنوبا۔ مرض ذات الجنب میں مبتلا شخص کے لئے اس حالت میں بعض اوقات کھانسی کا آنا ممکن ہے۔

قولہ لان نسبتھا :۔ مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ لانے کی دلیل یہ ہے کہ حینیہ ممکنہ کی نسبت مشروطہ عامہ کی جانب بعینہ وہی نسبت ہے۔ جو ممکنہ عامہ کی نسبت ضروریہ مطلقہ کی طرف بیان کی گئی ہے۔ پس جسطرح ضرورت بحسب الذات کی نقیض سلب ضرورت بحسب الذات ہے اسی طرح ضرورت بحسب الوصف کی نقیض سلب ضرورت بحسب الوصف بھی ہے۔ قولہ وکذالك الضرورة بحسب الوصف :۔ نیز اسی طرح

ضرورت بحسب الوصف کی نقیض سلب ضرورت بحسب الوصف بھی ہے۔

وَنقیض العرفیۃ العامۃ الحینیۃ المطلقۃ وھی التی یحکم فیھا بالثبوت او السلب بالفعل فی بعض اوقات وصف الموضوع ومثالھا مامر من قولنا کل من بہ ذات الجنب یسعل بالفعل فی بعض اوقات کونہ مجنوبا ونسبتھا الی العرفیۃ العامۃ کنسبۃ المطلقۃ الی الدائمۃ فکما ان الدوام بحسب الذات ینافی الاطلاق بحسبھا کذالک الدوام بحسب الوصف ینافی الاطلاق بحسبہ

ترجمہ:- اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے۔ اور حینیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں بالفعل ثبوت یا سلب کا حکم کیا جائے موضوع کے وصف کے بعض اوقات میں۔ اور اس کی مثال وہ جو گذر چکی ہے ہمارا قول کل من بہ ذات الجنب یسعل بالفعل فی بعض اوقات کونہ مجنوبا ہے۔ اس کی نسبت یعنی حینیہ مطلقہ کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف ایسی ہے جیسے مطلقہ کی نسبت دائمہ کی طرف ہے۔ پس جس طرح دوام بحسب الذات اطلاق بحسب الذات کے منافی ہے اسی طرح دوام بحسب الوصف بھی اطلاق بحسب الوصف کے منافی ہے۔

تشریح:- شارح نے حینیہ مطلقہ کی تعریف اس طرح کی ہے۔ فرماتے ہیں: حینیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت یا سلب کا حکم بالفعل فی بعض اوقات وصف الموضوع میں کیا گیا ہو۔ جیسے کل من بہ ذات الجنب یسعل بالفعل فی بعض اوقات کونہ مجنوباً۔ قولہ ونسبتھا الی العرفیۃ :- اور حینیہ مطلقہ کی نسبت عرفیہ عامہ کی طرف وہی ہے جو مطلقہ کی نسبت دائمہ کی جانب ہے۔

قالَ واَمّا المرکبات فان کانت کلیۃ فنقیضھا احد نقیضی جزئیھا وَذالک جلیّ بعد الاحاطۃ بحقائق المرکبات ونقائض البسائط فانک اذا تحققت ان الوجودیۃ اللادائمۃ ترکیبھا من مطلقتین عامتین احدٰھما موجبۃ والاخریٰ سالبۃ وان نقیض المطلقۃ ھو الدائمۃ تحققت ان نقیضھا اما الدائمۃ المخالفۃ او الدائمۃ الموافقۃ۔

ترجمہ:- ماتن نے فرمایا:- اور بہر حال مرکبات پس اگر کلیہ ہوں تو ان کی نقیض اس کے دونوں جزوں میں سے ایک جز کی نقیض ہے۔ اور یہ بہت واضح بات ہے۔ مرکبات کی حقائق کا احاطہ کرنے کے بعد اور بسائط موجبہ کی نقائض کو جان لینے کے بعد۔ کیونکہ جب تم نے تحقیق کرلی کہ وجودیہ

لادائمہ کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوتی ہے۔ جن میں سے ایک موجبہ ہوتا ہے اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم کرلیا ہے کہ مطلقہ کی نقیض دائمہ ہے۔ تو تم کو تحقیق ہوگئی کہ اس کی نقیض دائمہ موافقہ ہے یا دائمہ مخالفہ ہے۔

تشریح :- بسائط موجبہ کی نقیض بیان کرنے کے بعد مصنف نے اس مقالے میں مرکبات کی نقیض کا بیان شروع فرمایا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ایک اصول بیان کرتے ہیں۔ فرمایا :-

قولہ واما المرکبات ان کانت کلیۃ :- بہرحال مرکبہ موجبہ اگر کلیہ ہوں تو ان کی نقیض مرکبہ کے دونوں جزؤں میں سے ایک جز کی نقیض ہوگی۔ اور یہ مسئلہ بہت آسان ہے مگر شرط یہ ہے کہ مرکبات کی تعریف سے آگاہ ہو۔ اور بسائط موجبہ کی نقیضوں کا اس کو اچھی طرح علم ہو۔

قولہ فانک اذا تحققت :- کیونکہ جب تم نے وجودیہ لادائمہ کو جب معلوم کرلیا کہ اس کی ترکیب دو مطلقہ عامہ سے ہوئی ہے جن میں سے ایک موجبہ ہے۔ اور دوسرا جز سالبہ ہے۔ اور یہ بھی جان چکے ہو کہ مطلقہ کی نقیض دائمہ آتی ہے۔ تو تم کو تحقیق ہوجائے گی کہ اس کی نقیض وہ دائمہ ہے جو اس کا موافق ہے یا وہ دائمہ ہے جو اس کا مخالف ہے۔ (اس کی تشریح مزید شارح کریں گے)

اقول القضیة المرکبة عبارة عن مجموع قضیتین مختلفتین بالایجاب والسلب فنقیضها رفع ذالک المجموع لکن رفع المجموع انما یکون برفع احد جزئیه لا علی التعیین فان جزئیه اذا تحققا تحقق المجموع ورفع احد الجزئین هو احد نقیضی الجزئین لا علی التعیین فیکون لازما مساویا لنقیض المرکبة وهو المفهوم المردد بین نقیضی الجزئین لان احد النقیضین مفهوم مردود بینهما فیقال اما هذا النقیض واما ذالک النقیض وبالحقیقة هو منفصلة مانعة الخلو مرکبة من نقیضی الجزئین فیکون طریق اخذ نقیض المرکبة ان تحلل الی بسیطها ویؤخذ لکل منهما نقیض۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ منطق کی اصطلاح میں قضیہ مرکبہ وہ قضیہ ہے جو دو ایسے قضایا کا مجموعہ ہو جو ایجاب وسلب میں مختلف ہوں۔ تو اس کی نقیض اس مجموعہ کا رفع ہوگا۔ لیکن مجموعہ کا رفع اس قضیے کے دو جزؤں میں سے ایک جز کے رفع سے ہوتا ہے۔ لاعلی التعیین۔ پس وہ لازم مساوی ہوتا ہے۔ مرکبہ کی نقیض کیلئے۔ اور وہ ایسا مفہوم ہے جو دونوں جزؤں کی نقیض میں لوٹایا جاتا ہے۔ کیونکہ نقیضین میں سے ایک ایسا مفہوم ہے جو دونوں کے درمیان پہلے سے لوٹایا ہوا ہے۔ پس کہا جاتا ہے اما هذا النقیض واما ذالک النقیض۔ اور درحقیقت وہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہوا کرتا ہے جو دو جزؤں کی نقیض سے

مرکب ہوتا ہے۔ لہٰذا مرکبہ کی نقیض بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تم اس مرکبہ کو اسکے بسیط کی طرف تقسیم کرو۔ پھر ان دونوں کی نقیض کرلو۔

تشریح :- اقول القضیۃ المرکبۃ :۔ قضیہ مرکبہ کی تعریف :۔ ایسے دو قضایا کہ جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہوں۔ انکے مجموعہ کا نام قضیہ مرکبہ ہے۔

قضیہ مرکبہ کی نقیض :۔ اس مجموعے کا رفع کردینا اس کی نقیض ہے۔ اور مجموعے کے رفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں جزؤں میں سے ایک جزء کا رفع کردیا جائے۔ اور رفع احد الجزئین درحقیقت وہ لا علی التعیین دونوں جزؤں میں سے ایک کی نقیض ہوگا۔

قولہ فیکون لازمًا مساویًا :۔ مذکورہ طریق پر مرکبہ کی نقیض لانے سے مرکبہ کی نقیض براہ راست ہوگی بلکہ لازم مساوی کی نقیض ہوگی۔ اور لازم مساوی وہ مفہوم ہے جو دونوں جزؤں کی نقیضین کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ کیونکہ احد النقیضین تو وہ مفہوم ہے جو دونوں کے درمیان دائر ہے۔ پس کہا جاتا ہے اما ھٰذا النقیض واما ذالک النقیض۔ اگر غور کیا جائے تو یہ نقیض درحقیقت منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔ جس کی ترکیب دونوں جزؤں کی نقیض سے دی گئی ہے۔ لہٰذا پس مرکبہ کی نقیض بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرکبہ کو تحلیل کرکے دو قضیہ بسیطہ کردیے جائیں پھر ہر ایک کی نقیض لے لی جائے۔

وترکب منفصلۃ مانعۃ الخلو من النقیضین فھی مساویۃ لنقیضھا لانہ متی صدق الاصل کذبت المنفصلۃ لانہ متی صدق الاصل صدق جزاہ ومتی صدق الجزء ان کذب نقیضاھما فتکذب المنفصلۃ المانعۃ الخلو لکذب جزئیھا ومتی کذب الاصل صدقت المنفصلۃ لانہ متی کذب الاصل فلا بد ان یکذب احد جزئیہ ومتی کذب احد جزئیہ صدق نقیضہ فتصدق المنفصلۃ لصدق احد جزئیھا۔

ترجمہ :- اور منفصلہ مانعۃ الخلو مرکب ہوتا ہے دو نقیضوں سے۔ پس اس کی نقیض کے مساوی ہے اس لئے کہ جب اصل صادق ہوگا تو منفصلہ کاذب ہوگا۔ اس لئے کہ جب اصل صادق ہوگا تو اس کی جزاء بھی صادق ہوگی۔ اور جب دونوں جزاء صادق ہوں گی تو اس کی دونوں نقیض کاذب ہوں گی۔ پس منفصلہ مانعۃ الخلو کاذب ہوگا۔ اس کے دونوں جزؤں کے کاذب ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :- شارح نے بتایا کہ منفصلہ مانعۃ الخلو دونوں نقیضوں سے مرکب ہوتا ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوگا اصل اور اس کی نقیض دونوں مساوی ہوں گی۔ کیونکہ جب اصل صادق ہوگی تو یہ منفصلہ کاذب ہوگا۔ اور کیونکہ اس کی نقیض ہے، اس لئے جب اصل صادق ہوگی تو اس کی جزاء بھی صادق ہوگی۔

اور جب دونوں جزء صادق ہوں گے تو ان دونوں کی نقیض کاذب ہوگی۔ اور یہی منفصلہ مانعۃ الخلو ہے) تو یہ کاذب ہوگا۔

ومتیٰ کذب الاصل صدقت المنفصلۃ لانہ متیٰ کذب الاصل فلابد ان یکذب احد جزئیہ ومتیٰ کذب احد جزئیہ صدق نقیضہ فتصدق المنفصلۃ لصدق احد جزئیہا۔

ترجمہ:۔ اور جب اصل کاذب ہوگی تو منفصلہ (جو اس کی نقیض ہے) صادق ہوگا۔ کیونکہ جب اصل کاذب ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس دونوں جزؤں میں سے کوئی ایک جزء بھی کاذب ہو۔ اور جب احد الجزئین کاذب ہے تو اس کی نقیض صادق ہوگی۔ پس منفصلہ صادق ہوگا۔ اس کے دونوں جزؤں میں سے ایک کے صادق ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:۔ شارح نے ضابطہ تو بیان کیا ہے مگر اس کی مثال نہیں دی۔ جس کو بسیطہ اور مرکبہ اقسام مع امثلہ اچھی طرح محفوظ ہوں گی وہ ان کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

وذالک ای طریق اخذ نقیض المرکبۃ جلی بعد الاحاطۃ بحقائق المرکبات ونقائض البسائط فانک اذا تحققت ان الوجودیۃ اللادائمۃ مرکبۃ من مطلقتین عامتین اولہما موافقۃ للاصل فی الکیف واخرہما مخالفۃ لہ فی الکیف وتحققت ان نقیض المطلقۃ العامۃ الموافقۃ الدائمۃ المخالفۃ ونقیض المطلقۃ العامۃ المخالفۃ الدائمۃ الموافقۃ علمت ان نقیض الوجودیۃ اللادائمۃ اما الدائمۃ المخالفۃ او الدائمۃ الموافقۃ فاذا قلنا کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما یکون نقیضہ انہ لیس کذالک بل اما لیس بعض الانسان ضاحکا دائما او بعض الانسان ضاحک دائما فقولنا لیس کذالک ولعوی نقیض المجموع ونقیضہ الصریح وقولنا بل اما کذا واما کذا المنفصلۃ المساویۃ للنقیض وعلیٰ ھذا القیاس فی سائر المرکبات۔

ترجمہ:۔ اور یہ یعنی مرکبہ کی نقیض بنانے کا طریقہ واضح ہے مرکبات کی تعریفات مع امثلہ کا احاطہ کرنے (اچھی طرح معلوم کرنے کے بعد) کے بعد اور بسیطہ کی نقیضوں کو یاد کرنے کے بعد۔

قولہ فانک اذا تحققت:۔ اس لئے کہ جب تو نے معلوم کر لیا کہ وجودیہ لادائمہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتی ہے اول ان میں سے کیفیت میں اصل کے موافق ہوتی ہے۔ اور دوسرا کیف میں اسکے

مخالف ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم کر چکے ہو کہ مطلقہ عامہ موافقہ کی نقیض دائمہ مخالفہ آتی ہے۔ اور مطلقہ عامہ مخالفہ کی نقیض دائمہ موافقہ آتی ہے۔ تو تم کو معلوم ہو گا کہ وجودیہ لا دائمہ کی نقیض یا تو دائمہ مخالفہ ہے یا دائمہ موافقہ ہے۔ پس جب ہم نے کہا کل انسان ضاحک بالفعل لا دائماً۔ تو اس قضیہ کی نقیض ہوگی کہ (ا) لیس کذالک بل اما لیس بعض الانسان ضاحکاً دائماً او بعض الانسان ضاحک دائماً۔ پس ہمارا قول لیس کذالک مجموعہ کا رفع ہے۔ اور صریح نقیض ہے۔ اور ہمارا قول بل اما کذا و اما کذا۔ یہ ایسا منفصلہ ہے جو اس کی نقیض کے مساوی ہے۔ اور اسی طریقہ پر تمام مرکبات میں آپ قیاس کر لیجئے۔

تشریح:- مرکبات کی نقائض معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے دو چیزیں بہت ضروری ہیں اول مرکبہ اور بسیطہ کی تمام اقسام کی تعریف اور ان کی مثالوں کا ذہن میں حاضر ہونا۔ پھر اسکے بعد دوسرے نمبر پر بسیطہ کی نقائض کا معلوم ہونا۔ ان دونوں باتوں کو جان اور سمجھ لینے کے بعد پھر مرکبات کی نقائض کا دریافت کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شارح فرماتے ہیں:- قولہ ذالک ای طریق اخذ النقیض المرکبۃ یعنی مرکبہ کی نقیض دریافت کرنے کا طریقہ مرکبات کی تعریفات اور بسائط کی نقائض جاننے کے بعد بہت آسان ہے۔ مثلاً جب تم نے وجودیہ لا دائمہ کو پہلے سے جان لیا ہے کہ وہ مرکب ہوتا ہے۔ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔ اول اصل کے کیف میں موافق ہوتا ہے۔ اور دوسرا کیف میں اس کے مخالف ہوتا ہے اور مطلقہ عامہ مخالفہ کی نقیض دائمہ موافقہ ہے۔ تو تم نے جان لیا کہ وجودیہ لا دائمہ کی نقیض یا دائمہ مخالفہ ہوگی یا دائمہ موافقہ ہوگی۔ لہٰذا جب ہم نے کہا:- کل انسان ضاحک بالفعل لا دائماً۔ تو اس کی نقیض یہ ہوگی لیس کذالک بل انہ لیس بعض الانسان ضاحکا دائماً۔ او بعض الانسان ضاحک دائماً۔ لہٰذا ہمارا قول لیس کذالک یہ تو مجموعے کا رفع ہے۔ اور اس کی صریح نقیض ہے۔ پھر ہمارا قول بل اما کذا و اما کذا۔ یہ وہ منفصلہ ہے جو نقیض کے مساوی ہے۔ اسی طرح دوسرے مرکبات میں قیاس کر لیجئے۔

قَالَ وان کانت جزئیۃ فلا یکفی فی نقیضھا ما ذکرنا لانہ یکذب بعض الجسم حیوانٌ لا دائماً مع کذب کل واحد من نقیضی جزئیھا بل الحق فی نقیضھا ان یردد بین نقیضی الجزئین لکل واحد واحد ای کل واحد واحد لا یخلو عن نقیضھما فیقال کل واحد واحد من افراد الجسم اما حیوان دائماً او لیس بحیوان دائماً۔

ترجمہ:- اور اگر جزئیہ ہو تو کافی نہیں ہے۔ اس کی نقیض میں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ کیوں کہ بعض الجسم حیوان لا دائماً کاذب ہے باوجودیکہ اس کے دونوں جزؤں کی دونوں نقیضوں میں سے ہر ایک کاذب ہے۔ بلکہ حق اس کی نقیض میں یہ ہے کہ دونوں جزؤں کی نقیض کے درمیان رد کیا جائے

ہر ایک کے لئے الگ الگ یعنی ہر ہر ایک اپنی اپنی نقیضوں سے خالی نہیں ہے۔ پس کہا جائے گا کل واحد واحد من افراد الجسم اما حیوان دائما او لیس بحیوان دائما۔

تشریح:۔ ماتن نے جزئیہ کی نقیض کا بیان شروع کیا ہے مگر یہ بیان مجمل ہے۔ شارح اس کی تفصیل بیان کریں گے۔ وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اقول مامر کان حکم المرکبات الکلیة واما المرکبات الجزئیة فلا یکفی فی نقیضها ما ذکرناه من المفهوم المردد بین نقیضی الجزئین لجواز کذب المرکبة الجزئیة مع کذب المفهوم المردد فان من الجائز ان یکون المحمول ثابتا دائما لبعض افراد الموضوع ومسلوبا دائما عن الافراد الباقیة فتکذب الجزئیة اللادائمة لان مفهومها ان بعض افراد الموضوع یکون بحیث یثبت له المحمول تارة ویسلب عنه اخری ولا فرد من افراد الموضوع فی تلک المادة کذالک۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اوپر جو بیان گزرا ہے وہ مرکبات کلیہ کا حکم اور طریقہ نقیض تمام تھا۔ اور بہرحال مرکبات جزئیہ تو ان کی نقیض میں جو طریقہ ہم نے بیان کیا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ کہ مفہوم مردد بین نقیضی الجزئین۔ کیونکہ جائز ہے کہ مرکبہ جزئیہ کا ذب ہو۔ اور مفہوم مردد بھی کا ذب ہو۔ کیونکہ جائز ہے کہ محمول دائما موضوع کے بعض افراد کیلئے ثابت ہو۔ اور باقی افراد سے دائما مسلوب ہو۔ پس جزئیہ لادائمہ کا ذب ہو گا۔ کیوں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ موضوع کے بعض افراد اس طور پر ہیں کہ ان کے لئے محمول کبھی ثابت ہوتا ہے اور کبھی ان سے مسلوب ہوتا ہے۔ حالانکہ اس مادہ میں موضوع کے افراد میں سے کوئی فرد ایسا نہیں ہے۔

تشریح:۔ قولہ مامر کان حکم المرکبات:۔ اوپر مرکبات کلیہ کا حکم (نقیض) بیان ہوا ہے۔ بہرحال مرکبات جزئیہ تو ان کی نقائض میں مذکورہ بیان کافی نہیں ہے۔ سابق بیان یہ تھا۔ مفہوم مردد بین نقیضی الجزئین مرکبہ کے دونوں جزؤں کی نقیض کے مفہوم کو اما اور او کے ذریعہ بیان کرتے تھے۔

دلیل اس کی یہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے مرکبہ جزئیہ بھی کا ذب ہو اور وہ مفہوم مردد بھی کاذب ہو۔ پھر نقیض کس طرح صادق نکل سکتی ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول ثابت ہو۔ اور باقی افراد سے دائما مسلوب ہو۔ اس مثال میں جزئیہ لادائمہ کا ذب ہوگا۔ کیونکہ جزئیہ لادائمہ کا مفہوم یہ ہے کہ موضوع کے بعض افراد اس حیثیت سے ہیں کہ جن کے لئے محمول کبھی ثابت اور کبھی مسلوب ہوتا ہے۔ حالانکہ اس مادہ میں اور مثال میں موضوع کا کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے۔

ویکذب ایضا کل واحد من نقیضی جزئیہا ای کلیتین اما الکلیۃ الموجبۃ فلدوام سلب المحمول عن بعض الافراد واما الکلیۃ السالبۃ فلدوام ایجاب المحمول لبعض الافراد کقولنا بعض الجسم حیوان لا دائما فان الحیوان ثابت لبعض افراد الجسم دائما ومسلوب عن افرادہ الباقیۃ دائما فتلک الجزئیۃ کاذبۃ مع کذب قولنا کل جسم حیوان دائما ولا شئ من الجسم بحیوان دائما بل الحق فی نقیضہا ان یردد بین نقیضی الجزئین لکل واحد واحد لانا اذا قلنا بعض ج ب لا دائما کان معناہ ان بعض ج بحیث یثبت لہ ب فی وقت ولا یثبت لہ ب فی وقت اخر فنقیضہ انہ لیس کذالک واذا لم یکن بعض افراد ج بحیث یکون ب فی وقت ولا یکون ب فی وقت اخر یکون کل واحد واحد من افراد ج اما ب دائما او لیس ب دائما وھو الترديد بین نقیضی الجزئین لکل واحد واحد ای کل واحد واحد لا یخلو عن نقیضہما فیقال فی تلک المادۃ کل جسم اما حیوان دائما او لیس بحیوان دائما۔

ترجمہ:۔ اور اس قضیہ کے دونوں جزؤں کی دونوں نقیضوں میں سے ہر ایک کاذب ہے۔ یعنی دونوں کلیہ کاذب ہیں۔ بہر حال کلیہ موجبہ (پس وہ اس لئے کاذب ہے کہ) بعض افراد سے محمول کے سلب کے دوام کی وجہ سے۔ اور بہر حال کلیہ سالبہ (اس وجہ سے کاذب ہے کہ) بعض افراد کے لئے محمول کے دوام کی وجہ سے۔ جیسے ہمارا قول بعض الحیوان جسم لا دائما۔ کیونکہ جسم کے بعض افراد کے لئے حیوان دائما ثابت ہے اور باقی افراد سے دائما مسلوب ہے۔ پس یہ (مذکورہ بالا) جزئیہ کاذب ہے۔ ہمارے اس قول کے کاذب ہونے کے ساتھ قول یہ ہے بعض الجسم حیوان لا دائما۔ کیونکہ حیوان جسم کے بعض افراد کیلئے دائما ثابت ہے۔ اور بقیہ بعض افراد سے دائما مسلوب ہے۔ پس یہ جزئیہ کاذب ہے۔ ساتھ ساتھ کاذب ہونے ہمارے اس قول کے کہ کل جسم حیوان دائما ولا شئ من الجسم بحیوان دائما۔

قولہ بل الحق فی نقیضہا:۔ بلکہ صحیح اسکی نقیض کے بارے میں یہ ہے کہ مرکبہ کے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے درمیان رد کیا جائے۔ ہر ایک کے لئے الگ الگ۔ کیونکہ جب ہم نے کہا بعض ج ب لا دائما تو اس قول کے معنی ہوں گے بعض ج اس حیثیت سے کہ ان کے لئے ب ثابت ہے ایک وقت میں اور دوسرے وقت میں ب ثابت نہیں ہے۔ تو اس قضیہ کی نقیض ہوگی لیس کذالک اور جب بعض افراد ج اس حیثیت سے کہ وہ ایک وقت میں ب ہیں۔ اور دوسرے وقت میں ب نہیں ہیں تو ج کے افراد میں سے ہر ہر فرد یا دائما ب ہوں گے یا دائما ب ہوں گے۔ وھو الترديد:۔ دونوں جزؤں کے درمیان ہر ہر واحد کی تردید ہے یعنی ہر ہر فرد دونوں نقیضوں سے خالی نہیں ہے۔ پس اس مثال میں کہا جائیگا کل جسم اما حیوان دائما او

لیس بحیوان دائماً۔

تشریح :۔ قولہ ویکذب ایضاً کل واحد :۔ اور مرکبہ جزئیہ کے دونوں جزؤں کی نقیض میں سے ہر ایک کاذب ہوتی ہے یعنی دونوں کلیاں کاذب ہوتی ہیں۔ کلیہ موجبہ کے کاذب ہونے کی صورت یہ ہے موضوع کے بعض افراد سے محمول کا دائمی سلب ہے۔ اور سالبہ کلیہ کے کاذب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول کا ثبوت دائمی ہے۔ (لہٰذا نہ موجبہ کلیہ صادق ہے اور نہ کلیہ سالبہ صادق ہے) جیسے ہمارا قول کل جسم حیوان دائماً ولاشئ من الجسم بحیوان دائماً۔

قولہ بل الحق فی نقیضہا :۔ مرکبہ جزئیہ کی نقیض کی صحیح صورت یہ ہے کہ جزئیہ کے دونوں جزؤں کی نقیضین میں سے ہر ایک میں تردید اِمّا اور اَوْ سے لائی جائے۔ مثلاً جب ہم نے کہا بعض ج ب لادائماً تو اس جزئیہ کے معنی ہوں گے کہ بعض ج اس حیثیت سے کہ ان کیلئے ب ثابت ہے ایک وقت میں اور دوسرے وقت میں ب ثابت نہیں ہے۔ تو اس کی نقیض ہوگی لیس کذالک اور جب کہ ج کے بعض افراد اس حیثیت سے کہ وہ ایک وقت میں ب ہیں، اور دوسرے وقت میں ب نہیں ہیں۔ تو افراد ج میں سے ہر ہر فرد یا ب ہوگا دائماً یا لیس ب دائماً ہوگا۔

قولہ وھو الترديد بين نقيضي الجزئين :۔ دونوں جزؤں کی نقیض کے درمیان۔ یہی تردید ہے۔ جو اِمّا اور اَو سے بیان کی گئی ہے۔ یعنی ہر ہر واحد ان دونوں نقیضوں سے خالی نہیں ہے۔ لہٰذا اس مثال میں کہا جائے گا کہ کل جسم اما حیوان دائماً او لیس بحیوان دائماً۔

وَيشتمل على ثلث مفهومات لانَّ كل وَاحد واحد من افراد الموضوع لايخلو اما ان يثبت له المحمول دائمًا اولا يثبت له دائمًا واذا لم يثبت له فلا يخلو اما ان يكونَ مسلوبًا عن كل واحدٍ دائمًا او مسلوبًا عن البعض دائمًا و ثابتًا للبعض دائمًا فالجزء الثانى مشتمل على مفهومين فلو ركبت منفصلة مانعة الخلوعن هٰذه المفهومات الثلاث لكانت مساوية ايضًا لِنقيضها كقولنا اما كل جَ بَ دائمًا اولاشئ من ج ب دائمًا او بعض ج ب دائمًا او بعض ج ليس ب دائمًا فهو طريق ثان فى اخذ النقيض۔

ترجمہ :۔ اور یہ تین مفہوموں پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ کل واحد واحد من افراد الموضوع خالی نہیں یا محمول اس کے لئے دائماً ثابت ہوگا۔ یا اس کے لئے دائماً ثابت نہ ہوگا۔ اور جب ثابت نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا ہر واحد سے دائماً مسلوب ہوگا یا بعض سے مسلوب دائماً ہوگا۔ اور دوسرے بعض کے لئے دائماً ثابت ہوگا۔ پس جزء ثانی دو مفہوموں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اگر منفصلہ مانعۃ الخلو کی ترکیب دیجائے

ان تینوں مفہوموں سے تو البتہ مساوی ہوں گے نیز ان کی نقیض کے۔ جیسے ہمارا قول اما کل ج ب دائماً او لاشی من ج ب دائماً اور بعض ج ب دائماً او بعض ج لیس ب دائماً۔ پس یہ نقیض نکالنے کا دوسرا طریقہ ہوا۔

تشریح:۔ قولہ ویشتمل علی ثلاث مفہومات:۔ مرکبہ جزئیہ کی نقیض کا بیان چل رہا ہے۔ اس کو شارح نے کہا۔ یہ نقیض تین مفہومات پر مشتمل ہے۔ کیونکہ موضوع کے افراد میں سے کل واحد واحد کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) محمول دائماً ان کے لئے ثابت ہوگا۔ (۲) دائماً ثابت نہ ہوگا۔ پھر لایثبت لہ دائماً کی دو صورتیں ہیں۔ یعنی جزء ثانی کی دو صورتیں ہیں (۱) یا ہر واحد سے محمول سلب ہوگا دائماً (۲) یا بعض سے دائماً مسلوب اور بعض دوسرے کے لیے دائماً ثابت ہوگا۔ لہٰذا جزء ثانی دو مفہوموں پر مشتمل ہے۔

قولہ فرکبت منفصلۃ مانعۃ الخلو:۔ لہٰذا اگر منفصلہ مانعۃ الخلو کی ترکیب دی جائے ان مفہومات ثلاثہ سے تو البتہ وہ اس کی نقیض کے مساوی ہوگا۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب دائماً او لاشی من ج ب دائماً او بعض ج ب دائماً او بعض ج لیس ب دائماً۔ لہٰذا نقیض معلوم کرنے کا یہ دوسرا طریقہ ہے۔

فان قلت کما ان المرکبۃ الکلیۃ عبارۃ عن مجموع قضیتین فکذالک المرکبۃ الجزئیۃ ورفع المجموع انما ھو برفع احد الجزئین ای احد نقیضی الجزئین الذی ھو المفہوم المردد فکما یکفی فی نقیض الکلیۃ فلیکف نقیض الجزئیۃ والا فما الفرق۔

ترجمہ:۔ پس اگر تو سوال کرے کہ جس طرح مرکبہ کلیہ دو قضایا کے مجموعہ کا نام ہے تو مرکبہ جزئیہ بھی اسی طرح ہے۔ اور مجموعہ کا رفع دو جزؤں کے رفع کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی جزئین کی دونوں نقیضوں میں سے ایک کا نام ہے، جس کا دوسرا نام مفہوم مردد ہے۔ پس جس طرح کلیہ کی نقیض میں کافی ہے تو چاہیے کہ جزئیہ کی نقیض بھی اسی قدر کافی ہو۔ ورنہ تو دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

تشریح:۔ شارح نے مرکبہ کلیہ اور مرکبہ جزئیہ دونوں کی نقیض الگ الگ بیان کی ہے معترض اپنے اعتراض میں کہتا ہے کہ جب دونوں قضایا ایک ہی ہیں۔ اس لیے کہ مرکبہ کلیہ دو قضیوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور مرکبہ جزئیہ بھی اسی طرح ہے۔ اور چونکہ مجموعہ کا رفع احد الجزئین کے رفع سے ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جس طرح کلیہ کی نقیض میں اتنا کافی ہے، جزئیہ میں بھی اتنا ہی کافی ہونا چاہیے۔ لہٰذا دونوں میں فرق کیا ہے؟

قلت مفهوم الكلية المركبة هو بعينه مفهوم الكليتين المختلفتين بالايجاب والسلب فاذا اخذ نقيضهما يكون احد نقيضهما مساويًا لنقيضها واما مفهوم الجزئية المركبة فهو ليس مفهوم الجزئيتين المختلفتين ايجابًا وسلبًا لانّ موضوع الايجاب فى المركبة الكلية بعينه موضوع السلب وموضوع الجزئية الموجبة لا يجب ان يكون موضوع الجزئية السالبة لجواز تغايرهما بل مفهوم الجزئيتين اعم من مفهوم المركبة الجزئية لانه متى صدقت الجزئيتان المختلفتان بالايجاب والسلب مع اتحاد الموضوع صدقت الجزئيتان المختلفتان بالايجاب والسلب مطلقًا بدون العكس فيكون احد نقيضهما اخص من نقيض مفهوم الجزئية لان نقيض الاعم اخص من نقيض الاخص فلا يكون مساويًا لنقيضه۔

ترجمہ:۔ میں جواب دوں گا کہ کلیہ مرکبہ کا مفہوم بعینہ وہی مفہوم ہے جو ان دونوں کلیوں کا مفہوم ہے جو دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہیں۔ لہٰذا جب ان دونوں کی نقیضوں کو لیا جائے گا تو ان دونوں کی نقیضوں میں سے ایک اس کی نقیض کے مساوی ہوگی۔ اور بہرحال جزئیہ مرکبہ کا مفہوم تو یہ مفہوم دو ایسی جزئیہ کا مفہوم نہیں ہے جو ایجاب وسلب میں مختلف ہوں۔ اس لیے اگر مرکبہ کلیہ میں ایجاب کا (موجبہ ہونا) موضوع بعینہ سلب کا موضوع ہے۔ (یعنی کلیہ مرکبہ میں دونوں قضایا کے موضوع ایک ہی ہیں) اور مرکبہ جزئیہ موجبہ کا موضوع ضروری نہیں ہے کہ مرکبہ جزئیہ سالبہ کا بھی موضوع وہی ہو۔ کیونکہ دونوں کے موضوعات کا مغایر ہونا جائز ہے۔ بلکہ دونوں جزئیہ کا مفہوم مرکبہ جزئیہ کے مفہوم سے اعم ہے۔ کیونکہ جب وہ دو جزئیہ صادق ہوں گی کہ جو ایجاب وسلب میں باہم مختلف ہیں موضوع کے متحد ہونے کے وقت، تو وہ دونوں جزئیات بھی صادق ہوں گی جو ایجاب اور سلب میں مختلف ہیں مطلقاً مگر اس کا عکس نہیں ہے۔ پس دونوں کی نقیضوں میں سے ایک اخص ہے جزئیہ کے مفہوم کی نقیض سے۔ اس لیے کہ اعم کی نقیض اخص ہوتی ہے اخص کی نقیض کے مقابلے میں۔ لہٰذا اس کی نقیض کے مساوی نہ ہوگی۔

تشریح:۔ ایک تو کلیہ مرکبہ کا مفہوم ہے۔ اور دوسرا ایسی دو کلیوں کا مفہوم جو دونوں ایجاب وسلب میں مختلف ہوں۔ مجیب نے کہا۔ یہ دونوں متحد ہوتے ہیں۔ پس نتیجہ یہ ہے۔ دونوں قسم کے کلیہ مرکبہ کی جب نقیض بنائی جائے گی تو وہ دونوں ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے۔ اور یہ بات جزئیہ مرکبہ میں نہیں پائی جاتی۔

قولہ واما مفهوم الجزئية المركبة:۔ بہرحال جزئیہ مرکبہ کا مفہوم (یہاں بھی دونوں قسم کی مرکبہ جزئیہ فرض کیجیے۔ (۱) جزئیہ مرکبہ (۲) وہ جزئیہ مرکبہ جس کے دو قضایا ایجاب وسلب میں مختلف ہوں

ان دونوں کی نقیض مساوی نہیں ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ مرکبہ کلیہ میں تو موجبہ کا موضوع اور سلب کا موضوع دونوں متحد تھے۔ اس کے برخلاف جزئیہ مرکبہ کا موضوع ضروری نہیں ہے۔ سالبہ جزئیہ مرکبہ کے موضوع سے متحد ہو۔ کیونکہ دونوں کا مغایر ہونا جائز ہے۔

قوله بل مفهوم الجزئیتین اعم :- بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ جو ایجاب و سلب میں مختلف ہوں وہ اعم اور دوسرا مرکبہ جزئیہ اخص ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ دونوں جزئیہ مرکبہ جو ایجاب و سلب میں مختلف ہوں صادق ہونگی اتحاد موضوع کے وقت۔ تو وہ دونوں جزئیہ جو ایجاب و سلب میں مطلقاً مختلف ہیں بھی صادق آئیں گی۔ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ موضوع انکا متحد ہو یا متحد نہ ہو۔ مگر اس کا عکس نہیں ہے۔ کہ جب یہ دونوں جزئیات جو ایجاب و سلب میں مختلف تو ہیں مگر موضوع کا متحد ہونا مطلق ہے، صادق ہے، تو وہ دونوں جزئیات کہ جو ایجاب و سلب میں مختلف ہیں مگر موضوع متحد ہو ضروری نہیں کہ صادق آسکے۔ قوله فیکون احد نقیضهما :- پس نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونوں نقیضوں میں سے ایک اخص ہے بمقابلے مفهوم الجزئیہ کی نقیض کے۔ کیونکہ اعم کی نقیض اخص ہوتی ہے بمقابلے اخص کی نقیض کے۔ لہٰذا دونوں نقیض مساوی نہ رہیں۔

ولهذا جاز اجتماع المركبة الجزئية مع احدى الكليتين على الكذب فان احدى الكليتين لما كانت اخص من نقيض المركبة الجزئية والاخص يجوز ان يكذب بدون الاعم فربما يصدق نقيض المركبة الجزئية ولا يصدق احدى الكليتين وح تجتمعان على الكذب كما فى المثال المضروب فان قولنا بعض الجسم حيوان لا دائماً كاذب فيصدق نقيضه مع كذب احدى الكليتين الاخص من نقيضه.

ترجمہ :- اور اسلئے مرکبہ جزئیہ کا کلیتین میں سے ایک کے ساتھ کذب میں اجتماع جائز ہے۔ کیونکہ کلیتین میں سے کوئی ایک جب اخص ہو مرکبہ جزئیہ کی نقیض سے اور حالانکہ اخص کیلئے جائز ہے کہ وہ اعم کے بغیر کاذب ہو جائے پس لبسا اوقات مرکبہ جزئیہ کی نقیض صادق ہوگی۔ اور احدی الکلیتین کی نقیض صادق نہ ہوگی۔ اور اس وقت دونوں کذب میں جمع ہو جائیں گی۔ جیسے اس مثال میں۔ لبعض الجسم حیوان لادائماً کاذب ہے۔ پس اس کی نقیض صادق ہوگی دونوں کلیہ میں سے ایک کے کاذب ہونے کے ساتھ جو اس کی نقیض سے اخص ہے۔

تشریح :- مرکبہ کلیہ اور مرکبہ جزئیہ میں اعم اخص کا فرق بیان کرنے کے بعد شارح نے فرمایا تھا کہ ایک کی نقیض بغیر دوسری کی نقیض کے صادق آسکتی ہے۔ یہاں اس کی دلیل اور بطور نتیجہ کے فرمایا ہے۔

قوله ولهذا جاز :- مرکبہ جزئیہ جو کہ اخص ہے احدی الکلیتین کے ساتھ کذب میں جمع ہونا جائز ہے۔ یعنی دونوں ہی کاذب ہوں۔ کیونکہ احدی الکلیتین جب کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیضین سے اخص ہے۔ اور اخص

کیلئے جائز ہے. وہ کاذب ہو اور اعم اس کا صادق ہو. تو بعض اوقات مرکبہ جزئیہ کی نقیض جو کہ اعم ہے صادق ہوگی، اور احدی الکلیتین اس جگہ صادق نہ ہوگی. اور اس صورت میں دونوں کا کذب میں اجتماع جائز ہے. جیسے بعض الجسم حیوان لا دائما کاذب ہے. پس اس کی نقیض صادق ہے. احدی الکلیتین کے کاذب ہونے کے ساتھ جو کہ اس کے مقابلے میں اخص ہیں.

قَالَ وَاَمَّا الشرطیة فنقیض الکلیة منها الجزئیة الموافقة لها فی الجنس والنوع والمخالفة فی الکیف والکم وبالعکس اقول اما الشرطیات فنقیض الکلیة منها الجزئیة المخالفة لها فی الکیف الموافقة لها فی الجنس ای فی الاتصال والانفصال والنوع ای فی اللزوم والعناد والاتفاق وبالعکس فنقیض الموجبة الکلیة اللزومیة السالبة الجزئیة اللزومیة والعنادیة الکلیة العنادیة الجزئیة والاتفاقیة الکلیة الاتفاقیة الجزئیة وهکذا فی بواقی الشرطیات فاذا قلنا کلما کان ا ب فج د لزومیة کان نقیضه لیس کلما کان ا ب فج د لزومیة واذا قلنا دائما اما ان یکون ا ب او ج د حقیقیة فنقیضه لیس دائما اما ان یکون ا ب او ج د حقیقیة وعلی هذا القیاس.

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا. اور بہرحال شرطیہ تو اس سے کلیہ کی نقیض اس کی وہ جزئیہ ہوگی جو اس سے موافق ہوگی جنس اور نوع میں. اور مخالف ہوگی کیف اور کم میں. اور اس کا عکس بھی ہے.

اقول اما الشرطیات الخ :- شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ بہرحال شرطیات تو شرطیہ کی کلیہ کی نقیض اس کی جزئیہ آئے گی. مگر وہ جزئیہ جو کلیہ کے مخالف ہوگی کیف میں اور اس کے موافق ہوگی جنس میں یعنی اتصال اور انفصال میں اور موافق ہوگی نوع میں. یعنی لزوم اور عناد اور اتفاق میں. اور اس کے عکس کے ساتھ. پس موجبہ کلیہ لزومیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ لزومیہ ہوگی. اور عنادیہ کلیہ کی نقیض عنادیہ جزئیہ ہوگی. اور اتفاقیہ کلیہ کی نقیض اتفاقیہ جزئیہ ہوگی. اور اسی طرح شرطیہ کی باقی اقسام میں آپ قیاس کر لیجئے. پس جب ہم نے کہا کلما کان اب فج د لزومیہ میں. تو اس کی نقیض ہوگی لیس کلما کان اب فج د لزومیہ میں اور جب ہم نے کہا دائما اما ان یکون اَبَ او جَ د منفصلہ حقیقیہ میں. تو اس کی نقیض آئے گی لیس دائما اما ان یکون اَبَ او جَ دَ حقیقیہ میں. اور اسی طرح دوسرے اقسام کو بھی قیاس کر لیجئے.

تشریح :- شارح اور ماتن دونوں نے شرطیات کی نقیض بہت مختصر طور پر بیان کی ہے صرف اصولی طور پر قواعد و ضابطہ بیان کیا. پھر ایک دو مثال دیکر اس بیان کو ختم کر دیا ہے. بیان آسان ہے.

قال البحث الثانی فی العکس المستوی وهو عبارة عن جعل الجزء الاول من القضیة ثانیاً والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالهما **اقول** من احکام القضایا العکس المستوی وهو عبارة عن جعل الجزء الاول من القضیة ثانیاً والجزء الثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالهما کما اذا اردنا عکس قولنا کل انسان حیوان بدلنا جزئیه قلنا بعض الحیوان انسان او عکس قولنا لا شئ من الانسان بحجر قلنا لا شئ من الحجر بانسان فالمراد بالجزء الاول والثانی الجزء ان فی الذکر لا فی الحقیقة فان الجزء الاول والثانی من القضیة فی الحقیقة هو ذات الموضوع ووصف المحمول وبالعکس لا یصیر ذات الموضوع محمولا ووصف المحمول موضوعاً بل موضوع العکس هو ذات المحمول فی الاصل ومحموله هو وصف الموضوع فالتبدیل لیس الا فی الجزئین فی الذکر ای فی الوصف العنوانی ووصف المحمول لا فی الجزئین الحقیقیین۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا۔ دوسری بحث عکس مستوی کے بیان میں ہے۔ اور وہ (عکس مستوی) قضیہ کے اول جزء کو ثانی اور ثانی جزء کو اول بنانے کا نام ہے صدق اور کیف بحالہ باقی رکھنے کے ساتھ۔ جیسے جب ہم نے ارادہ کیا اپنے اس قول کے عکس لانے کا کل انسان حیوان تو ہم نے اس کلیہ کو پہلے جزئیہ میں تبدیل کیا۔ وہ یہ ہے بعض الحیوان انسان یا اپنے اس قول کے عکس کا ارادہ کیا۔ لاشئ من الانسان بحجر تو ہم نے کہا لاشئ من الحجر بانسان۔ پس جزء اول اور جزء ثانی سے مراد وہ جزء ہیں جو ذکر میں اول ہوں۔ نہ کہ حقیقت میں۔ اس لئے کہ قضیہ کا جزء اول اور جزء ثانی حقیقت میں وہ ذات موضوع اور وصف محمول ہوتا ہے۔ اور عکس میں ذات موضوع محمول نہیں ہوتی۔ اور وصف محمول موضوع نہیں ہوتا۔ بلکہ عکس کا موضوع اصل میں محمول کی ذات ہوتی ہے اور اس کا محمول وصف موضوع ہوتا ہے۔ لہذا پس تبدیلی نہیں ہوتی مگر دونوں اجزاء میں جو ذکر میں شروع میں ہوتے ہیں۔ یعنی وصف عنوانی اور وصف محمول میں نہ کہ دونوں حقیقی جزؤں میں۔

تشریح :- قال :- بحث اول سے فارغ ہو کر ماتن نے اب دوسری بحث شروع کی ہے۔ اس بحث میں عکس مستوی کو بیان کریں گے۔

عکس مستوی کی تعریف :- قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دینا صدق اور کیف کو باقی رکھنے کے ساتھ (پہلے صادق تھا تو اب بھی۔ پہلے موجبہ تھا تو اب بھی موجبہ باقی رہے گا۔)

اقول :- شارح نے فرمایا :- قضایا کے منجملہ احکام میں سے ایک حکم عکس مستوی بھی ہے۔ اور عکس مستوی

قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دینے کا نام ہے صدق وکیف کو اپنی حالت میں حسب سابق باقی رکھا جائے گا۔ جیسے کل انسان حیوان کو جب ہم نے عکس مستوی میں تبدیل کیا تو اس کو جزئیہ بنادیا۔ اور کہا بعض الحیوان انسان۔ دوسری مثال لاشیٔ من الحجر بانسان کا عکس مستوی لاشیٔ من الانسان بحجر۔

قولہ: فالمراد بالجزء الاوّل والثانی :۔ قضیہ کے جزء اول اور جزء ثانی سے مراد ذکر میں دو جزء ہیں۔ حقیقت میں دو جزء نہیں ہیں۔ کیونکہ قضیہ کا جزء اول موضوع اور ثانی وصف محمول ہے۔ اور اگر اس کو عکس کردیا جائے تو ذات موضوع محمول اور وصف محمول موضوع نہ بن جائے۔

قولہ بل موضوع العکس :۔ بلکہ عکس کی صورت میں موضوع ذات محمول واقع ہوگا۔ اور اس کا محمول وصف موضوع ہوگا۔ (یعنی قضیہ میں موضوع ذات اور محمول وصف ہوتا ہے) لہٰذا معلوم ہوا کہ تبدیلی صرف ذکر میں دو جزء ہیں۔ ان میں واقع ہوتی ہے۔ یعنی وصف عنوانی اور وصف محمول تبدیل ہوتے ہیں۔

لا یقال نعلیٰ ھٰذا یلزم ان یکون للمنفصلة عکس لانّ جزئیھا متمیزان فی الذکر والوضع وان لم یتمیزا بحسب الطبع فاذا تبدل احدھما بالآخر یکون عکسا لھا لصدق التعریف علیہ لکنھم صرحوا بانھا لا عکس لھا لانا نقول لا نعران المنفصلة لا عکس لھا فان المفھوم من قولنا اما ان یکون العدد زوجا او فردا الحکم علی زوجیة العدد بمعاندة الفردیة ومن قولنا اما ان یکون العدد فردا او زوجا الحکم علی فردیة العدد بمعاندة الزوجیة ولا شک ان المفھوم من معاندة ھٰذا لذالک غیر المفھوم من معاندة ذاک لھٰذا فیکون للمنفصلة ایضا عکس مغایر لھا فی المفھوم الا انہ لما لم یکن فیہ فائدة لم یعتبروہ نکانھم ما عنوا بقولھم لا عکس للمنفصلات الّا ذالک۔

ترجمہ :۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ پس اس بناء پر لازم آتا ہے کہ منفصلہ کیلئے بھی عکس ہو۔ اس لئے کہ منفصلہ کے دونوں جز ذکر اور وضع دونوں میں ممتاز ہوتے ہیں۔ گو وہ بحسب الطبع ممتاز (جدا) نہیں ہوتے پس جب دونوں اجزاء میں سے ایک جزء دوسرے جزء سے تبدیل ہوگا تو اس کا عکس بن جائے گا۔ کیونکہ عکس کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ لیکن مناطقہ نے صراحت کی ہے کہ اس کا عکس نہیں آتا۔ لانا نقول :۔ اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا۔ اس لئے کہ ہمارے اس قول کا مفہوم کہ اما ان یکون العدد زوجا او فردا اس قول میں حکم ہے عدد کے زوج ہونے کا فردیت کے معاند ہونے کے ساتھ۔ اور ہمارے قول اما ان یکون العدد فردا او زوجا۔ عدد کے فرد ہونے کا حکم ہے زوجیت کے معاند ہونے کے ساتھ۔

قولہ ولا شک :۔ اور اسمیں شک نہیں کہ معاندہ ہٰذا ذاک کا مفہوم غیر ہے معاندہ ذاک ہٰذا کے مفہوم کے۔

لہٰذا پس منفصلہ کے لئے بھی عکس ثابت ہے۔ جو متصلہ سے مفہوم مغایر ہے۔ لیکن چونکہ اس میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس لئے مناطقہ نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ پس گویا مناطقہ نے اپنے قول ، لا عکس للمنفصلات سے اسی کا ارادہ کیا ہے۔

تشریح:۔ اعتراض! عکس مستوی کی مذکورہ تعریف سے لازم آتا ہے کہ قضیہ منفصلہ کا بھی عکس آئے۔ اس لئے اس کے دونوں جزء ذکر اور وضع میں جدا جدا ہوتے ہیں۔ تو بحسب الطبع ان میں امتیاز نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب دونوں اجزاء میں سے ایک دوسرے سے تبدیل ہوجائیگا تو عکس مستوی بن جائے گا مگر مناطقہ نے اس کی صراحت کردی ہے کہ منفصلات کا عکس مستوی نہیں آیا کرتا۔

قولہ لا نا نقول:۔ جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ منفصلہ کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ اما ان یکون ہٰذا العدد زوجاً او فرداً منفصلہ حقیقیہ کی مثال ہے۔ اس میں عدد کے زوج ہونے کا حکم فرد کے معاند ہونے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اما ان یکون العدد فرداً او زوجاً میں بھی عدد کے فرد ہونے کا حکم ہے زوجیت کے معاند ہونے کے ساتھ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہٰذا کا ذاک کے معاند ہونا اور مفہوم ہے اور ذاک کا معاند ہونا ھٰذا کے دوسرا حکم ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ منفصلہ کا بھی عکس آتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں کوئی فائدہ معتدہ مرتب نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے مناطقہ نے کہدیا ہے کہ منفصلات کا عکس نہیں آتا۔

وَانما قال جعل الجزء الاوّل من القضية ثانياً وَالثانى اولاً لا تبديل الموضوع بالمحمول كما ذكر بعضهم ليشتمل عكس الحمليات وَالشرطيات وليس المراد ببقاء الصدق ان العكس والاصل يكونان صادقين فى الواقع بل المراد ان الاصل يكون بحيث لو فرض صدقه لزوم صدق العكس وَانما اعتبروا اللزوم فى الصدق لانّ العكس لازم من لوازم القضية ويستحيل صدق الملزوم بدون صدق اللازم ولم يعتبروا بقاء الكذب اذ لم يلزم من كذب الملزوم كذب اللازم فان قولنا كل حيوان انسان كاذب مع صدق عكسه وهو قولنا بعض الانسان حيوان۔

ترجمہ:۔ عکس کی تعریف میں ماتن نے کہا ہے۔ قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دینا اور نہیں کہا کہ موضوع کو محمول سے تبدیل کر دینا جیسا کہ بعض نے ذکر کیا ہے تاکہ تعریف حملیات و شرطیات کے عکس کو شامل ہو جائے۔ اور بقاء صدق سے مراد یہ نہیں ہے کہ عکس اور اصل دونوں واقع میں صادق ہونگے بلکہ مراد یہ ہے کہ اصل اس حیثیت سے کہ اگر اس کا صدق فرض کرلیا جائے تو عکس کا صدق لازم آئے گا۔

قولہ وانما اعتبروا اللزوم:۔ اور بے شک انھوں نے لزوم فی الصدق کا اعتبار کیا ہے۔

اسلئے کہ عکس قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم ہے۔ اور محال ہے ملزوم کا صدق بغیر لازم کے صادق ہونے کے۔ اور انھوں نے بقاء کذب کا اعتبار نہیں کیا۔ اسلئے کہ ملزوم کے کذب سے لازم کا کذب لازم نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا قول کل حیوان انسان کا ذب ہے باوجودیکہ اس کا عکس صادق ہے۔ وہ ہے ہمارا قول بعض الانسان حیوان۔

تشریح:- قولہ واناقال :- شارح عکس کی تعریف کے فوائد قیود بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بجعل الجزء الاول الخ :- قضیہ کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کردیا جائے، اور یہ نہیں کہا کہ قضیہ کے موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کردیا جائے۔ جیساکہ بعض لوگوں نے تعریف اسی طرح سے کی ہے وجہ یہ ہے تاکہ تعریف عکس کی حملیات وشرطیات سب کو عام ہوجائے۔

قولہ وانما اعتبروا اللزوم فی الصدق :- تعریف میں لزوم صدق کا اعتبار کیا ہے اس لئے کہ عکس قضیہ کے لوازم میں سے ایک لازم یہ بھی ہے۔ اور یہ محال ہے کہ ملزوم تو صادق ہو اور اس کا لازم کاذب ہو۔

قولہ ولم یعتبروا بقاء الکذب۔ تعریف میں بقاء صدق تو کہا گیا ہے مگر بقاء کذب نہیں کہا گیا یعنی اصل میں اگر کاذب ہو تو عکس میں بھی کاذب باقی رہے۔ یہ نہیں کہا کیونکہ اگر ملزوم کاذب ہو تو اس کا لازم بھی کاذب ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ جیسے ہمارا قول کل حیوان انسان کاذب ہے۔ اور اس کا عکس بعض الانسان حیوان صادق ہے۔

والمراد ببقاء الکیف ان الاصل لو کان موجبًا کان العکس ایضًا موجبًا وان کان سالبًا فسالبًا وانما وقع الاصطلاح علیہ لانھم تتبعوا القضایا فلم یجدوھا فی الاکثر بعد التبدیل صادقۃ لازمۃ الا موافقۃ لھا فی الکیف۔

ترجمہ:- اور بقاء کیف سے مراد یہ ہے کہ اصل اگر موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہوگا۔ اور اگر سالبہ ہو تو عکس بھی سالبہ ہوگا۔ یہ ان کی اپنی ایک اصطلاح ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے قضایا میں تتبع وتلاش کی ہے پس انھوں نے اکثر وبیشتر میں تبدیلی کے بعد صادقہ کو کہ لازم ہو یعنی ضروری ہو سوائے کیف میں موافقت کے۔

تشریح:- والمراد ببقاء الکیف :- اصل کی طرح اسکے عکس میں بھی وہ کیف باقی رہے۔ یعنی یہ کہ اگر اصل میں موجبہ ہے تو عکس میں بھی موجبہ ہی ہونا چاہیے۔ اور اگر اصل میں قضیہ سالبہ ہے تو اسکے عکس میں بھی سالبہ ہی ہونا چاہیے۔ تتبع وتلاش کے بعد اصل اور عکس میں صرف کیف کا مساوی ہونا ان کو میسر آیا ہے۔

قال وَامّا السّوالب فان کانت کلیۃ فسبع منها وھی الوقتیان وَالوجودیتان وَالممکنتان والمطلقۃ العامۃ لا تنعکس لامتناع العکس فی اخصها وھی الوقتیۃ لصدق قولنا بالضرورۃ لاشیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما وکذب قولنا بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام الذی ھو اعم الجھات لان کل منخسف فھو قمر بالضرورۃ واذا لم ینعکس الاخص لم ینعکس الاعم اذ لو انعکس الاعم لانعکس الاخص لانّ لازم الاعم لازم الاخص ضرورۃ۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا:۔ بہرحال سوالب (ان قضایا کے سالبہ) تو اگر سوالب کلیہ ہیں تو وہ سات ہیں۔ ان میں سے دو تو وقتیہ ہیں اور دو وجودیہ ہیں۔ اور دو ممکنہ ہیں اور ایک مطلقہ عامہ ہے ان کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ ان کے اخص میں عکس محال ہے۔ اور وہ وقتیہ ہے۔ کیونکہ ہمارا قول صادق ہے بالضرورۃ لاشیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما۔ اور کاذب ہے یہ قول بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام جو کہ جہات میں سب سے اعم ہے اس لئے کہ کل منخسف فھو قمر بالضرورۃ۔ ہر منخسف ہونے والا تو وہ قمر ہی ہے بالضرورۃ اور جب اخص کا عکس نہیں آتا تو اعم کا عکس بھی نہ آئے گا۔ اسوجہ سے کہ اگر اعم کا عکس آیا تو اخص کا بھی عکس آئیگا۔ کیونکہ اعم کا لازم ضروری طور پر اخص کا لازم ہوتا ہے۔

تشریح:۔ سوالب کل سات ہیں وقتیہ کے دو، وجودیہ کے دو، ممکنہ کے دو۔ اور مطلقہ عامہ۔ یہ سات کے ساتوں منعکس نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ ان قضایا کے جو اخص ہیں۔ ان کا عکس نہیں آتا۔ مثلاً وقتیہ ہے اس کی مثال ہے بالضرورۃ لاشیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع لادائما تو صادق ہے مگر اس کا عکس بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام۔ تمام موجہات میں اعم ہے مگر کاذب ہے۔ کیونکہ ہر نور ہونے والا بالضرورۃ وہ قمر ہی ہے اور جب اخص کا عکس نہیں آسکا تو اعم بھی منعکس نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر اعم منعکس ہو تو اخص کا منعکس ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اعم کا جو لازم ہوتا ہے وہ اخص کا لازم بھی ضرور ہوا کرتا ہے۔

اقول قد جرت العادۃ بتقدیم عکس السوالب لان منها ما ینعکس کلیۃ وَالکلی وان کان سلبا یکون اشرف من الجزئی وان کان ایجابا لانه انید فی العلوم واضبط فالسوالب اما کلیۃ واما جزئیۃ فان کانت کلیۃ فسبع منها وھی الوقتیان وَالوجودیتان وَالممکنتان وَالمطلقۃ العامۃ لا تنعکس لان اخصها وھی الوقتیۃ لا تنعکس ومتیٰ لم ینعکس الاخص لم ینعکس الاعم اما ان الوقتیۃ لا تنعکس فلصدق قولنا لاشیٔ من القمر

بمنخسف بالضرورة وقت التربیع لا دائما مع کذب قولنا البعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام الذی ھو اعم الجھات لان کل منخسف فھو قمر بالضرورۃ و اما انہ متی لم ینعکس الاخص لم ینعکس الاعم فلانہ لو انعکس الاعم لانعکس الاخص لان العکس لازم الاعم و الاعم لازم الاخص و لازم اللازم لازم۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مناطقہ کا معمول جاری ہے کہ وہ سوالب کے عکس کو مقدم کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض بصورت کلی منعکس ہوتے ہیں اور کلی اگرچہ سالبہ ہی کیوں نہ ہو جزئی سے افضل ہوتی ہے اگرچہ جزئی موجبہ ہی ہو۔ کیونکہ وہ علوم میں زیادہ مفید اور زیادہ ضابطہ والی ہوتی ہے۔ اور سوالب یا کلیہ ہوں گے یا جزئیہ ہوں گے پس اگر کلیہ ہیں تو وہ سات ہیں۔ ان میں سے دو وقتیہ ہیں اور دو وجودیہ ہیں۔ اور دو ممکنہ ہیں اور ایک مطلقہ عامہ ہے۔ اور یہ ساتوں منعکس نہیں ہوتیں کیونکہ اس کا اخص اور وہ وقتیہ ہے منعکس نہیں ہوتی۔ اور جب اخص منعکس نہ ہوگی تو اعم بھی منعکس نہ ہوگی۔ بہرحال یہ کہ وقتیہ کا عکس نہیں آتا تو اس لئے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لا دائما۔ اور یہ قول کاذب ہے بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام۔ اور یہ قضیہ تمام موجہات میں سب سے اعم ہے۔ کیونکہ ہر قمر بہرحال منخسف ہے بالضرورۃ۔ اور بہرحال مصنف کا قول متی لم ینعکس الاخص لم ینعکس الاعم کہ جب اخص کا عکس نہیں آئے گا تو اعم کا بھی عکس نہ آئے گا۔ تو اس وجہ سے کہ اگر عام کا عکس آئیگا تو اخص کا بھی آئیگا۔ کیونکہ عکس اعم کا لازم ہے۔ اور اعم اخص کا لازم ہے۔ اور لازم کا لازم ہمیشہ لازم ہوتا ہے۔

تشریح :- شارح نے فرمایا ہے کہ اہل منطق کا یہ معمول ہے کہ وہ اولاً سوالب کا عکس ذکر کرتے ہیں۔ اسلئے کہ سوالب میں سے بعض کلی ہیں اور بعض جزئی۔ کلی اگرچہ سالبہ ہی ہو بہرحال جزئی سے اشرف ہوتی ہے خواہ جزئی موجبہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ کلی سے فائدے زائد ہیں اور انضباط بھی ہے۔

قولہ فالسوالب اما کلیۃ او جزئیۃ :- سوالب کی دو قسمیں ہیں۔ سوالب کلیہ ہوں گے یا سوالب جزئیہ ہوں گے۔ بہرحال سوالب کلیہ تو وہ سات ہیں۔ دونوں وقتیہ، دونوں وجودیہ، ایک مطلقہ عامہ۔ اور یہ ساتوں منعکس نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ان میں سے جو اخص ہے اس کا عکس نہیں آتا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب اخص کا عکس نہ آئیگا تو اعم بھی منعکس نہ ہوگی۔

قولہ اما الوقتیۃ :- بہرحال وقتیہ کے عکس نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ قول لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لا دائما صادق ہے اور اسی کے ساتھ یہ قول کاذب ہے کہ بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام۔ اور یہ موجہات میں سب سے اعم ہے۔ کیونکہ ہر منخسف پس وہ بالضرورۃ قمر ہے۔

قولہ واما انہ متی لم ینعکس :- اور بہر حال یہ دعویٰ کہ جب اخص کا عکس نہ آئیگا تو اعم کا بھی عکس نہ آئے گا ۔ کیونکہ اگر اعم منعکس ہوگی تو اخص ضرور منعکس ہوگی ۔ کیونکہ عکس اعم کا لازم ہے ۔ اور اعم اخص کا لازم ہے ۔ اور لازم کا لازم لازم ہوتا ہے ۔

واعلم ان معنی انعکاس القضیۃ انہ یلزمہا العکس لزوما کلیا فلا یتبین ذالک بصدق العکس معہا فی مادۃ واحدۃ بل تحتاج الی برہان ینطبق علی جمیع المواد ومعنی عدم انعکاسہا انہ لیس یلزمہا العکس لزوما کلیا فیتضح ذالک بالتخلف فی مادۃ واحدۃ فانہ لو لزمہا لزوما کلیا لم یتخلف فی شئ من المواد فلہذا اکتفی فی بیان عدم الانعکاس بمادۃ واحدۃ دون الانعکاس ۔

ترجمہ :- جان تو کہ قضیہ کے منعکس ہونے کے معنی ہیں کہ اس کو عکس لازم ہے بطور لزوم کلی کے ۔ پس نہیں ظاہر ہوگا یہ دعویٰ اس کے ساتھ کسی ایک مادہ میں عکس کے صادق ہونے سے بلکہ ایسی دلیل کا محتاج ہے جو جمیع مواد (مثالوں) میں منطبق ہو ۔ اور اس کے منعکس نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کیلئے عکس لازم (ضروری) نہیں ہے کلی طور پر ۔ پس یہ واضح ہوجاتا ہے تخلف سے ایک ہی مادہ میں ۔ کیونکہ اگر کلی طور پر عکس آنا لازم ضروری ہوتا تو کسی مثال میں اس کے خلاف لازم نہ آتا ۔ اسی وجہ سے ایک مثال میں انعکاس کے نہ آنے کے بیان کو کافی سمجھا ۔

تشریح :- قولہ اعلم :- شارح نے قضیہ کے عکس کا مطلب بیان فرمایا ہے کہ قضیہ کے عکس کے آنے سے مراد یہ ہے کہ کلی طور پر اس کیلئے عکس لازمی آوے ۔ لہٰذا کلیت کا دعویٰ عکس کی ایک مثال بیان کردینے سے واضح نہیں ہوجاتا ۔ قولہ بل تحتاج الی برہان الخ بلکہ اس کلیہ کی دلیل بیان کرنا ضروری ہے جس کا انطباق اس کلی کی جمیع جزئیات پر ہوسکے ۔

قولہ ومعنی عدم انعکاسہ :- اور اس کے عکس نہ آنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کیلئے کلی طور پر عکس کا لازم وضروری نہیں ہے ۔ پس یہ دعویٰ دلیل خلف سے ایک ہی مادہ میں واضح ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ اگر اس کے لئے عکس کلی طور پر ضروری ہوتا تو کسی مثال میں اس کے خلاف لازم نہ آتا ۔ اسی لئے عکس کے نہ آنے کو صرف ایک مثال سے بیان کرنے پر اکتفا کیا ۔

قال اما الضروریۃ والدائمۃ المطلقتان فتنعکسان دائمۃ کلیۃ لانہ اذا صدق بالضرورۃ او دائما لا شئ من ج ب فیصدق دائما لا شئ من ب ج والا فبعض

ب ج بالاطلاق العام وهو مع الاصل ينتج بعض ب ليس ب بالضرورة فى الضروريۃ ودائماً فی الدائمۃ وهو مح.

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا بہر حال ضروریہ اور دائمہ مطلقہ پس منعکس ہوتی ہیں ہمیشہ کلیہ سے اس لئے کہ جب صادق ہوگا بالضرورۃ او دائماً لاشئی من ج ب تو یہ بھی صادق ہوگا دائماً، دائماً لاشئی من ب ج ورنہ تو پھر بعض ج ب بالاطلاق العام صادق ہوگا اور اس کو اصل کے ساتھ ملانے سے نتیجہ دیتا ہے کہ بعض ب لیس ب بالضرورۃ، ضروریہ میں اور دائماً دائمہ میں۔ اور یہ محال ہے۔

تشریح :- اس مقولے میں ماتن نے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ ان دونوں کا عکس بیان فرمایا ہے کہ انکا عکس ہمیشہ کلیہ آتا ہے اور دلیل میں کہاہے کہ جب بالضرورۃ یا بالدوام لاشئی من ج ب صادق ہوگا تو یہ بھی صادق ہوگا۔ کہ دائماً لاشئی من ب ج بالضرورۃ ضروریہ میں اور دائماً دائمہ میں۔ اور اگر عکس میں بالدوام لاشئی من ب ج بالضرورۃ تسلیم نہیں ہو کہ کلیہ ہے۔ تو پھر اس کا جزئیہ صادق ہوگا۔ یعنی یہ قضیہ بعض ب ج بالاطلاق العام۔ پھر اس عکس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملایا جائے (مثلاً کہا جائے بالضرورۃ یا بالدوام لاشئی من ج ب و بعض ج ب بالاطلاق العام) تو نتیجہ نکلے گا کہ بعض ب لیس ب بالضرورۃ یا بالدوام۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ضروریہ اور دائمہ دونوں کا عکس دوامی طور پر کلیہ نکلتا ہے۔

اقول من السوالب الكلية الضرورية المطلقة والدائمة المطلقة وهما تنعكسان سالبة دائمة كلية لانه اذا صدق بالضرورة او دائما لاشئ من ج ب وجب ان يصدق دائما لاشئ من ب ج والا لصدق نقيضه وهو بعض ب ج بالاطلاق العام وينضم الى الاصل هكذا بعض ب ج بالاطلاق ولاشئ من ج ب بالضرورة او دائما ينتج بعض ب ليس ب بالضرورة فى الضرورية وبالدوام فى الدائمة وهو مح وهذا المحال ليس بلازم من تركيب المقدمتين لصحته ولا من الاصل لانه مفروض الصدق فتعين ان يكون لازما من نقيض العكس فيكون مح فيكون العكس حقا.

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں سوالب کلیہ میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ بھی ہیں۔ اور یہ دونوں دائماً سالبہ کلیہ منعکس ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب صادق ہوگا بالضرورۃ یا بالدوام لاشئی من ج ب تو ضروری ہے کہ یہ قول بھی صادق ہو یعنی دائماً لاشئی من ب ج، ورنہ اس کی نقیض صادق ہوگی۔ اور وہ ہے بعض ب ج بالاطلاق العام۔ اور اسکو اسطرح اصل سے ملائیں گے۔

بعض ب ج بالاطلاق ولاشئ من ج ب بالضرورة یا دائماً تو اس کا نتیجہ نکلے گا بعض ب لیس ب بالضرورۃ ضروریہ مطلقہ میں. بعض ب لیس ب دائماً دائمہ مطلقہ میں۔ اور یہ نتیجہ محال ہے. اور یہ محال دونوں مقدمات کی ترتیب سے لازم نہیں آیا اور نہ اصل سے لازم آیا. کیونکہ اس کا صادق ہونا فرض کر لیا گیا ہے تو متعین ہو گیا کہ یہ محال عکس کی نقیض سے لازم آیا ہے. پس وہ محال ہے اور ہمارا دعویٰ عکس کے کلی ہونے کا ثابت ہے۔

تشریح :۔ شارح نے متن کی تشریح کے ساتھ اس پر وارد ہونے والا اعتراض بھی بیان کیا ہے. اعتراض آئندہ بیان ہوگا. تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

شارح نے فرمایا سوالب کلیہ میں سے دو قسمیں ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ بھی ہیں. ان دونوں کا عکس ہمیشہ کلیہ ہی آئے گا. کیونکہ جب ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ، بالدوام لاشئ من ج ب تو ضروری ہے کہ یہ کلیہ بھی صادق ہو. دائماً لاشئ من ب ج اور اگر اس کو صادق نہ مانیں گے تو اسکی نقیض صادق ماننا پڑے گا. نقیض یہ ہے بعض ب ج بالاطلاق العام. اس نقیض کو اصل مثال سے اسطرح ملایا جائے کہ بعض ب ج بالاطلاق ولاشئ من ج ب بالضرورۃ او بالدوام. تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ بعض ب لیس ب بالضرورۃ ضروریہ میں. اور بعض ب لیس ب بالدوام دائمہ میں. اور یہ نتیجہ محال ہے. اسکے محال ہونے کی دو صورتیں ہیں. (۱) قولہ وہٰذا المحال لیس بلازم الخ:۔ یہ محال دونوں مذکورہ مقدمات کی ترکیب سے لازم نہیں آیا. (۲) ولا من الاصول :۔ اور نہ اصل کی وجہ سے محال لازم آیا. کیونکہ اس کا صادق ہونا فرض کیا جا چکا ہے. پس متعین ہو گیا کہ محال عکس کی نقیض سے لازم آیا ہے۔

لا یقال لا نم کذب قولنا بعض ب لیس ب لجواز ان یکون الموضوع معدوماً فیصدق سلبہ عن نفسہ لانا نقول صدق السالبۃ اما لعدم موضوعھا او لوجودہ مع عدم المحمول عنہ لکن الاول ھٰھنا منتف لوجود بعض ب حیث فرض صدق نقیض العکس فلو صدق ذالک السلب لم یکن الا لعدم المحمول وھو مح۔

ترجمہ :۔ اعتراض نہ کیا جائے کہ ہم اپنے قول بعض ب لیس ب کے کاذب ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ موضوع معدوم ہو تو اس وقت سلب عن نفسہ جائز ہے اسلئے کہ ہم جواب دیں گے سالبہ کا صدق یا موضوع کے معدوم ہونے کی وجہ سے ہے یا موجود ہونے سے مگر اس کا محمول معدوم ہے لیکن اول اس جگہ منتفی ہے. اس لئے کہ بعض ب موجود ہے جس جگہ عکس کی نقیض کا صدق فرض کیا جائے۔ پس اگر یہ سلب صادق ہو تو نہیں ہوگا یہ صدق مگر محمول کے عدم کی وجہ سے اور یہ محال ہے۔

تشریح :- اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بعض ب لیس ب کاذب ہے۔ اور اس کا کاذب ہونا لاشئ من ب ج کے صادق ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ ہم بعض لیس ب کے کاذب ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ جائز ہے کہ قضیہ میں موضوع معدوم ہو یا موضوع موجود ہو مگر اس کا محمول معدوم ہو تو سلب شئ عن نفسہ کا اعتراض لازم آئے گا۔

قولہ لانا نقول :- شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے سالبہ کا صدق دو وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ اول موضوع معدوم ہو یا موضوع موجود اور محمول معدوم ہو۔ ان میں سے پہلی صورت یہاں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کہ بعض ب اس جگہ موجود ہیں۔ جہاں اس کا صدق فرض کیا گیا ہے تو موضوع موجود رہے۔

قولہ فلو صدق ذالک السلب :- پس اگر اس سلب کو یعنی بعض ب لیس ب کو صادق فرض کیا گیا تو یہ صدق صرف محمول کے معدوم ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ اور یہ محال ہے۔

ومن الناس من ذهب الى انعكاس السالبة الضرورية كنفسها وهو فاسد لجواز امكان صفة لنوعين تثبت لاحدهما فقط بالفعل دون الأخر فيكون النوع الأخر مسلوبا عما له تلك الصفة بالفعل بالضرورة مع امكان ثبوت الصفة له فلا يصدق سلبها عنه بالضرورة كما ان مركوب زيد يكون ممكنا للفرس والحمار وثابتا للفرس بالفعل دون الحمار فيصدق لاشئ من مركوب زيد بحمار بالضرورة ولا يصدق لاشئ من الحمار بمركوب زيد بالضرورة لصدق نقيضه وهو بعض الحمار مركوب زيد بالامكان

ترجمہ :- اور لوگوں میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ سالبہ ضروریہ کا عکس لنفسہ آتا ہے (یعنی سالبہ ضروریہ آتا ہے۔) اور یہ فاسد ہے (غلط ہے) کیونکہ جائز ہے کہ دو انواع کی صفت کے لئے جائز ہے کہ وہ صفت نوعین میں سے ایک کے لئے ثابت ہو بالفعل فقط۔ دوسرے کے لئے ثابت نہ ہو۔ لہٰذا پس نوع آخر مسلوب ہے۔ اس نوع سے کہ جس نوع کے لئے یہ صفت بالفعل ثابت ہے بالضرورۃ۔ اور ساتھ ہی اس صفت کے ثبوت کا امکان بھی کہ اس کے لئے ثابت ہو۔ لہٰذا پس اس صفت کا سلب نوع آخر سے بالضرورۃ صادق نہ ہوگا۔ جیسے کہ مرکوب زید ممکن ہے فرس اور حمار کے لئے۔ اور بالفعل فرس کیلئے ثابت ہے۔ نہ کہ حمار پس صادق ہے لاشئ من مرکوب زید بحمار بالضرورۃ۔ اور صادق نہیں ہے لاشئ من الحمار بمرکوب زید بالضرورۃ اس لئے کہ اس کی نقیض صادق ہے۔ اور وہ بعض الحمار مرکوب زید بالامکان ہے۔

تشریح :- قولہ ومن الناس۔ بعض مناطقہ کے نزدیک ضروریہ مطلقہ سالبہ کا عکس ضروریہ مطلقہ سالبہ ہی آتا ہے۔ یہ فاسد ہے۔ کیونکہ ایک وصف جو دو انواع میں سے بالفعل صرف ایک نوع کیلئے ثابت ہے

اور دوسری کے لئے وہ وصف ثابت نہ ہو تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوع آخر اس وصف سے مسلوب ہے، جو وصف کہ بالفعل اول کے لئے ثابت ہے باوجود مسلوب ہونے کیلئے اس نوع کے اس صفت کا ثابت ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا جب ایک نوع وہ وصف مسلوب بالفعل بھی ہے اور وہ وصف اس میں بالامکان پایا بھی جاسکتا ہے تو اس وصف کو بالضرورۃ سلب کر دینا صحیح نہیں ہوگا۔ مثلاً مرکوب زید ہونا حمار اور فرس دونوں کے لئے ممکن ہے مگر بالفعل فرس کے لئے مرکوب زید ہونا ثابت ہے۔ حمار کے لئے نہیں ہے۔ لہٰذا یہ قضیہ صادق ہے کہ لاشئ بمرکوب زید بحمار بالضرورۃ۔ اور صادق نہیں ہے لاشئ من الحمار بمرکوب زید بالضرورۃ۔ اس لئے کہ اس کی نقیض صادق ہے اور وہ ہے بعض الحمار مرکوب زید بالامکان۔

قالَ واما المشروطة والعرفية العامتان فتنعكسان عرفية عامة كلية لانه اذا صدق بالضرورة او دائما لاشئ من ج ب مادام ج فدائما لاشئ من ب ج مادام ب والافبعض ب ج حين هو ب وهو مع الاصل ينتج بعض ب ليس ب حين هو ب وهو خ واما المشروطة والعرفية الخاصتان فتنعكسان عرفية عامة لادائمة فى البعض اما العرفية العامة فلكونها لازمة للعامتين واما اللادوام فى البعض فلانه لوكذب بعض ب ج بالاطلاق العام لصدق لاشئ من ب ج دائما فتنعكس الى لاشئ من ج ب دائما وقد كان كل ج ب بالفعل هذا خلف۔

ترجمہ :- اور بہر حال مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ پس منعکس ہوتے ہیں عرفیہ عامہ سے کلیۃً۔ اس لئے کہ جب صادق ہے بالضرورۃ اور دائماً لاشئ من ج ب مادام ج پس دائماً لاشئ من ب ج دائماً اور اگر یہ صادق نہ ہوگا تو بعض ب ج حین ھو ب صادق ہوگا۔ اور اس کو اصل کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکلے گا بعض ب لیس ب حین ھو ب اور یہ محال ہے۔ اور بہر حال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ پس دونوں کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے مگر دائماً نہیں بعض میں اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال عرفیہ عامہ تو پس اس لئے کہ وہ دونوں عامہ کیلئے لازم ہے۔ اور بہر حال لادوام تو وہ بعض میں ہے۔ کیونکہ اگر بعض ب ج بالاطلاق العام کاذب ہو تو البتہ لاشئ من ب ج دائماً صادق ہوگا۔ پس اس کا عکس آئیگا لاشئ من ج ب دائماً حالانکہ اصل میں کل ج ب بالفعل تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح :- قولہ واما المشروطة :- شارح نے اس جگہ مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بیان کیا ہے کہ ان دونوں کا عکس کلیۃً عرفیہ عامہ ہی آتا ہے۔ اور دلیل میں کہا ہے کہ قولہ لانہ اذا صدق :- کیونکہ جب بالضرورۃ یا دائماً لاشئ من ج ب مادام ج صادق ہوگا تو یہ قول بھی صادق ہوگا۔ دائماً لاشئ من ب ج مادام ب۔ اور اگر یہ

صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض صادق آئے گی۔ اور نقیض اس کی یہ ہے کہ بعض ب ج حین ھو ب۔ اب اسکو اصل کے ساتھ ملائیں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا بعض ب لیس ھو ب اور یہ محال ہے

قولہ واما المشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان۔ اور مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ۔ پس ان دونوں کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے مگر بعض میں دائمی نہیں ہوتا۔

قولہ واما العرفیۃ العامۃ :۔ بہرحال عرفیہ عامہ اس چونکہ یہ دونوں عامہ کو لازم ہوتی ہے اور لا دوام بعض میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر بعض ب ج بالاطلاق العام کاذب ہو تو لاشئی من ب ج دائما صادق ہوگا۔ لہٰذا اس کا عکس آئے گا کہ لاشئی من ج ب دائما۔ حالانکہ اصل میں یہ تھا کل ج ب بالفعل۔ یہاں اس کے خلاف لازم آیا۔

اقول السالبۃ الکلیۃ المشروطۃ والعرفیۃ العامتان تنعکسان عرفیۃ عامۃ کلیۃ لانہ متی صدق بالضرورۃ او دائما لاشئی من ج ب ما دام ج صدق دائما لاشئی من ب ج ما دام ب والا فبعض ب ج حین ھو ب لانہ نقیضہ ونضمہ مع الاصل بان نقول بعض ب ج حین ھو ب وبالضرورۃ او دائما لاشئی من ج ب ما دام ج فینتج بعض ب لیس ب حین ھو ب وانہ محال وھو ناش من نقیض العکس فالعکس حق۔

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سالبہ کلیہ مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ عرفیہ عامہ کا عکس عرفیہ عامہ کلیہ آتا ہے۔ اسلئے کہ جب بالضرورۃ یا دائما لاشئی من ج ب ما دام ج صادق ہوگا تو دائما لاشئی من ب ج ما دام ب بھی صادق ہوگا۔ اور اگر یہ صادق نہ ہوگا تو اس کی نقیض یعنی بعض ب ج حین ھو ب صادق آئے گا۔ کیونکہ یہ اس کی نقیض ہے۔ اب ہم اس کو اصل کے ساتھ ملاتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں کہ بعض ب ج حین ھو ب اور بالضرورۃ یا دائما لاشئی من ج ب ما دام ج تو قیاس کا نتیجہ نکلے گا کہ بعض ب لیس ب حین ھو ب اور یہ محال ہے۔ اور یہ نتیجہ عکس کی نقیض سے پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا عکس صحیح ہے۔ اور نقیض غلط ہے۔

ومنھم من زعم ان المشروطۃ العامۃ تنعکس کنفسھا وھو باطل لان المشروطۃ العامۃ ھی التی لوصف الموضوع فیھا دخل فی تحقق الضرورۃ علی ما سبق فیکون مفھوم السالبۃ المشروطۃ العامۃ منافاۃ وصف المحمول لمجموع وصف الموضوع وذاتہ ومفھوم عکسھا منافاۃ

وصف الموضوع لمجموع وصف المحمول وذاته ومن البین ان الاول لایستلزم الثانی۔

ترجمہ :- مناطقہ میں سے بعض نے گمان کیا ہے کہ مشروطہ عامہ لنفسہٖ منعکس ہوتا ہے اور یہ باطل ہے اس لئے کہ مشروطہ عامہ وہ قضیہ ہے کہ جسکے موضوع کے وصف کو ضرورت کے تحقق میں دخل ہو۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس سالبہ مشروطہ عامہ کا مفہوم ہوگا محمول کے وصف کا منافی ہونا موضوع کے وصف اور اس کی ذات کے مجموعہ سے اور اس کے عکس کا مفہوم ہوگا موضوع کے وصف کا منافی ہونا وصف محمول اور ذاتِ محمول کے مجموعہ کے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اول ثانی کو مستلزم نہیں ہے۔

تشریح :- بعض مناطقہ کا خیال ہے کہ مشروطہ عامہ کا عکس مشروطہ عامہ ہی آتا ہے۔ یہ باطل ہے۔
قولہ لان المشروطۃ العامۃ :- کیونکہ مشروطہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں ضرورت کے تحقق میں وصف موضوع کا دخل ہوتا ہے جیساکہ سابق میں گزر چکا ہے۔ لہٰذا سالبہ مشروطہ عامہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ وصف محمول منافی ہے وصف موضوع اور ذات موضوع کے مجموعہ کے اور اسکے عکس کا مفہوم یہ ہوگا وصف موضوع کا منافی ہونا وصف محمول اور ذات محمول کے مجموعہ سے۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے اول ثانی کو مستلزم نہیں ہے۔

واما المشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان فتنعکسان عرفیۃ عامۃ مقیدۃ باللادوام فی البعض فانہ اذا صدق بالضرورۃ اودائما لاشئ من ج ب مادام ج لادائما فلیصدق دائما لاشئ من ب ج مادام ب لادائما فی البعض ای بعض ب ج بالفعل فان اللادوام فی القضایا الکلیۃ مطلقۃ عامۃ کلیۃ علی ماعرفت واذا قید بالبعض یکون مطلقۃ عامۃ جزئیۃ اما صدق العرفیۃ العامۃ وھی لاشئ من ب ج مادام ب فلانھا لازمۃ للعامتین ولازم العام لازم الخاص واما صدق اللادوام فی البعض فلانہ لولم یصدق بعض ب ج بالفعل لصدق لاشئ من ب ج دائما وتنعکس الی لاشئ من ج ب دائما وقد کان بحکم لادوام الاصل کل ج ب بالفعل ھذا خلف۔

ترجمہ :- اور بہر حال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ پس یہ دونوں منعکس ہوتے ہیں عرفیہ عامہ سے جو مقید ہو لادوام کی قید کے ساتھ بعض میں۔ کیونکہ جب صادق آئے بالضرورۃ یا بالدوام لاشئ من ج ب مادام ج لادائما۔ پس چاہیے اگر یہ قول بھی صادق ہو۔ دائما لاشئ من ب ج مادام ب لادائما فی البعض یعنی بعض ب ج بالفعل ہیں۔ کیونکہ لادوام قضایا کلیہ میں مطلقہ عامہ کلیہ ہوتا ہے جیساکہ تم نے پہچان رکھا ہے۔ اور اس کو جب بعض کے ساتھ مقید کر دیا گیا تو وہ مطلقہ عامہ جزئیہ بن جاتا ہے اور

بہرحال عرفیہ عامہ کا صدق اور وہ لاشیٔ من ب ج مادام ب ہے۔ تو اس لئے کہ وہ دونوں عامہ کیلئے لازم ہے اور عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے۔ اور بہرحال لادوام کا صدق بعض میں تو اس وجہ سے کہ اگر بعض ب ج بالفعل صادق نہ ہوگا تو البتہ لاشیٔ من ب ج دائماً صادق ہوگا۔ اور وہ منعکس ہوتا ہے لاشیٔ من ج ب دائماً کی طرف۔ اور لادوام اصل کی رو سے کل ج ب بالفعل تھا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح :- قولہ اما المشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان۔ بہرحال مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ تو ان دونوں کا عکس وہ عرفیہ عامہ آتا ہے جو لادوام فی البعض کی قید کے ساتھ مقید ہو اس لئے کہ جب بالضرورۃ یا باللادوام لاشیٔ من ج ب مادام ج لا دائماً صادق ہوگا۔ تو ضروری ہے کہ یہ بھی صادق ہو۔ یعنی دائماً لاشیٔ من ب ج مادام ب لا دائماً فی البعض یعنی بعض ب ج بالفعل ہیں۔ کیونکہ لادوام کے معنی قضایا کلیہ کے اندر مطلقہ عامہ کلیہ کے آتے ہیں۔ جیسا کہ تم معلوم کرچکے ہو۔ اور اس کو جب بعض کی قید کے ساتھ مقید کردیا گیا تو وہ مطلقہ عامہ جزئیہ بن جاتا ہے۔

قولہ اما صدق العرفیۃ عامۃ :- بہرحال عرفیہ عامہ کا صادق ہونا۔ اور اس کی مثال لاشیٔ من ب ج مادام ب ہے تو اس وجہ سے کہ عرفیہ عامہ دونوں عرفیہ کو لازم ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ عام کا لازم خاص کا لازم ہوتا ہے۔

قولہ اما صدق اللادوام فی البعض۔ بہرحال لادوام فی البعض کا صادق ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بعض ب ج بالفعل صادق نہ ہو، تو البتہ لاشیٔ من ب ج دائماً ضرور صادق ہوگا۔ اور یہ منعکس ہوگا۔ لاشیٔ من ج ب دائماً کی طرف جبکہ اصل لادوام کے حکم کے مطابق کل ج ب بالفعل تھا لہٰذا یہ خلاف مفروض ہے۔

وانما لا تنعکسان الی العرفیۃ العامۃ المقیدۃ باللادوام فی الکل لانہ یصدق لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً و یکذب لاشیٔ من الساکن بکاتب ما دام ساکناً لا دائماً لکذب اللادوام وھو کل ساکن کاتب بالاطلاق العام لصدق بعض الساکن لیس بکاتب دائماً لان من الساکن ما ھو ساکن دائماً کالارض۔

ترجمہ :- اور یہ دونوں منعکس ہوتے ہیں اس عرفیہ عامہ کی جانب جو لادوام فی الکل کے ساتھ مقید ہو۔ کیونکہ یہ قول صادق ہے یعنی لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً اور کاذب ہے یہ قول لاشیٔ من الساکن بکاتب مادام ساکناً لا دائماً۔ کیونکہ لادوام کاذب ہے۔ اور وہ کل ساکن کاتب بالاطلاق العام ہے۔ کیونکہ بعض الساکن لیس بکاتب دائماً صادق ہے۔ کیونکہ بعض ساکن وہ بھی ہیں جو دائماً ساکن ہی ہیں۔ جیسے زمین۔

تشریح :۔ اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس وہ عرفیہ عامہ نہیں آتا جو لادوام فی الکل کے ساتھ مقید ہو۔ کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے۔ لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا دائما اور یہ قول کاذب ہے۔ لاشئ من الساکن بکاتب مادام ساکنا لا دائما۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ لادوام کاذب ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ کل ساکن کاتب بالاطلاق العام اور اس کے کاذب ہونے کی وجہ یہ کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الساکن لیس بکاتب دائما۔ کیونکہ ساکن بعض ایسے بھی ہیں جو دائما ساکن ہی رہتے ہیں۔ جیسے زمین (مناطقہ و فلاسفہ زمین کو ساکن مانتے ہیں)

قال وان کانت جزئیۃ فالمشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان تنعکسان عرفیۃ خاصۃ لانہ اذا صدق بالضرورۃ او دائما بعض ج لیس ب مادام ج لا دائما صدق دائما لیس بعض ب ج مادام ب لا دائما لانا نفرض ذات الموضوع وھو ج د فدج بالفعل ودب ایضا بحکم اللادوام ولیس دج مادام ب والا لکان د ج حین ھو ب فیکون ب حین ھو ج وقد کان لیس ب مادام ج ھذا خلف واذا صدق ج و ب علیہ وتنافیا فیہ صدق بعض ب لیس ج مادام ب لا دائما وھو المطلوب واما البواقی فلا تنعکس لانہ یصدق بالضرورۃ بعض الحیوان لیس بانسان وبالضرورۃ لیس بعض القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائما مع کذب عکسھا بالامکان العام الذی ھو اعم الجھات لکن الضروریۃ اخص البسائط والوقتیۃ اخص المرکبات الباقیۃ ومتی لم تنعکسا لم ینعکس شئ منھا لما عرفت ان انعکاس العام مستلزم لانعکاس الخاص۔

ترجمہ :۔ ماتن نے فرمایا :۔ سوالب کلیہ اگر سالبہ جزئیہ ہوں تو ان میں سے مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ منعکس ہوتے ہیں۔ عرفیہ خاصہ سے (یعنی ان دونوں کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے) کیونکہ جب بالضرورۃ یا دائما بعض ج لیس ب مادام ج لا دائما صادق ہے۔ تو پھر یہ بھی صادق ہوگا کہ دائما لیس بعض ب ج مادام ب لا دائما۔ اس لئے کہ ہم فرض کرتے ہیں موضوع کی ذات کو اور وہ ج د ہے۔ لہٰذا پس وہ بالفعل ج د ہے بھی اور د ب بھی ہے۔ کیونکہ لادوام موجود ہے اور لیس ج مادام ب بھی ہے۔ ورنہ تو لازم آئے گا کہ وہ د ج ہے۔ جس وقت کہ وہ ب ہے پس وہ ب بھی ہے جس وقت کہ وہ ج ہے حالانکہ وہ لیس ب مادام ج تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔ واذا صدق ج و ب علیہ۔ اور جب اس پر ج و ب دونوں صادق ہوں اور اس میں دونوں منافی بھی ہوں تو یہ قضیہ صادق آئیگا کہ بعض ب لیس ج مادام ب لا دائما اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

واما البواقی :- اور بہرحال ان کے علاوہ باقی سوالب کلیہ تو وہ منعکس نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ صادق ہے کہ بالضرورۃ بعض الحیوان لیس بانسان اور بالضرورۃ لیس بعض القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائما۔ حالانکہ ان کا عکس کاذب ہے۔ امکان عام کی وجہ سے جو کہ موجہات میں سب سے اعم ہے۔ البتہ ضروریہ تمام بسائط میں اخص ہے۔ اور وقتیہ باقی مرکبات میں سب سے اخص ہے۔ جب یہ دونوں منعکس نہیں ہوتیں تو کوئی قسم بھی ان کی منعکس نہ ہوگی۔ اس وجہ سے کہ قاعدہ ہے کہ اعم کا انعکاس خاص کے انعکاس کو مستلزم ہے۔

تشریح :- ماتن نے بسائط موجہ اور موجہ مرکبہ کے سوالب کا عکس بیان کرنے کے بعد ان کی سوالب جزئیہ کے عکس کا بیان شروع فرمایا :- اور کہا۔ مشروطہ اور عرفیہ خاصہ ان دونوں کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے۔ پھر اس کی دلیل مثال دے کر بیان کی۔ آپ کتاب میں ملاحظہ کیجیے۔

پھر آخر میں فرمایا واما البواقی۔ بہرحال بسائط موجہ اور موجہ مرکبہ کی باقی اقسام تو ان کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ بسائط میں اخص ضروریہ ہے اور مرکبات میں وقتیہ ہے۔ جب ان دونوں کا عکس نہیں آتا تو باقی کا بھی نہ آئے گا۔ وجہ یہ بیان کی کہ عام کا انعکاس خاص کے انعکاس کو مستلزم ہے۔

اقول قد عرفت ان السوالب الکلیۃ سبع منها لا تنعکس وست منها تنعکس فالسوالب الجزئیۃ لا تنعکس الا المشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان فانهما تنعکسان عرفیۃ خاصۃ لانه اذا صدق بالضرورۃ او دائما لیس بعض ج ب ما دام ج لا دائما صدق دائما لیس بعض ب ج ما دام ب لا دائما لانا نفرض ذالک البعض الذی هو ج ولیس ب ما دام ج لا دائما د فدج بالفعل وهو ظاهر ودب بحکم اللادوام ود لیس ج ما دام ب والا لکان دج فی بعض اوقات کونه ب فیکون ب فی بعض اوقات کونه ج لان الوصفین اذا تقارنا علی ذات یثبت کل منهما فی وقت الآخر وقد کان دلیس ب ما دام ج هذا خلف واذا قد صدق ج وب علی د وتنافیا فیه ای متی کان ج لم یکن ب ومتی کان ب لم یکن ج صدق بعض ب لیس ج ما دام ب لا دائما فانه لما صدق علی د ب وصدق لیس ج ما دام ب صدق بعض ب لیس ج ما دام ب وهو الجزء الاول من العکس ولما صدق علیه انه ج وب صدق علیه بعض ب ج بالفعل وهو لا دوام العکس فیصدق العکس بجزئیه معا واما السوالب الجزئیۃ الباقیۃ فلا تنعکس لانها اما السوالب الاربع التی هی الدائمتان والعامتان واما السوالب السبع المذکورۃ واخص الاربع الضروریۃ واخص السبع الوقتیۃ وشیء منها لا ینعکس اما الضروریۃ فلصدق قولنا بعض الحیوان لیس بانسان بالضرورۃ مع کذب بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام اذ کل انسان حیوان

بالضرورۃ وَاَمَّا الوقتیۃ فلصدق بعض لقمر لیس بمنخسف وقت التربیع لادائماً کذب بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام لان منخسف قمر بالضرورۃ وانالم ینعکس الاخص لم ینعکس الاعم لان انعکاس الاعم مستلزم لانعکاس الاخص ۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ تم ابھی سابق میں پہچان چکے ہو کہ سوالب کلیہ ان میں سے سات ہیں۔ جو عکس قبول نہیں کرتیں۔ اور ان میں سے چھ کا عکس آتا ہے۔ پس سوالب جزئیہ ر میں بھی دو طرح کی ہیں۔ بعض کا عکس آتا ہے اور بعض کا عکس نہیں آتا ا کا عکس نہیں آتا۔ بجز مشروطہ اور عرفیہ خاصہ کے۔ (یعنی ان دونوں کا عکس آتا ہے) کیونکہ ان دونوں کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے۔ (دلیل یہ ہے کہ) کیونکہ جب بالضرورۃ یا دائماً لیس بعض ج ب مادام ج لادائماً صادق ہے تو یہ بھی صادق ہوگا کہ " دائماً لیس بعض ب ج مادام ب لادائماً ۔ کیونکہ ہم فرض کرتے ہیں کہ یہ بعض جو کہ ج اور لیس ب ہیں مادام ج لادائماً پس وہ ہیں د ج بالفعل اور یہ ظاہر ہے اور یہی د ب بھی ہیں۔ لادوام کی قید کی وجہ سے۔ حالانکہ د لیس ج ہے مادام ب ورنہ لازم آئے گا وہ د ج بعض ان اوقات میں ہے کہ وہ ب ہے۔ تو لازم آئے گا کہ وہ ب ہے بعض ان اوقات میں کہ وہ ج ہے۔ لان الوصفین اذا تقارنا۔ وجہ یہ ہے کہ جب دو وصف ایک دوسرے سے مقارن ہوں کسی ایک ذات میں تو دونوں اوصاف میں سے ہر ایک دوسرے وقت میں ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ د لیس ب تھا جب تک وہ ج تھا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

واذا قد صدق۔ اور اس وقت ج اور ب دونوں د پر صادق ہوں گے اور دونوں منافی بھی ہوئے یعنی جب وہ ج تھا تو ب نہیں تھا اور جب وہ ب تھا تو ج نہیں تھا۔ تو یہ قضیہ صادق آیا کہ " بعض ب لیس ج مادام ب لادائماً ۔ فانہ لما صدق علی د ب ۔ کیونکہ جب د پر ب صادق آیا اور ادھر یہ صادق ہو چکا ہے کہ وہ لیس ج مادام ب ہے۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ " ب لیس ج مادام ب اور یہ عکس کا جزو اول ہے۔

ولما صدق علیہ :- اور جب اس پر صادق آیا کہ وہ ج اور ب ہے تو یہ بھی صادق آیا کہ بعض ب ج بالفعل اور یہ لادوام عکس ہے۔ تو اس کے ساتھ اس کے جزء کا عکس بھی صادق آئے گا۔

واما السوالب الجزئیۃ :- بہر حال سوالب جزئیہ باقیہ تو پس وہ منعکس نہیں ہوتیں کیونکہ جہاں تک سوالب اربعہ ہیں۔ اور وہ دونوں دائمہ، دونوں عامہ ہیں۔ اور سوالب سبعہ ہیں جن کا اوپر ذکر آیا۔ ان چار دل میں اخص ضروریہ ہے اور ساتوں میں اخص وقتیہ ہے۔ اور دونوں میں سے کوئی بھی منعکس نہیں ہوتی ۔

اما الضروریۃ :- بہر حال ضروریہ تو اس لیے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الحیوان لیس بانسان بالضرورۃ اور سالبہ یہ قول کاذب ہے کہ بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام ۔ کیونکہ ہر انسان بالضرورۃ وہ حیوان ہے (تو حیوان کی نفی انسان سے امکان عام کے ساتھ ہو سکتی ہے)

واما الوقتية :- بہر حال مرکبات سبعہ میں سے اخص وقتیہ ہے تو اس لئے کہ وہ بعض القمر لیس بمنخسف وقت التربیع لادائما) صادق ہے۔ اور بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام میں کاذب ہے۔ کیونکہ منخسف قمر ہے ضروری طور پر۔ واذا لم ینعکس الاخص۔ اور جب قضایا میں سے اخص القضایا کا عکس نہیں آسکا۔ تو اعم کا عکس بھی نہ آئے گا۔ کیونکہ اعم کا عکس آنا، اخص کے عکس آنے کو مستلزم ہے۔

لایقال قد تبین ان السوالب السبع الكلية لا تنعكس يلزم من ذالك عدم الانعكاس جزئيا لان الكلية اخص من الجزئية وعدم انعكاس الاخص ملزوم لعدم انعكاس الاعم فكان فى ذالك كفاية فلا حاجة الى هذا التطويل لانا نقول هذا طريق آخر لبيان عدم انعكاس الجزئيات وتعيين الطريق ليس من آداب المناظرة۔

ترجمہ :- اعتراض وارد نہ کیا جائے کہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ سوالب سبعہ کلیہ کا عکس نہیں آتا اور اسی سے لازم آتا ہے کہ ان کی جزئیات کا بھی عکس نہ آئے۔ کیونکہ کلیہ اخص ہوتی ہے بمقابلے جزئیہ کے اور اخص کا منعکس نہ ہونا اعم کے منعکس نہ ہونے کا ملزوم ہے۔ تو اس سلسلے میں اتنا کہدینا کافی تھا۔ پس حاجت نہ تھی اس طوالت بیانی کی جانب (جو شارح اور ماتن دونوں نے ایک ایک صفحہ میں بیان کی ہے) لانا نقول :- کیونکہ ہم جواب دیں گے یہ ایک دوسرا طریقہ ہے جزئیات کے منعکس نہ ہونے کا۔ اور کسی طریق کی تعیین کرنا مناظر کا کام نہیں ہے۔

تشریح :- ماتن اور شارح نے دونوں نے سوالب جزئیہ کے عکس کے متعلق فرمایا کہ سوالب کلیہ کی طرح سوالب جزئیہ بھی منعکس نہیں ہوتے اور اسکو دلیل طویل سے دونوں نے بیان کر دیا ہے۔ شارح آخر میں اس سلسلے کا ایک اعتراض و جواب نقل فرماتے ہیں۔

قولہ ولا یقال قد تبین :- سوال کا حاصل یہ ہے کہ سوالب کلیہ کا چونکہ عکس نہیں آتا اس لئے سوالب جزئیہ کا بھی عکس نہیں آتا دلیل یہ دی گئی ہے۔ کیونکہ کلیہ اخص اور جزئیہ اعم ہوتی ہے۔ اور اخص کا عکس نہ آنا مستلزم ہے اعم کے عکس نہ آنے کے۔ معترض کہتا ہے مختصراً اتنا لکھ دینا کافی تھا پھر الٹ پھیر کے ساتھ نج ب کی مختلف صورتیں بیان کر کے استدلال تحریر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لانا نقول۔ شارح نے جواب دیا کہ یہ اپنا اپنا طریق استدلال ہے۔ مناظر کو دعوے پر رد کرنے کا حق ہے۔ استدلال کا طریق متعین کرنے کا حق نہیں ہے۔

قال واما الموجبة كلية كانت او جزئية فلا تنعكس كلية واصلا لاحتمال كون المحمول اعم من الموضوع كقولنا كل انسان حيوان وامافى الجهة فالضرورية والدائمة والعامتان

تنعکس حینیۃ مطلقۃ لانہ اذا صدق کل ج ب باحدی الجہات الاربع المذکورۃ فبعض ب ج حین ہو ب والا فلا شیٔ من ب ج مادام ب وہو مع الاصل ینتج لا شیٔ من ج ج بالضرورۃ او دائماً فی الضروریۃ والدائمۃ وما دام ج فی العامتین وہو محال واما الخاصتان فتنعکسان حینیۃ مطلقۃ مقیدۃ باللادوام اما الحینیۃ المطلقۃ فلکونہا لازمۃ لعامتہا واما قید اللادوام فی الاصل الکلی فلانہ لوکذب بعض ب لیس ج بالفعل لصدق کل ب ج دائماً فنضمہ الی الجزء الاول من الاصل وہو قولنا بالضرورۃ او دائماً کل ج ب مادام ج ینتج کل ب ب دائماً ونضمہ الی الجزء الثانی ایضاً وہو قولنا لا شیٔ من ج ب بالاطلاق العام ینتج لا شیٔ من ب ب بالاطلاق العام فیلزم اجتماع النقیضین وہو محال واما فی الجزئی فنفرض الموضوع د فہو لیس ج بالفعل والا لکان ج دائماً فب دائماً لدوام الباء بدوام الجیم لکن اللازم باطل لنفیہ الاصل باللادوام واما الوقتیتان والوجودیتان والمطلقۃ العامۃ فتنعکس مطلقۃ عامۃ لانہ اذا صدق کل ج ب باحدی الجہات الخمس المذکورۃ فبعض ب ج بالاطلاق العام والا لصدق لا شیٔ من ب ج دائماً وہو مع الاصل ینتج لا شیٔ من ج ج دائماً وہو محال۔

ترجمہ:۔ بہرحال موجبہ کلیہ ہو یا موجبہ جزئیہ ہو تو یہ کلیہ منعکس نہیں ہوتیں اس لیے کہ احتمال ہے کہ موضوع کے مقابلے میں محمول اعم ہو۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل انسان حیوان"۔

واما فی الجہۃ:۔ اور بہرحال جہت میں (موجبہ میں) تو ضروریہ اور دائمہ اور دونوں عامہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے۔ اس لیے کہ جب یہ قول صادق ہے کہ کل ج ب باحدی الجہات الاربع فبعض ب ج حین ہو ب ورنہ پس لا شیٔ من ب ج مادام ب۔ اور اس کو اصل کے ساتھ ملاکر نتیجہ نکلتا ہے کہ لا شیٔ من ج ج بالضرورۃ او دائماً ضروریہ۔ اور دائمہ میں۔ اور مادام ج دونوں عامہ میں۔ اور یہ محال ہے۔

قولہ واما الخاصتان:۔ اور بہرحال دونوں خاصہ تو وہ پس منعکس ہوتے ہیں حینیہ مطلقہ سے جو کہ مقید ہو لادوام کے ساتھ۔

واما الحینیۃ المطلقۃ:۔ بہرحال حینیہ مطلقہ تو اس لیے کہ وہ اس کے عامہ کے لیے لازم ہوتی ہے اور بہرحال لادوام کی قید اصل کلی میں تو اس لیے کہ اگر یہ قول کاذب ہو۔ بعض ب لیس ج بالفعل۔ تو البتہ یہ قول صادق ہوگا۔ کل ب ج دائماً"۔ تو اس کو ہم اصل کے جزء اول کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب مادام ج تو نتیجہ نکلے گا کل ب ب دائماً اور اس کو ہم اصل کی جزء ثانی کے ساتھ ملاتے ہیں اور وہ ہے ہمارا قول لا شیٔ من ج ب بالاطلاق العام تو نتیجہ نکلے گا کہ لا شیٔ من ب ب بالاطلاق العام۔ تو

اس سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ اور وہ محال ہے۔

واما فی الجزئی :- اور بہر حال جزئی میں تو ہم موضوع د کو فرض کرتے ہیں کہ وہ لیس ج بالفعل ہے ورنہ پس وہ ج دائماً ہوگا پس وہ دائماً ب ہوگا۔ اس لئے کہ باء کا دوام ہے جیم کے دوام کی وجہ سے لیکن لازم باطل ہے کیونکہ اصل کی نفی لا دوام سے ہو چکی ہے۔

واما الوقتیان۔ اور بہر حال دونوں وقتیہ، دونوں وجودیہ اور مطلقہ عامہ۔ پس انکا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے۔ اس لئے کہ جب صادق ہے کل ج ب باحدی الجہات الخمس تو بعض ب ج بالاطلاق العام ہیں ورنہ تو یہ صادق ہوگا کہ لا شئ من ب ج دائماً۔ اور اسکو اصل کے ساتھ ملانے سے نتیجہ نکلے گا کہ لا شئ من ج ج دائماً اور یہ محال ہے۔

تشریح :- ماتن نے فرمایا کہ موجبہ کلیہ ہو یا موجبہ جزئیہ تو ان کا عکس نہیں آتا کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ محمول تو اعم ہو اور موضوع اخص ہو۔ جیسے کل انسان حیوان۔ واما فی الجہۃ۔ اور موجہات میں سے ضروریہ، دائمہ، دونوں عامہ تو ان کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے۔ مثال کتاب میں دیکھ کر معلوم کر لیجئے۔

قولہ واما الخاصتان :- اور بہر حال دونوں خاصہ تو ان دونوں کا عکس بھی حینیہ مطلقہ آتا ہے مگر لا دوام کے ساتھ مقید ہو کر۔ واما الوجودیتان الخ :- اور دونوں وجودیہ، دونوں وقتیہ اور مطلقہ عامہ تو ان کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے۔ مثال کتاب میں دیکھئے۔

اقول لما مرّ کان حکم السوالب واما الموجبات فھی لا تنعکس فی الکم کلیۃ سواء کانت کلیۃ او جزئیۃ لجواز ان یکون المحمول فیھا اعم من الموضوع وامتناع حمل الخاص علی کل افراد العام کقولنا کل انسان حیوان وعکسہ کلیاً کاذب واما فی الجھۃ فالضروریۃ والدائمۃ والعامتان تنعکس حینیۃ مطلقۃ بالخلف فانہ اذا صدق کل ج ب او بعضہ ب باحدی الجھات الاربع ای بالضرورۃ اودائماً وما دام ج وجب ان یصدق بعض ب ج حین ھو ب والا لصدق نقیضہ وھو لا شئ من ب ج مادام ب وھو مع الاصل ینتج لا شئ من ج ج بالضرورۃ اودائماً ان کان الاصل ضروریا اودائماً او مادام ج ان کان احدی العامتین وھو محال ولیس لاحد ان یمنع استحالتہ بناء علی جواز سلب الشئ عن نفسہ عند عدمہ لان الاصل موجب فیکون ج موجوداً واما الخاصتان فتنعکسان حینیۃ مطلقۃ لا دائمۃ فانہ اذا صدق بالضرورۃ او دائماً کل ج ب او بعضہ مادام ج لادائماً صدق بعض ب ج حین ھو ب لا دائماً اما الحینیۃ المطلقۃ وھی بعض ب ج حین ھو ب فلکونھا لازمۃ لعامتیھا واما اللادوام

وهو بعض ب ليس ج بالاطلاق العام فلانه لولم يكن بعض ب ليس ج بالاطلاق العام لصدق كل ب ج دائما ونضمه الى الجزء الاول من الاصل هكذا كل ب ج دائما وبالضرورة او دائما كل ج ب مادام ج لينتج كل ب ب دائما ونضمه الى الجزء الثانی الذی هو اللادوام ونقول كل ب ج دائما ولا شيء من ج ب بالاطلاق العام لينتج لا شيء من ب ب بالاطلاق فلو صدق كل ب ج دائما لزم صدق كل ب ب دائما ولا شيء من ب ب بالاطلاق وانه اجتماع النقيضين وهو محال هذا اذا كان الاصل كليا واما اذا كان جزئيا فلا يتم فيه هذا البيان لان جزئيه جزئيتان والجزئية لا تنتج فی كبری الشكل الاول علی ما ستسمعه فلا بد فيه من طريق آخر وهو الافتراض بان يفرض الذات التی صدق عليها ج وب مادام ج لادائما د فدب ودج وهو ظاهر ودليس ج بالفعل والا لكان دائما فيكون ب دائما لانا حكمنا فی الاصل انه ب مادام ج وقد كان دب لادائما هذا خلف واذا صدق عليه انه ب وليس ج بالفعل صدق بعض ب ليس ج بالفعل وهو مفهوم لادوام العكس ولو اجری هذا الطريق فی الاصل الكلی او اقتصر علی البيان فی الاصل الجزئی لتم وكفی علی ما لا يخفی والوقتيتان والوجوديتان والمطلقة العامة تنعكس مطلقة عامة لانه اذا صدق كل ج ب باحدی الجهات الخمس فبعض ب ج بالاطلاق العام والا فلا شيء من ب ج دائما وهو مع الاصل ينتج لا شيء من ج ج دائما وهو محال -

ترجمہ:- شارح فرماتے ہیں کہ سابقہ میں جو بیان گذر چکا ہے ۔ اس کا تعلق سوالب سے تھا ۔ بہر حال موجبات پس یہ کیت میں منعکس بالکل نہیں ہوتے ۔ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ۔ کیونکہ جائز ہے کہ ان میں محمول عام اور موضوع خاص اور خاص کا حمل عام کے ہر فرد پر محال ہے ۔ جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان اور اس کا عکس کلی ہے کاذب ہے ۔

اور بہر حال جہت میں تو ضروریہ دائمہ اور دونوں عامہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے دلیل خلف کی مدد سے اس لئے کہ جب کل ج ب یا بعض ج ب چاروں جہات میں سے کسی ایک کے ساتھ صادق ہے یعنی بالضرورۃ بالدوام یا مادام کے ساتھ تو واجب ہے کہ یہ کبھی صادق ہو بعض ب ج حین ھو ب ۔ اور اگر اس کو صادق نہ مانیں گے تو اس کی نقیض صادق ہوگی ۔ اور وہ ہے لاشیٔ من ب ج مادام ب ہے ۔ اس کو جب اصل کے ساتھ ملائیں گے تو نتیجہ نکلے گا کہ لاشیٔ من ج ج بالضرورۃ یا دائما اگر اصل ضروریہ ہو یا دائما یا مادام ج نتیجہ نکلے گا ۔ اگر دونوں عامہ میں سے کوئی ایک ہو ۔ اور یہ محال ہے

قولہ ولیس لاحد ان یمنع استحالتہ :- اور کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس استحالہ کا منع کر سکے ۔

بناء کرتے ہوئے کہ سلب شئ عن نفسہ جائز ہے. جبکہ شئ معدوم ہو اس لئے کہ مذکورہ صورت میں اصل موجبہ ہے۔ لہٰذا ج موجود ہوگا۔ (معدوم نہ ہوگا۔ اس لئے سلب شئ عن نفسہ کی دلیل اس جگہ جاری نہ ہوگی)

قولہ واما الخاصتان :- اور بہرحال دونوں خاصہ تو یہ دونوں منعکس ہوتے ہیں حینیہ مطلقہ لادائمہ سے (یعنی ان کا عکس حینیہ مطلقہ مقید باللادوام آتا ہے) اس لئے کہ جب یہ قول صادق ہے کہ ہ بالضرورۃ یا دائماً کل ج ب یا بعض ج ب مادام ج لادائماً۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض ب ج حین هو ب لادائماً۔

قولہ واما الحینیۃ المطلقۃ :- بہرحال حینیہ مطلقہ اور وہ بعض ب ج حین هو ب ہے۔ تو اس لئے کہ صادق ہے کہ وہ اس کے دونوں عامہ کے لئے لازم ہے۔

واما اللادوام :- اور بہرحال لادوام اور وہ بعض ب لیس ج بالاطلاق العام ہے تو اس لئے صادق ہے۔ کیونکہ اگر یہ کاذب ہوگا تو البتہ یہ صادق ہوگا کہ "کل ب ج دائماً" پھر اس کو ہم اصل کے جزء اول کے ساتھ ملائیں گے۔ اور اس طرح کہیں گے کہ "کل ب ج دائماً وبالضرورۃ۔ او دائماً کل ج ب مادام ج تاکہ نتیجہ نکلے گا "کل ب ب دائماً" پھر اس کو ہم دوسرے جزء کے ساتھ ملائیں گے جو کہ اللادوام ہے اور کہیں گے کہ کل ب ج دائماً ولاشئ من ج ب بالاطلاق العام تو نتیجہ نکلے گا کہ لاشئ من ب ب بالاطلاق۔ پس اگر کل ب ج دائماً صادق ہے کل ب ب دائماً ولاشئ من ب ب بالاطلاق کا صادق ہونا لازم ہوگا۔ اور یہ اجتماع نقیضین ہے۔ اور یہ محال ہے۔

قولہ هذا اذا کان الاصل کلیا :- یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ اصل کلیہ ہو اور اگر اصل جزئیہ ہو تو اس میں یہ بیان کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے دونوں جزء دو جزئی ہیں۔ اور شکل اول کے کبریٰ میں جزئیہ نتیجہ نہیں دیتا۔ جیساکہ آئندہ آپ پڑھ لیں گے۔ لہٰذا اس میں دوسرے طریق کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

قولہ وهو الافتراض :- اور دوسرا طریقہ افتراض کا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک ایسی ذات فرض کی جائے کہ جس پر صادق آئے ج و ب مادام ج لادائماً د۔ پس د ب اور د ج ہوگا اور وہ ظاہر ہے۔ اور د لیس ج بالفعل ہے۔ ورنہ البتہ وہ دائماً ہو جائے گا پس وہ دائماً ب ہوگا۔

قولہ لانا حکمنا فی الاصل :- اسلئے کہ اصل میں ہم نے حکم کیا ہے کہ وہ ب مادام ج ہے حالانکہ وہ د ب لادائماً تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

قولہ واذا صدق علیه :- اور اس پر جب صادق ہو کہ وہ ب ولیس ج بالفعل ہے تو یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض ج لیس ب بالفعل۔ اور یہ لادوام عکس کا مفہوم ہے۔

قولہ ولو اجری هذا الطریق :- اور اگر ماتن رہ اس طریقہ کو اصل کلی میں جاری کرتے یا بیان پر اکتفاء کرتے اصل جزئی کے بیان پر تو استدلال تام ہوگا اور کافی بھی ہوتا۔ جیساکہ اہل عقل پر یہ بات واضح ہے۔

قولہ وَالوقتیتان وَالوجودیتان :۔ اور دونوں وقتیہ اور دونوں وجودیہ اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ ہی آتا ہے۔ اس لئے کہ جب کل ج ب باحدی الجہات الخمس صادق ہوگا۔ تو فبعض ب ج بالاطلاق العام بھی صادق ہوگا۔ ورنہ تو یہ قول صادق ماننا پڑے گا کہ لاشئ من ب ج دائما۔ اور یہ قضیہ اصل کے ساتھ ملکر نتیجہ دے گا کہ لاشئ من ج ج دائما اور یہ محال ہے۔

تشریح :۔ اس مقولے میں شارح نے سوالب جزئیہ کو اپنے انداز میں نہایت طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ اس کو ترجمہ سے باسانی سمجھ سکتے ہیں۔

قال وان شئت عکست نقیض العکس فی الموجبات لیصدق نقیض الاصل او الاخص منه اقول للقوم فی بیان عکوس القضایا ثلاث طرق الخلف وھو ضم نقیض العکس مع الاصل لینتج المحال والا فتراض وھو فرض ذات الموضوع شیئا معینا وحمل وصفی الموضوع وَالمحمول علیه لیحصل مفھوم العکس وھو لا یجری الا فی الموجبات والسوالب المرکبة لوجود الموضوع فیھا بخلاف الخلف فانه یعم الجمیع وَالثالث طریق العکس وھو ان یعکس نقیض العکس لیحصل ما ینافی الاصل فلما نبه فیما سبق علی الطریقین الاولین حاول التنبیه علی ھذا الطریق ایضا فلک ان تعکس نقیض العکس فی الموجبات لیصدق نقیض الاصل والاخص منه فان الاصل اذا کان کلیا وَ نقیض عکسه سلبا کلیا انعکس النقیض کنفسه فی الکم کلیا وھو اخص من نقیض الاصل وان کان جزئیا فان کان مطلقة عامة انعکس نقیض عکسھا الی ما ینا قضا لان نقیض عکسھا سالبة کلیة دائمة وھی تنعکس کنفسھا الی نقیضھا وَان کان احدی القضایا الباقیة انعکس نقیض عکوسھا الی ما ھو اخص من نقائضھا اما فی الدائمتین وَالعامتین والخاصتین فلان نقیض عکوسھا سالبة عرفیة عامة وھی تنعکس الی العرفیة العامة التی ھی اخص من نقائضھا وَاما فی الوقتیتین وَالوجودیتین فلان نقیض عکوسھا سالبة دائمة وعکسھا اخص من نقائضھا مثلاً اذا صدق لبعض ج ب بالاطلاق صدق بعض ب ج بالاطلاق وَالا فلاشئ من ب ج دائما وتنعکس الی لاشئ من ج ب دائما وھو نقیض لبعض ج ب بالاطلاق فیلزم اجتماع النقیضین واذا صدق لبعض ج ب بالضرورة فبعض ب ج حین ھو ب وَالا فلا شئ من ب ج ما دام ب دائما فلاشئ من ج ب ما دام ج وھو اخص من نقیض لبعض ج ب بالضرورة اعنی قولنا لاشئ من ج ب بالامکان وعلی ھذا القیاس وانما خصص

هٰذا الطریق بالموجبات لان بیان انعکاس السوالب بہٖ موقوف علی عکوس الموجبات کما توقف بیان انعکاسھا علی عکوس السوالب فلما قدمھا امکنہ ان یبین بہٖ عکوس الموجبات بخلاف السوالب۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا :- اے مخاطب اگر تو چاہے تو عکس کی نقیض عکس لائے قضایا موجبہ میں تاکہ صادق ہو جائے اصل کی نقیض یا اس سے اخص کی۔ اقول للقوم :- شارح فرماتے ہیں کہ اہل منطق قضایا کے عکوس کے بیان میں تین طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اول طریقہ خلف کا ہے اور وہ ہے اصل کے ساتھ عکس کی نقیض کو ملا دینا تاکہ ایک محال چیز نتیجہ نکلے۔ دوسرا طریقہ افتراض کا ہے۔ اور افتراض وہ موضوع کی ذات کو کسی متعین شئی کو بنانا۔ اور موضوع و محمول کے وصف کو اسی پر حمل کرنا۔ تاکہ عکس کا مفہوم حاصل ہو جائے۔ اور یہ قاعدہ جاری نہ ہوگا۔ مگر قضایا موجبہ میں۔ یا ایسے قضایا سالبہ میں کہ جو مرکبہ ہوں موضوع کے وجود کے ساتھ۔ اس کے برخلاف خلف ہے کہ یہ تمام کو عام ہے۔ اور تیسرا طریقہ عکس کا ہے اور وہ یہ ہے کہ عکس کی نقیض کا عکس لایا جائے۔ تاکہ وہ چیز حاصل ہو جائے جو اصل کے منافی ہو۔

قولہ فلما نبّہ فیما قبلہ :- اور مصنف نے جبکہ ماسبق میں اول دونوں طریقوں پر آگاہ فرما دیا ہے تو اب ارادہ کیا ہے کہ تیسرے طریق پر بھی آگاہ کردے۔ پس اے مخاطب تیرے لئے جائز ہے کہ تو عکس لائے عکس کی نقیض کا قضایا موجبہ میں تاکہ صادق آئے اصل کی نقیض۔ یا اصل سے اخص کی نقیض صادق آئے۔ اسلئے کہ جب اصل کلیہ ہو اور اس کے عکس کی نقیض بھی سلب کلی ہو۔ تو نقیض کا عکس کنفسہٖ ہوگا کیت میں۔ اور کلی ہوگا اور اصل کی نقیض سے اخص ہوگا۔ اور اگر اصل جزئی ہو تو اگر مطلقہ عامہ ہے تو اس کے عکس کی نقیض کا عکس وہ ہوگا جو اس کے مناقض ہوگا۔ کیونکہ اس کے عکس کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ ہے اور یہ کنفسہٖ منعکس ہوگی اس کی نقیض کی طرف۔

قولہ وان کان احدی القضایا :- اور اگر بقیہ قضایا میں سے کوئی ہو یعنی مطلقہ عامہ کے علاوہ دوسری کوئی قسم ہو۔ تو اس عکس کی نقیض کا عکس وہ ہوگا جو اس سے اخص آئیگا اسکی نقیض سے۔

قولہ واما فی الدائمتین :- بہرحال دونوں دائمہ ہیں اور دونوں عامہ، دونوں خاصہ ہیں تو اس وجہ سے کہ ان کے عکوس کی نقیض سالبہ عرفیہ عامہ ہوں گی۔ اور سالبہ عرفیہ عامہ کا عکس وہ عرفیہ عامہ آتا ہے جو ان کی نقیضوں سے اخص ہوتا ہے۔

قولہ واما فی الوقتیتین :- اور بہرحال دونوں وقتیہ اور دونوں وجودیہ میں تو اس وجہ سے کہ ان کے عکوس کی نقیض دائمہ سالبہ آتی ہے۔ اور اس کا عکس ان کی نقیضوں سے اخص ہوتی ہے۔ مثلاً جب صادق ہو بعض ج ب بالاطلاق تو یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض ب ج بالاطلاق۔ ورنہ تو صادق آئے گا کہ لاشئی من ب ج دائما

اور اس کا عکس آئے گا کہ لاشئی من ج ب دائما۔ اور یہ نقیض ہے لبعض ج ب بالاطلاق کی۔ پس اجتماع نقیضین لازم آئیگا۔

قولہ واذا صدق بعض ج ب۔ اور جب بعض ج ب بالضرورۃ صادق ہو تو صادق ہوگا کہ بعض ب ج حین ھو ب ورنہ تو صادق ہوگا کہ لاشئی من ب ج مادام ب دائما۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ پس لاشئی من ج ب مادام ج اور یہ اخص ہے۔ بعض ج ب بالضرورۃ کی نقیض سے۔ یعنی ہمارے قول لاشئی من ج ب بالامکان سے۔ اسی طور پر آپ دوسروں کو بھی قیاس کر لیجئے۔

قولہ وانما خصص ھذا الطریق فی الموجبات بہ ماتن نے اس طریقہ کو صرف قضایا موجبہ میں مخصوص کیا ہے۔ اس لئے کہ سوالب کے عکوس کا بیان موجبات کے عکوس کے بیان پر موقوف ہے۔ جس طرح موجبات کے عکس کا بیان موقوف ہے سوالب کے عکوس پر لہٰذا جب سوالب کا بیان مقدم کر دیا تو ان کیلئے آسان ہو گیا کہ وہ موجبات کے عکوس کو بیان کردیں نہ کہ سوالب کے عکوس کو۔

قَالَ وَاَمَّا الممکنتان فحالھما فی الانعکاس وعدمہ غیر معلوم لتوقف البرھان المذکور للانعکاس فیھما علی انعکاس السالبۃ الضروریۃ کنفسھا او علی انتاج الصغری الممکنۃ مع الکبری الضروریۃ فی الشکل الاول والثالث الذین کل واحد منھما غیر محقق ولعدم الظفر بدلیل یوجب الانعکاس وعدمہ۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا:۔ بہرحال دونوں ممکنہ تو عکس آنے میں ان کا حال اور عکس کے نہ آنے میں معلوم نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ اس سلسلے میں جو برہان ذکر کی جاتی ہے سالبہ ضروریہ کے عکس لنفسہ پر موقوف ہے۔ یا اس پر موقوف ہے کہ قیاس میں صغریٰ ممکنہ ہو اور کبریٰ ضروریہ ہو۔ شکل اول اور شکل ثالث میں۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک متحقق نہیں ہیں۔ اور کامیابی بھی نہیں ہوئی ایسی دلیل پر جو کہ عکس کے وجوب اور عدم وجوب پر دلالت کرے۔

تشریح:۔ شارح فرماتے ہیں کہ دونوں ممکنہ کا عکس آتا ہے یا نہیں آتا۔ ہم کو معلوم نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ عکس کا آنا موقوف ہے اس بات پر کہ ان دونوں میں جو برہان ذکر کی جاتی ہے وہ موقوف ہے سالبہ ضروریہ کا عکس لنفسہ آئے۔ یا اس پر موقوف ہے کہ صغریٰ ممکنہ اور کبریٰ ضروریہ شکل اول اور شکل ثالث میں نتیجہ دیں۔ اور ان دونوں میں سے کوئی بات ہم کو تحقیق سے معلوم نہیں ہے کیونکہ ہم ایسی دلیل پر کامیاب نہیں ہو سکے جو عکس یا عدم عکس کو واجب کرتی ہو۔ خلاصہ یہ کہ شارح کے نزدیک دونوں ممکنہ کا عکس کیا آئیگا انکو معلوم نہیں۔ اور نہ اس کی دلیل ہی معلوم ہے۔

اقول قدماء المنطقیین ذھبوا الی انعکاس الممکنتین ممکنة عامة و استدلوا علیہ بوجوہ احدھا الخلف لانہ اذا صدق بعض ج ب بالامکان صدق بعض ب ج بالامکان العام والا فلا شیٔ من ب ج بالضرورۃ ونضمہ مع الاصل ونقول بعض ج ب بالامکان ولا شیٔ من ب ج بالضرورۃ ینتج بعض ج لیس ج بالضرورۃ وانہ مح۔

ترجمہ:۔ قدیم مناطقہ اس طرف گئے ہیں کہ دونوں ممکنہ کا عکس ممکنہ عامہ آتا ہے۔ اس پر انہوں نے کئی وجوہ سے استدلال کیا ہے۔ اول ان میں سے خلف ہے۔ کیونکہ جب صادق ہو بعض ج ب بالامکان تو صادق ہوگا بعض ب ج بالامکان العام۔ اور اگر یہ صادق نہ ہوگا تو پھر صادق ہوگا کہ لاشیٔ من ب ج بالضرورۃ۔ پھر اس کو ہم اصل کے ساتھ ملائیں گے۔ اور کہیں گے کہ بعض ج ب بالامکان ولاشیٔ من ب ج بالضرورۃ۔ تو اس قیاس کا نتیجہ نکلے گا کہ بعض ج لیس ج بالضرورۃ اور یہ محال ہے۔

تشریح:۔ شارح نے فرمایا:۔ قدیم مناطقہ کا مذہب دونوں ممکنہ کا عکس ممکنہ عامہ آتا ہے۔
قولہ واستدلوا علیہ:۔ اس پر انہوں نے کئی طرح سے استدلال کیا ہے۔ اول استدلال دلیل خلف ہے۔ مثلاً جب بعض ج ب بالامکان صادق ہے تو بعض ب ج بالامکان العام بھی صادق ہوگا۔ ورنہ خرابی یہ لازم آئے گی کہ لاشیٔ من ب ج بالضرورۃ کو صادق ماننا پڑے گا۔ اور اس کو پھر ہم اصل قضیہ سے ملائیں۔ اور کہیں بعض ج ب بالامکان ولاشیٔ من ب ج بالضرورۃ۔ تو نتیجہ نکلے گا کہ بعض ج لیس ج بالضرورۃ۔ اور یہ محال ہے۔

وثانیھا الافتراض وھو ان یفرض ذات ج وب د فد ب بالامکان ود ج فبعض ب ج بالامکان وھو المط وثالثھا طریق العکس فانہ لوکذب بعض ب ج بالامکان لصدق لا شیٔ من ب ج بالضرورۃ فینعکس الی لاشیٔ من ج ب بالضرورۃ وقدکان بعض ج ب بالامکان فیجتمع النقیضان وھٰذہ الدلائل لا تتم اما الاول فلتوقفھما علی انتاج الصغری الممکنة فی الشکل الاول والثالث وستعرف انھا عقیمة واما الثالث فلتوقفہ علی انعکاس السالبة الضروریة کنفسھا وقد تبین انھا لا تنعکس الا دائمة فلما لم تتم ھٰذہ الدلائل ولم یظفر المط بدلیل یدل علی الانعکاس ولا علی عدمہ توقف فیہ۔

ترجمہ:۔ دوسرا طریقہ افتراض کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فرض کیا جائے ذات ج وب فدب بالامکان ود ج کو۔ پس بعض ب ج بالامکان ہوں گے۔ اور یہی مطلوب ہے۔ اور تیسرا طریق عکس کا ہے

کیونکہ اگر بعض ب ج بالامکان کاذب ہو تو البتہ لاشئ من ب ج بالضرورۃ صادق ہوگا۔ پس اس کا عکس آئے گا کہ لاشئ من ج ب بالضرورۃ۔ حالانکہ اصل میں بعض ج ب بالامکان تھے۔ پس دونوں نقیضین جمع ہوگئیں اور یہ تینوں دلائل تام نہیں ہیں۔ بہرحال پہلے دونوں دلائل تو اس وجہ سے کہ یہ دونوں شکل اول وشکل ثالث کے صغریٰ ممکنہ کے نتیجہ دینے پر موقوف ہیں۔ اور آگے تم پڑھو لوگے کہ یہ عقیم (بانجھ) ہیں اور بہرحال تیسرا طریق استدلال تو اس کا تام ہونا موقوف ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ ضروریہ ہی آئے۔ اور یہ بات ظاہر ہوچکی ہے کہ اس کا عکس ہمیشہ دائمہ ہی آتا ہے۔ لہٰذا پس جب یہ دلائل تام ہی نہیں ہیں۔ اور مصنف رح کامیاب نہیں ہوئے ایسی دلیل پر جو ان کے انعکاس پر دلالت کرے یا ان کے عدم انعکاس پر دلالت کرے تو مصنف رح نے ان کے عکس کے بارے میں توقف فرمایا۔

تشریح:۔ قولہ وثانیہا:۔ تینوں طریقوں میں سے دوسرا طریقہ افتراض کا ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کیا جائے ذات ج د ب فدب بالامکان ودج تو پس بعض ب ج بالامکان ہوں گے۔ اور یہی مطلوب ہے۔

قولہ وثالثہا طریق العکس:۔ استدلال کا تیسرا طریقہ عکس کرنے کا ہے۔ کیونکہ اگر بعض ب ج بالامکان کاذب ہوگا تو البتہ لاشئ من ب ج بالضرورۃ صادق ہوگا۔ تو پس اس کا عکس یہ آئے گا کہ لاشئ من ج ب بالضرورۃ حالانکہ اصل میں تھا بعض ج ب بالامکان۔ لہٰذا اجتماع نقیضین ہوا۔

قولہ وھذہ الدلائل:۔ شارح نے فرمایا قدیم مناطقہ کے استدلال کے یہ تینوں طریقے تام نہیں ہیں اول ودوم تو اس وجہ سے تام نہیں ہیں کہ ان کا تام ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ شکل اول اور شکل ثالث میں صغریٰ ممکنہ نتیجہ دے۔ حالانکہ تم آئندہ پڑھ لوگے کہ یہ نتیجہ سے بالکل خالی ہے۔

قولہ واما الثالث:۔ اور تیسرا استدلال اس وجہ سے ناتمام ہے کہ اس کا تام ہونا اس پر موقوف ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس خود سالبہ ضروریہ ہی آئے۔ حالانکہ واضح طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ اس کا عکس صرف دائمہ ہی آتا ہے۔

قولہ فلما لم تتم ھذہ الدلائل:۔ چونکہ ماتن کے نزدیک یہ دلائل غیر تام تھے۔ اور ماتن ان کے عکس کیلئے کسی دلیل پر کامیاب نہیں ہوئے، جو عکس یا ان کے عدم عکس پر دلالت کرے، تو ماتن نے ان پر توقف فرمایا۔

واعلم انہ اذا اعتبرنا الموضوع بالفعل کما ھو مذھب الشیخ ظھر عدم انعکاس الممکنۃ لان مفھوم الاصل ان ما ھو ج بالفعل ب بالامکان ومفھوم العکس ان ما ھو ب بالفعل ج بالامکان ویجوز ان یکون ب بالامکان وان لا یخرج من القوۃ الی الفعل اصلا فلا یصدق العکس ربما یصدقہ المثال المذکور فی السالبۃ الضروریۃ فانہ یصدق کل حمار مرکوب زید بالامکان ویکذب بعض ما ھو مرکوب زید بالفعل حمار

بالامکان لانّ کل مَا ھو مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ وَلاشیٔ من الفرس بحمار بالضرورۃ فلاشیٔ مما ھو مرکوب زید بالفعل بحمار بالضرورۃ وَاما اذا اعتبرناہ بالامکان کما ھو مذھب الفارابی تنعکس الممکنۃ کنفسھا لان مفھومھا ان ما ھو ج بالامکان فھو ب بالامکان فما ھو بَ بالامکان ج بالامکان لامحالۃ ویتضح لک من ھذہ المباحث ان انعکاس السالبۃ الضروریۃ کنفسھا مستلزم لانعکاس الموجبۃ الممکنۃ کنفسھا وَ بالعکس وکل ذالک بطریق العکس۔

ترجمہ:۔ اور جان تو کہ جب ہم موضوع بالفعل کا اعتبار کریں۔ جیساکہ وہ شیخ کا مذہب ہے تو ممکنہ کا عدم انعکاس ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل کا مفہوم یہ ہے کہ ماھوج بالفعل ب بالامکان۔ (جو بالفعل ج ہے وہ بالامکان ب ہے) اور عکس کا مفہوم یہ ہے کہ ماھوب بالفعل ج بالامکان (جو بالفعل ب ہے وہ بالامکان ج ہے) اور جائز ہے کہ ب بالامکان ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ قوت سے فعل کی جانب بالکل خارج نہ ہو۔ تو اس صورت میں عکس صادق نہ آئیگا۔ اور اس کی تصدیق وہ مثال کرتی ہے جو سالبہ ضروریہ میں ذکر کی گئی ہے کہ بیشک صادق ہے کل حمار مرکوب زید بالامکان۔ اور کاذب ہے یہ مثال کہ بعض ماھو مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان (جو زید کا بالفعل مرکوب ہے، وہ بالامکان حمار ہے) اسلئے جو چند مرکوب زید بالفعل ہے وہ بالضرورۃ فرس ہے۔ (کل ماھو مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ) ولاشیٔ من الفرس بحمار بالضرورۃ۔ فلاشیٔ مما ھو مرکوب زید بالفعل بحمار بالضرورۃ۔

واما اذا اعتبرناہ:۔ اور بہرحال جب ہم اس کا اعتبار بالامکان سے کریں۔ جیساکہ وہ فارابی کا مذہب ہے، تو ممکنہ کا عکس ممکنہ ہی آتا ہے۔ اسلئے کہ اس کا مفہوم ہے کہ ماھوج بالامکان فھوب بالامکان فما ھو ب بالامکان ج بالامکان لامحالہ۔

ویتضح لک من ھذہ المباحث:۔ ان مباحث سے اے مخاطب تم کو یہ واضح ہوگیا کہ سالبہ ضروریہ کا عکس کنفسہٖ مستلزم ہے۔ موجبہ ممکنہ کے عکس کنفسہٖ آنے کے لئے اور بالعکس آنے کے لئے۔ اور ان میں سے ہر ایک بطریق عکس آئیگا۔

تشریح:۔ شارح نے عکس کی ایک صورت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ یہی شیخ کا بھی مذہب ہے فرمایا:۔ اعلم انا اذا اعتبرنا الموضوع بالفعل۔ جب ہم موضوع کا اعتبار بالفعل کریں۔ تو ظاہر ہو جائیگا۔ کہ ممکنہ کا عکس نہیں آتا۔ اس لئے کہ اصل مفہوم یہ ہوگا کہ ماھوج بالفعل ب بالامکان۔ اور اس کے عکس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ماھوب بالفعل ج بالامکان اور جائز ہے کہ ب بالامکان ہو اور یہ کہ قوت سے فعل کی طرف خارج ہی نہ ہو۔ تو اس صورت میں عکس صادق نہ آئیگا۔

قولہ: وممایصدق المثال المذکور:۔ اور اس کی تصدیق اس مثال سے ہو جاتی ہے جو سالبہ ضروریہ میں گذر چکی ہے کہ کل حمار مرکوب زید بالامکان صادق ہے بعض ما ھو مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان کاذب ہے۔ کیونکہ کل ما ھو مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ۔ ولاشئ من الفرس بحمار بالضرورۃ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ لاشئ مما ھو مرکوب زید بالفعل بحمار بالضرورۃ۔

قولہ واما اذا اعتبرناہ بالامکان۔ اور بہر حال جب ہم موضوع کا اعتبار بالفعل کے بجائے بالامکان کرلیں۔ جیساکہ فارابی کا مذہب ہے۔ تو ممکنہ کا عکس ممکنہ نکل آئے گا۔ کیونکہ مفہوم اس کا یہ ہے کہ ما ھو ج بالامکان فھو ب بالامکان۔ فما ھو ب بالامکان ج بالامکان لامحالہ۔

قولہ: ویتضح لک من طرفہ۔ اس بیان سے تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ سالبہ ضروریہ کا عکس کنفسہا اس بات کو مستلزم ہے کہ موجبہ ممکنہ کا عکس کنفسہ آئے۔ اور بالعکس بھی آئے۔ اور ہر ایک عکس کے طریق سے آئے گا۔

قال: واما الشرطیۃ فالمتصلۃ الموجبۃ تنعکس موجبۃ جزئیۃ والسالبۃ الکلیۃ سالبۃ کلیۃ اذ لو صدق نقیض العکس لا نتظم مع الاصل قیاسا منتجا للمحال واما السالبۃ الجزئیۃ فلا تنعکس لصدق قولنا قد لا یکون اذا کان ھذا حیوانا فھو انسان مع کذب العکس واما المنفصلۃ فلا یتصور فیہا العکس لعدم الامتیاز بین جزئیہا بالطبع۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا بہر حال شرطیہ پس متصلہ موجبہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر عکس کی نقیض صادق ہو تو اصل کے ساتھ ایسا قیاس کہ جو محال کا نتیجہ دے۔ اور بہر حال سالبہ جزئیہ تو اس کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ قد لا یکون اذا کان ہذا حیوانا فہو انسان۔ حالانکہ اس کا عکس کاذب ہے۔ اور بہر حال شرطیہ منفصلہ تو اس میں عکس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ طبعًا اس کے دونوں اجزاء کے درمیان امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔

تشریح:۔ قولہ واما الشرطیۃ:۔ ماتن نے اس مقولے میں شرطیہ کے عکس پر بحث کی ہے۔ فرمایا کہ شرطیہ کی پہلی قسم متصلہ میں سے متصلہ موجبہ کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر عکس کی نقیض کو صادق مان لیں تو اس کو اصل کے ساتھ ملانے سے کوئی محال لازم نہیں آتا۔ قولہ واما السالبۃ الجزئیۃ:۔ اور بہر حال سالبہ جزئیہ تو اس کا عکس نہیں آتا۔ دلیل اس کی یہ ہے کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے قد لا یکون اذا کان ھذا حیوانا فہو انسان اور اس کا عکس کاذب ہے۔ قولہ واما المنفصلۃ:۔ شرطیہ کی دوسری قسم منفصلہ تو اس میں عکس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ منفصلہ کے دونوں اجزاء کے درمیان طبعًا کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔

اقول الشرطیات المتصلة اذا کانت موجبة سواء کانت موجبة کلیة او جزئیة تنعکس موجبة جزئیة وان کانت سالبة کلیة تنعکس سالبة کلیة بالخلف فانه لو صدق نقیض العکس لانتظم مع الاصل قیاسا منتجا للمحال اما اذا کانت موجبة فلانه اذا صدق کلما کان او قد یکون اذا کان اَبَ فجَ دَ وجب ان یصدق قد یکون اذا کان جَ دَ فاَبَ و ینتظم مع الاصل هکذا قد یکون اذا کان اَبَ فجَ دَ ولیس البتة اذا کان جَ دَ فاَبَ ینتج قد لا یکون اذا کان اَبَ فاَبَ وهو مح ضرورة صدق قولنا کلما کان اَبَ فاَبَ.

ترجمہ:- شارح فرماتے ہیں. شرطیات متصلہ جب موجبہ ہوں تو برابر ہیں کہ موجبہ کلیہ ہوں یا موجبہ جزئیہ ہوں. ان کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے. اور اگر سالبہ کلیہ ہو تو عکس سالبہ کلیہ آتا ہے خلف کے ساتھ کیونکہ اگر عکس کی نقیض صادق ہوگی تو البتہ اصل کے ساتھ مل کر ایسا قیاس ہوگا کہ جس کا نتیجہ محال ہوگا. اور بہرحال جب متصلہ موجبہ ہو تو اس وجہ سے جب ہمارا یہ قول صادق ہوگا کہ کلما کان اور قد یکون اذا کان اب فج د تو واجب ہے کہ ہمارا یہ قول بھی صادق ہو. قد یکون اذا کان ج د فاب. اور اگر یہ صادق نہ مانوگے تو لازم آئےگا کہ لیس البتۃ اذا کان ج د فاب. اور اس قضیہ کو اصل قیاس کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس طرح ہوگا کہ قد یکون اذا کان اب فج د ولیس البتۃ اذا کان ج د فابَ تو اس کا نتیجہ نکلےگا کہ قد لا یکون اذا کان اَب فابَ اور یہ نتیجہ محال ہے. کیونکہ ہمارا اس قول کا صدق ضروری ہے. کہ کلما کان اَب فاَبَ

تشریح:- شارح نے شرطیہ متصلہ کا عکس بیان کرنا شروع کیا ہے. سب سے پہلے موجبہ کا عکس بیان کرتے ہیں. فرمایا اذا کانت موجبۃ. شرطیہ جب موجبہ ہے خواہ موجبہ کلیہ ہو یا موجبہ جزئیہ ہو دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے. اور اگر متصلہ سالبہ کلیہ ہو تو دلیل خلف کی مدد سے اس کا عکس سالبہ کلیہ آئےگا. ویسے عکس نہیں آتا. کیونکہ اگر عکس کی نقیض کو صادق تسلیم کر لیا جائے تو اصل کے ساتھ اس نقیض کے ملانے سے نتیجہ محال کا برآمد ہوگا.

قولہ واما اذا کانت موجبۃ:- بہرحال شرطیہ متصلہ جب موجبہ ہو تو کیونکہ جب ہمارا یہ قول صادق ہو. کہ کلما کان یا قد یکون اذا کان اب ج د، تو ضروری ہے کہ ہمارا یہ قول بھی صحیح ہو قد یکون اذا کان ج د فاب. اور اگر اسکو صادق نہ مانیںگے تو یہ قول لازم آئےگا کہ لیس البتۃ اذا کان ج د فاب. اور اسکو اصل قیاس کے ساتھ اس طرح ملا دیا جائے کہ قد یکون اذا کان اب ج د ولیس البتۃ اذا کان ج د فابَ تو اس قیاس کا نتیجہ نکلےگا کہ قد لا یکون اذا کان اب فابَ اور یہ نتیجہ محال ہے. کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کلما کان اب فابَ.

وَاَمَّا اذا کانت سالبة فلانه اذا صدق قولنا لیس البتة اذا کان اب فج دَ وجب ان یصدق فلیس البتة اذا کان ج دفابَ وَالّا فقد یکون اذا کان ج دفابَ وهومع الاصل ینتج قدلا یکون اذا کان ج دَ فج د هٰذا خلف ۔

ترجمہ :- اور بہر حال متصلہ جب سالبہ ہو تو اس وجہ سے کہ جب ہمارا یہ قول صادق ہو کہ لیس البتۃ اذا کان آب فج د تو واجب ہوگا کہ ہمارا یہ قول بھی صادق ہو۔ فلیس البتۃ اذا کان ج دَ فابَ والّا فقد یکون اذا کان ج د فابَ ۔ اور اس قول کو اصل کے ساتھ ملایا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ قدلا یکون اذا کان ج دفج د اور یہ خلاف مفروض ہے ۔

تشریح :- بہر حال شرطیہ متصلہ جب سالبہ ہو تو اس کا عکس اس لئے نہیں آتا ہے کہ مثلاً جب ہمارا یہ قول صادق ہو۔ لیس البتۃ اذا کان آب فج د تو واجب ہے کہ ہمارا یہ قول بھی صادق ہو کہ لیس البتۃ اذا کان ج د فابَ ۔ اور اگر اس کو صحیح نہیں مانتے تو اس کو صادق ماننا پڑے گا کہ قد یکون اذا کان ج د فابَ اور یہ قضیہ اصل قیاس کے ساتھ مل کر نتیجہ ہوگا کہ قد لا یکون اذا کان ج دفج د ۔ اور یہ خلاف مفروض ہے ۔

وَانّما لم ینعکس الموجبة الکلیة کلیة لجواز ان یکون التالی اعم من المقدم وامتناع استلزام العام للخاص کلیة کقولنا کلما کان الشیٔ انساناً کان حیواناً وعکسه کلیاً کاذب وَاَمّا السّالبة الجزئیة فلا تنعکس لصدق قولنا قدلا یکون اذا کان هٰذا حیوانا فهو انسان مع کذب قولنا قد لا یکون اذا کان هٰذا انساناً کان حیواناً لانه کلما کان هٰذا انساناً کان حیواناً ۔

ترجمہ :- اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا ۔ کیونکہ جائز ہے کہ مقدم سے تالی اعم ہو اور اس لئے کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ عام کا خاص کو کلیۃ مستلزم ہونا محال ہے۔ جیسے ہمارا قول کلما کان الشئی انسانا کان حیوانا صادق ہے مگر اس کا عکس کلی کاذب ہے ۔ واما السالبۃ الجزئیۃ ۔ اور بہر حال سالبہ جزئیہ تو اس کا عکس نہیں آتا ۔ اس لئے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ قد لا یکون اذا کان ہٰذا حیوانا فہو انسان اور ساتھ ہی ہمارا یہ قول کاذب ہے کہ قد لا یکون اذا کان ہٰذا انسانا کان حیوانا ۔ کیونکہ جب کبھی بھی یہ انسان ہوگا تو حیوان بھی ہوگا ۔

تشریح :- شارح نے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہ آنے کی وجہ بیان کی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ انما ینعکس الموجبۃ الکلیۃ ۔ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا ۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مثال میں مقدم خاص اور تالی اعم ہو ایسی

جگہ عکس کلی کاذب ہو جائے گا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ وامتناع استلزام الاعم الخاص۔ عام خاص کو کلیۃ مستلزم ہو یہ محال ہے۔

قولہ واما السالبۃ الجزئیۃ :- بہرحال سالبہ جزئیہ تو اس کا عکس ہی نہیں آتا۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ قول تو صادق ہے کہ قد لا یکون اذا کان ہٰذا حیوانا فھو انسان مگر یہ قول کاذب ہے۔ کہ قد لا یکون اذا کان ہٰذا انسانا کان حیوانا۔ کیوں کہ طے شدہ ہے کہ جب کبھی انسان ہوگا تو حیوان ضرور صادق ہوگا۔

هٰذا اذا كانت المتصلة لزومية اما اذا كانت اتفاقية فان كانت اتفاقية خاصة لم يفسد عكسها لان معناها موافقة صادقة لصادقها فكما ان هٰذا الصادق يوافق ذالك الصادق كذالك يوافق ذالك هٰذا فلا فائدة فيه وان كانت عامة لم تنعكس لجواز موافقة الصادق للتقدير بدون العكس حيث لا يكون التقدير صادقا واما المنفصلات فلا يتصور فيها العكس لعدم امتياز جزئيها بحسب الطبع وقد عرفت ذالك فی صدر البحث

ترجمہ :- یہ تفصیل شرطیہ کی اس وقت ہے جب کہ شرطیہ لزومیہ ہو۔ اور بہرحال جب شرطیہ اتفاقیہ ہو تو اگر اتفاقیہ خاصہ ہے تو اس کا عکس فاسد نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے معنی موافق ہیں جو صادق کیلئے صادق ہیں پس جسطرح ان ھٰذا الصادق یوافق ذالک الصادق (یہ صادق اس صادق کے موافق ہے) اسی طرح یوافق ذالک ہٰذا۔ (یہ اس کے موافق ہے) لہٰذا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر اتفاقیہ عامہ ہو تو اس کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ جائز ہے کہ کسی شرط یا تقدیر پر صادق کی موافقت ہو۔ اور اس تقدیر کی عکس کی صورت میں موافقت نہ ہو۔ جہاں کہیں کہ وہ تقدیر (شرط) نہ پائی جاتی ہو۔

تشریح :- شرطیہ جب بجائے لزومیہ کے اتفاقیہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول صورت یہ ہے کہ اتفاقیہ خاصہ ہو تو اسکا عکس صحیح آئے گا فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے معنی ایسے ہیں جو صحیح ہیں۔ اور صادق کے موافق ہیں۔ لہٰذا جب یہ صادق دوسرے صادق کے موافق ہوگا تو وہ صادق بھی اس صادق کے موافق ہوگا۔ مگر اس سے کوئی فائدہ علمی نہیں ہے۔ قولہ وان کانت عامۃ :- اور اگر اتفاقیہ عام ہو تو اس کا عکس نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ کسی خاص شرط پر صادق کی موافقت پائی جائے۔ اور جہاں وہ شرط نہ پائی جائے وہاں پر صادق کی موافقت نہ پائی جائے۔

واما المنفصلات فلا يتصور فيها العكس لعدم امتياز جزئيها بحسب الطبع وقد عرفت ذالك فی صدر البحث۔

ترجمہ :- اور بہرحال شرطیات منفصلہ تو ان میں عکس ہی نہیں پایا جا سکتا کیونکہ اس کے دونوں اجزاء کے درمیان طبعاً امتیاز کرنا دشوار ہوگا اور اس کو آپ شروع بحث میں پہچان بھی چکے ہیں۔

قال البحث الثالث فی عکس النقیض هو عبارة عن جعل الجزء الاوّل من القضية نقیض الثانی وَالثانی عین الاوّل مع مخالفة الاصل فی الکیف وموافقته فی الصدق اقول قال قدماء المنطقیین عکس النقیض هو جعل نقیض الجزء الثانی جزء اوّلا ونقیض الجزء الاوّل ثانیا مع بقاء الکیف وَالصدق بحالهما فاذا قلنا کل انسان حیوان کان عکسه کل ما لیس بحیوان لیس بانسان وحکم الموجبات فیه حکم السوالب فی العکس المستوی وبالعکس حتی ان الموجبة الکلیة تنعکس کنفسها فاذا صدق قولنا کل ج ب انعکس الی قولنا کل ما لیس ب لیس ج وَالا فبعض مَا لیس ب ج وتنعکس بالعکس المستوی الی قولنا بعض ج لیس ب وقد کان کل ج ب هذا خلف وینضم الی الاصل هکذا بعض مَا لیس ب ج وکل ج ب ینتج بعض مَا لیس ب ب وَانه مح

تیسری بحث عکس نقیض کے بیان میں

ترجمہ :- عکس نقیض نام ہے۔ قضیہ کے جزء اول کو، ثانی کو نقیض بنا دینا اور ثانی جزء کو اول کا عین قرار دیدینا۔ مگر اس عکس میں اصل کے ساتھ مخالفت کیف میں پائی جائے۔ اور اس کے ساتھ موافقت صدق میں موجود ہو۔ اقول :- شارح فرماتے ہیں۔ قدیم مناطقہ نے کہا ہے کہ عکس نقیض، قضیہ کے جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول بنادینا۔ اور جزء اول کی نقیض کو جزء ثانی بنا دینا۔ اس شرط کے ساتھ کہ پہلا کیف باقی رہے اور صدق بھی اپنی حالت میں (حسب سابق) باقی رہے۔ فاذا قلنا :- جب ہم نے کہا کل انسان حیوان تو اس کا عکس آئے گا کل مالیس بحیوان لیس بانسان، اور موجبات کا حکم اس میں وہی ہے جو عکس مستوی میں سوالب کا حکم ہے۔ اور عکس میں یہانتک کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ ہی آتا ہے پس جب یہ قول صادق ہوگا کہ کل ج ب تو اس کا عکس آئے گا کل مالیس ب لیس ج۔ اور اگر اس کو صادق نہ مانیں گے تو فبعض مالیس ب ج لازم آئے گا۔

قولہ وینعکس بالعکس المستوی :- اور عکس مستوی کی طرف منعکس ہوگا۔ اور وہ ہمارا یہ قول ہے کہ بعض ج لیس ب حالانکہ اصل میں تھا کل ج ب۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔ پھر اس کو اصل قیاس کے ساتھ اس طرح ملائیں گے کہ بعض مالیس ب ج اور کل ج ب۔ تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ بعض مالیس ب ب اور یہ محال ہے۔

تشریح :- ماتن نے یہاں سے تیسری بحث کا آغاز فرمایا ہے۔ اس بحث میں عکس نقیض کی تعریف

اور اس کے احکام کو بیان کریں گے۔

تعریف :۔ عکس نقیض قدیم مناطقہ کے مطابق قضیہ کے جز ثانی کی نقیض کو جز اول بنا دینا۔ اور جز اول کی نقیض کو جز ثانی بنا دینا جبکہ سالبہ کیف اور صدق بحالہ باقی رہے۔ مثال۔ کل انسان حیوان۔ اس کا عکس نقیض یہ ہے کہ کل مالیس بحیوان لیس بانسان۔

قولہ وحکم الموجبات فیہ :۔ عکس نقیض میں قضایا موجبہ کا وہی حکم ہے جو عکس مستوی اور عکس میں قضایا سالبہ کا حکم تھا۔ حتیٰ کہ موجبہ کلیہ کا عکس کنفسہ یعنی موجبہ کلیہ ہی آتا ہے۔ جیسے کل ج ب کا عکس کل مالیس ب لیس ج ہے۔ اور اگر اس کو نہ مانوگے تو لازم آئے گا کہ بعض مالیس ب ج۔ اور اس کا عکس مستوی آئیگا کہ بعض ج لیس ب۔ حالانکہ کل ج ب اصل میں تھا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔

قولہ وینضم الی الاصل ھکذا۔ پھر اسی کو اصل کے ساتھ اس طرح ملایا جائے گا کہ بعض مالیس ب ج و کل ج ب۔ تو نتیجہ آئے گا کہ بعض مالیس ب ب اور یہ محال ہے۔

والموجبۃ الجزئیۃ لاتنعکس لصدق قولنا بعض الحیوان لاانسان وکذب قولنا بعض الانسان لاحیوان والسالبۃ کلیۃ کانت اوجزئیۃ تنعکس الی سالبۃ جزئیۃ فاذا قلنا لاشیٔ من ج ب او لیس بعضہ مالیس ب لیس ج والا فکل مالیس ب لیس ج وتنعکس بعکس النقیض الی قولنا کل ج ب وقد کان لاشیٔ او لیس بعض ج ب ھذا خلف

ترجمہ :۔ اور موجبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الحیوان لا انسان اور ہمارا یہ قول کاذب ہے کہ بعض الانسان لاحیوان۔ اور سالبہ کلیہ ہو یا سالبہ جزئیہ ہو دونوں کا عکس سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے۔ پس جب ہم نے کہا لاشیٔ من ج ب یا ہم نے کہا لیس بعض ج ب تو چاہیئے کہ ہمارا یہ قول بھی صادق ہو کہ لیس بعض مالیس ب لیس ج۔ ورنہ تو لازم آئے گا کہ کل مالیس ب لیس ج۔ پھر یہ عکس نقیض کی شکل میں منعکس ہوگا۔ ہمارے اس قول کی طرف (یعنی اسی قول کی عکس نقیض یہ آئیگی کہ) کل ج ب۔ حالانکہ اصل میں تھا لاشیٔ یا لیس بعض ج ب۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح :۔ اور موجبہ جزئیہ منعکس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہمارا یہ قول تو صادق ہے کہ بعض الحیوان لا انسان۔ مگر یہ قول کاذب ہے کہ بعض الانسان لاحیوان۔

قولہ والسالبۃ الکلیۃ۔ اور سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ دونوں کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے۔ مثلاً ہم نے کہا لاشیٔ من ج ب یا ہم نے کہا لیس بعض ج ب۔ تو چاہیئے کہ ہمارا یہ قول بھی صادق ہو کہ لیس بعض ما لیس ب لیس ج۔ اور اگر اسکو صادق نہ مانیں گے تو اس کو صادق ماننا پڑے گا کہ کل مالیس ب لیس ج پھر اس قول کا

عکس نقیض نکالیں گے کہ کلما ج ب. حالانکہ اصل میں تھا کہ لا شئی ٔیا لیس بعض ج ب. اور یہ خلاف مفروض ہے.

وهكذا الشرطية المتصلة الموجبة الكلية تنعكس كنفسها لانه اذا صدق كلما كان اب فج د فكلما لم يكن ج د لم يكن اَبَ لانّ انتفاءَ اللازم يستلزم انتفاء الملزوم والا لجاز انتفاءُ اللازم مع بقاء الملزوم وهو محال لعدم الملازمة بينهما والموجبة الجزئية لا تنعكس لصدق قولنا قد يكون اذا كان الشئ حيوانا كان لا انسانا وكذب قولنا قد يكون اذا كان الشئ انسانا لم يكن حيوانا.

ترجمہ:۔ اسی طرح شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس بھی کنفسہا آتا ہے. کیونکہ جب کلما کان اَبَ فج د صادق ہے تو کلما لم یکن ج د لم یکن اب بھی صادق ہوگا. کیونکہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے. ورنہ تو لازم کا انتفاء جائز ہوگا ملزوم کے باقی رہنے کے ساتھ. اور یہ ایسا محال ہے کہ جس سے دونوں کے درمیان علاقہ لزوم ہی ختم ہوجاتا ہے. والموجبۃ الجزئیۃ لا تنعکس. اور موجبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا. کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ قد یکون اذا کان الشئ حیوانا کان لا انسانا. یا ہمارا یہ قول کاذب ہے کہ قد یکون اذا کان الشئ انسانا لم یکن حیوانا.

تشریح:۔ شارح فرماتے ہیں کہ شرطیہ متصلہ موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ ہی آتا ہے. اس وجہ سے کہ جب ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کلما کان اب فج د، تو یہ قول بھی صادق ہوگا کہ کلما لم یکن ج د لم یکن اب. کیونکہ لازم کا نہ پایا جانا ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے. ورنہ تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ لازم تو موجود نہ ہو. مگر ملزوم پایا جارہا ہے. اور اس سے لزوم کا علاقہ ہی دونوں سے ختم ہوجائے گا.

قولہ والموجبۃ الجزئیۃ لا تنعکس. اور موجبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا. کیونکہ ہمارا یہ قول تو صادق ہے کہ قد یکون اذا کان الشئ حیوانا کان لا انسانا. مگر یہ قول کاذب ہے کہ قد یکون اذا کان الشئ انسانا لم یکن حیوانا.

والسالبتان تنعكسان الى سالبة جزئية لانه اذا صدق ليس البتة او قد لا يكون اذا كان اَبَ فج د فقد لا يكون اذا لم يكن ج د لم يكن اب والا فكلما لم يكن ج د لم يكن اب وتنعكس الى كلما كان اَبَ كان ج د وقد كان ليس البتة او قد لا يكون اذا كان اَبَ فج د هذا خلف. وقال المتأخرون لا نسلم انه لو لم يصدق العكس لصدق بعض ما ليس ب ج غاية ما في الباب انه يلزم انه صدق قولنا ليس بعض ما ليس ب ليس ج لكنه لا يلزم منه صدق بعض ما ليس ب ج لانّ السالبة المعدولة اعم من الموجبة المحصلة وصدق الاعم

لا يستلزم صدق الاخص فلما منعوا تلك الطريقة غيروا التعريف الى ما عرف به المص وهو جعل الجزء الاول من القضية نقيض الثاني و الثاني عين الاول مع مخالفة الاصل في الكيف و موافقته في الصدق فالمراد بالقضية ههنا هي التي تحصل بعد هذا التبديل بخلاف القضية المذكورة في تعريف العكس المستوى فانها هي الاصل يعني ناخذ الجزء الثاني من الاصل و نجعل الجزء الاول نقيضا له و ناخذ الجزء الاول من الاصل و نجعل الجزء الثاني عينه فاذا حاولنا عكس قولنا كل انسان حيوان اخذنا الحيوان و جعلنا الجزء الاول نقيضه اى اللاحيوان و اخذنا الانسان و جعلنا الجزء الثاني عينه فيحصل لا شيء مما ليس حيوانا بانسان وهي القضية المطر من العكس والا وضح ان يقال انه جعل نقيض الجزء الثاني من الاصل اولا وعين الجزء الاول ثانيا مع المخالفة في الكيف و الموافقة في الصدق۔

ترجمہ:۔ اور دونوں سالبہ کا عکس سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ اس لئے کہ جب یہ قول صادق ہوگا کہ لیس البتہ یا قد لا یکون اذا کان اب نج د۔ تو قد لا یکون اذا لم یکن نج د لم یکن اب۔ ورنہ تو لازم آئے گا کہ کلما لم یکن نج ب لم یکن اب۔ پھر اس کا عکس آئے گا کہ کلما کان اب کان نج د۔ حالانکہ اصل میں یہ تھا کہ لیس البتہ او قد لا یکون اذا کان اب نج د۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔ وقال المتاخرون۔ اور متاخرین نے کہا ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ اگر عکس صادق نہ ہو تو یہ قول صادق آئے گا کہ بعض مالیس ب نج۔

غایة ما فی الباب:۔ اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ ہمارا یہ قول صادق ہو کہ لیس بعض مالیس ب لیس نج۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعض مالیس ب نج صادق ہو۔

لان السالبۃ المعدولۃ:۔ اس لئے کہ سالبہ معدولہ اعم ہے بمقابلہ موجبہ محصلہ کے۔ اور اعم کا صدق اخص کے صادق ہونے کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ پس جب متاخرین نے عکس کے مذکورہ طریق پر منع وارد کیا تو عکس کی تعریف ہی تبدیل کردی۔ اور وہ تعریف بیان کی جو ماتن نے متن میں بیان کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عکس نقیض نام ہے قضیہ کے جزء اول کو جزء ثانی کی نقیض بنا دینا۔ اور جزء ثانی کو عین جزء اول کر دینا۔ شرط یہ ہے کہ اصل کے ساتھ کیف میں مخالف ہو۔ اور صدق میں موافق ہو۔

قولہ فالمراد بالقضیۃ ھھنا:۔ لہٰذا اس جگہ تعریف میں قضیہ سے مراد وہ ہے قضیہ ہے جو تبدیلی کے بعد حاصل ہو۔ بخلاف اس قضیہ کے کہ جو عکس مستوی میں ذکر کیا گیا تھا۔ عکس مستوی میں قضیہ سے مراد اصل قضیہ تھا۔

قولہ یعنی ناخذ الجزء الثانی من الاصل: ہم اصل سے جزء ثانی کو لیتے ہیں۔ اور اس کو جزء اول بناتے ہیں۔ اس کی نقیض بناکر۔ اور اصل سے جزء اول کو لیتے ہیں۔ اور اس کو جزء ثانی بعینہٖ بناتے ہیں۔ مثلاً جب ہم نے ارادہ کیا کہ اپنے اس قول کا عکس لائیں۔ کل انسان حیوان۔ تو ہم نے الحیوان کو لیا۔ اور اس کو جزء اول بنادیا بصورتِ نقیض یعنی اللاحیوان کیا۔ اور انسان کو لیا اور انسان ہی کو جزء ثانی بنادیا۔ (لاانسان کو نہیں) تو مثال یہ بن گئی کہ لاشیٔ مما لیس حیواناً بانسان۔ اور عکس سے یہی قضیہ مطلوب تھا۔

(خلاصہ یہ ہے کہ قضیہ کے دونوں اجزاء میں سے جزء ثانی کو بصورتِ نقیض اول بنادیا جائے۔ اور اول جزء کو بعینہٖ جزء ثانی بنادیا جائے، تو عکس نقیض بن جائے گا جیسے کل انسان حیوان کی نقیض لاشیٔ مما لیس بحیوان بانسان)

قولہ والاوضح ان یقال: اور اس سے بھی واضح طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے اصل کی جزء ثانی کی نقیض کو اول اور عین جزء اول کو ثانی بنادیا۔ جبکہ کیفیت میں دونوں میں مخالفت ہو۔ اور صدق میں موافقت ہو۔

قال: واما الموجبات فان كانت كلية فسبع منها وهي التي لا تنعكس سوالبها بالعكس المستوی لانه يصدق بالضرورة كل قمر فهو ليس بمنخسف وقت التربيع لا دائما دون عكسه لما عرفت وتنعكس الضرورية والدائمة كلية لانه اذا صدق بالضرورة او دائما كل ج ب فدائما لا شئ مما ليس ب ج والا فبعض ما ليس ب فهو ج بالفعل وهو مع الاصل ينتج بعض ما ليس ب فهو ب بالضرورة في الضرورية ودائما في الدائمة وهو محال واما المشروطة والعرفية العامتان فتنعكسان عرفية عامة كلية لانه اذا صدق بالضرورة او دائما كل ج ب ما دام ج فدائما لا شئ مما ليس ب ج ما دام ليس ب والا فبعض ما ليس ب فهو ج حين هو ليس ب وهو مع الاصل ينتج بعض ما ليس ب فهو ب حين هو ليس ب. وهو محال. واما الخاصتان فتنعكسان عرفية عامة لا دائمة في البعض اما العرفية العامة فلاستلزام العامتين اياها واما اللادوام في البعض فلانه يصدق بعض ما ليس ب فهو ج بالاطلاق العام والا فلا شئ مما ليس ب ج دائما فتنعكس الى لا شئ من ج ليس ب دائما وقد كان لا شئ من ج ب بالفعل بحكم اللادوام ويلزمه كل ج فهو ليس ب بالفعل لوجود الموضوع هذا خلف.

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا:۔ کہ بہرحال موجبات پس اگر کلیہ ہوں تو وہ سات ہیں۔ جن کے سالبہ کا عکس مستوی نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ کل قمر فہولیس بمنخسف وقت التربیع لادائما مگر اس کا عکس صادق نہیں ہے۔ جیسا کہ تم پہلے پہچان چکے ہو۔

اور الضروریہ اور الدائمۃ کلیہ کا عکس آتا ہے۔ کیونکہ جب یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ یا دائما کل ج ب تو یہ بھی صادق ہوگا کہ دائما لاشئ مما لیس ب ج۔ اور اگر اس کو صادق نہ مانوگے تو صادق ہوگا کہ بعض مالیس ب فہو ج بالفعل اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ نکلے گا کہ بعض مالیس ب فہو ب بالضرورۃ ضروریہ میں اور دائما دائمہ میں۔ اور یہ محال ہے۔

قولہ واما المشروطۃ والعرفیۃ العامتان بہرحال مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ پس ان دونوں کا عکس عرفیہ عامہ کلیہ آتا ہے۔ کیونکہ جب ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ یا دائما کل ج ب مادام ج تو یہ بھی صادق ہوگا کہ دائما لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب۔ اور اگر اسے صادق نہ مانوگے تو اس کو صادق ماننا پڑے گا کہ بعض مالیس ب فہو ج حین ھو لیس ب اور اس قضیہ کو جب اصل قضیہ کے ساتھ ملائیں گے تو نتیجہ نکلے گا کہ بعض مالیس ب فہو ب حین ھو لیس ب۔ اور یہ محال ہے۔

قولہ واما الخاصتان فتنعکسان۔ اور بہرحال دونوں خاصہ تو پس انکا عکس عرفیہ عامہ لادائمہ فی البعض آتا ہے۔ بہرحال عرفیہ عامہ تو اس وجہ سے کہ دونوں عامہ اس کو مستلزم ہیں۔ اور بہرحال بعض میں لادوام تو اس وجہ سے کہ ہمارا یہ قول تو صادق ہے کہ بعض مالیس ب فہو ج بالاطلاق العام اور اگر اس کو صادق نہ مانیں گے تو یہ قول صادق ماننا پڑے گا کہ لاشئ مما لیس ب ج دائما۔ پس اس کا عکس آئیگا کہ لاشئ من ج لیس ب دائما۔ حالانکہ اصل میں تھا کہ لاشئ من ج ب بالفعل لادوام کے حکم سے اسکے لئے لازم ہے کل ج فہولیس ب بالفعل موجود الموضوع۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

اقول علیٰ رای المتاخرین حکم الموجبات فیہ حکم السوالب فی العکس المستوی بدون العکس فالموجبات ان کانت کلیۃ فالسبع التی لا تنعکس سوالبھا بالعکس المستوی لا تنعکس بعکس النقیض لان الوقتیۃ اخصھا وھی لا تنعکس لصدق قولنا بالضرورۃ کل قمر فھولیس بمنخسف وقت التربیع لادائما مع کذب عکسہ وھولیس بعض المنخسف بقمر بالامکان العام لما عرفت ان کل منخسف قمر بالضرورۃ واذا لم تنعکس الوقتیۃ لم ینعکس شئ من السبع لان عدم انعکاس الاخص یستلزم عدم انعکاس الاعم لما مر غیر مرۃ۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ متاخرین مناطقہ کے قول کے مطابق عکس نقیض میں موجبات کا وہی حکم ہے جو سوالب کا حکم ہے عکس مستوی میں بغیر عکس کے۔ پس موجبات اگر کلیہ ہوں تو وہ ساتوں موجبات کلیات کہ جن کے سوالب کا عکس مستوی نہیں آتا۔ وہ عکس نقیض کے ساتھ منعکس نہیں ہوتیں۔ (یعنی ان کا عکس نقیض نہیں آتا) اس وجہ سے کہ ان ساتوں کلیات میں سے وقتیہ سب سے اخص ہے۔ اور وہ منعکس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ کل قمر فھو لیس بمنخسف وقت التربیع لا دائماً۔ جبکہ اس قضیہ کا عکس کاذب ہے۔ اور وہ ہے۔ لیس بعض المنخسف بقمر بالامکان العام۔ اس لئے کہ تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ ان کل منخسف قمر بالضرورۃ۔

قولہ واذالم ینعکس الوقتیۃ :- اور جب وقتیہ کا عکس نہیں آتا تو مذکورہ ساتوں کلیات بھی منعکس نہ ہوں گی۔ کیونکہ اخص کا عکس نہ آنا مستلزم ہے کہ اعم کا عکس بھی نہ آسکے۔ جیسا کہ یہ دلیل بار بار گزر چکی ہے۔

وَالضروریۃ وَالدائمۃ تنعکسان دائمۃ کلیۃ لانہ اذا صدق بالضرورۃ او دائما کل ج ب فدائما لاشئ مما لیس ب ج وَالا فبعض مَا لیس ب ج بالفعل ونضمہ الی الاصل فنقول بعض مَا لیس ب ج بالفعل وبالضرورۃ اودائما کل ج ب ینتج بعض ما لیس ب فھو ب بالضرورۃ ان کان الاصل ضروریا اودائما ان کان دائما وانہ مح والضروریۃ لاتنعکس کنفسہا لانہ یصدق فی المثال المذکور بالضرورۃ کل مرکوب زید فرس مع کذب لاشئ مما لیس بفرس مرکوب زید بالضرورۃ لصدق قولنا بعض مالیس بفرس مرکوب زید بالامکان العام وھو الحمار والمشروطۃ والعرفیۃ العامتان تنعکسان عرفیۃ عامۃ کلیۃ لانا اذا قلنا بالضرورۃ اودائما کل ج ب مَا دام ج فدائما لاشئ مَا لیس ب ج مَا دام لیس ب والا فبعض ما لیس ب ج حین ھو لیس ب ونضمہ الی الاصل ھکذا بعض ما لیس ب ج حین ھو لیس ب وبالضرورۃ اودائما کل ج ب مَا دام ج ینتج بعض مَا لیس ب ب حین ھو لیس ب وانہ خلف وَالمشروطۃ وَالعرفیۃ الخاصتان تنعکسان عرفیۃ عامۃ لادائمۃ فی البعض فانہ اذا صدق بالضرورۃ اودائما کل ج ب مَا دام ج لادائما فدائما لاشئ مما لیس ب ج مَا دام لیس ب لادائما فی البعض اما صدق قولنا لاشئ مما لیس ب ج مَا دام لیس ب فلانہ لازم العام لازم للخاص واما اللادوام فی البعض ای بعض ما لیس ب ج بالاطلاق العام فلانہ لولا لصدق قولنا لاشئ مما لیس ب ج دائما فتنعکس الی قولنا لاشئ من ج لیس ب دائما وقد کان بحکم لادوام الاصل لاشئ من ج ب بالفعل المستلزم لقولنا

كل ج فهو ليس ب بالفعل لاستلزام السالبة البسيطة الموجبة المعدولة المحمول عند وجود الموضوع الذی هو محقق ههنا بسبب ایجاب الاصل لكن كل ج هو ليس ب بالفعل صادق لصدق ملزومه فيكذب لا شئ من ج ليس ب دائما فيكون اللا دوام في البعض حقا۔

ترجمہ :- اور ضروریہ اور دائمہ کا عکس دائمہ کلیہ آتا ہے اس لیے کہ جب یہ قول صادق ہے کہ " بالضرورۃ یا دائما کل ج ب ، تو یہ بھی صادق ہوگا کہ دائما لاشئ مما لیس ب ج اور اگر اس کو صادق نہ مانوگے تو اس قول کو صادق ماننا پڑے گا کہ بعض مالیس ب ج بالفعل۔ پھر اس قضیہ کو ہم اصل کے ساتھ ملائیں گے اور اس طرح کہیں گے کہ بعض مالیس ب ج بالفعل و بالضرورۃ اور دائما کل ج ب تو اس مرکب قیاس کا نتیجہ نکلے گا کہ بعض مالیس ب مغوب بالضرورۃ۔ اگر اصل ضروریہ ہو، یا دائما اگر اصل دائما ہو اور یہ محال ہے۔

قولہ والضروریۃ لاتنعکس کنفسها :- اور ضروریہ کا عکس کنفسها (ضروریہ) نہیں آتا اس لیے کہ مذکورہ بالا مثال میں یہ صادق ہے کہ بالضرورۃ کل مرکوب زید فرس۔ اور یہ قول کاذب ہے کہ لاشئ مما لیس بفرس مرکوب زید بالضرورۃ۔ اس لیے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض مالیس بفرس مرکوب زید بالامکان العام وھو الحمار۔

قولہ والمشروطۃ والعرفیۃ العامتان :- اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ کلیہ آتا ہے۔ اس لیے کہ جب ہم نے کہا "بالضرورۃ یا دائما کل ج ب مادام ج تو یہ بھی صادق ہوگا کہ دائما لاشئ مالیس ب ج مادام لیس ب۔ اور اگر اس کو صادق نہ مانوگے تو اس قضیہ کو صادق ماننا پڑے گا کہ بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

قولہ والمشروطۃ والعرفیۃ الخاصتان :- اور مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے۔ مگر بعض میں ہمیشہ نہیں آتا۔ اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ جب یہ قول صادق ہو کہ بالضرورۃ یا دائما کل ج ب مادام ج لا دائما۔ تو یہ قول بھی صادق ہوگا کہ دائما لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب لا دائما فی البعض۔

قولہ اما صدق قولنا لاشئ مما لیس ب ج الخ :- بہرحال ہمارے اس قول کا صادق ہونا کہ لاشئ مما لیس ب ج مادام لیس ب تو اس لیے کہ یہ دونوں عامہ کے لیے لازم ہے۔ اور عام کا لازم خاص کا بھی لازم ہوتا ہے۔

قولہ واما اللادوام فی البعض۔ بہرحال بعض مثالوں میں لادوام کا صادق آنا یعنی بعض مالیس ب ج

بالاطلاق العام کا صادق ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ صادق نہ ہوتا تو البتہ یہ قول صادق ہوگا کہ لاشئی مما لیس ب ج دائما. پس اس قضیہ کا عکس ہمارا یہ قول آتا کہ لاشئی من ج لیس ب دائما. حالانکہ اصل میں لادوام کے ساتھ مقید ہونے کی وجہ سے اس طرح پر تھا کہ لاشئی من ج ب بالفعل اور یہ قول مستلزم ہے ہمارے اس قول کو کہ کل ج فہو لیس ب بالفعل. کیونکہ یہ سالبہ بسیطہ اور موجبہ معدولۃ المحمول کو مستلزم ہے جیسا کہ موضوع موجود ہو. اور اس جگہ موضوع محقق موجود ہے. اس سبب سے کہ اصل قیاس میں قضیہ موجبہ ہے اس کے باوجود کل ج فہو لیس بالفعل بھی صادق ہے. کیونکہ اس کا ملزوم صادق ہے. پس ہمارا یہ قول کاذب ہے کہ لاشئی من ج لیس ب دائما. پس ثابت ہوگیا کہ لادوام بعض میں حق ہے۔

قَالَ ان کانت جزئیۃ فالخاصتان تنعکسان عرفیۃ خاصۃ لانہ اذا صدق بالضرورۃ اودائما بعض ج ب مادام ج لادائما وجب ان یصدق بعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب لادائما لانا نفرض ذات الموضوع وھو ج د فد لیس ب بالفعل للادوام ثبوت الباء لہ ولیس ج مادام لیس ب والا لکان ج حاین ھو لیس ب فلیس ب حین ھو ج وقد کان ب مادام ج ھف ود ج بالفعل وھو ظاھر فبعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب لادائما وھو المطلوب واما البواقی فلا تنعکس لصدق قولنا بعض الحیوان لیس بانسان بالضرورۃ المطلقۃ وبعض القمر ھو لیس بمنخسف بالضرورۃ الوقتیۃ دون عکسھا باعم الجھات ومتی لم تنعکسا لم ینعکس شئی منھا لما عرفت فی العکس المستوی۔

ترجمہ:- ماتن نے فرمایا:- اگر وہ جزئیہ ہوں تو دونوں خاصہ کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے اس لئے کہ جب یہ قول صادق ہوگا کہ بالضرورۃ اودائما بعض ج ب مادام ج لادائما تو واجب ہے کہ ہمارا یہ قول بھی صادق ہو کہ بعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب لادائما. کیونکہ ہم ذات موضوع کو فرض کرتے ہیں کہ وہ ج د ہے. پس د لیس ب بالفعل ہوگا. کیونکہ باء کا ثبوت اس کے لئے دائمی نہیں ہے اور لیس ج بھی ہے جبتک کہ وہ لیس ب ہو. اور اگر اس کو صادق نہیں مانتے تو البتہ یہ لازم آئے گا کہ لکان ج حین ھو لیس ب. پس وہ لیس ب حین ھو ج بھی ہوگا. حالانکہ اصل میں وہ ب للدوام ج تھا. اور یہ خلاف مفروض ہے.

قولہ ود ج بالفعل:- اسی طرح وہ بالفعل دنا ہے. اور یہ بالکل ظاہر ہے. پس نتیجہ نکلے گا کہ

بعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائما۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

قولہ واما البواقی :۔ اس کے علاوہ باقی قضایا تو ان کا عکس نہیں آتا۔ کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الحیوان لیس بانسان بالضرورۃ المطلقۃ۔ اور بعض القمر ھو لیس بمنخسف بالضرورۃ الوقتیہ۔ مگر اس کا عکس صادق نہیں ہے۔ جہات کے اہم ہونے کی وجہ سے۔ اور جب یہ دونوں منعکس نہیں ہوتیں تو ان باقی میں سے بھی کوئی منعکس نہ ہوگی۔ جیساکہ تم عکس مستوی میں معلوم کر چکے ہو۔

تشریح :۔ اگر یہ جزئیہ ہوں تو دونوں خاصہ کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے۔ ماتن نے اس کو مثالوں کے بیان کیا ہے۔ پھر فرمایا :۔ کہ باقی اقسام کا عکس ہی نہیں آتا۔ مگر ماتن کے بیان میں الجھاؤ ہے۔ جس کو شارح واضح کریں گے۔

اقول الخاصتان من الموجبتین الجزئیۃ تنعکسان عرفیۃ خاصۃ لانہ اذا صدق بالضرورۃ او دائما بعض ج ب ما دام ج لا دائما فبعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائما لانا نفرض ذات الموضوع وھو ج د فد لیس ب بالفعل بحکم لا دوام الاصل و د لیس ج ما دام لیس ب والا لکان ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب فھو لیس ب فی بعض اوقات کونہ ج وقد کان ب فی جمیع اوقات کونہ ج ھذا خلف و د ج بالفعل وھو ظ و اذا صدق علی ذاتہ لیس ب وانہ لیس ج ما دام لیس ب فبعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب وھو الجزء الاول من العکس واذا صدق علیہ انہ ج بالفعل فبعض ما لیس ب ج بالفعل وھو مفھوم اللادوام فیصدق العکس بجزئیہ وھو المط واما الموجبات الجزئیۃ الباقیۃ فلا تنعکس لان الوقتیۃ اخص السبع والضروریۃ اخص الاربع التی ھی الدائمتان والعامتان وھما لا تنعکسان۔

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں کہ موجبہ جزئیہ کے دونوں خاصہ (خاصہ موجبہ کلیہ کا بیان تو سابق میں گزر چکا ہے) اب اس مقالے میں موجبہ جزئیہ کے دونوں خاصہ کا بیان کرنا ہے۔

فرمایا۔ "تنعکسان عرفیۃ خاصۃ" ان دونوں کا عکس عرفیہ خاصہ آتا ہے۔ اس لئے کہ جب یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ او دائما بعض ج ب ما دام ج لا دائما۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض ما لیس ب لیس ج ما دام لیس ب لا دائما۔ قولہ لانا نفرض۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ذات موضوع اور وہ د ہے۔ لہذا د لیس ج بالفعل ہے۔ کیونکہ اصل میں قید لا دوام کی موجود ہے۔ اور د لیس ج ہے ما دام لیس ب۔ اور اگر اس کو صادق نہ مانو گے تو والا لکان ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب۔ کہ بعض اوقات میں ج

لیس ب ہو جائے کر ا تو لازم آئیگا کہ وہ لیس ب فی بعض اوقات کو منح ہے. حالانکہ وہ کان ب فی جمیع اوقات کو منح تھی. اور یہ خلاف مفروض ہے. اور منح بالفعل ہے. اور یہ ظاہر ہے. اور جب اس کی ذات میں لیس ب ہونا صادق ہے حالانکہ وہ لیس منح مادام لیس ب ہے. تو ثابت ہوا کہ بعض ما لیس ب لیس منح مادام لیس ب ہے اور یہ عکس کا جز اول ہے.

قولہ واذا صدق علیہ انہ منح بالفعل :- اور جب یہ صادق ہے کہ وہ منح بالفعل ہے تو ثابت ہوا کہ بعض ما لیس ب منح بالفعل. اور یہ لادوام کی قید کا مفہوم ہے. تو اس کے دونوں جزؤں کا عکس بھی صادق ہوگا. اور یہی ہمارا مطلوب ہے.

قولہ واما الموجبات الجزئیۃ الباقیۃ :- بہر حال باقی موجبہ جزئیہ تو ان میں سے کسی کا عکس نہیں آتا. کیونکہ ساتوں کلیات میں سے الوقتیہ سب سے اخص ہے. اور ضروریہ چاروں کلیات میں سے اخص ہے اور چاروں کلیاں یہ ہیں. دونوں دائمہ اور دونوں عامہ. اور یہ دونوں منعکس نہیں ہوتیں.

اما الضروریۃ فلصدق قولنا بالضرورۃ بعض الحیوان ھو لیس بانسان بدون عکسہ وھو بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام لصدق قولنا کل انسان حیوان بالضرورۃ واما الوقتیۃ فلانہ یصدق بعض القمر ھو لیس بمنخسف وقت التربیع لا دائماً مع کذب بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام لان کل منخسف قمر بالضرورۃ ومتیٰ لم تنعکسا لم ینعکس شئ من الموجبات الجزئیۃ لما عرفت مراراً.

ترجمہ :- اور بہر حال ضروریہ تو اس لیے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بالضرورۃ بعض الحیوان ھو لیس بانسان، مگر اس کا عکس صادق نہیں ہے. اور وہ ہے بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام. کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کل انسان حیوان بالضرورۃ.

واما الوقتیۃ :- اور بہر حال وقتیہ تو اس وجہ سے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض القمر ھو لیس بمنخسف وقت التربیع لا دائماً. اور ساتھ ہی یہ قول کاذب ہے کہ بعض المنخسف لیس بقمر بالامکان العام. کل قمر منخسف بالضرورۃ. یعنی ہر قمر ضروری طور پر منخسف ہے. اور جب ضروریہ اور وقتیہ یہ دونوں منعکس نہیں ہوتیں تو پھر دوسری کوئی موجبہ جزئیہ بھی منعکس نہ ہوگی. کیونکہ یہ اخص ہیں. اور دوسری ان کے مقابلے میں اعم ہیں.

تشریح :- شارح نے مثال دیکر بتایا کہ ضروریہ اور وقتیہ کا عکس نہیں آسکتا. عکس لانے میں اشکالات لازم آتے ہیں. لہذا ساتوں کلیوں کے عکوس بھی نہ آئیں گے.

قالَ وَ امّا السّوالب کلیة کانت او جزئیة فلا تنعکس کلیة لاحتمال کون نقیض المحمول اعم من الموضوع و تنعکس الخاصتان حینیة مطلقة لانه اذا صدق بالضرورة او دائما لاشئ من ج بَ مادام ج لا دائما لفرض الموضوع دَ فهو لیس بَ بالفعل و د ج فی بعض اوقات کونه لیس بَ لانه لیس ب فی جمیع اوقات کونه ج فبعض ما لیس بَ فهو ج فی بعض احیان لیس ب وهو المدعی واما الوقتیتان و الوجودیتان فتنعکس مطلقة عامة لانه اذا صدق لاشئ من ج ب باحدی هذه الجهات نفرض الموضوع دَ فهو لیس ب و ج بالفعل لوجود الموضوع فبعض ما لیس بَ فهو ج بالفعل وَ هو المطلوب و هٰکذا بین عکوس جزئیاتها.

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا کہ بہرحال سوالب کلیہ ہوں یا کہ جزئیہ ہوں تو یہ کلی طور پر منعکس نہیں ہوتی ہیں. (دلیل اس کی یہ ہے کہ) اس کا احتمال ہے کہ محمول کی نقیض بمقابلے موضوع کی نقیض کے اعم ہو. ہاں دونوں خاصہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے. کیونکہ جب یہ صادق ہے کہ بالضرورۃ یا دائما لاشئ من ج ب مادام ج لا دائما. اور ایک صورت یہ فرض کرتے ہیں کہ موضوع د ہے د فہو لیس با بالفعل اور د ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب. اس لئے کہ وہ لیس ب ہے. جمیع اوقات کونہ ج ہیں. تو ان دونوں کو ملانے سے نتیجہ نکلا کہ فبعض مالیس ب فہو ج فی بعض احیان لیس ب. اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے.

قولہ واما الوقتیتان :- بہرحال دونوں وقتیہ اور دونوں وجودیہ تو ان کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے دلیل یہ ہے کہ کیونکہ جب ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشئ من ج ب باحدی من هذه الجہات. تو ہم فرض کرتے ہیں کہ ہمارا موضوع د فہو لیس ب و ج بالفعل ہے. چونکہ موضوع موجود ہے. پس نتیجہ نکلے گا کہ فبعض مالیس ب فہو ج بالفعل اور یہی مطلوب ہے. اور یہی طریقہ اس کے دونوں جزؤں کے عکس لانے کا ہوگا

تشریح :- ماتن نے پہلے تو فرمایا سوالب جزئیہ ہوں یا کلیہ ہوں ان کا عکس کلیۃً نہیں آتا. کیونکہ ایک احتمال یہ پایا جاتا ہے کہ ان میں محمول کی نقیض موضوع کی نقیض کے مقابلے میں اعم واقع ہو تو عکس کس طرح آسکتا ہے.

قولہ وتنعکس الخاصتان :- البتہ دونوں خاصہ کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے. اور اس طرح اس کے دونوں جزؤں کے عکس کے [illegible] بھی حکم ہے.

اَقول وَ امّا السّوالب الکلیة کانت او جزئیة لم تنعکس [illegible] احتمال ان یکون نقیض المحمول اعم من الموضوع و امتناع ایجاب الاخص لکل افراد الاعم [illegible] الانسان

بحجر فما ليس بحجر اعم من الانسان فامتنع ان تنعكس الى كل ما ليس بحجر انسان وَ تنعكس الخاصتان حينية مطلقة لانه اذا صدق بالضرورة او دائما لاشئ من ج بَ او ليس بعضه ب ما دام ج لا دائما فليصدق بعض ما ليس ب ج حين هو ليس بَ لانّ ذات الموضوع موجودة لدلالة اللادوام عليه فلنفرضه د فد ليس ب وهو مفهوم الجزء الاوّل وَ د ج فى بعض اوقات كونه ليس بَ لانه كانَ ليس بَ فى جميع اوقات كونه ج وَاذا صدق على دَ انه ليس ب وانه ج فى بعض اوقات كونه ليس بَ فبعض مَا ليس بَ ج حين هو ليس ب وهو المدعى هذا ما فى الكتاب وَالصواب انهما تنعكسان حينية لادائمة اما الحينية فلما ذكرنا وَاما اللادوام فلانه يصدق على د انه ليس ج بالفعل وَالا لكان ج دائما فيكون ليس ب دائما لدوام سلب الباء بدوام الجيم وقد كان لا دائما هذا خلف واذا صدق على د انه ليس د وانه ليس ج بالفعل صدق بعض مَا ليس بَ ليس ج بالفعل وهو مفهوم اللادوام .

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں . اور بہرحال سوالب تو پس وہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کا عکس کلی نہیں آتا . کیونکہ احتمال ہے کہ محمول کی نقیض اعم ہو بمقابلے موضوع کی نقیض کے . اور طے شدہ ہے کہ اعم کے ہر فرد کے لیے اخص کا ایجاب محال ہے . جیسے ہمارے اس قول میں لاشئ من الانسان بحجر " پس تمام وہ اشیاء جو حجر نہیں وہ انسان سے اعم ہیں . لہٰذا محال ہے کہ یہ قضیہ منعکس ہو . ہمارے اس قول کی طرف کہ کل مالیس بحجر انسان .

قولہ و تنعکس الخاصتان :۔ اور دونوں خاصہ منعکس ہوتے ہیں حینیہ مطلقہ سے . کیونکہ جب یہ قول صادق ہے کہ " بالضرورۃ یا دائما لاشئ من ج ب یا لیس بعض ج ب مادام ج لا دائما " . تو چاہیے کہ یہ قول بھی صادق ہو کہ بعض مالیس ب ج حین ہو لیس ب . دلیل یہ ہے کہ اس مثال میں موضوع کی ذات موجود ہے اور لا دوام اس پر دلالت کرتا ہے . پس ہم فرض کرتے ہیں کہ ج د ہے پس د لیس ب ہے . یہ جزء اول کا مفہوم ہے . اور د ج ہے بعض اس وقت میں کہ وہ لیس ب ہے . کیونکہ وہ یعنی د لیس ب ہے جمیع اوقات میں کہ وہ ج ہے . اور جب د پر یہ صادق ہے کہ وہ لیس ب ہے . اور ادھر یہ طے شدہ ہے کہ د ج ہے بعض ان اوقات میں کہ وہ لیس ب ہے تو نتیجہ نکلے گا کہ فبعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب . اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے .

قولہ واما اللادوام . بہرحال لادوام تو اس لئے کہ د پر یہ صادق ہے کہ وہ لیس ج بالفعل ہے . ورنہ تو لازم آتا کہ وہ ج دائما ہوتا . اور یہ خلاف مفروض ہے . اور جب د پر یہ صادق ہے کہ وہ لیس د ہے وہ لیس ج بالفعل ہے . تو یہ بھی صادق ہے کہ بعض مالیس ب لیس ج بالفعل . اور یہی لادوام کا مفہوم ہے .

تشریح:- شارح نے فرمایا ہے کہ سوالب خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ تو ان کا عکس کلیۃً نہیں آتا۔ وجہ یہ ہے کہ محمول کی نقیض اعم اور موضوع کی نقیض اخص ہونے کا احتمال ہے۔ نیز اخص کا اعم کے ہر فرد کے لیے واجب ہونا بھی محال ہے۔ مثلاً لاشئی من الانسان بحجر۔ اس مثال میں مالیس بحجر اعم ہے انسان سے۔ لہٰذا اس کا یہ عکس آنا محال ہے۔ کہ کل مالیس بحجر انسان۔

قولہ وتنعکس الخاصتان حینیۃ مطلقۃ:- اور دونوں خاصہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے۔ کیونکہ یہ مثال صادق ہو کر بالضرورۃ یا دائماً لاشئی من ج ب یا لیس بعض ج ب مادام ج لا دائماً۔ تو چاہیے کہ یہ قول بھی صادق ہو کر بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب۔ کیونکہ موضوع کی ذات موجود ہے جس پر لادوام کی قید دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا ہم اس کو د فرض کرتے ہیں۔ لہٰذا پس د لیس ب ہے۔ یہ تو قیاس کے جزء اول کا مفہوم ہوا۔ اور د ج ہے بعض اوقات کو نہ لیس ب میں۔ کیونکہ د لیس ب تھا جمیع اوقات کو نہ میں اور جب د پر صادق آیا کہ د لیس ب ہے اور د ج ہے بعض اوقات کو نہ لیس ب میں۔ تو نتیجہ نکلا کہ بعض مالیس ب ج حین ھو لیس ب۔ اور یہی مدعیٰ ہے۔ یہ مثال جو کتاب میں مذکور ہے۔

قولہ والصواب انہما تنعکسان:- مگر صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں (یعنی دونوں خاصہ) حینیہ لادائمہ آتا ہے۔ حینیہ تو اس لیے کہ جیسا ہم ذکر کر چکے۔ اور بہرحال لادوام تو اس لیے کہ د پر صادق ہے کہ ولیس ج بالفعل ہے ورنہ کان ج دائماً ہوتا۔ تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکون لیس ب دائماً۔ اس وجہ سے کہ بار کا سلب دائمی ہے جب تک جیم ہے۔ حالانکہ د لادائماً تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

قولہ واذا صدق علی د انہ لیس د۔ اور جب د پر یہ صادق ہے کہ د لیس د ہے اور د لیس ج بالفعل بھی ہے تو یہ نتیجہ صادق ہوا کہ بعض مالیس ب لیس ج بالفعل۔ اور یہی لادوام کا مفہوم ہے۔

واما الوقتیتان والوجودیتان فتنعکسان مطلقۃ عامۃ لانہ اذا صدق لاشئی من ج ب اولیس بعضہ ب لادائماً باحدی ھذہ الجہات وجب ان یصدق بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام۔ لانا نفرض الموضوع د فلیس ب وھو مفہوم الجزء الاول ود ج بالفعل بحکم اللادوام فبعض مالیس ب ج بالاطلاق وھو المطلوب وانما لم ینعکس قید اللادوام واللاضرورۃ الخ لعکس لجواز ان یکون ج ضروریاً لہ فلا یصدق د لیس ج بالامکان کقولنا لیس بعض الانسان بلاکاتب لا بالضرورۃ مع کذب بعض الکاتب انسان لا بالضرورۃ لان کل کاتب انسان بالضرورۃ۔

ترجمہ:- اور بہرحال دونوں وقتیہ اور دونوں وجودیہ تو ان دونوں کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے۔ کیونکہ جب یہ قول صادق ہے کہ لاشئی من ج ب۔ یا یہ صادق ہے کہ بعض ج ب ہیں لا دائما ان جہات میں سے کسی ایک جہت کے ساتھ۔ تو واجب ہے کہ یہ بھی صادق ہو کہ بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام۔ کیونکہ موضوع ہم نے د فرض کیا ہے۔ پس د لیس ب ہے۔ یہ جزء اول کا مفہوم ہوا۔ نیز د ج بالفعل ہے لادوام کی قید کیوجہ سے۔ تو اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض مالیس ب ج بالاطلاق اور یہی مطلوب ہے۔ اس جگہ لادوام اور لاضرورت عکس کی طرف متعدی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جائز ہے کہ یہ قید ج کے لیے ضروری ہو۔ لہٰذا پس د لیس ج بالامکان صادق نہ ہوگا۔ جیسے ہمارا یہ قول ہے کہ لیس بعض الانسان بلا کاتب لا بالضرورۃ۔ ساتھ ہی اس کے یہ قول کاذب ہے کہ بعض الکاتب انسان لا بالضرورۃ۔ اس لیے کہ ہر کل کاتب انسان بالضرورۃ صادق ہے۔

تشریح:- اور بہرحال دونوں وقتیہ اور دونوں وجودیہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ جب ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشئی من ج ب یا یہ قول کہ لیس بعض ج ب لادائما چاروں جہات میں سے کسی بھی جہت کی قید ہو، تو پھر اس قول کا صادق ہونا ضروری ہے کہ بعض ما لیس ب ج بالاطلاق العام۔ کیونکہ فرض کرتے ہیں کہ ہمارا موضوع د ہے تو نتیجہ ہوگا کہ د لیس ب بھی ہے۔ یہ جزو اول کا مفہوم ہوا۔ اور د ج بالفعل ہے لادوام کی قید کی وجہ سے۔ پس نتیجہ ہوگا کہ بعض مالیس ب ج بالاطلاق اور یہی مطلوب ہے۔

قولہ وانما لم یتعد۔ اور لاضرورۃ یا لادوام کی قید عکس میں متعدی نہیں ہوتی۔ بلکہ عکس میں بالاطلاق العام کی قید ہے۔ کیونکہ اس کا احتمال موجود ہے کہ ج ب کے لیے ضروری ہو۔ تو یہ قضیہ صادق نہ ہو تا کہ د لیس ج بالامکان۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمارا یہ قول ہے کہ لیس بعض الانسان بلا کاتب لا بالضرورۃ اور یہ صادق ہے جبکہ بعض الکاتب انسان لا بالضرورۃ کاذب ہے۔ اس لیے کہ کل کاتب انسان بالضرورۃ ثابت ہے۔

قال واما بواقی السوالب والشرطیات موجبۃ کانت او سالبۃ فغیر معلومۃ الانعکاس لعدم الظفر بالبرھان۔ اقول من الناس من ذھب الی انعکاس السوالب الباقیۃ والشرطیات اما انعکاس الفعلیات منھا فلانہ اذا صدق لاشئی من ج ب بالاطلاق العام فبعض مالیس ب ج بالاطلاق العام والا فلاشئی مما لیس ب ج دائما فلاشئی من ج لیس ب دائما ویلزمہ کل ج ب دائما وقد کان لاشئی من ب ج بالاطلاق ھذا خلف واما انعکاس الممکنتین فلانا اذا قلنا لاشئی من ج ب بالامکان الخاص فبعض ما لیس ب ج بالامکان العام والا فلاشئی مما لیس ب ج بالضرورۃ فلاشئی من ج لیس ب بالضرورۃ ویلزمہ کل ج ب بالضرورۃ وھو ینافی الاصل واما انعکاس الشرطیۃ

الموجبۃ فلانہ اذا صدق کلما کان اب فج د فلیس البتۃ اذا لم یکن ج د کان اب والا فقد یکون اذا لم یکن ج د کان اب وھو مع الاصل ینتج قد یکون اذا لم یکن ج دفج د وانہ محال او ینعکس بالعکس المستوی الی قولنا قد یکون اذا کان اب لم یکن ج د فیکون اب ملزوما للنقیضین .

ترجمہ :- اور بہر حال بقیہ سوالب . اور شرطیات موجبہ ہوں یا سالبہ ہوں تو ان کا عکس ہم کو معلوم نہیں ہے . اس لئے کہ ان کے دلائل پر ہم کو کامیابی نہیں ہوئی ہے .

اقول من الناس :- شارح فرماتے ہیں کہ بعض لوگ باقی سوالب کی طرف گئے ہیں . (البعض نے باقی سوالب اور شرطیات کا بھی عکس بیان کیا ہے . اگرچہ جمہور کی رائے یہی ہے کہ ان کے عکس ہم کو معلوم نہیں ہیں) اما انعکاس الفعلیات . بہر حال ان میں سے فعلیات کے عکوس تو اس وجہ سے کہ جب ہمارا یہ قول صادق ہو کہ "لاشئ من ج ب بالاطلاق العام" تو پھر یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض مالیس ب ج بالاطلاق العام . ورنہ تو لازم آئے گا کہ لاشئ مما لیس ب ج دائما . پس نتیجہ یہ ہے کہ لاشئ من ج لیس ب دائما اور اس کیلئے لازم ہے کہ کل ج ب دائما اور حالانکہ اصل میں یہ تھا کہ لاشئ من ب ج بالاطلاق اور یہ خلاف مفروض ہے .

قولہ واما انعکاس الممکنتین . بہر حال دونوں ممکنہ کا عکس تو جب ہم نے کہا لاشئ من ج ب بالامکان الخاص . تو یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض مالیس ب ج بالامکان العام . اگر اس کو صادق نہ تسلیم کریں گے تو لازم آئے گا کہ لاشئ مما لیس ب ج بالضرورۃ . تو نتیجہ نکلے گا کہ لاشئ من ج لیس ب بالضرورۃ . اور اس کیلئے کل ج ب بالضرورۃ لازم ہے . اور یہ اصل قضیہ قیاس کے منافی ہے .

واما انعکاس الشرطیۃ :- اور بہر حال شرطیہ موجبہ کا عکس تو اس وجہ سے کہ جب یہ قول صادق ہو کہ کلما کان اب فج د . تو یہ بھی صادق ہوگا لیس البتۃ اذا لم یکن ج د کان اب . اور اگر اس کو صادق نہ مانیں گے تو لازم آئے گا کہ قد یکون اذا لم یکن ج د کان اب اس کو اصل کے ساتھ ملاکر نتیجہ دیگا کہ قد یکون اذا لم یکن ج د فج د اور یہ محال ہے . قولہ و ینعکس بعکس المستوی . پھر اس کا عکس مستوی بھی اس طرح آئے گا کہ ہمارا قول قد یکون اذا کان اب لم یکن ج د فیکون اب ملزوما للنقیضین .

تشریح :- ماتن نے فرمایا کہ بقیہ سوالب اور شرطیات موجبہ ہوں یا سالبہ ہوں ان کا عکس ہم کو معلوم نہیں ہے . وجہ معلوم نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان کے دلائل ہم کو معلوم نہیں ہو سکے .

قولہ اقول :- پھر شارح نے ان کے بارے میں فرمایا کہ سوالب باقیہ اور شرطیات کے عکوس بعض مناطقہ نے تلاش کئے ہیں . فرمایا :-

قولہ واما الفعلیات منہا :- بہرحال شرطیات میں سے فعلیات تو اس کا عکس آتا ہے۔ کیونکہ جب ہمارا یہ قول صادق ہو کر لاشئ من ج ب بالاطلاق العام۔ تو یہ قول بھی صادق ہوگا کہ بعض ما لیس ب ج بالاطلاق العام۔ ورنہ لازم آئیگا کہ فلاشئ مما لیس ب ج دائماً تو نتیجہ نکلے گا کہ فلاشئ من ج لیس ب دائماً۔ اور اس قول کے لئے یہ لازم ہے کہ کل ج ب دائماً حالانکہ اصل میں تھا کہ لاشئ من ب ج بالاطلاق اور خلاف مفروض ہے۔

قولہ واما انعکاس الممکنتین :- بہرحال دونوں ممکنہ کا عکس تو اس لئے کہ جب ہم نے کہا لاشئ من ج ب بالامکان الخاص۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ بعض ما لیس ب ج بالامکان العام اور اگر اس کو صادق نہ مانوگے تو لازم آئے گا کہ فلاشئ مما لیس ب ج بالضرورۃ۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ فلاشئ من ج لیس ب بالضرورۃ۔ جس کے لئے یہ لازم ہے کہ کل ج ب بالضرورۃ۔ اور یہ اصل کے منافی ہے۔

قولہ واما انعکاس الشرطیۃ :- بہرحال شرطیہ موجبہ کا عکس تو اس لئے کہ جب ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کلما کان اب فج د۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ لیس البتۃ اذا لم یکن ج د کان اب ورنہ تو لازم آئے گا کہ فقد یکون اذا لم یکن ج د کان اب۔ اور یہ قول اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گا کہ قد یکون اذا لم یکن ج د فج د۔ اور یہ محال ہے۔ یا پھر اس کا عکس مستوی آئیگا کہ فقد یکون اذا کان اب لم یکن ج د۔ پس اب دونوں ہی نقیضوں کو لازم ہوگا۔

واما انعکاس الشرطیۃ السالبۃ فلانہ اذا قلنا لیس البتۃ اذا کان اب فج د فقد یکون اذا لم یکن ج د فاب والا فلیس البتۃ اذا لم یکن ج د فاب فقد لا یکون اذا کان اب لم یکن ج د ویلزمہ قد یکون اذا کان اب فج د وھو یناقض الاصل ولما لم تتم ھذہ الدلائل عند المص ولم یظفر بدلیل آخر توقف فی الانعکاس وعدمہ اما الدلیل الاول فلانا لا نسلم ان قولنا لاشئ من ج لیس ب دائما یستلزم کل ج ب دائما لان السالبۃ المعدولۃ لا تستلزم الموجبۃ المحصلۃ واما الثانی فلانا لا نسلم ان قولنا لاشئ مما لیس ب ج بالضرورۃ تنعکس الی قولنا لاشئ من ج لیس ب بالضرورۃ لما عرفت من ان السالبۃ الضروریۃ لا تنعکس کنفسھا ولئن سلمنا ہ لکن لا نسلم استلزام لاشئ من ج لیس ب بالضرورۃ لکل ج ب بالضرورۃ وسند المنع ما مر آنفا وھو ان السالبۃ المعدولۃ لا تستلزم الموجبۃ المحصلۃ۔

ترجمہ :- اور بہرحال شرطیہ سالبہ کا عکس تو اس لئے کہ جب ہم نے کہا لیس البتۃ اذا کان اب

ج ذ ۔ تو پھر یہ بھی ہوگا کہ قد یکون اذا لم یکن ج د فاَ ب ۔ اور اس کو صادق نہ مانوگے تو لازم آئے گا کہ فلیس البتۃ اذا لم یکن ج د فاَ ب ۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ قد یکون اذا کان ا بَ لم یکن ج د ۔ اور اس قول کے لیے یہ قول لازم ہے کہ قد یکون اذا کان اب ج ذ اور یہ اصل کے نقیض اور مخالف ہے۔

ولما لم تتم ھذہ الدلائل :۔ اور چونکہ مصنف ماتن کے نزدیک یہ دلائل تام نہ تھے ۔ اور وہ دوسری دلیل پر کامیاب نہیں ہو سکے ۔ تو فرمایا ان کا عکس آنا اور نہ آنا ہمکو معلوم نہیں ہے ۔ یعنی انھوں نے ان کے عکوس بیان کرنے سے توقف کیا ۔

قولہ واما الدلیل الاول :۔ بہرحال پہلی دلیل تو اس لیے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا قول لاشئی من ج لیس بَ دائماً مستلزم ہے کل ج ب دائماً کو ۔ کیونکہ سالبہ معدولہ نہیں مستلزم ہوتا موجبہ محصلہ کو ۔

واما الثانی :۔ بہرحال دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارے قول لاشئی مما لیس ب ج بالضرورۃ کا عکس لاشئی من ج لیس ب بالضرورۃ آتا ہے ۔ کیونکہ تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ سالبہ ضروریہ کا عکس کنفسہ نہیں آتا ۔ اور اگر ہم اس کو مان بھی لیں ۔ لیکن پھر اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا قول لاشئی من ج لیس بَ بالضرورۃ مستلزم ہے کل ج ب بالضرورۃ کو ۔ اور اس منع کرنے کی سند (دلیل) وہ ہے جو ابھی اوپر گذر چکی ہے کہ سالبہ معدولہ نہیں مستلزم ہوتا موجبہ محصلہ کو ۔

تشریح :۔ بہرحال شرطیہ سالبہ کا عکس تو جب ہم نے کہا لیس البتۃ اذا کان اب ج ذ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ قد یکون اذا لم یکن ج د فاَ ب ورنہ لازم آئے گا کہ فلیس البتۃ اذا لم یکن ج د فاَ ب ۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ قد لا یکون اذا کان ا بَ لم یکن ج ۔ اور اس کیلئے یہ لازم ہے کہ قد یکون اذا کان اب ج ذ اور یہ قول اصل کے مناقض ہے ۔ اور چونکہ یہ دلائل ماتن کے نزدیک تام نہیں تھے اور ان کو دوسرے دلائل نہیں ملے تو انھوں نے ان کا عکس بیان کرنے سے توقف فرمایا ۔

قولہ واما الدلیل الاول :۔ شارح دلیل بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ تسلیم نہیں ہے کہ ہمارا قول لاشئی من ج لیس بَ دائماً مستلزم ہے ہمارے قول کل ج ب دائماً کو ۔ کیونکہ سالبہ معدولہ موجبہ محصلہ کو مستلزم نہیں ہوا کرتا ۔

واما الدلیل الثانی :۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم کو یہ تسلیم نہیں ہے کہ ہمارا قول لاشئی مما لیس ب ج بالضرورۃ کا عکس لاشئی من ج لیس ب بالضرورۃ آتا ہے ۔ جیسا کہ تم پہچان چکے ہو کہ سالبہ ضروریہ کا عکس کنفسہ نہیں آتا ۔ اور اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں لیکن اس کو تو ہر حال میں تسلیم نہ کریں گے کہ لاشئی من ج لیس ب بالضرورۃ مستلزم ہے کل ج ب بالضرورۃ کو ۔ اور اس منع کی سند (دلیل) ابھی اوپر گذر چکی ہے کہ سالبہ معدولہ موجبہ محصلہ کو مستلزم نہیں ہوا کرتا ۔

واما الثالث فلانا لا نم استحالۃ قولنا قد یکون اذا لم یکن ج د فج د لثبوت الملازمۃ الجزئیۃ

بین کل امرین ولو کانا نقیضین ببرهان من الشکل الثالث وهو انه کلما تحقق النقیضان تحقق احدهما وکلما تحقق النقیضان تحقق الاٰخر فقد یکون اذا تحقق احد النقیضین تحقق الاٰخر ولا نم ایضاً ان استلزام اب لنقیضین مح لجواز ان یکون اَبَ محالاً والمحال جاز ان یستلزم المح واما الرابع فلانا لا نم ان قولنا قد لا یکون اذا کان اَبَ لم یکن ج د یستلزم قد یکون اذا کان اَبَ فج د لجواز ان لا یکون الشئ مستلزماً لاحد النقیضین فان اکل زید لا یستلزم اکل عمرو لا نقیضه۔

ترجمہ :- اور بہر حال تیسرا تو اس لیے کہ بیشک ہم تسلیم نہیں کرتے اپنے اس قول کے محال ہونے کو کہ قد یکون اذا لم یکن ح د فج د ۔ اس وجہ سے کہ دونوں کے درمیان ملازمہ جزئیہ ثابت ہے ۔ اور اگرچہ دونوں نقیض ہیں شکل ثالث کی دلیل سے ۔ اور وہ یہ ہے کہ کلما تحقق النقیضان تحقق احدہما وکلما تحقق النقیضان تحقق الاٰخر ۔ پس نتیجہ ہوگا کہ فقد یکون اذا تحقق احد النقیضین تحقق الاٰخر ۔ اور ہم اسکو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ اب کا نقیضین کو مستلزم ہونا محال ہے ۔ کیونکہ جائز ہے کہ اَبَ محال ہو ۔ اور محال کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسرے محال کو مستلزم ہو جائے ۔

واما الرابع :- اور بہر حال چوتھی دلیل ۔ تو اس لیے کہ ہم کو یہ تسلیم نہیں ہے کہ ہمارا قول قد لا یکون اذا کان اب لم یکن ح د مستلزم ہے ہمارے قول قد یکون اذا کان اب فج د کو ۔ کیونکہ جائز ہے کہ شئی نقیضین میں سے کسی ایک کو بھی مستلزم نہ ہو ۔ کیونکہ اکل زید اکل عمر و کو مستلزم نہیں ہے اور نہ ہی اس کی نقیض کو مستلزم ہے ۔

تشریح :- تیسری دلیل ہم اس قول کو محال نہیں مانتے کہ قد یکون اذا لم یکن ح د فج د ۔ کیونکہ دونوں امور کے درمیان جزئی لزوم ثابت ہے ۔ اگر شکل ثالث کی دلیل سے دونوں نقیضین ہیں ۔ اور وہ یہ ہے کہ کلما تحقق النقیضان تحقق احدہما ۔ وکلما نقیضان تحقق الاٰخر ۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فقد یکون اذا تحقق احد النقیضین تحقق الاٰخر ۔

قولہ ولا نسلم ایضاً ۔ نیز اس بات کو بھی ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اب کا نقیضین کو مستلزم ہونا محال ہے کیونکہ جائز ہے کہ اب محال ہو اور ایک محال دوسرے محال کو مستلزم ہو جائے ۔ تو یہ جائز ہے ۔

دلیل رابع :- ہم اس قول کو تسلیم نہیں کرتے کہ قد لا یکون اذا کان اب لم یکن ح د ۔ یہ قول مستلزم ہے قد یکون اذا کان اب فج د کو ۔ اس لیے کہ جائز ہے کہ شئی نقیضین میں سے کسی کو بھی مستلزم نہ ہو مثلاً اکل زید اکل عمر کو مستلزم ہے نہ کہ اس کی نقیض کو ۔

قال البحث الرابع فی تلازم الشرطیات اما المتصلة الموجبة الکلیة فتستلزم منفصلة

مَانعة الجمع مِن عين المقدم ونقيض التالی وَمَانعة الخلو من نقيض المقدم وعين التالی متعاكسين عليهما والا لبطل اللزوم والانفصال والمنفصلة الحقيقية تستلزم اربع متصلات مقدم الاثنين عين احد الجزئين وتاليهما نقيض الاخر ومقدم الاخيرين نقيض احد الجزئين وتاليهما عين الاخر وكل واحدة من غير الحقيقی مستلزمة للاخری مركبة من نقيض الجزئين۔

چوتھی بحث شرطیات کے تلازم کے بیان میں

ترجمہ:- چوتھی بحث شرطیات کے تلازم کے بیان میں۔ بہرحال متصلہ موجبہ کلیہ پس وہ مستلزم ہے منفصلہ مانعۃ الجمع کو جس کا مقدم عین تالی کی نقیض ہو۔ اور مانعۃ الخلو کو جس میں مقدم کی نقیض عین تالی ہو۔ بطور عکس کے۔ ورنہ لزوم اور انفصال دونوں باطل ہو جائیں گے۔ اور منفصلہ حقیقیہ مستلزم ہے چار متصلات کو۔ جن میں سے دو کا مقدم احد الجزئین کا عین ہو۔ اور دونوں کی تالی دوسرے کی نقیض ہو۔ اور دونوں اخیر کا مقدم احد الجزئین کی نقیض ہو۔ اور دونوں کا تالی عین آخر ہو۔ اور منفصلہ غیر حقیقیہ میں سے ہر ایک دوسرے کو مستلزم ہے۔ اور جزئین کی نقیض سے مرکب ہے۔

تشریح:- ماتن نے اس مقولے میں شرطیات کے تلازم کو بیان کیا ہے مگر لزوم کے بیان میں جتنی صورتیں بیان کی ہیں ان کی مثالیں بیان نہیں کی۔ شارح اس اجمال کی تفصیل کریں گے۔

اقول المراد بالمتصلة فی هذا الباب اعنی باب تلازم الشرطيات اللزومية وبالمنفصلة العنادية فمتی صدق اللزوم الكلی بين امرين يصدق منع الجمع بين عين الملزوم ونقيض اللازم ومنع الخلو بين نقيض الملزوم وعين اللازم وهذا ان الانفصالان متعاكسان علی اللزوم ای متی تحقق منع الجمع بين امرين يكون عين كل واحد منهما مستلزما لنقيض الاخر ومتی تحقق منع الخلو بين امرين يكون نقيض كل واحد منهما مستلزما لعين الاخر اما ان اللزوم بين الامرين يستلزم الانفصالين فلانه لو لا ذالك لبطل اللزوم بينهما فانه علی تقدير اللزوم بين امرين لو لم يصدق منع الجمع بين عين الملزوم ونقيض اللازم لجاز ثبوت الملزوم مع نقيض اللازم فيجوز وقوع الملزوم بدون اللازم فيبطل الملازمة بينهما هف وكذالك لو لم يصدق منع الخلو بين نقيض الملزوم وعين اللازم لجاز ارتفاع نقيض الملزوم وعين اللازم فيجوز ثبوت الملزوم بدون اللازم فيبطل اللزوم بينهما هذا خلف۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں اس باب میں متصلہ سے مراد یعنی تلازم کے باب میں لزومیہ ہے۔ اور منفصلہ سے مراد عنادیہ ہے۔ پس جب دو امور کے درمیان لزوم کلی صادق ہوگا تو لازم کی نقیض اور ملزوم کے عین کے درمیان مانعۃ الجمع صادق ہوگا۔ اور مانعۃ الخلو صادق ہوگا لازم کے عین اور ملزوم کی نقیض کے درمیان۔ اور یہ دونوں انفصال بطور لزوم منعکس ہوتے ہیں۔ یعنی جب مانعۃ الجمع دو ایسے امور کے درمیان متحقق ہوگا کہ جن دونوں امور میں سے دونوں کی نقیض دوسرے کے نقیض کو مستلزم ہوگی۔ اور جب متحقق ہوگا مانعۃ الخلو دو ایسے امور کے درمیان کہ ان میں سے ہر ایک کی نقیض دوسرے کی نقیض کو مستلزم ہو۔ اور بہر حال لزوم دو امور کے درمیان دونوں انفصال کو مستلزم ہوتی ہے تو اس وجہ سے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دونوں کے درمیان لزوم ہی باطل ہوجاتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر کہ دو امور کے درمیان لزوم پایا جاتا ہے۔ اگر مانعۃ الجمع صادق نہ آئے گا عین ملزوم اور نقیض لازم کے درمیان تو البتہ جائز ہوگا ملزوم کا ثبوت لازم کی نقیض کے ساتھ۔ پس جائز ہوگا ملزوم کا پایا جانا بغیر لازم کے۔ پس دونوں کے درمیان ملازمہ باطل ہوجائیگا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور اسی طرح اگر صادق نہ ہو مانعۃ الخلو ملزوم کی نقیض اور عین لازم کے درمیان، تو ملزوم کی نقیض اور عین لازم کا ارتفاع جائز ہوگا۔ پس جائز ہوگا ملزوم کا ثبوت بغیر لازم کے۔ لہٰذا پس دونوں کے درمیان لزوم باطل ہوجائے گا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح :- شارح فرماتے ہیں المراد بالمنفصلۃ الخ :- شرطیات کے تلازم کے باب میں متصلہ سے لزومیہ مراد ہے۔ اور منفصلہ سے عنادیہ۔ لہٰذا پس جب دو امور کے درمیان لزوم کلی ہوگا تو اس جگہ مانعۃ الجمع صادق ہوگا۔ عین ملزوم اور نقیض لازم کے درمیان۔ اور مانعۃ الخلو صادق ہوگا نقیض ملزوم اور عین لازم کے درمیان۔ اور یہ دونوں منفصلہ لازمی طور پر عکس میں آتے ہیں۔ یعنی جب دو ایسے امور کے درمیان مانعۃ الجمع متحقق ہو کہ ان دونوں امور میں سے ہر ایک ان دونوں امور میں سے دوسرے کی نقیض کو مستلزم ہو۔ اور جب مانعۃ الخلو متحقق ہوگیا دو ایسے امور کے درمیان کہ ان میں سے ہر ایک کی نقیض دوسرے کے عین کو مستلزم ہو۔

قولہ واما اللزوم بین الامرین یستلزم انفصالین۔ اور بہرحال لزوم دو ایسے امور کے درمیان پایا جانا کہ جو دونوں دو منفصلہ کو مستلزم ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا ان دونوں کے درمیان لزوم باطل ہوجاتا۔ کیونکہ لزوم بین الامرین کی صورت میں اگر مانعۃ الجمع صادق نہ آئے (عین ملزوم اور نقیض لازم کے درمیان تو البتہ ممکن ہوگا ملزوم کا پایا جانا لازم کی نقیض کے ساتھ۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ ملزوم کا وقوع جائز ہے بغیر لازم کے۔ لہٰذا دونوں کے درمیان ملازمہ باطل ہوجائے گا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

قولہ وکذالک :- اور اسی طرح مانعۃ الخلو صادق نہ آئے (نقیض ملزوم اور عین لازم کے درمیان تو البتہ ملزوم کی نقیض کا ارتفاع عین لازم کے ساتھ جائز ہوگا۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ ملزوم کا ثبوت بغیر لازم کے جائز ہے لہٰذا دونوں کے درمیان لزوم ہی باطل ہو جائیگا۔

واما ان الانفصالين متعاكسان على اللزوم فلانه لولاه لبطل الانفصال فانه اذا تحقق منع الجمع بين امرين فلو لم يجب ثبوت نقيض الآخر على تقدير عين كل واحد منهما لجاز ثبوت عين الآخر على ذالك التقدير فيجوز اجتماع العينين فلا يكون بينهما منع الجمع وكذالك اذا تحقق منع الخلو بين امرين فلو لم يجب ثبوت عين الآخر على تقدير نقيض كل واحد منهما لجاز ثبوت نقيض الآخر على ذالك التقدير فيجوز ارتفاعهما فلا يكون بينهما منع الخلو۔

ترجمہ:۔ اور بہرحال دونوں منفصلہ کا لازمی طور پر عکس آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو انفصال ہی باطل ہو جاتا۔ اس لیے کہ جب منع الجمع دو امور کے درمیان پایا جائے تو اگر ہر ایک کی عین کی تقدیر پر دوسرے کی نقیض کا ثبوت ضروری نہ ہوتا تو البتہ دوسرے کے عین کا ثبوت اسی تقدیر پر ہوتا۔ پس دونوں کے عینین کا اجتماع جائز ہو جاتا۔ لہٰذا دونوں کے درمیان مانعۃ الجمع باقی نہ رہتا۔ اسی طرح جب دو امور کے مابین مانعۃ الخلو پایا جاتا۔ تو اگر دونوں کی نقیض میں سے ہر ایک پر دوسرے کے عین کا ثبوت نہ ہو تو اس صورت میں دوسرے کی نقیض کا ثبوت جائز ہوتا۔ لہٰذا پس اس صورت میں دونوں کا ارتفاع جائز ہو جاتا۔ اور دونوں کے درمیان مانعۃ الخلو باقی نہ رہتا۔

تشریح:۔ بہرحال مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو یعنی دونوں منفصلہ تو ان دونوں کا عکس آنا لازمی ہے۔ کیونکہ اگر عکس نہ آتا تو سرے سے انفصال ہی باطل ہو جاتا۔ کیونکہ مثلاً جب دو امور کے درمیان مانعۃ الجمع پایا جاتا ہے تو اگر دونوں کی عین پر دوسرے کی نقیض کا ثبوت نہ پایا جائے گا۔ تو لازم آئیگا کہ اس تقدیر پر دوسرے کے عین کا ثبوت واجب ہو۔ پس نتیجہ یہ نکلے گا کہ دونوں کے عینین کا اجتماع جائز ہے اور جب دونوں کے عین کا اجتماع جائز ہے تو مانعۃ الجمع باقی نہ رہا۔

قولہ وکذالک اذا تحقق:۔ اسی طرح جب دو امور کے درمیان مانعۃ الخلو پایا جاتا ہو۔ تو اگر یہ ضروری نہ ہو کہ ان میں سے ہر ایک کی نقیض پر دوسرے کا عین صادق ہے تو دوسرے کی نقیض صادق آئیگی۔ پس ارتفاع دونوں کا جائز ہو جاتا۔ اور مانعۃ الجمع دونوں کے درمیان باقی نہ رہتا۔

والمنفصلة الحقيقية تستلزم اربع متصلات مقدم المتصلتين عين احد الجزئين وتاليهما نقيض الآخر ومقدم الاخريين نقيض احد الجزئين وتاليهما عين الآخر اى متى صدق الانفصال الحقيقي بين امرين يستلزم عين كل واحد منهما نقيض الآخر ونقيض كل واحد منهما عين الآخر اما الاول فلانه لو لم يجب ثبوت نقيض الآخر على

تقدیر عین کل واحد منهما لجاز ثبوت عین الاٰخر علی ذالک التقدیر فیجوز اجتماعهما وکان بینهما انفصال حقیقی هٰذا خلف واما الثانی فلانه لولم یجب ثبوت عین الاٰخر علی تقدیر نقیض کل واحد منهما لجاز ثبوت نقیض الاٰخر علی تقدیر نقیض کل واحد منهما فیجوز ارتفاع الجزئین فلا یکون بینهما انفصال حقیقی والمقدر خلافه هٰذا خلف۔

ترجمہ:- اور منفصلہ حقیقیہ چار متصلات کو مستلزم ہے۔ دو متصلہ کا مقدم عین احد الجزئین ہوگا۔ اور ان دونوں کی تالی نقیض الآخر ہوگی۔ اور بعد کے دونوں متصلہ میں مقدم احد الجزئین کی نقیض ہوگی۔ اور ان دونوں کی تالی عین الآخر ہوگی۔ یعنی جب دو امور کے درمیان حقیقی انفصال صادق ہو تو ان دونوں میں ہر ایک کا عین نقیض الآخر ہوگا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کی نقیض عین الآخر ہوگا۔

اما الاول:- بہر حال اول صورت تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں امور میں سے ہر ایک کے عین کی صورت میں اگر دوسرے کی نقیض کا صادق آنا ضروری نہ ہو تو البتہ اس تقدیر پر آخر کا عین صادق آئے گا۔ پس اس صورت میں دونوں کا اجتماع جائز ہو جائے گا۔ حالانکہ دونوں کے درمیان حقیقی انفصال تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

واما الثانی:- دوسری صورت تو اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں امور کی نقیض پر دوسرے کا عین صادق نہ آئے گا۔ تو البتہ یہ جائز ہوگا کہ آخر کی نقیض صادق آئے جبکہ تقدیر دونوں کی نقیض ہے۔ لہٰذا دونوں جزؤں کا رفع جائز ہو جائے گا۔ لہٰذا دونوں کے درمیان انفصال حقیقی صادق نہ آئے گا حالانکہ اس کے خلاف فرض کیا گیا تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح:- قولہ اما الانفصالین متعاکسان:- دونوں منفصلہ کا عکس آنا لازمی ہے۔ مثلاً جب یہ صادق ہو کہ ہٰذا الشیٔ اما شجر او حجر۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ ان کان ہٰذا الشیٔ شجراً فلا یکون حجراً اسی طرح اس کا عکس بھی صادق ہوگا۔ اسی طرح جب یہ قول صادق ہو کہ اِمّا ان یکون فی البحر او لا یغرق۔ تو یہ بھی صادق ہوگا کہ ان لم یکن زید فی البحر فلا یغرق۔ اور یہ بھی صادق ہوگا کہ ان یغرق زید فیکن فی البحر۔ اور اس کا عکس بھی صادق ہوگا۔

قولہ والمنفصلۃ الحقیقیۃ:- منفصلہ حقیقیہ چار متصلات کو لازم ہوتی ہے۔ مثلاً جب یہ قول صادق ہو کہ اما ان یکون ہٰذا العدد زوجاً او فرداً۔ تو چار متصلات بھی صادق ہوں گے۔ دو متصلہ تو اسی مثال میں ہونگے ان یکن ہٰذا العدد زوجاً فلا یکن فرداً۔ اور اس کا عکس۔

اور دو صورتیں یہ ہیں۔ ان لم یکن ہٰذا العدد زوجاً فیکون فرداً وان لم یکن فرداً فیکن زوجاً۔

وکل واحدة من غیر الحقیقیة ای من مانعتی الجمع والخلو تستلزم الاخری مرکبة من نقیضی جزئیها فمتی صدق منع الجمع بین امرین صدق منع الخلو بین نقیضیهما فانه لو جاز ارتفاع النقیضین لجاز اجتماع العینین فلا یکون بینهما منع الجمع ومهما صدق منع الخلو بین امرین صدق منع الجمع بین نقیضیهما فانه لو جاز اجتماع النقیضین لجاز ارتفاع العینین فلا یکون بینهما منع الخلو۔

ترجمہ :- اور منفصلہ حقیقیہ کے سوا ہر ایک یعنی خواہ مانعۃ الجمع ہو یا مانعۃ الخلو ہو۔ ایک دوسرے کو مستلزم ہیں۔ اور دونوں کے جزؤں کی نقیض سے ان کی ترکیب دی گئی ہے۔ لہٰذا پس جب دو امور کے مابین مانعۃ الجمع صادق ہوگا تو مانعۃ الخلو بھی ان دونوں کی نقیض میں صادق ہوگا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر ارتفاع نقیضین جائز ہو تو اس صورت میں اجتماع عینین جائز ہوگا۔ تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان مانعۃ الجمع باقی نہ رہے گا۔ اور جب کبھی دو امور کے مابین مانعۃ الخلو صادق آئے گا تو ان دونوں کی نقیض کے درمیان مانعۃ الجمع بھی صادق آئے گا۔ دلیل یہ ہے کہ اگر کسی جگہ اجتماع نقیضین کا جائز ہو جائے تو ارتفاع عینین کا جائز ہوگا۔ اور اس صورت میں مانعۃ الخلو باقی نہ رہے گا۔

قال المقالة الثالثة فی القیاس وفیها خمس فصول الفصل الاول فی تعریف القیاس واقسامه القیاس قول مؤلف من قضایا متی سلمت لزم عنها لذاتها قول اخر۔ اقول المقصد الاقصی والمطلب الاعلی من الفن الکلام فی القیاس لانه العمدة فی استحصال المطالب التصدیقیة وحده انه قول مؤلف من قضایا متی سلمت لزم عنها لذاتها قول اخر کقولنا العالم متغیر وکل متغیر حادث فانه قول مؤلف من قضیتین اذا سلمتا لزم عنهما لذاتهما قول اخر وهو ان العالم حادث فالقول هو المرکب اما المفهوم العقلی وهو جنس للقیاس المعقول واما الملفوظ وهو جنس للقیاس الملفوظ والمراد من القضایا ما فوق قضیة واحدة لیتناول القیاس البسیط المؤلف من قضیتین کما ذکرنا والقیاس المرکب من القضایا فوق اثنتین کما سیجیء واحترز به عن القضیة الواحدة المستلزمة لذاتها عکسها المستوی او عکس نقیضها فانها لا تسمی قیاسا وقوله متی سلمت اشارة الی ان تلك القضایا لا یجب ان تکون مسلمة فی نفسها بل یجب ان تکون بحیث لو سلمت لزم عنها قول اخر لیندرج فی الحد القیاس الصادق المقدمات وکاذبها کقولنا کل انسان حجر وکل حجر جماد فان هاتین القضیتین وان کذبتا الا انهما بحیث لو سلمتا لزم عنهما۔

ان کل انسان جماد وقوله لزم عنها يخرج الاستقراء والتمثيل فان مقدماتها اذا سلمت لا يلزم عنها شيء لامكان تخلف مدلوليها عنهما وقوله لذاتها يحترز به عما يلزم لا لذاتها بل بواسطة مقدمة غريبة كما في قياس المساواة وهو ما يتركب من قضيتين متعلق محمول اولهما يكون موضوع الاخرى كقولنا أ مساو لب وب مساو لج فانهما يستلزمان ان أ مساو لج لكن لا لذاتيهما بل بواسطة مقدمة غريبة وهي ان كل مساو للمساوي للشيء مساو له ولهذا لم يتحقق ذلك الاستلزام الا حيث تصدق هذه المقدمة كما في قولنا أ ملزوم لب وب ملزوم لج لان ملزوم الملزوم للشيء ملزوم له وقولنا الدرة في الحقة والحقة في البيت فالدرة في البيت لان ما في الشيء الذي هو في شيء آخر يكون فيه اما اذا لم تصدق تلك المقدمة لم يحصل منه شيء كما اذا قلنا أ مباين لب وب مباين لج لم يلزم منه ان أ مباين لج لان مباين المباين للشيء لا يجب ان يكون مباينا له وكذلك اذا قلنا أ نصف ب وب نصف ج لم يلزم منه ان أ نصف ج لان نصف النصف لا يكون نصفا له وقوله قول آخر اراد به ان القول اللازم يجب ان يكون مغايرا لكل واحد من هذه المقدمات فانه لو لم يعتبر ذلك في القياس لزم ان يكون كل قضيتين قياسا كيف كانتا لاستلزامهما احدهما وهذا الحد منقوض بالقضية المركبة المستلزمة لعكسها المستوي او عكس نقيضها فانه يصدق عليها انه قول مؤلف من قضيتين يستلزم لذاته قولا آخر لكن لا يسمى قياسا۔

ماتن نے فرمایا:۔ تیسرا مقالہ قیاس کے بیان میں مشتمل ہے۔

ترجمہ:۔ اور اس میں پانچ فصلیں ہیں۔ فصل اول قیاس کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں۔ قیاس ایک قول ہے جو چند قضایا سے مرکب ہوتا ہے کہ جب وہ قضایا تسلیم ہو جائیں تو اس سے بالذات قول آخر لازم آتا ہے۔

اقول:۔ شارح فرماتے ہیں۔ علم منطق کا انتہائی مقصد اعلیٰ مطلب قیاس میں کلام کرنا ہے۔ اس لیے کہ وہ مطالب تصدیقیہ کے حاصل کرنے میں بہت عمدہ ہے۔

وحدہ انہ قول مؤلف:۔ اور قیاس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ قیاس ایک ایسا قول ہے جو چند قضایا سے ترکیب دیا گیا ہے جب وہ قضایا تسلیم کر لیے جائیں تو ان سے بالذات قول آخر لازم آئے۔ جیسے ہمارا قول العالم متغیر، کل متغیر حادث۔ یہ ایک قول ہے جو دو قضایا سے ترکیب دیا گیا ہے۔ جب یہ دونوں مسلم ہو جائیں تو ان سے لذاتہ قول آخر لازم آئیگا اور وہ ہے العالم حادث۔

فالقول :- پس لفظ قول مرکب کا نام ہے۔ یا مفہوم عقلی میں۔ اور یہ قیاس معقولی کے لیے بمنزلہ جنس ہے۔ اور یا قول ملفوظ کا نام ہے۔ یعنی زبان سے بولے ہوئے الفاظ۔ اور قول ملفوظ قیاس لفظی کے لیے جنس ہے۔ اور قضایا سے مراد یہ ہے کہ قضیہ واحدہ سے زیادہ ہوں۔ تاکہ تعریف قیاس بسیط کو بھی شامل ہو جائے جو کہ صرف دو قضایا سے مرکب ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور وہ قیاس جو دو قضایا سے زیادہ سے مرکب ہو۔ جیسا کہ عنقریب آئندہ آئیگا۔ ماتن نے قضایا کہکر قضیہ واحدہ سے احتراز فرمایا ہے۔ جو لذاتہا عکس مستوی کو مستلزم ہو۔ یا عکس نقیض کو مستلزم ہو۔ تو وہ اس سے خارج ہے۔ اس کو قیاس نہ کہیں گے۔

اور اس کا قول متی سلمت اشارہ ہے اس طرف کہ واجب نہیں کہ یہ قضایا فی نفسہا مسلّم ہوں۔ بلکہ صورت یہ ہے کہ اس حیثیت سے کہ وہ تسلیم کیے جائیں تو ان سے قول آخر لازم آئیگا تاکہ قیاس کی تعریف میں وہ قیاس بھی داخل ہو جائے کہ جس کے مقدمات صادقہ ہوں۔ اور وہ قیاس بھی جسکے مقدمات کاذبہ ہوں جیسے ہمارا قول کل انسان حجر وکل حجر جماد۔ اس مثال میں دونوں قضایا اگرچہ کاذب ہیں لیکن اس حیثیت سے کہ اگر وہ دونوں تسلیم کر لیے جائیں تو ان دونوں سے کل انسان جماد لازم آئے گا۔

وقولہ لزم عنہا :- اور ماتن کے قول لزم عنہا کی قید سے استقراء اور تمثیل خارج ہو گئے۔ اس لیے کہ ان دونوں کے مقدمات جب تسلیم کر لیے جائیں تو اس تسلیم کر لینے سے قول آخر لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ اس کا امکان ہوتا ہے کہ ان دونوں قضایا کا مدلول ان کے خلاف ہو۔

اور اس کے قول لذاتہا کی قید سے احتراز کیا ہے اس قول سے جو لازم آئے مگر ان کی ذات سے لازم نہ آئے بلکہ کسی اجنبی مقدمہ کے واسطے سے لازم آئے۔ جیسا کہ قیاس مساوات میں ہوا کرتا ہے۔ اور قیاس مساوات وہ قیاس ہے کہ جو دو قضایا سے مرکب ہو۔ جو متعلق محمول ہو دونوں میں سے ایک دوسرے کا موضوع ہو۔ جیسے ہمارے اس قول میں اَ مساوی ہے بَ کے اور بَ مساوی ہے جَ کے۔ تو یہ دونوں قضایا اس کو مستلزم ہیں کہ بیشک اَ مساوی ہے جَ کے۔ لیکن یہ استلزام لذاتہ نہیں ہے بلکہ ایک مقدمہ غریبہ کے واسطے سے مستلزم ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کل مساوٍ لمساوی للشئ مساوٍ لہ ،، ہر مساوی کا مساوی پس وہ شئی کا مساوی ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ استلزام متحقق نہیں ہوا۔ لیکن صرف اس جگہ جہاں یہ مقدمہ غریبہ صادق آتا ہے۔ جیسے ہمارے اس قول میں کہ اَ ملزوم بَ ہے۔ اور بَ ملزوم جَ ہے۔ پس اَ ملزوم جَ ہے۔ اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ ملزوم للشئ کا ملزوم شئی کا ملزوم ہوتا ہے۔ اور ہمارا قول الدرۃ فی الحقۃ والحقۃ فی البیت فالدرۃ فی البیت۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ ما فی الشئ الذی ھو فی شئ آخر یکون فیہ۔ وہ چیز جو کسی شئ میں موجود ہو اور وہ شئ کسی شئ آخر میں موجود ہو تو وہ شئ اس شئ آخر میں پائی جاتی ہے۔ قولہ اما اذا لم یصدق :- اور بہرحال جس جگہ یہ مقدمہ یعنی واسطہ غریبہ صادق نہ ہو تو اس قیاس مساوات سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے ہم نے کہا اَ مباین ہے بَ کا اور بَ مباین ہے جَ کا تو ان دونوں قضایا سے لازم

نہیں آتا کہ آ مبائن ہے ح کا۔ اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ مبائن المبائن للشئی لا یجب ان یکون مباینا لہ. کہ شئی کے مبائن کا مبائن ضروری نہیں ہے کہ وہ شئی کا بھی مبائن ہو۔

وکذالک اذا قلنا آ نصف ب. اسی طرح جب ہم نے کہا کہ آ نصف ب ہے اور ب نصف ح ہے تو اس قیاس مساوات سے لازم نہیں آیا کہ آ نصف ح ہے. اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ نصف النصف لایکون نصفا لہ. نصف کا نصف اس کا نصف نہیں ہوا کرتا۔

قولہ قول آخر. ماتن نے قیاس کی تعریف میں کہا قول آخر لازم آئے. تو قول آخر سے مراد یہ ہے کہ وہ قول آخر ان مقدمات میں سے ہر ایک مقدمہ کے علاوہ اور ماسوا ہو. اس وجہ سے کہ اگر اس کا اعتبار قیاس میں نہ کیا جائے گا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ دونوں قضایا قیاس ہیں. کیسے بھی ہوں. اس لئے کہ ایک دوسرے کو مستلزم ہے۔

قولہ وہذا الحد منقوض:۔ شارح نے قیاس کی اصطلاحی تعریف بیان کی اور پھر اس کے فوائد قیود بیان کیے. اب یہاں سے تعریف کو رد کرتے ہیں. فرمایا. اس تعریف پر نقض وارد کیا گیا ہے اس قضیے سے کہ جو مرکب ہو اور اس کے عکس مستوی یا عکس نقیض کو مستلزم ہو. اس وجہ سے کہ اس قضیہ پر یہ صادق آتا ہے کہ انہ قول مؤلف من قضیتین یستلزم لذاتہ قولا آخر لکن لایسمیٰ قیاسا۔

قیاس کی تعریف ان قضایا سے منقوض ہو گئی کہ جو دونوں مرکب ہوں اور مستلزم ہوں عکس مستوی یا عکس نقیض کو. تو اس مؤلف قول پر یہ بات صادق آئی کہ یہ قول مؤلف ہے اور لذاتہ مستلزم ہے قول آخر کو مگر اس کا نام قیاس نہیں رکھا گیا۔

قال وھو استثنائی ان کان عین النتیجۃ او نقیضھا مذکورا فیہ بالفعل کقولنا ان کان ھٰذا جسماً فھو متحیز لکنہ جسم ینتج انہ متحیز وھو بعینہ مذکور فیہ ولوقلنا لکنہ لیس بمتحیز ینتج انہ لیس بجسم ونقیضہ مذکور فیہ واقترانی اذا لم یکن کذالک کقولنا کل جسم مؤلف وکل مؤلف حادث ینتج کل جسم حادث ولیس ھو ولا نقیضہ مذکورا فیہ بالفعل

ترجمہ:۔ اور وہ استثنائی ہے اگر عین نتیجہ یا نقیض نتیجہ اس میں بالفعل مذکور رہو. جیسے ہمارا قول ہے. ان کان ہٰذا جسماً فہو متحیز. لکنہ جسم تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ وہ متحیز ہے. اور یہی قضیہ یعنی انہ متحیز بعینہ قیاس میں مذکور بھی ہے. اور اگر ہم نے کہا لکنہ لیس بمتحیز. تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ انہ لیس بجسم اور اس قضیہ کی نقیض اس قیاس میں مذکور ہے. واقترانی:۔ دوسری قسم قیاس اقترانی ہے. اگر ایسا نہ ہو جیسے ہمارا قول ہے کل جسم مؤلف وکل مؤلف حادث. نتیجہ نکلے گا کہ کل جسم حادث. اور یہ قول یعنی کل جسم حادث یا اس کی نقیض قیاس میں بالفعل مذکور نہیں ہے۔

تشریح :- قیاس استثنائی :- اگر قیاس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بالفعل مذکور ہو تو قیاس استثنائی ہے جیسے اوپر کی مثال میں آپ سمجھ چکے ہیں۔
قیاس اقترانی :- وہ قیاس ہے جس میں ایسا نہ ہو یعنی نتیجہ یا اس کی نقیض بالفعل قیاس میں مذکور نہ ہو۔ جیسے ہمارا قول کل جسم مؤلف. وکل مؤلف حادث. نکل جسم حادث۔

اقول القیاس اما استثنائی او اقترانی لانه اما ان یکون عین النتیجة او نقیضها مذکورا فیه بالفعل اولا یکون شئ منهما مذکورا فیه بالفعل والاول استثنائی کقولنا ان کان هذا جسما فهو متحیز لکنه جسم ینتج انه متحیز فهو بعینه مذکور فی القیاس او لکنه لیس بمتحیز ینتج انه لیس بجسم ونقیضها ای قولنا انه جسم مذکور فی القیاس بالفعل

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ قیاس استثنائی ہوگا یا اقترانی ہوگا۔ اس لئے کہ عین نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض قیاس میں بالفعل مذکور رہوگی۔ یا ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہ ہوگی۔ اول استثنائی ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ ان کان ہذا جسما فہو متحیز لکنہ جسم ینتج انہ متحیز تو انہ متحیز بعینہ قیاس میں مذکور ہے۔ یا لکنہ لیس بمتحیز انہ لیس بجسم، اور اس کی نقیض یعنی ہمارا قول انہ جسم قیاس میں مذکور ہے۔ گویا یہ اس قیاس کی مثال ہے جس میں نتیجہ کی نقیض قیاس میں بالفعل مذکور رہے۔

وانما سمی استثنائیا لاشتماله علی حرف الاستثناء اعنی لکن والثانی اقترانی کقولنا الجسم مؤلف و کل مؤلف حادث فالجسم محدث فلیس هو ولا نقیضه مذکورا فی القیاس بالفعل وانما سمی اقترانیا لاقتران الحدود فیه وانما قید ذکر النتیجة او نقیضها فی التعریفین بالفعل لانه لو لم یقید لدخل الاقترانیات فی حد القیاس الاستثنائی اذ النتیجة مرکبة من مادة وهی طرفاها ومن صورة وهی هیئتها التالیفیة ومادتها مذکورة فی الاقترانیات ومادة الشئ ما به یحصل بالقوة فیکون النتیجة مذکورة فیها بالقوة فلو اطلق ذکر النتیجة فی التعریف لانتقض تعریف الاستثنائی منعا وتعریف الاقترانی جمعا لا یقال احد الامرین لازم وهو اما بطلان تعریف القیاس او بطلان تقسیمه الی قسمین لان الاستثنائی ان لم یکن قیاسا بطل التقسیم الا لکان تقسیما للشئ الی نفسه والی غیره وان کان قیاسا بطل التعریف لانه اعتبر فیه ان یکون القول اللازم مغایرا لکل واحدة من المقدمات واذا کانت النتیجة مذکورة فی القیاس بالفعل لم تکن مغایرة لکل واحدة من مقدماته۔

ترجمہ:- اور اس قیاس کا نام استثنائی اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس لئے کہ یہ حرف استثناء پر مشتمل ہے۔ یعنی لکن پر۔

اور دوسرا اقترانی ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ الجسم مؤلف وکل مؤلف محدث فالجسم محدث تو یہ اور نہ اسکی نقیض دونوں قیاس میں مذکور نہیں ہیں۔ اور اس قیاس کا نام اقترانی اس لئے رکھا گیا ہے کہ کیونکہ حدود اس میں مقترن ہیں۔ **وانما قید ذکر النتیجۃ الخ:-** نتیجہ یا نقیض نتیجہ کے بالفعل مذکور ہونے کی قید دونوں تعریفوں میں اس وجہ سے ہے کہ اگر یہ قید نہ ہوتی تو تمام اقترانیات قیاس استثنائی کی تعریف میں داخل ہو جائیں۔ اس وجہ سے کہ نتیجہ مرکب ہوتا ہے ایک مادہ سے اور وہ نتیجہ کے دونوں طرف ہیں۔ اور ایک صورت سے اور وہ اسکی ہیئت ترکیبیہ ہے۔ اس کا مادہ اقترانیات میں مذکور ہے۔

قولہ وھادۃ الشئ ما بہ یحصل بالقوۃ:- اور شئی کا مادہ وہ ہوتا ہے جو شئی کو بالقوۃ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا پس نتیجہ اس میں بالقوہ مذکور ہوتا ہے۔ پس اگر نتیجہ کا ذکر مطلق رکھتے تعریف میں تو استثنائی کی تعریف مانع نہ ہونے کے اعتبار سے ٹوٹ جاتی۔ اور اقترانی کی تعریف جامع نہ ہونے کے اعتبار سے ٹوٹ جاتی۔

قولہ لایقال احد الامرین لازم:- اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اس میں دو امور میں سے کوئی ایک امر ضرور لازم آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یا قیاس کی تعریف کا باطل ہونا یا اس کی تقسیم کا باطل ہونا دو قسموں کی طرف۔ کیونکہ استثنائی اگر قیاس نہ ہو تو تقسیم باطل۔ اور اگر قیاس ہے تو شئی کی تقسیم الی نفسہ والی غیرہ لازم آتی ہے۔ اور اگر قیاس ہے تو تعریف ہی باطل ہے۔ اس لئے کہ اس میں اعتبار کیا گیا ہے کہ قول لازم مقدمات میں سے ہر ایک کے مغایر ہو۔ اور جب نتیجہ قیاس میں بالفعل مذکور ہوگا تو مقدمات میں سے ہر ایک کے مغایر ہونا لازم نہ آئیگا۔

تشریح:- **قولہ لایقال احد الامرین لازم:-** یہاں پر شارح نے ایک اعتراض وارد کیا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات یقیناً لازم آتی ہے (۱) قیاس کی تعریف باطل ہے (۲) یا قیاس کی تقسیم کرنا دو قسموں کی طرف باطل ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قیاس استثنائی قیاس ہے یا قیاس نہیں ہے۔ اگر قیاس نہیں ہے تو تقسیم باطل ہے ورنہ شئی کی تقسیم الی نفسہ والی غیرہ لازم آتی ہے۔ اور اگر استثنائی کو قیاس مانتے ہو تو قیاس کی تعریف باطل ہے کیونکہ تعریف میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ قول لازم مقدمات میں سے ہر ایک مغایر ہو۔ اور جبکہ نتیجہ قیاس میں بالفعل مذکور رہوتا ہے تو اس کے مقدمات میں سے ہر ایک کے لئے مغایر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

لانا نقول لانم ان النتیجۃ اذا کانت مذکورۃ بالفعل فی القیاس لم تکن مغایرۃ لکل واحدۃ من المقدمات وانما یکون کذلک لولم تکن النتیجۃ جزء المقدمۃ وھو ممنوع فان المقدمۃ فی القیاس الاستثنائی لیس قولنا الشمس طالعۃ بل استلزامہ لوجود النہار لایقال ان النتیجۃ ونقیضھا قضیۃ لاحتمالھا الصدق والکذب والمذکور فی القیاس الاستثنائی لیس بقضیۃ فلا یکون

عین النتیجۃ ولا نقیضہا مذکورین فیہ بالفعل لانا نقول المراد بذالک ان یکون طرفا النتیجۃ او نقیضہا مذکورین فیہ بالترتیب الذی یکون فی النتیجۃ وعلی ہذا فلا اشکال

ترجمہ :- اس لئے کہ ہم جواب دیں گے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ نتیجہ جب بالفعل قیاس میں مذکور ہو تو وہ مقدمات میں سے ہر ایک مغایر نہ ہوگا۔ البتہ ایسا ہوتا اگر نتیجہ مقدمہ کا جزو نہ ہوتا اور یہ ممنوع ہے۔ اس لئے کہ مقدمہ قیاس استثنائی میں ہمارا یہ قول الشمس طالعۃ نہیں ہے بلکہ مقدمہ ہے طلوع شمس کا وجود نہار کو مستلزم ہونا۔ لایقال النتیجۃ ونقیضہا قضیۃ لاحتمالہا الصدق والکذب :- اور اعتراض نہ کیا جائے کہ نتیجہ اور نقیض نتیجہ قضیہ ہوا کرتا ہے کیونکہ وہ صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے۔ اور جو قیاس استثنائی میں مذکور ہوتا ہے وہ قضیہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا پس وہ نہ عین نتیجہ ہے اور نہ نقیض نتیجہ کہ جو بالفعل اس میں مذکور ہوں۔

لانا نقول المراد بذالک :- اس لئے کہ ہم جواب دیں گے اس سے مراد یہ ہے کہ نتیجہ کے دونوں طرف یا نتیجہ کی نقیض قیاس میں اس ترتیب کے ساتھ مذکور ہوتے ہیں کہ جو نتیجہ میں ہوتی ہے۔ اور اس تاویل کے بعد پھر کوئی اشکال نہ ہوگا۔

تشریح :- لانا نقول سے شارح نے اس اعتراض کو دفع کیا ہے۔ فرمایا :- ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ قیاس میں جب نتیجہ بالفعل مذکور ہوگا تو مقدمات کے مغایر نہ ہوگا۔ ایسا اس وقت ہوسکتا تھا جبکہ نتیجہ مقدمہ کا جزو نہ ہوتا۔ اور یہ ممنوع ہے۔ اس لئے کہ قیاس استثنائی میں الشمس طالعۃ مقدمہ نہیں ہے۔ بلکہ مقدمہ الشمس طالعۃ یلزم النہار موجود ہے۔

قولہ لایقال النتیجۃ ونقیضہا :- یہاں سے ایک دوسرا اعتراض نقل کرتے ہیں کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ قضیہ نہیں ہوتے ہیں۔ اور قضیہ صدق وکذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ اور قیاس استثنائی میں جو مذکور ہوتا ہے وہ قضیہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ نہ عین نتیجہ ہوگا اور نہ نقیض نتیجہ ہوگا کہ جن کا بالفعل ذکر کیا گیا ہو۔

لانا نقول :- شارح نے اس اعتراض کا جواب اس طرح پر دیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نتیجہ کے دونوں طرف یا نتیجہ کی نقیض قیاس میں ایسی ترتیب سے مذکور ہوتے ہیں کہ جس میں نتیجہ موجود ہوتا ہے۔ اس تاویل کی بناء پر اشکال نہ وارد ہوگا۔

قال وموضوع المطلوب فیہ یسمی اصغر ومحمولہ اکبر والقضیۃ التی جعلت جزء قیاس تسمی مقدمۃ والمقدمۃ التی فیہا الاصغر الصغری والتی فیہا الاکبر الکبری والمکرر بینہما حدا وسط واقتران الصغری بالکبری یسمی قرینۃ وضربا والہیئۃ الحاصلۃ من کیفیۃ وضع الحد الاوسط بالنسبۃ عند الحدین الآخرین تسمی شکلا وہو اربعۃ لان الحد

الاوسط ان کان محمولاً فی الصغریٰ وموضوعاً فی الکبریٰ فھو الشکل الاوّل وان کان محمولاً فیھما فھو الشکل الثانی وان کان موضوعاً فیھما فھو الشکل الثالث وان کان موضوعاً فی الصغریٰ ومحمولاً فی الکبریٰ فھو الشکل الرّابع ۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا :- اس میں مطلوب کے موضوع کا نام اصغر اور اس کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے ۔ اور وہ قضیہ کہ جو قیاس کا جزء بنایا جائے اس کا نام مقدمہ رکھا جاتا ہے ۔ اور وہ مقدمہ کہ جس میں اصغر ہو اس کا نام صغریٰ اور جس میں اکبر ہو اس کا نام کبریٰ رکھا جاتا ہے ۔ اور ان دونوں کے مابین جو مکرر ہوتا ہے اس کا نام حد اوسط رکھا جاتا ہے ۔ اور صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ اقتران کا نام قرینہ اور ضرب رکھا جاتا ہے ۔ اور وہ ہیئت جو حد اوسط کے رکھنے کی کیفیت سے حاصل ہو دوسری حد اوسط کے نسبت تو اس کا نام شکل رکھا جاتا ہے ۔ اور شکلیں کل چار ہیں ۔ اس لئے کہ حد اوسط اگر محمول ہو صغریٰ میں ۔ اور موضوع ہو کبریٰ میں تو وہ شکل اول ہے ۔ اور اگر محمول ہو دونوں میں تو وہ شکل ثانی ہے ۔ اور دونوں میں موضوع ہو تو وہ شکل ثالث ہے ۔ اور اگر موضوع ہو صغریٰ میں اور محمول ہو کبریٰ میں تو وہ شکل رابع ہے ۔

تشریح :- ماتن نے اس مقالے میں چاروں شکلوں کی تعریفات اور وجہ تسمیہ بغیر مثال کے ذکر کیا ہے ۔ شارح اس کو تفصیل سے بیان کریں گے ۔

اقول القیاس الاقترانی اما حملی ان ترکب من حملیتین او شرطی ان لم یترکب منھما ولما کان الحملی ابسط فلنبدأ بہ ونقول القول اللازم باعتبار حصولہ من القیاس یسمی نتیجۃ وباعتبار استحصالہ منہ مطلوباً وکل قیاس حملی لابد فیہ من مقدمتین احدھما تشتمل علی موضوع المط کالجسم فی المثال المذکور وثانیھما علی محمولہ کالحادث وھما یشترکان فی الحد الاوسط کالمؤلف فموضوع المطلوب یسمی اصغر لانہ یکون فی الاغلب اخص والاخص اقل افراداً فیکون اصغر ومحمولہ یسمی اکبر لانہ لما کان اعم فھو اکثر افراداً والحد المشترک المکرر بین الاصغر والاکبر یسمی حداً اوسط لتوسطہ بین طرفی المط والمقدمۃ التی فیھا الاصغر صغریٰ لانھا ذات الاصغر والتی فیھا الاکبر کبریٰ لانھا ذات الاکبر واقتران الصغریٰ بالکبریٰ فی ایجابھما وسلبھما وکلیتھما وجزئیتھما یسمی قرینۃ وضرباً والھیئۃ الحاصلۃ من وضع الحد الاوسط عند الحدین الآخرین بحسب حملہ علیھما او وضعہ لھما او حملہ علی احدھما ووضعہ للآخر تسمی شکلاً وھو اربعۃ لان الاوسط ان کان محمولاً فی الصغریٰ وموضوعاً فی الکبریٰ فھو الشکل

الاوّل وان کان محمولاً فیھما فھو الشکل الثانی وان کان موضوعاً فیھما فھو الشکل الثالث وان کان موضوعاً فی الصغریٰ ومحمولاً فی الکبریٰ فھو الشکل الرّابع ۔

ترجمہ :- اور قیاس اقترانی یا حملی ہوگا اگر دو حملیہ سے مرکب ہو یا شرطی ہوگا اگر ان دونوں سے مرکب نہ ہو۔ اور چونکہ حملی بسیط ہے لہٰذا ہم پہلے اسی کا بیان شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قول جو قیاس سے حاصل ہونے کے بعد لازم آتا ہے اس کا نام نتیجہ ہے اور اس اعتبار سے کہ اس سے حاصل کیا گیا ہے اس کا نام مطلوب رکھا جاتا ہے۔ اور ہر قیاس حملی کے لیے دو مقدموں کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ایک مطلوب کے موضوع پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسے الجسم مذکورہ مثال میں۔ اور ان میں سے دوسرا مطلوب کے محمول پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسے الحادث مذکورہ مثال میں۔ اور یہ دونوں مقدمے حد اوسط میں مشترک ہوتے ہیں جیسے مولف مشترک ہوتا ہے۔ پس مطلوب کے موضوع کا نام اصغر اس لیے کہ زیادہ تر وہ اخص ہوتا ہے اور اخص کے افراد کم ہوتے ہیں۔ پس وہ اصغر ہوتا ہے۔ اور اس کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے اس لیے کہ جبکہ وہ اعم ہوتا ہے تو اس کے افراد بھی اکثر ہوں گے۔ اور حد مشترک وہ ہے جو اصغر اور اکبر دونوں میں مکرر ہوں اس کا نام حد اوسط اس لیے رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ مطلوب کے دونوں طرف کے وسط میں ہوتی ہے۔ اور مقدمہ جس میں اصغر مذکور ہوتا ہے اس کا نام صغریٰ ہے۔ اس لیے کہ وہ اصغر کی ذات ہوتا ہے۔ اور مقدمہ کہ جس میں اکبر مذکور ہوتا ہے اس کا نام کبریٰ ہے۔ کیونکہ وہ اکبر کی ذات ہوتا ہے۔ اور صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ اقتران ایجاب سلب کلیہ جزئیہ کی صورت میں اس اقتران کا نام قرینہ اور ضرب رکھا جاتا ہے۔

والھیئۃ الحاصلۃ :- اور وہ ہیئت جو حد اوسط کے رکھنے سے آخر کی دونوں حدوں کے نزدیک بطور حمل کے یا بطور وضع کے یا ایک کے حمل اور دوسرے کے وضع کے اعتبار سے اس کا نام شکل رکھا جاتا ہے۔ وھو اربعۃ :- اور شکلیں چار ہیں۔ اس لیے کہ حد اوسط اگر محمول واقع ہو صغریٰ میں اور موضوع واقع ہو کبریٰ میں تو وہ شکل اول ہے۔ اور اگر دونوں میں محمول واقع ہو تو وہ شکل ثانی ہے۔ اور اگر دونوں میں موضوع واقع ہو تو وہ شکل ثالث ہے۔ اور اگر حد اوسط موضوع ہو صغریٰ میں اور محمول ہو کبریٰ میں تو شکل رابع ہے۔

تشریح :- شارح نے اس مقالے میں قیاس اقترانی کی اصطلاحی تعریف، اس کی اقسام اور چاروں شکلوں کا تذکرہ کیا ہے۔

قیاس اقترانی اگر دو قضایا حملیہ سے مرکب ہو تو وہ قیاس حملی ہے اور اگر دو قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو تو وہ قیاس شرطی ہے۔ اور چونکہ قیاس حملی بمنزلہ بسیط کے ہے۔ اس لیے سب سے پہلے قیاس حملی کو بیان کیا۔ اس کے بعد قیاس شرطی کا ذکر کریں گے۔

تعریف نتیجہ:۔ وہ قول جو قیاس کے حصول کے لحاظ سے لازم آتا اس قول کو لازم نتیجہ کہتے ہیں۔
تعریف مطلوب:۔ اسی کو اس اعتبار سے کہ قیاس سے اس کو حاصل کیا ہے۔ مطلوب کہتے ہیں۔
قولہ کل قیاس حملی:۔ پھر ہر قیاس حملی دو مقدموں کا ہونا ضروری ہے۔ جن میں سے اول موضوع پر اور دوسرا محمول پر مشتمل ہوتا ہے۔

قولہ وھما یشترکان:۔ یہ دونوں مقدمے مؤلف کی طرح حد اوسط میں مشترک ہوتے ہیں۔ پس مطلوب کے موضوع کا نام اصغر رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر اسکے افراد قلیل ہوتے ہیں۔ اور اس کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے۔ اسلئے کہ جب یہ اعم ہے تو اس کے افراد بھی اکثر ہی ہوں گے۔
قولہ والمکرر بین الاصغر والاکبر:۔ اور وہ جو اصغر اور اکبر میں مکرر آتا ہے اس کا نام حد اوسط ہے کیونکہ وہ مطلوب کے دونوں طرف کے وسط میں ہوتا ہے۔
اور وہ مقدمہ کہ جس میں اصغر مذکور ہو اس کا نام صغریٰ اور جس میں اکبر مذکور ہو اس کا نام کبریٰ رکھا جاتا ہے۔ اور صغریٰ کا کبریٰ کے ساتھ اقتران ایجاب و سلب کلیہ اور جزئیہ میں تو اس اقتران کا نام ضرب اور قرینہ رکھا جاتا ہے۔
والھیئۃ الحاصلۃ:۔ اور ہیئت جو حد اوسط کے رکھنے سے دونوں حدوں میں رکھنے سے، خواہ بطور حمل ہو یا بطور وضع یا ایک میں بطور حمل اور دوسرے میں بطور وضع کے ہو اس ہیئت کا نام شکل ہے اور شکلیں چار ہیں۔ شکل اول:۔ حد اوسط اگر محمول ہو صغریٰ میں اور موضوع ہو کبریٰ میں تو یہ شکل اول ہے شکل ثانی:۔ اور اگر دونوں میں محمول ہو تو وہ شکل ثانی ہے۔ شکل ثالث:۔ اور اگر حد اوسط دونوں میں موضوع ہو تو وہ شکل ثالث ہے۔ شکل رابع:۔ اور حد اوسط اگر موضوع ہو صغریٰ میں اور محمول ہو کبریٰ میں تو اس کا نام شکل رابع ہے۔

وانما وضعت الاشکال فی ھٰذہ المراتب لانّ الشکل الاوّل علی النظم الطبیعی فانّ النظم الطبیعی ھو الانتقال من موضوع المطلوب الی الحد الاوسط ثم منہ الی محمولہ حتی یلزم منہ الانتقال من موضوعہ الی محمولہ وھٰذا لایوجد الا فی الاوّل فلھٰذا وضع فی المرتبۃ الاولیٰ ثم وضع الشکل الثانی لانہ اقرب الاشکال الباقیۃ الیہ المشارکۃ ایاہ فی صغراہ وھی اشرف المقدمتین لاشتمالھا علی موضوع المطلوب الذی ھو اشرف من المحمول اذ المحمول انما یطلب لاجلہ اما ایجابا او سلبا ثم الشکل الثالث لانّ لہ قربا ما الیہ لمشارکتہ ایاہ فی اخس المقدمتین ثم الرابع اذ لا قرب لہ اصلا لمخالفتہ ایاہ فی المقدمتین وبعدہ عن الطبع جدا۔

ترجمہ :- اور اشکال (شکلیں) ان مراتب میں (یعنی چار مراتب میں) وضع کی گئی ہیں۔ اس لئے کہ شکل اول تو اپنی طبعی نظم پر قائم ہے۔ کیونکہ نظم طبعی یہ ہے کہ ذہن موضوع مطلوب سے انتقال کرے حد اوسط کی جانب پھر اس سے محمول کی جانب، تاکہ لازم آجائے انتقال مطلوب کے موضوع سے اسکی محمول کی جانب ہوا ہے۔ اور یہ صورت صرف شکل اول میں ہی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس کو مرتبہ اول میں وضع کیا گیا۔ پھر اس کے بعد شکل ثانی کو وضع کیا گیا۔ کیونکہ شکل ثانی بقیہ شکلوں کی بہ نسبت شکل اول سے زیادہ قریب ہے۔ اور صغریٰ میں اس کے ساتھ شریک ہے۔ اور صغریٰ دونوں مقدمات میں اشرف ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ مطلوب کے موضوع پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور موضوع بہ نسبت محمول کے زیادہ اشرف ہے۔ کیونکہ محمول سے طلب کی جاتی ہے ایجابی یا سلبی صورت میں۔ اس کے بعد وضع کیا گیا شکل ثالث کو کیونکہ اس کو شکل اول سے کسی قدر قرب ہے۔ کیونکہ اخس المقدمتین میں یہ شکل اول کے ساتھ شریک ہے۔ اس کے بعد شکل رابع کو وضع کیا گیا ہے۔ کیونکہ شکل رابع کو شکل اول کے ساتھ کوئی قرب نہیں ہے۔ کیونکہ رابع اول کے ساتھ دونوں مقدمات میں مختلف ہوتی ہے اور طبعاً بھی اس کو شکل اول سے بعد ہوتا ہے۔

تشریح :- قولہ انما وضعت الاشکال فی ھذہ المراتب :- شارح نے اشکال اربعہ کی ترتیب کی وجوہ بیان کی ہیں۔

شکل اول کو مقدم کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ شکل اول طبعی نظم کے مطابق قائم ہے۔ کیونکہ طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ مطلوب کے موضوع سے حد اوسط کی طرف پھر اس سے محمول کی طرف انتقال کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اس انتقال موضوع سے محمول کی جانب لازم آجاتا ہے۔ اور یہ صورت صرف شکل اول میں ہی پائی جاتی ہے۔

قولہ ثم وضع الشکل الثانی :- اس کے بعد دوسرے درجہ میں شکل ثانی کو وضع کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ بقیہ شکلوں کے مقابلے میں شکل اول سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے کہ اس کا صغریٰ اور شکل اول کا صغریٰ دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ صغریٰ دونوں مقدمات میں اشرف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں مطلوب کا موضوع مذکور رہتا ہے اور موضوع محمول سے اشرف ہوتا ہے۔

قولہ ثم الشکل الثالث :- پھر شکل ثالث کی وضع ہوئی۔ اس لئے شکل ثالث شکل اول کے کسی درجہ قریب ہوتی ہے۔ کیونکہ اخس المقدمتین یعنی کبریٰ میں دونوں مشترک ہوتے ہیں۔

قولہ ثم الرابع :- آخر میں شکل رابع کی وضع ہوئی۔ اس لئے کہ رابع کو اول کے ساتھ کوئی قریبی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ طبعاً کافی بُعد ہے۔

قال اما الشکل الاول فشرط انتاجہ ایجاب الصغریٰ والا لم یندرج الاصغر فی الاوسط وکلیۃ الکبریٰ والا لاحتمل ان یکون البعض المحکوم علیہ بالاکبر غیر البعض المحکوم بہ علی

الاصغر وضروبه الناتجة اربع الاول من موجبتين كليتين ينتج موجبة كلية كقولنا كل ج ب وكل ب ا فكل ج ا الثانی من كليتين الصغرىٰ موجبة و الكبرىٰ سالبة ينتج سالبة كلية كقولنا كل ج ب ولا شئ من ب ا فلا شئ من ج ا الثالث من موجبتين والصغرىٰ جزئية ينتج موجبة جزئية كقولنا بعض ج ب وكل ب ا فبعض ج ا الرابع من من موجبة جزئية صغرىٰ وسالبة كلية كبرىٰ ينتج سالبة جزئية كقولنا بعض ج ب ولا شئ من ب ا فبعض ج ليس ا ونتائج هذا الشكل بينة بذاتها ۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا بہر حال شکل اول تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط صغریٰ کا موجبہ ہونا ہے۔ ورنہ اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کبریٰ کلیہ ہو ورنہ احتمال رہے گا کہ اکبر کے ساتھ بعض محکوم علیہ ہیں۔ اور دوسرے بعض محکوم بہ ہیں اصغر کے اور اس کی نتیجہ دینے کی اقسام چار ہیں ۔ الاول :- پہلی صورت وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے تو اس کا نتیجہ بھی موجبہ کلیہ آئے گا۔ جیسے کل ج ب وکل ب ا فکل ج ا ۔ الثانی :- دوسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے مگر صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ سالبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ آئے گا۔ جیسے کل ج ب ولاشئ من ب ا فلاشئ من ج ا ۔ الثالث :- تیسری صورت وہ ہے جو کہ مرکب ہو دونوں موجبہ سے۔ اور صغریٰ جزئیہ ہو۔ نتیجہ آئے گا موجبہ جزئیہ جیسے بعض ج ب وکل ب ا ۔ فبعض ج ا ۔ الرابع :- چوتھی صورت وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ سے اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے بعض ج ب ولاشئ من ب ا ۔ فبعض ج لیس ا ۔ اور اس شکل کے نتیجے بہت ہی واضح ہیں۔ مزید کسی دلیل اور وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح :- شارح نے فرمایا:- قوله وضروبه الناتجة :- شکل اول کی نتیجہ دینے والی اقسام چار ہیں۔ شکل اول مرکب ہوتی ہے دونوں موجبہ کلیہ سے اور نتیجہ بھی موجبہ کلیہ آتا ہے۔ اور شکل ثانی مرکب ہوتی ہے دونوں کلیہ سے جن میں سے صغریٰ موجبہ اور کبریٰ سالبہ ہوتا ہے۔ اور نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے۔ اور شکل ثالث مرکب ہوتی ہے دونوں موجبہ سے مگر صغریٰ جزئیہ ہوتا ہے اور نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ اور شکل رابع مرکب ہوتی ہے صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے اور نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی مثال اوپر گذر چکی ہے ۔

اقول اعلم ان لانتاج الاشكال الاربعة شرائط بحسب كيفية المقدمات وكميتها وشرائط بحسب جهة المقدمات اما الشرائط التى بحسب الجهة فسيأتيك بيانها من فصل المختلطات واما الشرائط التى بحسب الكيفية و الكمية ففي الشكل الاول امران احدهما بحسب الكيفية ايجاب

الصغریٰ و ثانیہما بحسب الکمیۃ کلیۃ الکبریٰ اما الاول فلان الصغریٰ لو کانت سالبۃ لم یندرج الاصغر تحت الاوسط فلم یحصل الانتاج لان الکبریٰ تدل علی ان ما یثبت لہ الاوسط فہو محکوم علیہ بالاکبر و الصغریٰ علی تقدیر کونہا سالبۃ حاکمۃ بان الاوسط مسلوب عن الاصغر فالاصغر لا یکون داخلا فیما ثبت لہ الاوسط فالحکم علی ما ثبت لہ الاوسط لا یتعدی الی الاصغر فلا یلزم النتیجۃ۔

ترجمہ :- جان تو کہ اشکال اربعہ کے نتیجہ دینے کیلئے باعتبار مقدمات کی کیفیت وکمیت کے چند شرطیں ہیں۔ اور چند شرطیں باعتبار مقدمات کی جہت کے ہیں۔ بہر حال وہ شرطیں جو باعتبار جہت کے ہیں تو ان کا بیان مختلطات کی فصل میں عنقریب آجائے گا۔ اور بہر حال وہ شرطیں جو باعتبار کیفیت اور کمیت کے ہیں، تو شکل اول میں تو دو باتیں ہیں۔ اول ان میں سے باعتبار کیفیت ہے ایجاب الصغریٰ اور دوسری شرط باعتبار کمیت کے ہے۔ کلیۃ الکبریٰ :- بہر حال شرط اول تو اس وجہ سے کہ صغریٰ اگر سالبہ ہوتی تو اصغر اوسط کے تحت داخل نہ ہو سکتا تھا۔ جس کی وجہ سے نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔ کیونکہ کبریٰ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ جس کے لئے اوسط ثابت ہے تو وہ اکبر کا محکوم علیہ ہے۔ اور صغریٰ اس حالت میں کہ وہ سالبہ ہو اس بات کا حکم کرتا ہے کہ اوسط اصغر سے مسلوب ہے۔ لہٰذا نتیجہ نکلتا کہ اصغر داخل نہیں ہے ان افراد کے تحت جن کے لئے اوسط ثابت ہے۔ لہٰذا ما ثبت لہ الاوسط کا حکم اصغر کی جانب متعدی نہ ہوتا پس نتیجہ لازم نہ ہو۔

تشریح :- شارح فرماتے ہیں :- اقول اعلم ان لانتاج الاشکال الخ :- اشکال اربعہ مذکورہ کے نتیجہ دینے کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں۔ جن میں سے بعض مقدمات کی کیفیت سے اور بعض کمیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کچھ شرائط وہ بھی ہیں۔ جن کا تعلق جہت سے ہے تو جہت سے متعلق شرطوں کا بیان فصل فی المختلطات میں مصنف کریں گے۔ البتہ کیفیت وکمیت سے متعلق شرائط کو اس جگہ بیان کیا ہے۔

قولہ اما شرائط التی بحسب الکیفیۃ :- کیفیت اور کمیت سے متعلق شرطیں تو وہ یہ ہیں کہ شکل اول میں دو باتیں ہیں۔ اول باعتبار کیفیت کے ایجاب الصغریٰ اور دوسری باعتبار کمیت کے کلیۃ الکبریٰ۔

اما الاول :- ایجاب صغریٰ کی وجہ یہ ہے کہ صغریٰ اگر موجبہ کے بجائے سالبہ ہوگی تو اصغر تحت الاوسط حکم میں داخل نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کبریٰ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اوسط جس کے لئے ثابت ہے وہ اکبر کا محکوم علیہ ہے۔ اور صغریٰ جب سالبہ ہوتی تو اس بات کو بتائے گی کہ وہ اوسط سے خارج ہے۔ لہٰذا اصغر اوسط کے تحت حکم میں داخل نہ ہوگا اور وہ حکم جو اوسط کے لئے ثابت ہوگا اصغر تک متعدی نہ ہو سکے گا۔ اور نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

وَ امّا الثانی فلانّ الکبریٰ لوکانت جزئیۃ لکانَ معناھا ان بعض الاوسط محکوم علیہ بالاکبر وجاز ان یکون الاصغر غیر ذالک البعض فالحکم علیٰ بعض الاوسط لا یتعدی الی الاصغر فلا یلزم النتیجۃ مثلاً یصدق کل انسان حیوان وبعض الحیوان فرسٌ و لا یصدق بعض الانسان فرس وضروبہ الناتجۃ باعتبار ھٰذین الشرطین اربعۃ لانّ الضروب الممکنۃ الانعقاد فی کل شکل ستۃ عشر فانک قد علمت ان القضیۃ منحصرۃ فی الشخصیۃ والمحصورۃ والمھملۃ لکن الشخصیۃ منزلۃ منزلۃ الکلیۃ لا نتاجھا فی کبریٰ ھٰذا الشکل فاذا قلنا ھٰذا زید وزید انسان ینتج بالضرورۃ ھٰذا انسان وَ المھملۃ فی قوۃ الجزئیۃ فالقضیۃ المعتبرۃ لیست الا المحصورۃ وھی اربعۃ الکلیتان والجزئیتان وھی معتبرۃ فی الصغریٰ وفی الکبریٰ فاذا قرنت احدی الصغریات الاربع باحدی الکبریات الاربع یحصل فیہ ستۃ عشر ضربًا۔

ترجمہ :- اور بہرحال شرط ثانی تو اس لئے کہ کبریٰ اگر جزئیہ ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اوسط کے بعض افراد اکبر کے محکوم علیہ ہیں۔ اور جائز ہے کہ اصغر کے بعض افراد ان بعض کے علاوہ ہوں۔ لہٰذا پس وہ حکم جو اوسط کے بعض افراد پر ہوگا۔ وہ اصغر تک متعدی نہ ہوگا۔ پس نتیجہ لازم نہ ہوگا۔ مثلاً ہمارا یہ قول صادق ہے کل انسان حیوان۔ بعض الحیوان فرسٌ اور صادق نہیں ہے ہمارا یہ قول کہ بعض الانسان فرس

وضروبہ الناتجۃ :- اور اس کی نتیجہ دینے کی اقسام ان دونوں شرطوں کو مدنظر رکھ کر چار ہیں اس لئے کہ ممکنہ قسمیں (صورتیں) جو ہر شکل میں بن سکتی ہیں وہ کل سولہ صورتیں ہیں۔ فانک قد علمت :- کیونکہ تم یہ جان چکے ہو کہ قضایا منحصر ہیں شخصیہ، محصورہ اور مہملہ ہیں۔ مگر قضیہ شخصیہ بمنزلہ کلیہ کے ہے کیونکہ وہ اس شکل کے کبریٰ میں نتیجہ دیتا ہے۔ پس جب ہم نے کہا ھٰذا زید وزید انسان۔ تو اس کا بالضرورۃ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ھٰذا انسان۔ اور قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا پس وہ قضایا جو معتبر ہیں وہ صرف محصورہ ہیں۔ اور محصورات چار ہیں۔ دونوں کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں۔ اور یہی صغریٰ اور کبریٰ میں بھی معتبر ہیں۔ لہٰذا پس جب ان صغریات اربعہ میں سے ایک کو کبریاتِ اربعہ کے ساتھ ملایا جائیگا تو اس ملانے سے سولہ صورتیں برآمد ہوں گی۔

تشریح :- قولہ والثانی :- دوسری شرط تو اس لئے کہ اگر کبریٰ کلیہ کے بجائے جزئیہ ہوگی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ ہیں۔ اور بعض دوسرے اس کے علاوہ ہیں تو وہ حکم جو بعض اوسط پر ہوگا وہ اصغر کی جانب متعدی نہ ہوسکیں گے۔ اسلئے نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ جیسے مثال کل انسان حیوان صادق ہے۔ اور بعض الحیوان فرس یہ بھی صادق ہے۔ مگر بعض الانسان فرس صادق نہیں ہے۔

قولہ وضروبہ الناتجۃ :۔ اور اس کی نتیجہ دینے والی قسمیں ان دونوں مذکورہ شرطوں کے بعض نظر چار ہیں. کیونکہ ہر شکل میں ممکنہ صورتیں ۱۶ نکلتی ہیں. اس لیے کہ قضیہ تین ہی قسم ہیں. شخصیہ، محصورہ اور مہملہ. لیکن شخصیہ کا نتیجہ تو کلیہ نکلتا ہے. جیسے ہذا زید وزید انسان نتیجہ ہذا انسان نکلے گا. اور قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے. لہٰذا قضایا معتبرہ صرف محصورہ ہی باقی رہ جاتے ہیں.

قولہ وھی اربعۃ :۔ اور محصورات چار ہیں دو کلیہ اور دو جزئیہ. اور یہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں معتبر ہیں. اس لیے اگر چاروں صغریٰ میں سے ایک کو چاروں کبریٰ پر ضرب دیا جائے تو اس طرح کل سولہ صورتیں نکلتی ہیں.

الکن اشتراط امر الاول اسقط ثمانیۃ اضرب الصغریان السالبتان مع الکبریات الاربع و الامر الثانی اربعۃ اضرب الصغریان الموجبتان مع الجزئیتین فلم یبق الا اربعۃ اضرب الاول من موجبتین کلیتین ینتج موجبۃ کلیۃ کقولنا کل ج ب وکل ب ا فکل ج ا الثانی من کلیتین والصغریٰ موجبۃ کلیۃ والکبریٰ سالبۃ کلیۃ ینتج سالبۃ کلیۃ کقولنا کل ج ب ولا شئ من ب ا فلا شئ من ج ا الثالث من موجبتین والصغریٰ جزئیۃ ینتج موجبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ج ب وکل ب ا فبعض ج ا الرابع من موجبۃ جزئیۃ صغریٰ وسالبۃ کلیۃ کبریٰ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ج ب ولا شئ من ب ا فلیس بعض ج ا نتائج ہذہ الضروب بینہ بذاتہا لا تحتاج الی برہان.

ترجمہ :۔ لیکن پہلی شرط نے آٹھ صورتوں کو ساقط کر دیا ہے. دونوں صغریٰ سالبہ کے ساتھ چاروں کبریٰ. اور شرط ثانی نے چار صورتوں کو ساقط کر دیا ہے. دونوں صغریٰ موجبہ ہوں اور کبریٰ دونوں جزئیہ ہوں. لہٰذا چار صورتیں صرف باقی رہ گئیں. اول جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے. نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا. جیسے کل ج ب وکل ب ا. فکل ج ا. الثانی :۔ دوسری صورت وہ جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے. مگر صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو. نتیجہ سالبہ کلیہ ہوگا. جیسے کل ج ب. ولا شئ من ب ا. فلا شئ من ج ا. الثالث :۔ جو مرکب ہو دونوں موجبہ سے. اور صغریٰ اس میں جزئیہ ہو. نتیجہ موجبہ جزئیہ نکلے گا. جیسے بعض ج ب. وکل ب ا. فبعض ج ا. الرابع :۔ جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے. نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا. جیسے بعض ج ب ولا شئ من ب ا. فلیس بعض ج ا. ونتائج ہذہ الضروب :۔ ان قسموں (صورتوں) کے نتیجے بالکل ظاہر ہیں. مزید برہان کے محتاج نہیں ہیں.

تشریح :۔ شارح نے فرمایا :۔ ولکن اشتراط الامر الاول :۔ پہلی شرط نے ان سولہ میں سے آٹھ صورتوں

کو ساقط کر دیا. جبکہ صغریٰ سالبہ ہو خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ . اور چاروں صورتیں کبریٰ کی. اس طرح آٹھ صورتیں شرط اول نہ پائے جانے کی وجہ سے ساقط ہو گئیں. باقی رہ گئیں صرف آٹھ صورتیں. تو فرمایا:۔

قولہ الثانی اربعۃ اضرب . اور دوسری شرط نے چار صورتوں کو ساقط کر دیا ہے. جبکہ صغریٰ موجبہ کلیہ و موجبہ جزئیہ اور کبریٰ کی دو صورتیں یعنی کبریٰ موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ ہو. اس طرح چار صورتیں یہ ساقط ہو گئیں.

قولہ فلم یبق الا اربعۃ اضرب :۔ لہٰذا صرف چار ضرب (صورتیں) باقی بچی. اوّل جو صغریٰ کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہوں. نتیجہ موجبہ کلیہ نکلے گا. دوم :۔ جو مرکب ہو صغریٰ اور کبریٰ دونوں کلیہ ہوں مگر صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ سالبہ ہو. نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا. سوم :۔ جو مرکب ہو صغریٰ کبریٰ دونوں موجبہ ہوں. مگر صغریٰ جزئیہ ہو اور کبریٰ کلیہ ہو. نتیجہ موجبہ جزئیہ نکلے گا. چہارم :۔ وہ صورت ہے جو مرکب ہو صغریٰ موجبہ جزئیہ سے. کبریٰ سالبہ کلیہ سے. نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا.

قولہ ونتائج ھذہ الضروب :۔ ان اقسام کے نتیجے بالکل ظاہر ہیں. محتاج دلیل نہیں ہیں.

واعلم ان ھٰھنا کیفیتین ایجاب وسلب واشرفھما الایجاب لانہ وجود والسلب عدم والوجود اشرف وکمیتین الکلیۃ والجزئیۃ واشرفھما الکلیۃ لانہ اضبط وانفع فی العلوم واخص من الجزئیۃ والاخص لاشتمالھما علی امر زائد اشرف فعلی ھٰذا یکون الموجبۃ الکلیۃ اشرف للمحصورات لاشتمالھا علی اشرفین واخسھا السالبۃ الجزئیۃ لاحتوائھا علی الخستین والسالبۃ الکلیۃ اشرف من الموجبۃ الجزئیۃ لان شرف السلب الکلی باعتبار الکلیۃ وشرف الایجاب الجزئی بحسب الایجاب وشرف الایجاب من جھۃ واحدۃ وشرف الکلیۃ من جھات متعددۃ ولما کان المقصود من الاقیسۃ نتائجھا رتبت باعتبار ترتیب نتائجھا شرفا فقدم المنتج للاشرف علی غیرہ .

ترجمہ :۔ جان تو کہ یہاں پر دو کیفیتیں ہیں. ایجاب وسلب. ان میں اشرف ایجاب ہے. کیونکہ وجود کا نام ہے اور سلب عدم ہے. اور وجود اشرف ہے . اور دو کمیتیں ہیں. کلیہ اور جزئیہ. ان دونوں میں سے اشرف کلیہ ہے. کیونکہ وہ زیادہ منضبط اور زیادہ نافع ہوا کرتی ہے. علوم میں. اور اخص جزئیہ سے اشرف ہوتا ہے کیونکہ اخص امر زائد پر مشتمل ہوتا ہے. اس لئے وہ اشرف ہے. اس لئے موجبہ کلیہ اشرف المحصورات ہے. اس لئے کہ وہ دو اشرف چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے.

اور ان میں اخس (سب سے کمتر درجے میں) سالبہ جزئیہ ہے کیونکہ وہ دو خسیس باتوں پر مشتمل ہوتی ہے اور سالبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سے اشرف ہے۔ اس لئے کہ سلب کلی کی شرافت کلی کی وجہ سے ہے۔ ایجاب جزئی کی شرافت ایجاب کی وجہ سے ہے۔ اور ایجاب کی شرافت جانب واحدہ سے ہے۔ اور کلیہ کی شرافت جہات کثیرہ متعددہ سے ہے۔ اور جبکہ مقصد قیاس کے بیان سے نتائج ہی ہیں تو ان کی ترتیب دی باعتبار ان کے نتائج کے۔ اس لئے جو اشرف نتیجہ دینے والی قسم ہے اس کو دوسری اقسام پر مقدم ذکر فرمایا ہے۔

اقول لانتاج الشکل الثانی الخ شرطان بحسب الکیفیۃ والکمیۃ اما بحسب الکیفیۃ فاختلاف مقدمتیہ فی الکیف بان یکون احدھما موجبۃ والاخری سالبۃ واما بحسب الکمیۃ فکلیۃ الکبری وذالک لانہ لولم یتحقق احد الشرطین لحصل الاختلاف الموجب لعدم الانتاج وھو صدق القیاس تارۃ مع الایجاب واخری مع السلب والاختلاف موجب للعقم اما لزوم الاختلاف علی تقدیر انتفاء الشرط الاول فلانہ لواتفقت المقدمتان فی الکیف فاما ان تکونا موجبتین اوسالبتین وایاما کان یتحقق الاختلاف اما اذا کانتا موجبتین فلانہ یصدق کل انسان حیوان وکل ناطق حیوان والحق الایجاب ولو بدلنا الکبری بقولنا وکل فرس حیوان کان الحق السلب واما اذا کانتا سالبتین فلصدق قولنا لاشیٔ من الانسان بحجر ولاشیٔ من الفرس بحجر فالحق السلب ولو قلنا ولاشیٔ من الناطق بحجر والحق الایجاب۔

ترجمہ:- میں کہتا ہوں شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لئے بھی دو شرطیں ہیں۔ ایک باعتبار کیفیت کے۔ اور دوسری باعتبار کمیت کے۔ بہرحال باعتبار کیفیت تو اس کے دونوں مقدمات کا مختلف ہونا ہے کیف میں۔ بایں طور کہ دونوں میں سے ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو۔ اور بہرحال باعتبار کمیت کے اختلاف کا ہونا تو وہ یہ ہے کہ مقدمات میں سے کبری کا کلیہ ہونا۔

وذالک لانہ:- اور یہ شرط اس وجہ سے ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی متحقق نہ ہوگی تو البتہ ایسا اختلاف حاصل ہوگا کہ جو عدم انتاج (نتیجہ مرتب نہ ہونا) کو موجب ہوگا۔ اور وہ قیاس کا کبھی صادق ہونا ایجاب کے ساتھ اور دوسرا سلب کے ساتھ۔ (مقدمتین میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہے) اور اختلاف موجب ہے عقیم کو۔ (نتیجہ نہ دینے کو) گویا قیاس صادق مگر نتیجہ برآمد نہیں۔

واما لزوم الاختلاف:- اور بہرحال شرط اول کے نہ پائے جانے کی صورت میں اختلاف کا لازم ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ اگر دونوں مقدمات کیف میں متفق ہوں۔ پس یا وہ دونوں موجبہ ہوں گے یا دونوں سالبہ ہوں گے اور جونسی بھی صورت ہو اختلاف بہرحال پایا جائے گا۔

اما اذا کانت موجبتین :- بہرحال جب دونوں مقدمہ موجبہ ہوں۔ تو اس لیے کہ کل انسان حیوان، وکل ناطق حیوان صادق ہے۔ اور ایجاب درست ہے۔ اور اگر کبریٰ کو بدل کر کہیں کہ کل فرس حیوان تو اس جگہ سلب درست ہوگا۔

و امّا اذا کانتا سالبتین :- اور اگر دونوں مقدمات قیاس کے سالبہ ہوں تو چونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشئ من الانسان بحجر و لاشئ من الفرس بحجر تو سلب درست ہوگا۔ اور اگر ہم نے کہا لاشئ من الناطق بحجر تو ایجاب حق ہوگا۔

تشریح :- شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کے لیے بھی دو شرطیں ہیں۔ ایک باعتبار کیفیت کے۔ اور دوسری باعتبار کمیت کے۔ کیفیت میں اختلاف یہ ہے کہ دونوں مقدمات میں سے ایک موجبہ ہو۔ دوسرا سالبہ ہو۔ اور کمیت کے اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کبریٰ کلیہ ہو۔

قولہ لانہ لولم یتحقق احدالشرطین :- کیونکہ اگر دونوں شرطیں نہ پائی جائیں گی تو اختلاف تو حاصل ہوجائے گا مگر نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ قولہ وھو صدق القیاس : وہ یہ ہے کہ قیاس صادق ہو کبھی ایجاب اور کبھی سلب کے ساتھ اور اختلاف موجب عقیم (بے نتیجہ ہو)

قولہ اما لزوم الاختلاف :- شرط اول کے نہ پائے جانے کی صورت میں اختلاف کا لازم ہونا تو اس وجہ سے کہ اگر دونوں مقدمات کیفیت میں متفق ہوں۔ تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ یا دونوں موجبہ ہوں یا دونوں سالبہ ہوں۔ اور جو بھی صورت ہوگی اختلاف بہرحال متحقق ہو جائے گا۔ موجبہ کی صورت میں اختلاف کا متحقق ہونا تو اس لیے کہ کل انسان حیوان و کل ناطق حیوان صادق ہے۔ اور ایجاب بھی درست ہے۔ اگر اس مثال میں ہم کبریٰ کو بدل دیں اپنے اس قول سے کہ کل فرس حیوان تو پھر سلب حق ہوجائے گا۔

واما اذا کانتا سالبتین :- اور اختلاف کا پایا جانا اس صورت میں کہ دونوں مقدمات سالبہ ہوں تو اس لیے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشئ من الانسان بحجر۔ ولاشئ من الفرس بحجر تو سلب حق ہوگا۔

وَامّا لزوم الاختلاف علیٰ تقدیر انتفاء الشرط الثانی فلانہ لوکانت الکبریٰ جزئیۃ فھی اما ان تکون موجبۃ او سالبۃ وعلیٰ کلا التقدیرین یتحقق الاختلاف اما علیٰ تقدیر ایجابھا فلصدق قولنا لاشئ من الانسان بفرس وبعض الحیوان فرس والصادق الایجاب ولو بدّلنا الکبریٰ بقولنا وبعض الصّاھل فرس کان الصادق السلب و اما علیٰ تقدیر سلبھا فلصدق قولنا کل انسان حیوان وبعض الجسم لیس بحیوان وَ الصادق الایجاب او لبعض الحجر لیس بحیوان کالحق السلب واما ان الاختلاف موجب لعقم القیاس فلانہ لما صدق مع الایجاب لم یکن منتجًا للسلب و لما صدق مع السلب لم یکن منتجًا

للايجاب لان المعنى بالانتاج استلزام القياس لاحدهما على التعيين۔

ترجمہ :۔ اور بہر حال اختلاف کا متحقق ہونا شرط ثانی کے نہ پائے جانے کی صورت میں۔ تو اس لئے کہ اگر کبریٰ جزئیہ ہو تو وہ یا موجبہ ہوگی یا سالبہ ہوگی۔ اور دونوں صورتوں میں اختلاف متحقق ہوگا۔ بہر حال اس کے ایجاب کی صورت میں ہمارا قول لاشئ من الانسان بفرس وبعض الحیوان فرس۔ ایجاب صادق ہے اور اگر کبریٰ کو بدل دیں اپنے اس قول سے لبعض الصاہل فرس۔ تو سلب صادق ہوگا۔ اور بہر حال مقدمہ ثانی کے موجبہ کے بجائے سالبہ ہونے کی صورت میں تو اس لئے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کل انسان حیوان۔ وبعض الجسم لیس بحیوان اور صادق ایجاب ہے۔ یا لبعض الحجر لیس بحیوان۔ اور حق اس میں سلب ہے

دا اما ان الاختلاف موجب لعقم :۔ اور بہر حال یہ دعویٰ کہ اختلاف مقدمتین قیاس کے بے نتیجہ ہونے کا موجب ہے۔ تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قیاس ایجاب کے ساتھ صادق ہوگا تو سلب نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اور جب سلب کے ساتھ صادق ہوگا تو ایجاب نتیجہ نہ نکلے گا۔ اس لئے کہ نتیجہ نکلنے کے معنی یہ ہیں کہ قیاس دونوں میں سے کسی ایک کو متعین طور پر مستلزم ہو۔

قال وضروبه الناتجة اربعة الاول من كليتين والصغرىٰ موجبة ينتج سالبة كلية كقولنا كل ج ب ولا شئ من ا ب فلا شئ من ج ا بالخلف وهو ضم نقيض النتيجة الى الكبرىٰ لينتج نقيض الصغرىٰ وبانعكاس الكبرىٰ ليرتد الى الشكل الاول۔

ترجمہ :۔ اور اس کی نتیجہ دینے والی صورتیں چار ہیں۔ اول جو مرکب ہو دو کلیہ سے۔ اور صغریٰ موجبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب ولاشئ من ا ب فلاشئ من ج ا۔ دلیل خلف کے اور وہ نتیجہ کی نقیض کو کبریٰ سے ملانا ہے۔ تاکہ صغریٰ کی نقیض نتیجہ نکل آئے۔ اور کبریٰ کا عکس کر دینے سے تاکہ شکل اول کی جانب لوٹ جائے۔

تشریح :۔ شارح نے فرمایا :۔ وضروبه الناتجة اربعة۔ اس کی نتیجہ والی صورتیں چار ہیں۔ پہلی صورت وہ ہے جو دو کلیوں سے مرکب ہو۔ اور صغریٰ اس کا موجبہ ہو۔ اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے مثال سے واضح ہے۔

قولہ بالخلف :۔ دلیل خلف۔ نتیجہ کی نقیض کو کبریٰ سے ملانا۔ تاکہ نقیض صغریٰ نتیجہ نکلے۔ اور کبریٰ کو عکس کرنے سے شکل اول کی طرف لوٹ آئے گی۔

الثانی من کلیتین والکبریٰ موجبة کلیة ینتج سالبة کلیة کقولنا لاشئ من ج ب وکل اب فلا شئ من ج ا بالخلف وبعکس الصغریٰ وجعلها کبریٰ ثم عکس النتیجة ۔

ترجمہ :- دوسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے اور اس میں کبریٰ موجبہ کلیہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول لاشئ من ج ب وکل ا ب فلاشئ من ج ا۔ دلیل خلف سے۔ اور صغریٰ کا عکس کرنے اور اس کو کبریٰ بنانے سے۔ پھر نتیجہ کا عکس کر دینے سے۔

تشریح :- شارح نے فرمایا :- قولہ الثانی :۔ ان چاروں صورتوں میں سے دوسری صورت یہ ہے کہ قیاس مرکب ہو دو کلیہ سے۔ اور اس میں کبریٰ موجبہ کلیہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔

قولہ بالخلف الخ :- دلیل خلف سے اور صغریٰ کا عکس کرنے اور اس کو کبریٰ بنانے کے ساتھ۔ پھر نتیجہ کا عکس کر دینے سے۔ یہ صورت تیار ہوئی ہے۔

الثالث من موجبة جزئیة صغریٰ وسالبة کلیة کبریٰ ینتج سالبة جزئیة کقولنا بعض ج ب ولا شئ من ا ب فلیس بعض ج ا بالخلف وبعکس الکبریٰ لیرجع الی الاول ونفرض موضوع الجزئیة د فکل د ب ولا شئ من ا ب فلا شئ من د ا ثم نقول بعض ج د ولاشئ من د ا فبعض ج لیس ا الرابع من سالبة جزئیة صغریٰ وموجبة کلیة کبریٰ ینتج سالبة جزئیة کقولنا بعض ج لیس ب وکل ا ب فبعض ج لیس ا بالخلف والافتراض ان کانت السالبة مرکبة ۔

ترجمہ :- تیسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ سے۔ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے نتیجہ نکلے گا سالبہ جزئیہ۔ جیسے ہمارا قول بعض ج ب۔ ولاشئ من ا ب۔ فلیس بعض ج ا۔ دلیل خلف سے اور کبریٰ کو عکس کر دینے سے تاکہ اول کی طرف لوٹ آئے۔ اور ہم جزئیہ کا موضوع د کو فرض کرتے ہیں پس کل د ب ولاشئ من ا ب فلاشئ من د ا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ بعض ج د۔ ولاشئ من د ا۔ فبعض ج لیس ا۔

الرابع :- اور چوتھی صورت جو مرکب ہو سالبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ج لیس ب وکل ا ب۔ فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف افتراض سے اگر سالبہ مرکب ہو۔

تشریح :- ماتن نے فرمایا : تیسری صورت وہ ہے جو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے مرکب ہو

نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔

قولہ ونفرض موضوع الجزئیۃ :۔ ہم جزئیہ کے موضوع کو د مان لیتے ہیں۔ اور قیاس اس طرح پر کرتے ہیں کہ کل د ب ولاشئ من اب فلاشئ من د ا۔ پھر ہم کہتے ہیں بعض ج د۔ ولاشئ من د ا۔ فبعض ج لیس ا۔

الرابع :۔ چوتھی صورت :۔ جو مرکب ہو سالبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔

اقول الضروب المنتجۃ فی الشکل الثانی بحسب مقتضی الشرطین ایضا اربعۃ لانہ تسقط باعتبار الشرط الاول ثمانیۃ اضرب السالبتان و الموجبتان الکلیتان الجزئیتان و المختلفتان وباعتبار الشرط الثانی اربعۃ اخری الکبری الموجبۃ الجزئیۃ مع السالبتین و الجزئیۃ السالبۃ مع الموجبتین۔

ترجمہ :۔ شکل ثانی میں نتیجہ دینے والی صورتیں، دونوں شرطوں کے مقتضیٰ کے لحاظ سے نیز چار ہیں۔ اس وجہ سے کہ شرط اول کی وجہ سے آٹھ صورتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ دونوں سالبہ۔ دونوں موجبہ کلیہ دونوں جزئیہ ہوں۔ اور دونوں مختلف ہوں۔ اور باعتبار شرط ثانی کے دوسری چار صورتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو دونوں سالبہ کے ساتھ۔ اور کبریٰ جزئیہ سالبہ ہو دونوں موجبہ کے ساتھ۔

تشریح :۔ قولہ ثمانیۃ اضرب :۔ آٹھ صورتیں اس طرح پر ہیں کہ صغریٰ سالبہ کلیہ سالبہ اور موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ ہوں۔

(۱) صغریٰ موجبہ کلیہ، کبریٰ موجبہ کلیہ (۲) صغریٰ سالبہ کلیہ کبریٰ سالبہ کلیہ۔
(۳) " موجبہ جزئیہ، موجبہ جزئیہ (۴) " سالبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ۔
(۶) " موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ
(۷) " موجبہ کلیہ " موجبہ جزئیہ (۸) " موجبہ، " سالبہ جزئیہ

اور شرط ثانی سے باقی چار صورتوں کو ساقط کر دیا ہے۔ وہ یہ ہیں :۔
کبریٰ موجبہ جزئیہ ہو اور صغریٰ کے دونوں (جزئیہ اور کلیہ) سالبہ ہوں۔ اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہو اور صغریٰ دونوں موجبہ ہوں (کلیہ اور جزئیہ)

فبقیت الضروب الناتجۃ اربعۃ الاول من کلیتین و الکبری سالبۃ کلیۃ ینتج سالبۃ کلیۃ کقولنا کل ج ب و لاشئ من اب فلاشئ من ج ا بیانہ بالخلف و العکس اما الخلف فھو فی ھذا الشکل

ان یوخذ نقیض النتیجۃ ویجعل الصغری لان نتائج ھذا الشکل سالبۃ فنقیضھا وھو الموجبۃ یصلح لصغرویۃ الشکل الاول ویجعل الکبری القیاس کبری لانھا لکلیتھا تصلح لکبرویۃ الشکل الاول فینتظم منھا قیاس فی الشکل الاول ینتج لما ینافی الصغری فیقال لولم یصدق لا شئ من ج ا لصدق بعض ج ا ونضمہ الی الکبری ھکذا بعض ج ا ولا شئ من ا ب ینتج من الشکل الاول بعض ج لیس ب وقد کان الصغری کل ج ب ھذا خلف وھذا الخلف لا یلزم من الصورۃ لانھا بدیھیۃ الانتاج فیکون من المادۃ ولیس من الکبری لانھا مفروضۃ الصدق فتعین ان یکون من نقیض النتیجۃ فیکون محالاً فالنتیجۃ حقہ۔

ترجمہ:- پس نتیجہ دینے والی صورتیں چار باقی بچیں۔ اول جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے اور کبری سالبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب۔ ولاشئ من ا ب۔ فلاشئ من ج ا۔ اس کا بیان دلیل خلف اور عکس بیان سے۔

قولہ اما الخلف:- تو وہ اس شکل میں یہ ہے کہ نتیجہ کی نقیض کو لیا جائے۔ اور اسے صغری بنا دیا جائے۔ اس لئے اس شکل کے نتیجے سالبہ ہیں۔ تو اس کی نقیض موجبہ ہوگی جو شکل اول کے صغری بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور کبری کو قیاس کا کبری بنا دیا جائے۔ کیونکہ کلی ہونے کی وجہ سے شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پس اس سے قیاس مرکب ہوگا۔ شکل اول میں اور نتیجہ وہ دیگا جو صغری کی نقیض ہوگا۔ پس کہا جائے گا کہ لولم یصدق لاشئ من ج ا۔ لصدق بعض ج ا۔ پھر اس کو ہم ملائیں گے کبری کے ساتھ اس طرح پر کہ بعض ج ا۔ ولاشئ من ب ا شکل اول نتیجہ نکلے گا کہ بعض ج لیس ب ہیں۔ حالانکہ صغری کل ج ب تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔ اور خلف صورۃ سے لازم نہیں آیا کرتا۔ اس لئے کہ صورت بدیہی الانتاج ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا خلف مادہ سے پیدا ہوا ہے اسی طرح خلف کبری سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ کبری کا صدق فرضی ہوا کرتا ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ خلف نتیجہ کی نقیض سے نکلتا ہے۔ اس لئے محال ہوگا اور نتیجہ حق ہوگا۔

تشریح:- قولہ فبقیت:- سولہ صورتوں میں سے بارہ صورتوں کے فاسد ہونے کے بعد باقی چار صورتیں نتیجہ دینے والی باقی رہ گئیں۔ جن میں سے شکل اول جو دونوں کلیہ سے مرکب ہوگی۔ جن میں کبری سالبہ کلیہ ہوگا۔ اور نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب ولاشئ من ا ب۔ فلاشئ من ج ا۔

قولہ بیانہ بالخلف والعکس:- اس نتیجہ کا بیان دلیل خلف سے تو یہ ہے۔ اور عکس سے آئندہ آئے گا۔

دلیل خلف:- اس کی صورت یہ ہے کہ اس شکل کے نتیجہ کی نقیض کو لیا جائے۔ اور اس کو صغری بنا دیا جائے اور قیاس کا کبری اس کا کبری بنا دیا جائے۔ ان دونوں صغری وکبری سے شکل اول کا قیاس مرکب ہوگا۔ اس قیاس کا نتیجہ وہ ہوگا جو صغری کی نقیض ہوگا۔ اور اس طرح پر کہا جائے۔ اگر لاشئ من ج ا صادق نہ ہوگا تو البتہ یہ قول صادق ہوگا کہ بعض ج ا۔ پھر اس کو ہم کبری سے اس طرح ملائیں گے کہ بعض ج ا۔ ولاشئ من ا ب نتیجہ ہوگا

شکل اول سے کہ بعض ج لیس ب. حالانکہ قیاس میں صغریٰ تھا کہ کل ج ب. اور یہ خلاف مفروض ہے.
وَالخلف لا یلزم :- اور خلف لازم آنے کی وجہ صورت نہیں ہے. اس لیے کہ وہ تو بدیہی الانتاج ہوتی ہے. لہٰذا خلف ملزوم سے لازم آیا ہے. نیز خلف کبریٰ سے لازم نہیں آیا. کیونکہ اس کا صدق فرض کر لیا گیا ہے. نیز متعین ہو گیا کہ خلف نقیض نتیجہ سے لازم آیا ہے. پس یہ محال ہوگا. اور نتیجہ صحیح ہوگا.

وَاما العکس فبان یعکس الکبریٰ لیرتد الی الشکل الاوّل وَینتج النتیجۃ المذکورۃ فیقرمتیٰ صَدقت القرینۃ صدقت الصغریٰ مع عکس الکبریٰ وَمتیٰ صدقت الصغریٰ مع عکس الکبریٰ صَدقت النتیجۃ فمتیٰ صَدقت القرینۃ صَدقت النتیجۃ وَھوالمط.

ترجمہ :- اور بہر حال عکس تو صورت یہ ہے کہ کبریٰ کا عکس لایا جائے تاکہ وہ شکل اول کیطرف لوٹ آئے. اور مذکورہ بالا نتیجہ ہی نتیجہ برآمد ہو. پس کہا جائے کہ متیٰ صدقت القرینۃ صدقت الصغریٰ مع عکس کبریٰ. ومتیٰ صدقت الصغریٰ مع عکس الکبریٰ صدقت النتیجۃ. فمتیٰ صدقت القرینۃ صدقت النتیجۃ. اور یہی ہمارا مطلوب ہے.

تشریح :- شارح فرماتے ہیں واما العکس :- اس شکل کا نتیجہ سالبہ کلیہ ہی نکلتا ہے. اس کی ایک دلیل خلف ہے. جس کو اوپر ذکر کیا گیا. دوسری دلیل عکس ہے. جس کو اس جگہ بیان کیا ہے. آسان ہے. ترجمہ سے سمجھ لیجیے.

الثانی من کلیتین وَالصغریٰ سَالبۃ کلیۃ ینتج سَالبۃ کقولنا لاشئ من ج ب وکل ا ب فلاشئ من ج ا بالخلف وَالعکس اما الخلف فبالطریق المذکور وَاما العکس فلا یمکن بعکس الکبریٰ لانھا لا یجابھا لا تنعکس الاجزئیۃ والجزئیۃ لا تنتج فی کبریٰ الشکل الاوّل بل بعکس الصغریٰ وَجعلھا کبریٰ ثم عکس النتیجۃ فاذا عکسنا لاشئ من ج ب الی لاشئ من ب ج وَجعلنا ھا کبریٰ وکبریٰ القیاس الصغریٰ وقلنا کل اب ولاشئ من ب ج ینتج من ثانی الشکل الاوّل لاشئ من اج وھو ینعکس الی لاشئ من ج ا وَھوالمطلوب

ترجمہ :- اور دوسری صورت مرکب ہوگی دونوں کلیہ سے اور صغریٰ اس کا سالبہ کلیہ ہوگا. نتیجہ سالبہ نکلے گا. جیسے لاشئ من ج ب. وکل اب. ولاشئ من ج ا. دلیل خلف اور دلیل عکس سے. بہرحال خلف کی دلیل وہی ہے جو اوپر گذر چکی ہے. اور بہرحال دلیل عکس تو اس میں قیاس کے کبریٰ کا عکس نہیں لایا جاسکتا

اس وجہ سے کہ موجبہ ہونے کی وجہ سے نہیں منعکس ہوگا مگر جزئیہ۔ اور شکل اول کے کبریٰ میں جزئیہ نتیجہ نہیں دیتا۔ بلکہ صغریٰ کا عکس کیا جائے گا اور اسی کو کبریٰ بنایا جائے گا۔ پھر نتیجہ کا عکس کر دیا جائے گا۔ لہٰذا پس جب ہم اپنے اس قول کا عکس لائے کہ لاشئی من ج ب کہ لاشئی من ب ج اور اس کو ہم نے کبریٰ بنادیا اور قیاس کے صغریٰ کو کبریٰ بنادیا۔ اور اس طرح کل اب ولاشئی من ب ج۔ نتیجہ شکل اول آئے گا کہ لاشئی من اج۔ اور یہ نتیجہ عکس ہے۔ اس قول کے کہ لاشئی من ج ا۔ اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح :- دوسری صورت میں صغریٰ اور کبریٰ دونوں کلیہ ہوں گے۔ مگر صغریٰ سالبہ کلیہ ہوگی۔ اور نتیجہ بھی سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول لاشئی من ج ب وکل اب۔ فلاشئی من ج ا دلیل خلف اور دلیل عکس سے۔ دلیل خلف تو وہی ہے جو اوپر گذر چکی۔ البتہ دلیل عکس یہ ہے کہ مگر عکس میں کبریٰ کا عکس نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ موجبہ ہے۔ جس کا عکس جزئیہ ہی آئے گا۔ اور شکل اول میں اگر کبریٰ جزئیہ ہوگی تو نتیجہ نہ دے گی۔ اس لئے کہ کبریٰ کا عکس کرنے کے بجائے صغریٰ کا عکس کردیں گے۔ اور اس کو کبریٰ بنادیں گے۔ پھر نتیجہ کا عکس لائیں گے۔ اور صورت یہ ہوگی کہ جب ہم نے لاشئی من ج ب کا عکس لائیں گے تو یہ عکس یہ ہوگا۔ لاشئی من ب ج۔ اسی کو ہم نے کبریٰ بنادیا۔ اور قیاس کے کبریٰ کو صغریٰ بنادیا۔ اب مثال یہ ہوگئی کہ کل اب ولاشئی من ب ج۔ نتیجہ نکلے گا کہ لاشئی من ج ا۔ اور لاشئی من ج ا کا عکس لاشئی من ج آ آئے گا۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

الثالث من صغریٰ موجبۃ جزئیۃ وکبریٰ سالبۃ کلیۃ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ج ب ولاشئی من اب فبعض ج لیس ا بالخلف والعکس کما مر والافتراض وھو ان یفرض ذات موضوع الصغریٰ د فکل دب وکل دج ثم یضم المقدمۃ الاولیٰ الی الکبریٰ وینتج کل دب ولاشئی من اب لینتج من اول ھذا الشکل لاشئی من دا ثم تنعکس المقدمۃ الثانیۃ الی بعض ج د وتضم مع نتیجۃ القیاس الاول ھکذا بعض ج د ولاشئی من دا لینتج من الشکل الاول بعض ج لیس ا وھو المطلوب فالافتراض یکون ابدا من قیاسین احدھما من ذالک الشکل ولکن من ضرب اجلی والاٰخر من الشکل الاول۔

ترجمہ :- تیسری صورت مرکب ہوگی صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ج ب ولاشئی من اب فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف اور دلیل عکس سے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ (۱) دلیل افتراض سے۔ اور وہ یہ ہے کہ صغریٰ میں جو موضوع ہے اس کی ذات کو فرض کریں کہ وہ د ہے۔ پس کل دب وکل دج۔ پھر مقدمہ اولیٰ کو کبریٰ سے ملایا جائے اور اسطرح

کہا جائے کہ کل د ب ولاشئ من اب ۔ تاکہ نتیجہ اس شکل کا اول نکل آئے ۔ اور وہ ہے لاشئ من دا۔ پھر مقدمہ ثانیہ کا عکس لایا جائے۔ بعض ج د اور اس کو قیاس اول کے نتیجہ کے ساتھ ملادیا جائے۔ اس طرح بعض ج د ولاشئ من دا ۔ تاکہ نتیجہ شکل اول نکل آئے۔ بعض ج لیس ا ۔ اور یہی مطلوب ہے۔ پس افتراض ہمیشہ دو قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے۔ ایک اس شکل کا اور دوسرا شکل اول سے۔

تشریح :۔ شارح فرماتے ہیں تیسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے بعض ج ب ۔ ولاشئ من اب فبعض ج لیس ا ۔ دلیل خلف اور دلیل عکس سے۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ البتہ ایک دلیل افتراض بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صغریٰ کے موضوع کی ذات فرض کریں کہ وہ د ہے۔ پس کل د ب وکل د ج ۔ پھر اس کے اول مقدمہ کو کبریٰ سے ملاکر اس طرح کہا جائے کہ کل د ب ولاشئ من اب ۔ تاکہ نتیجہ نکلے لاشئ من دا۔ پھر مقدمہ ثانیہ کا عکس کردیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ بعض ج د اور اس کو قیاس اول کے نتیجہ سے ملایا جائے۔ اس طرح بعض ج د ۔ ولاشئ من دا ۔ شکل اول نتیجہ نکلے گا۔ بعض ج لیس ا ۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔ قولہ الافتراض :۔ افتراض کی ترکیب ہمیشہ دو قیاسوں سے ہوگی ۔ ایک تو اسی شکل کا ہوگا اور دوسرا شکل اول کا ہوگا ۔

الرابع من صغریٰ سالبۃ جزئیۃ وکبریٰ موجبۃ کلیۃ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ج لیس ب وکل اب فبعض ج لیس ا ولا یمکن بیانہ بالعکس لا بعکس الکبریٰ لانہا تنعکس جزئیۃ والجزئیۃ لا تصلح لکبرویۃ الشکل الاوّل ولا بعکس الصغریٰ لانہا لا تقبل العکس وبتقدیر قبولہا لا تقع فی الکبریٰ الشکل الاوّل نبیانہ اما بالخلف او بالافتراض اذا کانت السالبۃ الجزئیۃ مرکبۃ لیتحقق وجود الموضوع وانما رتبت الضروب علیٰ ذالک الترتیب لان الضرب بین الاوّلین منتجان للکلی فلابد من تقدیمہا علی الاخیرین وقدم الاوّل علی الثانی والثالث علی الرابع لاشتمالہما علی صغری الشکل الاوّل بخلاف الثانی والرابع

ترجمہ :۔ اور چوتھی صورت مرکب ہوتی ہے صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ جیسے بعض لیس ب وکل اب ۔ فبعض ج لیس ا ۔ اس کا بیان نہ عکس سے ممکن ہے اور نہ کبریٰ کے عکس سے۔ کیونکہ اس کا عکس جزئیہ آتا ہے۔ اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح صغریٰ کے عکس سے بھی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس لئے کہ وہ عکس ہی کو قبول نہیں کرتا ۔ اور اس تقدیر پر کہ عکس کو قبول کرتا ہے کبریٰ میں شکل اول واقع نہ ہوگا۔ پس اس کا بیان یا دلیل خلف سے ہوگا یا دلیل افتراض سے

جبکہ سالبہ جزئیہ مرکب ہو تاکہ موضوع کا وجود متحقق ہو جائے۔

وانما رتبت الضروب:۔ ماتن نے چاروں صورتوں کو مذکورہ ترتیب کے مطابق مرتب فرمایا ہے اس لئے کہ پہلی دونوں ضربیں کلی نتیجہ دینے والی ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کو دونوں اخیر پر مقدم کرنا ضروری ہوا۔ اور دونوں میں سے اول کو ثانی پر اسی طرح ثالث کو رابع پر مقدم ذکر کیا۔ کیونکہ دونوں شکل اول کے صغریٰ پر مشتمل ہیں۔ بخلاف ثانی اور رابع کے۔

تشریح:۔ شارح فرماتے ہیں **الرابع**:۔ شکل ثانی کی چار صورتوں میں سے چوتھی صورت وہ ہے جو مرکب ہو صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے۔ اس کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔

قولہ ولا یمکن بیانہ:۔ جس طرح اوپر کی ضروب کو عکس کے ذریعہ ثابت کیا تھا شارح فرماتے ہیں رابع میں عکس کے ذریعہ دلیل لانا ممکن نہیں ہے۔ نیز کبریٰ کا عکس لاکر بھی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ یہ عکس کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر عکس کو قبول کرے گا تو شکل اول کا کبریٰ نہ بن سکے گا۔ اس لئے کہ یہ جزئیہ ہے۔ اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

قولہ ولا بعکس الصغریٰ:۔ نیز صغریٰ کا عکس لاکر بھی استدلال ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ صغریٰ عکس کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر عکس کو قبول کرے گا تو شکل اول کا کبریٰ نہ بن سکے گا۔

قولہ فبیانہ اما بالخلف او بالافتراض:۔ لہٰذا اس کا بیان دلیل خلف یا افتراض سے ممکن ہوسکتا ہے

قولہ وانما رتب الضروب:۔ ماتن نے ان صورتوں کو مذکورہ ترتیب کے مطابق مرتب فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ اول دونوں قسمیں کلی نتیجہ دیتی ہیں۔ اس لئے اخیرین پر ان کو مقدم کرنا ضروری ہوگیا۔ اور اول کو مقدم کیا ثانی پر۔ اسی طرح ثالث کو مقدم ذکر کیا رابع پر۔ کیونکہ دونوں شکل اول کے صغریٰ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جبکہ ثانی اور رابع صورتوں میں یہ بات نہیں ہے۔

قَالَ وَاَمَّا الشکل الثالث فشرطہ ایجاب الصغریٰ وَالا لحصل الاختلاف وکلیۃ احدیٰ مقدمتیہ وَالا لکان البعض المحکوم علیہ بالاصغر غیر البعض المحکوم علیہ بالا کبر فلم تجب التعدیۃ وضروبہ الناتجۃ ستۃ الاوّل من موجبتین کلیتین ینتج موجبۃ جزئیۃ کقولنا کل بَ ج وکل بَ ا فبعض ج اَ بالخلف وھو ضم نقیض النتیجۃ الی الصغریٰ لینتج نقیض الکبریٰ وبالرد الی الاوّل بعکس الصغریٰ الثانی من کلیتین وَالکبریٰ سالبۃ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا کل ج بَ وَلا شيءَ من بَ ا فبعض ج لیسَ ا بالخلف وبعکس الصغریٰ الثالث من موجبتین وَالکبریٰ کلیۃ ینتج موجبۃ جزئیۃ کقولنا بعض بَ ج وکل ب ج فبعض ج ا بالخلف وبعکس الصغریٰ وبفرض موضوع الجزئیۃ دَ فکل دبَ وکل ب ا فکل د م ثم نقول کل دَ جَ وَ

وکل د ا فبعض ج ا وھو المطلوب الرابع من موجبة جزئیة صغریٰ وسالبة کلیة کبریٰ ینتج سالبة جزئیة کقولنا بعض ب ج و لا شئ من ب ا فبعض ج لیس ا بالخلف وبعکس الصغریٰ والافتراض الخامس من موجبتین والصغریٰ کلیة ینتج موجبة جزئیة کقولنا کل ب ج وبعض ب ا فبعض ج ا بالخلف وبعکس الکبریٰ وجعلها صغریٰ ثم عکس النتیجة و الافتراض السادس من موجبة کلیة صغریٰ وسالبة جزئیة کبریٰ ینتج سالبة جزئیة کقولنا کل ب ج وبعض ب لیس ا فبعض ج لیس ا بالخلف والافتراض ان کانت السالبة مرکبة۔

ترجمہ :۔ اور بہرحال شکل ثالث تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ صغریٰ موجبہ ہو۔ ورنہ اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ نیز دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وہ بعض جو اصغر میں محکوم علیہ ہیں وہ ان بعض کے غیر ہیں۔ کہ جو بعض کہ اکبر میں محکوم علیہ ہیں۔ لہٰذا حکم کا متعدی کرنا واجب (ضروری نہ رہے گا) نہ ہوگا۔ اور اس کی نتیجہ دینے والی صورتیں چھ ہیں۔ اول جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وکل ب ا۔ فبعض ج ا دلیل خلف سے اور وہ نتیجہ کی نقیض کو صغریٰ سے ملانا، تاکہ نتیجہ کبریٰ کی نقیض آئے۔ نیز اول کی جانب رد کر کے صغریٰ کا عکس لاکر۔ الثانی :۔ دوسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے اور ان میں سے کبریٰ سالبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل ج ب ولاشئ من ب ا۔ فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف اور صغریٰ کا عکس لانے کے ذریعہ۔ الثالث :۔ تیسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ سے اور کبریٰ کلیہ ہو۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ بعض ب ج وکل ب ا۔ فبعض ج ا۔ دلیل خلف اور صغریٰ کے عکس سے۔ اور جزئیہ کے موضوع کو د فرض کر کے فکل د ب وکل ب ا۔ فکل د ا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ کل د ج اور کل د ا فبعض ج ا۔ اور یہی مطلوب ہے۔ الرابع :۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشئ من ب ا۔ فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف اور صغریٰ کے عکس اور افتراض کے ذریعہ۔ والخامس :۔ اور پانچویں صورت وہ ہے جو دونوں موجبہ سے مرکب ہو۔ اور صغریٰ اس میں کلیہ ہو۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ آئیگا۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل ب ج وبعض ب ا۔ فبعض ج ا۔ دلیل خلف کبریٰ کا عکس لاکر اس کو صغریٰ بنا دینا۔ پھر نتیجہ کا عکس کر دینا۔ اور اسی طرح دلیل افتراض بھی ہے۔ السادس :۔ چھٹی صورت جو مرکب ہو موجبہ کلیہ صغریٰ اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ب لیس ا فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف اور افتراض سے۔ اگر سالبہ مرکب ہو۔

تشریح :۔ ماتن نے فرمایا :۔ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرائطمیں سے اول شرط ایجاب صغریٰ ہے۔

دوسری شرط دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا ہے، صرف یہی دو شرطیں ہیں۔
وضروبہ الناتجۃ الخ۔ شکل ثالث کی نتیجہ دینے والی اقسام چھ ہیں۔ جن کو ماتن نے بیان کیا ہے آسان ہے۔ ترجمہ سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ پھر پوری تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اقول: یشترط فی انتاج الشکل الثالث بحسب کیفیۃ المقدمات ایجاب الصغری وبحسب الکمیۃ کلیۃ احد المقدمتین اما ایجاب الصغری فلانہا لوکانت سالبۃ فالکبری اما ان تکون موجبۃ او سالبۃ وایاما کان یحصل الاختلاف الموجب لعدم الانتاج اما اذا کانت موجبۃ فکقولنا لاشئ من الانسان بفرس وکل انسان حیوان او ناطق فالحق فی الاول الایجاب وفی الثانی السلب واما اذا کانت سالبۃ فکما اذا بدلنا الکبری بقولنا ولاشئ من الانسان بصہال او حمار والصادق فی الاول الایجاب وفی الثانی السلب واما کلیۃ احدی المقدمتین فلانہما لوکانتا جزئیتین احتمل ان یکون البعض من الاوسط المحکوم علیہ بالاکبر غیر البعض من الاوسط المحکوم علیہ بالاصغر فلم یجب تعدیۃ الحکم من الاوسط الی الاصغر کقولنا بعض الحیوان انسان وبعضہ فرس والحکم علی بعض الحیوان بالفرسیۃ لایتعدی الی البعض المحکوم علیہ بالانسانیۃ وباعتبار ہذین الشرطین یحصل الضروب ستۃ لان اشتراط ایجاب الصغری حذف ثمانیۃ اضرب کما فی الاول واشتراط کلیۃ احدہما حذف ضربین اخرین وہما الکبریان الجزئیتان مع الموجبۃ الجزئیۃ الاول من موجبتین کلیتین ینتج موجبۃ جزئیۃ کقولنا کل ب ج وکل ب ا فبعض ج ا بوجہین احدہما الخلف وطریقہ فی ہذا الشکل ان یجعل نقیض النتیجۃ لکلیتہ کبری اذ ہذا الشکل لاینتج الاجزئیۃ وصغری القیاس لایجابہا صغری فینتظم منہا قیاس فی الشکل الاول ینتج لما ینافی الکبری فیقال لولم یصدق بعض ج الصدق لاشئ من ج ا وکل ب ج ولاشئ من ج ا ینتج لاشئ من ب ا وکان الکبری کل ب ا ہذا خلف وثانیہما عکس الصغری لیرجع الی الشکل الاول وینتج النتیجۃ المطلوبۃ بعینہا الثانی من کلیتین والکبری سالبۃ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا کل ب ج ولاشئ من ب ا فبعض ج لیس ا بالخلف وبعکس الصغری کما سلف فی الضرب الاول بلا فرق وانما لم ینتج ہذان الضربان الکلیۃ لجواز ان یکون الاصغر اعم من الاکبر وامتناع ایجاب الاخص لکل افراد الاعم او سلبہ عنہا کقولنا کل انسان حیوان وکل انسان ناطق او لاشئ من الانسان بفرس واذا لم ینتجا الکلی لم ینتج شئ من الضروب الباقیۃ

لان الضربَ الاوّل اخص الضروبَ المنتجة للایجاب وَالضربُ الثانی اخص الضروب المنتجة للسلب وعدم الانتاج الاخص مستلزم لعدم انتاج الاعم الثالث من موجبتین والکبریٰ کلیة ینتج موجبة جزئیة کقولنا بعض ب ج وکل بَ ا فبعض ج ا بالخلف وبعکس الصغریٰ وهوظ وبالافتراض وهوان یفرض موضوع الجزئیة دَ فکل د بَ وکل د ج فیضم المقدمة الاولیٰ الی کبریٰ القیاس لینتج من الشکل الاوّل کل د ا ثم تجعلها کبریٰ للمقدمة الثانیة لینتج من اول هذا الشکل بعض ج ا وهو المط الرابع من موجبة جزئیة صغریٰ وسالبة کلیة کبریٰ ینتج سالبة جزئیة کقولنا بعض ب ج وَلاشیٔ من ب ا فبعض ج لیس ا بالطریق الثلاثة وَالکل ظ الخامس من موجبتین وَالصغریٰ کلیة ینتج جزئیة کقولنا کل بَ ج وبعض بَ ا بالخلف وَالافتراض وهو فرض موضوع الکبریٰ دَ فکل د بَ وکل د ا فیجعل المقدمة الاولیٰ صغریٰ وصغریٰ الاصل کبریٰ فکل د ب وکل بَ ج ینتج من الشکل الاوّل کل د ج وتجعلها صغریٰ للمقدمة الثانیة هکذا کل دَ ج وکل د ا فبعض ج ا وهو المطلوب . وبعکس الکبریٰ وجعلها صغریٰ ثم عکس النتیجة لا بعکس الصغریٰ لان الکبریٰ جزئیة وَالجزئیة لا تصلح للکبرویة الشکل الاوّل السادس من موجبة کلیة صغریٰ وسالبة جزئیة کبریٰ ینتج سالبة جزئیة کقولنا کل ب ج وبعض ب لیس ا فبعض ج لیس ا بالخلف وَالافتراض فی الکبریٰ ان کانت السالبة مرکبة لیتحقق وجود الموضوع لا بعکس الصغریٰ لان الجزئیة لا تنفع فی کبریٰ الشکل الاوّل ولا بعکس الکبریٰ لانها لاتقبل العکس وبتقدیر انعکاسها لا تصلح الصغرویة الشکل الاوّل

ترجمہ :- میں کہتا ہوں شکل ثالث کے نتیجہ دینے میں شرط ہے باعتبار مقدمات کی کیفیات کے۔ صغریٰ کا موجبہ ہونا، اور باعتبار کمیت کے دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا۔ بہرحال ایجاب صغریٰ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صغریٰ سالبہ ہو تو کبریٰ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا۔ دونوں میں سے جونسی صورت بھی ہو۔ اس سے دو اختلاف حاصل ہو جائے گا۔ جو نتیجہ نہ دینے کا باعث ہوگا۔ بہرحال جب موجبہ ہوگا۔ جیسے ہمارے اس قول میں کہ لاشیٔ من الانسان بفرس۔ وکل انسان حیوان او ناطق، تو اول صورت میں حق ایجاب ہوگا۔ اور دوسری صورت میں سلب درست ہوگا۔ اور بہرحال جب صغریٰ سالبہ ہو جیسے جب ہم کبریٰ کو بدلدیں اپنے اس قول سے کہ لاشیٔ من الانسان بصھال او حمار۔ اور صادق اول مثال میں ایجاب ہے اور دوسری میں سلب ہے۔ بہرحال دونوں مقدمات میں سے ایک کا کلیہ ہونا تو اس وجہ سے کہ اگر دونوں

جزئیہ ہوں گے تو اس بات کا احتمال باقی ہوگا کہ اوسط کا بعض اکبر کا محکوم علیہ ہو۔ اور دوسرے بعض کا محکوم علیہ ہو۔ اس صورت میں اوسط سے حکم کا متعدی کرنا اصغر کی طرف واجب نہ ہوگا۔ جیسے ہمارا قول بعض الحیوان انسان وبعضہ فرس۔ اور بعض حیوان پر فرس ہونے کا حکم اس بعض کی جانب متعدی نہیں ہو سکتا کہ جس پر انسانیت کا حکم دیا گیا ہے۔

وباعتبار ہذین الشرطین :- شارح فرماتے ہیں کہ ان دونوں شرطوں کے لحاظ سے چھ صورتیں نکلتی ہیں۔ کیونکہ صغریٰ میں موجبہ کا شرط لگانا۔ اس قید نے آٹھ صورتوں کو ساقط کر دیا ہے۔ جیسے کہ شکل اول میں ایسا ہو چکا ہے۔ اور دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کی شرط نے بقیہ دو صورتوں کو ساقط کر دیا ہے۔ اور وہ دونوں صورتیں یہ ہیں۔ کہ دونوں کبریٰ جزئیہ ہوں جب کہ ساتھ ہی جزئیہ موجبہ بھی ہو۔

قولہ الاول من موجبتین کلیتین :- پہلی صورت وہ کہ جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج، کل ب ا۔ فبعض ج ا۔ دو طریقوں سے کہ ایک دلیل خلف ہے اور اس کا طریقہ اس شکل میں یہ ہے کہ نتیجہ کی نقیض جو کہ کلیہ ہے اس کو کبریٰ بنا دیا جائے۔ کیونکہ اس شکل کا نتیجہ صرف جزئیہ ہی نکلتا ہے۔ اور قیاس کے صغریٰ کو موجبہ ہونے کی بنا پر صغریٰ بنا دیا جائے۔ پس ان دونوں (صغریٰ کبریٰ) سے ایسا قیاس تیار ہو جائے گا کہ جو شکل اول میں تھا۔ اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو کبریٰ کے منافی ہوگا۔ پس کہا جائے گا کہ ہو لو لم یصدق بعض ج ا لصدق لاشئی من ج ا۔ وکل ب ج ولاشئی من ج ا نتیجہ نکلے گا کہ لاشئی من ب ا۔ حالانکہ کبریٰ کل ب ا تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

وثانیہا :- دلیل اول تو دلیل خلف تھی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ صغریٰ کا عکس کر دیا جائے تاکہ صورت شکل اول کی طرف لوٹ آئے۔ اور مطلوبہ نتیجہ بعینہ برآمد ہوگا۔

قولہ الثانی من کلیتین :- دوسری صورت یہ ہے کہ جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے اور کبریٰ ان میں سے سالبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج ولاشئی من ب ا۔ فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف سے۔ اور صغریٰ کا عکس کرکے جیسا کہ پہلی صورت میں گذر چکا ہے اس میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

قولہ وانما لم ینتج ہذان الضربان :- مذکورہ دونوں اقسام کا نتیجہ کلیہ نہیں نکلا۔ اس لیے کہ جائز ہے کہ اصغر بمقابلہ اکبر کے اعم ہو۔ اور قاعدہ ہے کہ اعم کے ہر ہر فرد کے لیے اخص کا واجب ہونا محال ہے۔ اور سلب بھی (اگر کوئی حکم اخص کے ہر فرد سے منتفی ہو تو وہ اعم کے ہر فرد سے بھی منتفی ہو ضروری نہیں ہے) جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان وکل ناطق انسان۔ یا لاشئی من الانسان بفرس۔

قولہ واذا لم ینتجا الکلی :- اور جب دونوں صورتوں نے نتیجہ کلی نہ دیا۔ تو بقیہ دوسری قسموں نے بھی کلیہ نتیجہ نہیں دیا۔

قولہ لانّ الضرب الاوّل :۔ اس وجہ سے پہلی قسم نتیجہ دینے والی تمام اقسام میں سب سے اخص ہے ایجاب کا نتیجہ دینے کے لیے۔ اور ضرب ثانی ان سب میں اخص ہے سلب کا نتیجہ دینے میں۔ اور یہ بھی کہ اخص کا نتیجہ نہ دینا مستلزم ہے اعم کے نتیجہ نہ دینے کو۔

قولہ الثالث من موجبتین :۔ تیسری صورت وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ سے اور ان میں سے کبریٰ کلیہ ہو۔ اور نتیجہ اس کا موجبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب ج و کل ب ا فبعض ج ا۔ دلیل خلف اور صغریٰ کا عکس کر کے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح دلیل افتراض سے۔ اور وہ یہ ہے کہ جزئیہ کا موضوع د کو فرض کیا جائے۔ فکل د ب و کل د ج۔ پس مقدمہ اولیٰ کو قیاس کے کبریٰ سے ملا دیا جائے تاکہ نتیجہ شکل اول نکل آئے۔ یعنی کل د ا۔ اور یہی مطلوب ہے۔

قولہ الرابع من موجبۃ جزئیۃ :۔ اور چوتھی قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشیٔ من ب ا فبعض ج لیس ا۔ مذکورہ تینوں طریقوں سے۔ اور یہ ظاہر ہے۔

قولہ والخامس من موجبتین :۔ اور پانچویں قسم مرکب ہوتی ہے دونوں موجبہ سے۔ اور صغریٰ اس کا کلیہ ہو۔ اور نتیجہ موجبہ جزئیہ گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج و بعض ب ا۔ فبعض ج ا۔ دلیل خلف اور دلیل افتراض سے۔

وھو فرض موضوع الکبریٰ :۔ دلیل افتراض یہ ہے کہ کبریٰ کے موضوع کو د فرض کریں فکل د ب۔ وکل د ا۔ پھر اس کو مقدمہ اولیٰ کو صغریٰ بنا دیں۔ اور اصل قیاس کے صغریٰ کو اس کا کبریٰ بنا دیں۔ فکل د ب۔ وکل ب ج۔ نتیجہ شکل اول کل د ج نکلے گا۔ پھر ہم اس کو مقدمہ ثانیہ کا صغریٰ بنا دیں اس طرح پر کہ کل د ج وکل د ا۔ فبعض ج ا۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

قولہ وبعکس الکبریٰ وجعلھا صغریٰ :۔ دوسرا طریق استدلال یہ ہے کہ کبریٰ کا عکس کر دیں اور اسکو صغریٰ بنا دیں۔ پھر نتیجہ کا عکس لائیں بغیر صغریٰ کا عکس لائے ہوئے۔ کیونکہ کبریٰ جزئیہ ہے اور جزئیہ شکل اول کے کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

قولہ السادس من موجبۃ کلیۃ :۔ اور چھٹی قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ صغریٰ اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ب لیس ا۔ فبعض ج لیس ا۔ دلیل خلف اور دلیل افتراض سے کبریٰ میں اگر وہ سالبہ اور مرکبہ ہو تاکہ وجود موضوع متحقق ہو جائے۔ اس میں صغریٰ کا عکس نہ کیا جائے گا۔ اس لیے کہ جزئیہ شکل اول کے کبریٰ کی جگہ نہیں آسکتی۔ نیز کبریٰ کا بھی عکس کریں گے کیونکہ وہ عکس کو قبول نہیں کرتی۔ قولہ وبتقدیر انعکاسھا :۔ اور بالفرض اگر کبریٰ کا عکس آ بھی جائے تو وہ شکل اول کا صغریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح :۔ شارح نے شکل ثالث کی نتیجہ دینے کی شرطیں پھر ان شرطوں کے مطابق شکل ثالث کے نتیجہ دینے والی چھ اقسام کو تفصیل سے بیان کیا ہے. بعض میں دلیل خلف و دلیل افتراض کا بھی ذکر کیا ہے عکس صغریٰ وعکس کبریٰ کا بھی. نیز چھ اقسام کے علاوہ باقی دس صورتوں کو ساقط کر دیا ہے. بیان آسان ہے. کتاب اور ترجمہ سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

وانما وضعت هذه الضروب فی هذه المراتب لان الاول اخص الضروب المنتجة للایجاب والثانی اخص الضروب المنتجة للسلب والاخص اشرف وتقدم الثالث والرابع علی الاخرین لاشتمالهما علی کبری الشکل الاول.

ترجمہ :۔ اور یہ اقسام ان مراتب کے مطابق اس لیے وضع کی گئی ہیں. کیونکہ قسم اول ان تمام اقسام میں جو ایجاب کا نتیجہ دیتی ہیں ان میں اخص الضروب ہے. اور قسم ثانی اخص الضروب ہے سلب کے نتیجہ دینے والی اقسام میں. اور اخص اشرف ہوتی ہے. اس لیے اشرف کو مقدم ذکر کیا گیا. اور قسم ثالث اور رابع کو بقیہ دو اقسام پر اس لیے مقدم کیا کہ یہ دونوں شکل اول کے کبریٰ پر مشتمل ہیں۔

تشریح :۔ شارح نے شکل ثالث کی جملہ اقسام بیان کرنے کے بعد وجہ ترتیب پر روشنی ڈالی ہے. فرمایا اول قسم چونکہ ایجاب کا نتیجہ دینے والی قسموں میں سب سے اخص ہے. اور ثانی سلب کے نتیجہ دینے والی اقسام میں سب سے اخص ہے اور اخص اشرف ہوا کرتی ہے. اس لیے اشرف کو مقدم کیا گیا. اور تیسری و چوتھی اقسام میں شکل اول کا کبریٰ پایا جاتا ہے. اس لیے یہ اشرف ہیں. اسی وجہ سے ان کو بقیہ دو پر مقدم کیا گیا ہے۔

قَالَ وَاَمَّا الشکل الرابع فشرطه بحسب الکمیة وَالکیفیة ایجاب المقدمتین مع کلیة الصغریٰ او اختلافهما بالکیف مع کلیة احدهما والا یحصل الاختلاف الموجب لعدم الانتاج وضروبه الناتجة ثمانیة الاوّل من موجبتین کلیتین ینتج موجبة جزئیة کقولنا کل ب ج وکل ا ب فبعض ج ا بعکس الترتیب ثم عکس النتیجة الثانی من موجبتین وَالکبریٰ جزئیة ینتج موجبة جزئیة کقولنا کل ب ج وبعض ا ب فبعض ج ا لما مر الثالث من کلیتین والصغریٰ سَالبة ینتج سَالبة کلیة کقولنا لاشئ من ب ج وکل ا ب فلا شئ من ج ا الرابع من کلیتین وَالصغریٰ موجبة ینتج سَالبة جزئیة کقولنا کل ب ج وَلاشئ من ا بَ فبعض ج لیس اَ بعکس المقدمتین الخامس من موجبة جزئیة صغریٰ وسَالبة کلیة کبریٰ ینتج سَالبة جزئیة کقولنا بعض بَ ج ولاشئ من ا بَ فبعض ج لیس اَ.

لما مر السادس من سالبة جزئية صغرى وموجبة كلية كبرى ينتج سالبة جزئية كقولنا بعض ب ليس ج وكل ا ب فبعض ج ليس ا بعكس الصغرى ليرتد الى الثانى السابع من موجبة كلية صغرى وسالبة جزئية كبرى ينتج سالبة جزئية كقولنا كل ب ج وبعض ا ليس ب فبعض ج ليس ا بعكس الكبرى ليرتد الى الثالث الثامن من سالبة كلية صغرى وموجبة جزئية كبرى ينتج سالبة جزئية كقولنا لا شئ من ب ج وبعض ا ب فبعض ج ليس ا بعكس الترتيب ثم عكس النتيجة۔

ترجمہ:- ماتن نے فرمایا:- بہرحال شکل رابع تو اس کی شرط باعتبار کمیت وکیفیت کے مقدمتین کا موجبہ ہونا اور صغریٰ کا کلیہ ہونا ہے۔ یا پھر شرط یہ ہے کہ دونوں مقدمات کا کیفیت میں مختلف ہونا۔ اور ساتھ ہی دونوں میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا ہے۔ اگر یہ شرط نہ مانیں گے تو ایسا اختلاف حاصل ہوگا کہ جو کہ عدم انتاج کا موجب ہوگا۔ وضروبہا الناتجۃ:- اور اس کی نتیجہ دینے والی اقسام آٹھ ہیں۔ اول وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وکل ا ب۔ فبعض ج ا۔ ترتیب کے عکس کے ساتھ۔ اور پھر نتیجہ کا عکس لانے کے ساتھ۔

الثانی:- دوسری قسم وہ جو مرکب ہو دونوں موجبہ سے اور کبریٰ جزئیہ ہو۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض ا ب۔ فبعض ج ا۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

الثالث:- تیسری قسم جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے اور صغریٰ سالبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول لاشئ من ب ج وکل ا ب فلاشئ من ج ا۔

الرابع:- اور چوتھی قسم جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے۔ اور صغریٰ موجبہ ہو۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ آئیگا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج ولاشئ من ا ب۔ فبعض ج لیس ا۔ دونوں مقدمات کا عکس لانے کے ذریعہ۔

الخامس:- پانچواں قسم جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشئ من ا ب۔ فبعض ج لیس ا۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

السادس:- چھٹی قسم جو مرکب ہو سالبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب لیس ج وکل ا ب فبعض ج لیس ا۔ صغریٰ کا عکس کرکے تاکہ ثانی کی طرف لوٹ جائے۔

السابع:- ساتویں قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ صغریٰ اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب وبعض ا لیس ب۔ فبعض ج لیس ا۔ کبریٰ کا عکس کرکے۔ تاکہ ثالث کی طرف لوٹ جائے۔

الثامن:- اور آٹھویں قسم وہ ہے کہ جو مرکب ہو سالبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول لاشئ من ب ج وبعض ا ب فبعض ج لیس ا۔ ترتیب کا عکس لاکر۔ پھر نتیجہ کا عکس کرکے۔

تشریح:۔ ماتن نے فرمایا۔ چوتھی شکل کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ دو مقدمے کیفیت اور کمیت دونوں میں مختلف ہوں۔ یعنی ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو۔ اور ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہو۔ یا پھر شرط یہ ہے کہ دونوں مقدمات کیفیت میں مختلف ہوں۔ اور دونوں میں سے کوئی کلیہ ہو۔ اگر ایسا نہ کریں گے تو ایسا اختلاف ان مقدمات میں حاصل ہو جائے گا کہ جو موجب نتیجہ نہ ہوگا۔

قولہ وضروبہا الناتجۃ:۔ اس کی نتیجہ دینے والی شکلیں آٹھ ہیں۔ کتاب اور اوپر ترجمہ سے معلوم کیجئے۔

اقول شرط انتاج الشکل الرّابع بحسب الکیفیۃ وَالکمیۃ احدی الامرین وھو اما ایجابُ المقدمتین مع کلیۃ الصغریٰ وَاختلافھما بالکیف مع کلیۃ احدھما وَذالک لانہ لولا احدھما لزم احد الامور الثلاثۃ اما سلب المقدمتین اوایجابھما مع جزئیۃ الصغریٰ واختلافھما بالکیف مع جزئیتھما وعلی التقادیر یتحقق الاختلاف الموجب لعدم الانتاج اما اذا کانتا سالبتین فلصدق قولنا لاشئ من الانسان بفرس ولاشئ من الحمار بانسان والحق السلب اولاشئ من الصاھل بانسان وَالحق الایجاب وَاما اذا کانتا موجبتین والصغریٰ جزئیۃ فلانہ یصدق قولنا بعض الحیوان انسان وکل ناطق حیوان مع حقیقۃ الایجاب اوکل فرس حیوان مَع حقیقۃ السلب۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں کہ شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرط باعتبار کیفیت اور کمیت کے دو باتوں میں سے ایک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں مقدمات کا موجبہ ہونا صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ۔ اور دونوں کا مختلف ہونا کیفیت میں دونوں میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے گی تو تین امور لازم آئیں گے۔ (۱) یا مقدمتین کا سلب یا دونوں کا ایجاب صغریٰ کے جزئیہ ہونیکے ساتھ۔ اور دونوں کا اختلاف کیف میں دونوں کے جزئیہ ہونے کے ساتھ۔ اور ان تقدیروں پر (یعنی ان صورتوں میں) وہ اختلاف متحقق ہوگا۔ جو عدمِ انتاج کا موجب ہوگا۔ (یعنی اس اختلاف کی وجہ سے نتیجہ برآمد نہ ہوگا) اَمّا اذا کانتا۔ بہرحال جب دونوں مقدمات سالبہ ہوں تو چونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشئ من الانسان بفرس ولاشئ من الحمار بالنسان۔ اور حق اس میں سلب ہے یا پھر ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشئ من الصاھل بالنسان اور اس میں ایجاب حق ہے۔ واما اذا کانتا موجبتان:۔ اور بہرحال جب دونوں مقدمات موجبہ ہوں۔ اور صغریٰ جزئیہ ہو (تو نتیجہ اس لئے نہ نکلے گا کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الحیوان انسان وکل ناطق حیوان اور ساتھ ہی ایجاب حق بھی ہے۔ یا پھر ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کل فرس حیوان۔ اور ساتھ ہی سلب اس میں حق ہے۔ (سلب کے حق ہونے کی صورت یہ ہے کہ یعنی نتیجہ حقہ وہ سلب ہے۔ جب کل فرس حیوان کے کبریٰ کو ہم بدل دیں اسلئے اور وہ ہے۔ لاشئ من الانسان بفرس)

تشریح:- شارح فرماتے ہیں کہ چوتھی شکل کے نتیجہ دینے کی کیفیت وکمیت دونوں ہی لحاظ سے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں مقدمات موجبہ ہوں۔ اور صغریٰ کلیہ ہوں۔ اور کیف میں اختلاف یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مقدمہ کلیہ ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر یہ دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے گی۔ تو تین باتیں لازم آئیں گی۔ (۱) دونوں مقدمات کا سلب (۲) دونوں کا ایجاب اور صغریٰ کا جزئیہ ہونا (۳) دونوں مقدمات کا کیف میں اختلاف اور دونوں کا جزئیہ ہونا۔ اور ان صورتوں میں ایسا اختلاف پیدا ہوگا جو موجب ہوگا عدم انتاج کو۔

واما اذا کانتا سالبتین:- بہرحال جب دونوں مقدمات سالبہ ہوں تو چونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشیٔ من الانسان بفرس۔ اور لاشیٔ من الحمار بالانسان۔ اور حق سلب ہے۔ یعنی اس ضرب کا نتیجہ سلب ہوگا (یعنی لاشیٔ من الفرس بحمار) یا پھر لاشیٔ من الصاہل بالانسان اور نتیجہ حق اس میں ایجاب ہے۔ اور وہ ہے کل فرس صاہل۔

قولہ واما اذا کانتا موجبتین:- اور بہرحال جب دونوں مقدمات موجبہ واقع ہوں اور صغریٰ جزئیہ تو نتیجہ اس وجہ سے برآمد نہ ہوگا کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الحیوان انسان۔ وکل ناطق حیوان۔ (اور نتیجہ حقہ اس صورت میں ایجاب ہے) یا نتیجہ کل فرس حیوان نکلے گا۔ (اور نتیجہ اس صورت میں سلب ہوگا)

وَاَمّا اذا کانتا مختلفتین بالکیف مع کونہما جزئیتین فلانّ الموجبة ان کانت صُغریٰ صدق قولنا بعض الناطق انسان وبعض الحیوان لیس بناطق او بعض الفرس لیس بناطق وَالصّادق فی الاوّل الایجاب وفی الثانی السلب وان کانت کبریٰ صدق بعض الانسان لیس بفرس وَ بعض الحیوان انسان وَالحق الایجاب او بعض الناطق انسان وَالحق السلب .

ترجمہ:- اور بہرحال جب دونوں مقدمات کیفیت میں مختلف ہوں اور ساتھ ہی دونوں جزئیہ بھی ہوں۔ (تو نتیجہ اس لیے برآمد نہ ہوگا) اس وجہ سے کہ موجبہ اگر صغریٰ ہوگا تو ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الناطق انسان وبعض الحیوان لیس بناطق یا پھر یہ قول صادق ہے کہ بعض الفرس لیس بناطق۔ اول میں ایجاب صادق اور دوسرے میں سلب صادق ہے۔ اور اگر موجبہ کبریٰ ہو (بجائے صغریٰ کے) تو یہ قول صادق ہے کہ بعض الانسان لیس بفرس وبعض الحیوان انسان۔ اور حق اس میں ایجاب ہے۔ یا پھر بعض الناطق انسان اور حق اس میں سلب ہے۔

تشریح:- شرائط نتیجہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جو خرابیاں لازم آتی ہیں۔ شارح ان کو اوپر سے بیان کررہے ہیں۔ اس عبارت میں اس صورت کو بیان کرتے ہیں کہ قولہ اما اذا کانتا مختلفتین بالکیف:- بہرحال جب دونوں مقدمات کیف میں مختلف ہوں اور ساتھ ہی جزئیہ بھی ہوں تو نتیجہ صحیح اس لیے نہ نکلے گا کہ موجبہ صغریٰ ہوگا

یا کبریٰ ہو گا۔ اگر مقدمتین میں سے صغریٰ موجبہ ہو تو ہمارا یہ قول صادق ہوگا کہ بعض الناطق انسان و بعض الحیوان لیس بناطق یا بعض الفرس لیس بناطق (پہلی صورت میں نتیجہ ایجاب کا درست ہے۔ اور ثانی میں نتیجہ سلب کا درست ہے)

قولہ و ان کانت کبریٰ:۔ اور اگر دونوں مقدمات میں سے کبریٰ موجبہ ہو بجائے صغریٰ کے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ بعض الانسان لیس بفرس و بعض الحیوان انسان۔ اور اس میں نتیجہ صحیح ایجاب ہے یا بعض الناطق انسان اور صحیح نتیجہ اس میں سلب ہے)

وضروبہ الناتجۃ بحسب ھذا الاشتراط ثمانیۃ لسقوط اربعۃ اضرب باعتبار عقم السالبتین وضربین لعقم الموجبتین مع جزئیۃ الصغریٰ وآخرین لعقم المختلفین من الجزئیتین الاول من موجبتین کلیتین ینتج موجبۃ جزئیۃ کقولنا کل ب ج وکل اب فبعض ج ا بعکس الترتیب ثم عکس النتیجۃ فانا اذا عکسنا الترتیب ارتد الی الشکل الاول ھکذا کل اب وکل ب ج ینتج کل اج وھو ینعکس الی بعض ج ا وھو المطلوب ولا ینتج کلیا لجواز ان یکون الاصغر اعم من الاکبر وامتناع حمل الاخص علی کل افراد الاعم کقولنا کل انسان حیوان وکل ناطق انسان مع ان الحق بعض الحیوان ناطق۔

ترجمہ:۔ ان شرطوں کی وجہ سے نتیجہ دینے والی اقسام آٹھ ہیں۔ اس لئے کہ چار صورتیں ساقط ہو گئیں۔ دونوں سالبہ کے بے نتیجہ ہونے کی وجہ سے۔ اور دو قسمیں ساقط ہو گئیں دونوں موجبہ کے بے نتیجہ ہونے کی بنا پر جبکہ صغریٰ جزئیہ بھی ہو۔ اور بعد کی دو ساقط ہو گئیں دونوں مقدمات کے باعتبار جزئیہ کے مختلف ہونے کی بنا پر۔ الاوّل:۔ آٹھ اقسام میں سے قسم اول وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وکل اب فبعض ج ا ترتیب کا عکس کر کے۔ پھر نتیجہ کا عکس کر کے۔ اس لئے کہ جب ہم نے ترتیب کا عکس کیا تو شکل اول کی طرف اس طرح لوٹ آیا کہ کل اب وکل ب ج نتیجہ کل اج نکلیگا۔ اور یہ قول منعکس ہوتا ہے بعض ج ا کی طرف۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔ ولا ینتج کلیا۔ اور اس صورت اولیٰ کا نتیجہ کلی نہیں نکلتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ مقدمات میں سے اصغر اعم اور اکبر اخص ہو۔ اور اخص کا حمل کرنا اعم کے ہر ہر فرد پر محال ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل انسان حیوان وکل ناطق انسان باوجودیکہ حق یہ ہے کہ بعض الحیوان ناطق نہ کہ تمام حیوان کا ناطق ہونا۔

تشریح:۔ شکل رابع کی نتیجہ دینے کی شرطوں کو مدنظر رکھ کر شارح فرماتے ہیں کہ اسکی نتیجہ دینے والی ضروب آٹھ ہیں۔ چار تو اس وجہ سے ساقط ہو گئیں کہ دونوں سالبہ بے نتیجہ ہیں۔ اور دو صورتیں اس وجہ سے کہ دونوں موجبہ

بے نتیجہ ہیں جبکہ صغریٰ جزئیہ بھی ہو۔ اور بقیہ دو صورتیں اس لئے ساقط ہو گئیں کہ دونوں مقدمات مختلف ہیں اور جزئیہ ہیں۔ بہرحال آٹھ میں سے شکل اول وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ کلیہ سے اور نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ جیسے کل ب ج وکل اب فبعض ج ا۔ نتیجہ صحیح نکلنے کی ترکیب یہ ہے کہ قیاس کی مذکورہ ترتیب کو عکس کردیں پھر نتیجہ کو عکس کردیں۔ ترتیب کے عکس کرنے کے بعد مثال یہ بن جائے گی کہ کل اب وکل ب ج۔ نتیجہ کل ا ج نکلے گا۔ اور اس نتیجہ کا عکس نکلے گا کہ بعض ج ا۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

قولہ ولا ینتج کلیاً۔ شارح فرماتے ہیں کہ اس قسم کا نتیجہ جزئیہ نکلتا ہے۔ کلیہ اس لئے نہیں نکلتا کہ جائز ہے کہ قیاس میں مقدمات میں سے اصغر اعم واقع ہو اور اکبر اخص واقع ہو۔ اور قاعدہ ہے کہ اخص کو اعم کے ہر فرد پر حمل نہیں کرسکتے۔ جیسے کل انسان حیوان وکل ناطق انسان باوجودیکہ صحیح یہ ہے کہ بعض الحیوان ناطق۔

الثانی من موجبتین والکبریٰ جزئیۃ ینتج موجبۃ جزئیۃ کقولنا کل ب ج وبعض اب فبعض ج ا بعکس الترتیب الخ کما مر الثالث من کلیتین والصغریٰ سالبۃ کلیۃ ینتج سالبۃ کلیۃ کقولنا لاشئ من ب ج وکل اب فلا شئ من ج ا بعکس الترتیب الخ کما مر الرابع من کلیتین والصغریٰ موجبۃ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا کل ب ج ولاشئ من اب فبعض ج لیس ا بعکس المقدمتین لیرجع الی الشکل الاول ھٰکذا بعض ج ب ولا شئ من ب ا فبعض ج لیس ا وھو المطلوب ولا ینتج کلیاً لاحتمال عموم الاصغر کقولنا کل انسان حیوان ولاشئ من الفرس بانسان مع ان الصادق لیس بعض الحیوان فرسا الخامس من موجبۃ جزئیۃ صغریٰ وسالبۃ کلیۃ کبریٰ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ب ج ولاشئ من اب فبعض ج لیس ا بعکس المقدمتین کما مر السادس من سالبۃ جزئیۃ صغریٰ وموجبۃ کلیۃ کبریٰ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا بعض ب لیس ج وکل اب فبعض ج لیس ا بعکس الصغریٰ لیرتد الی الشکل الثانی وینتج النتیجۃ المذکورۃ بعینھا السابع من موجبۃ کلیۃ صغریٰ وسالبۃ جزئیۃ کبریٰ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا کل ب ج وبعض الیس ب فبعض ج لیس ا بعکس الکبریٰ لیرجع الی الشکل الثالث وینتج النتیجۃ المطلوبۃ الثامن من سالبۃ کلیۃ صغریٰ وموجبۃ جزئیۃ کبریٰ ینتج سالبۃ جزئیۃ کقولنا لاشئ من ب ج وبعض اب فبعض ج لیس ا بعکس الترتیب لیرتد الی الشکل الاول ثم عکس النتیجۃ۔

ترجمہ:۔ اور آٹھ میں سے دوسری قسم وہ ہے جو مرکب ہو دونوں موجبہ سے اور کبریٰ اس میں جزئیہ ہو۔

نتیجہ موجبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے کل ب ج وبعض اب فبعض ج ا۔ قیاس کی مذکورہ ترتیب کو عکس کرکے بنیز جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ الثالث :۔ اور تیسری قسم جو مرکب ہو دونوں کلیہ سے اور صغریٰ ان میں سالبہ کلیہ ہو۔ نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول لاشیٔ من ب ج وکل اب فلاشیٔ من ج ا۔ مذکور ترتیب کا عکس کرکے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ الرابع من کلیتین :۔ چوتھی قسم مرکب ہوگی دونوں کلیہ سے اور صغریٰ موجبہ ہوگا۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے کل ب ج ولاشیٔ من اب فبعض ج لیس ا۔ دونوں مقدمات کا عکس لاکر تاکہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے۔ اس طرح بعض ج ب ولاشیٔ من ب افبعض ج لیس ا۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔ اور اسکا نتیجہ کلی اس لئے نہیں نکلتا کہ احتمال ہے کہ اصغر میں عموم پایا جاتا ہو۔ جیسے کل انسان حیوان ولاشیٔ من الفرس بانسان اس کے باوجود کہ یہ قول صادق ہے کہ لیس بعض الحیوان فرسا۔ والخامس :۔ اور پانچویں قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب ج ولاشیٔ من اب فبعض ج لیس ا۔ دونوں مقدمات کا عکس کرکے۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ السادس :۔ اور چھٹی قسم وہ ہے جو مرکب ہو سالبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول بعض ب لیس ج وکل اب فبعض ج لیس ا۔ صغریٰ کا عکس کرکے۔ تاکہ شکل ثانی بن جائے۔ اور مذکورہ نتیجہ بعینہ برآمد ہو جائے۔ السابع اور ساتویں قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ صغریٰ اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے نتیجہ نکلے گا سالبہ جزئیہ۔ جیسے ہمارا قول کل ب ج وبعض الیس ب فبعض ج لیس ا۔ کبریٰ کا عکس لاکر تاکہ شکل ثالث کی جانب لوٹ جائے۔ اور مطلوبہ نتیجہ بھی دے۔ الثامن :۔ اور آٹھویں قسم وہ ہے جو مرکب ہو سالبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ لاشیٔ من ب ج وبعض ب ا۔ فبعض ج لیس ا۔ ترتیب کو عکس کرکے، تاکہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے۔ پھر نتیجہ کا عکس کرکے۔

تشریح :۔ شارح نے ترتیب وار اول ثانی ثالث اور رابع وغیرہ آٹھوں اقسام کو آسان انداز میں بیان کردیا ہے۔ ترجمہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ ہر شکل کو سمجھنے کیلئے ان کی ہدایت کے مطابق مثال لکھ کر سمجھنا چاہیے۔ پھر جہاں صغریٰ یا کبریٰ یا نتیجہ کا عکس کرنے کو بتائیں وہاں اس کے مطابق اصل قیاس سے مثال سامنے رکھ کر عکس کرنا چاہئے۔ انھوں نے اصل قیاس پھر عکس دونوں طرح کی مثال دے دے کر واضح کردیا ہے۔

وترتیب هٰذه الضروب لیس باعتبار انتاجها لانها لبعدها عن الطبع لم یعتد بانتاجها بل باعتبار انفسها فلابد من تقدیم الاوّل لانه من موجبتین کلیتین والایجاب الکلی اشرف الاربع وقدم الثانی ایضا وان کان الثالث والرّابع من کلیتین والکلی اشرف وان کان سلبًا من الجزئی وانکان ایجابا لمشارکته للاوّل فی ایجاب المقدمتین وفی احکام الاختلاط

کما ستعرفہ ثم الثالث لارتدادہ الی الشکل الاوّل بعکس الترتیب ثم الرابع لکونہ اخص من الخامس ثم الخامس علی السادس لارتدادہ الی الشکل الاوّل بعکس المقدمتین ثم السادس والسابع علی الثامن لاشتمالهما علی الایجاب الکلی دونہ وقدم السادس علی السابع لارتدادہ الی الشکل الثانی دون السابع۔

ترجمہ :۔ اور ان اقسام کی ترتیب ان کے نتائج کی وجہ سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ضروب طبیعت سے بعید ہیں۔ ان کے نتائج قابل اعتبار نہیں ہیں۔ بلکہ ان اقسام کی ترتیب خود ان ہی کی وجہ سے ہے۔ پس اول کو مقدم کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ اس کے دونوں مقدمات موجبہ کلیہ سے مرکب ہیں۔ اور ایجاب کلی چاروں محصورات میں اشرف ہے۔ وقدم الثانی ایضاً :۔ نیز قسم ثانی کو اس وجہ سے مقدم کیا گو قسم ثالث اور رابع بھی دونوں کلیات سے مرکب ہیں۔ اور کلی اشرف ہے اگرچہ جزئی سے سلب ہو اور گو موجبہ ہی ہو۔ کیونکہ دونوں قسم اول کے ساتھ شریک ہے۔ دونوں مقدمات کے موجبہ ہونے میں اور احکام کے اختلاط میں۔ جیسا کہ تم آئندہ پہچان لوگے۔
پھر ترتیب میں قسم ثالث کو رکھا۔ اس وجہ سے کہ وہ ترتیب کے عکس کرنے میں شکل اول کی جانب لوٹتی ہے۔ پھر رابع کو رکھا اس لئے کہ وہ قسم خامس سے اخص ہے۔ پھر خامس کو سادس پر مقدم ذکر کیا۔ اس لئے کہ دونوں مقدمات کے عکس کرنے میں وہ شکل اول کی طرف لوٹتی ہے۔ پھر قسم سادس اور سابع کو ثامن پر مقدم کیا کیونکہ وہ دونوں ایجاب کلی پر مشتمل ہیں۔ نہ کہ آٹھویں قسم۔ اور سادس کو سابع پر اس لئے مقدم کیا اس لئے کہ وہ شکل ثانی کی طرف لوٹتی ہے۔ اور سابع نہیں لوٹتی۔

تشریح :۔ شارح نے ان آٹھوں اقسام کی ترتیب کے سلسلے میں ایک بات یہ بتائی کہ ترتیب ان کی ذاتی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔ ان کے نتائج کے پیش نظر نہیں ہے۔ پھر ہر ایک کی خصوصیت الگ الگ بیان کی ہے جو کہ آسان ہے۔ ترجمہ سے آپ بہ آسانی سمجھ لیں گے۔

قَالَ ویمکن بیان الخمسة الاُوَل بالخلف وھو ضم نقیض النتیجة الی احد المقدمتین لینتج ما ینعکس الی نقیض الاخری والثانی والخامس بالافتراض ولنبین ذالک فی الثانی لیقاس علیہ الخامس ولیکن البعض الذی ھو ا فکل د ا وھو ب فنقول کل ب ج وکل د ب فبعض ج د ثم نقول بعض ج د وکل د ا فبعض ج ا وھو المطلوب۔

ترجمہ :۔ ان اقسام میں سے پہلی پانچ کا بیان دلیل خلف سے بھی ممکن ہے۔ اور دلیل خلف دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کے ساتھ نتیجہ کی نقیض کو ملا دینے کا نام ہے تاکہ نتیجہ وہ نکلے کہ جو دوسرے کی نقیض کی طرف

منعکس ہو اور قسم ثانی اور خامس کا بیان دلیل افتراض کے ذریعہ۔ اور اس کو ہم قسم ثانی میں بیان کردیں گے، تاکہ اسی پر قسم خامس کو قیاس کیا جاسکے۔ اور چاہیے اگر وہ بعض ہو کر اذ ہے فکل دا ذکل د ب۔ پس ہم کہتے ہیں کہ کل ب نج دکل د ب فبعض نا د۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ بعض ج د دکل دا فبعض ج ا۔ اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح:۔ ماتن نے اس مقالے میں آخر میں پانچ اقسام کا بیان دلیل خلف سے بھی کیا ہے۔ دلیل خلف کی تعریف یہ ہے کہ وہ نتیجہ کی نقیض کو احدی المقدمتین سے ملانا تاکہ نتیجہ وہ نکلے جو عکس ہو دوسرے مقدمہ کی نقیض کے۔ اور قسم ثانی و ثالث کو دلیل افتراض سے بیان کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ دلیل افتراض فقط قسم ثانی میں بیان کریں تاکہ قسم خامس کو اسی پر قیاس کرلیا جائے۔ تفصیلات شارح بیان کریں گے۔

اقول یمکن بیان انتاج الضروب الخمسة الاول بالخلف وھوان یضم نقیض النتیجة الی احدی المقدمتین لینتج ماینعکس الی نقیض الاخری اما فی الضربین الاذین المنتجین للایجاب فیجعل نقیض النتیجة لکونہ کلیا کبری وصغری القیاس لایجابہا صغری فینتظمان علی ھیئة الشکل الاول کمامر فی الخلف المستعمل فی الشکل الثالث ویحصل نتیجة تنعکس الی ما ینافی الکبری فلو لم یصدق بعض ج ا لصدق لاشئی من ج ا فنجعلہا کبری لصغری القیاس وھی کل ب ج لینتج لاشئی من ب ا وتنعکس الی لاشئی من ا ب وھو یضاد کبری الضرب الاول وتناقض کبری الضرب الثانی واما فی الضرب المنتجة للسلب فیجعل نقیض النتیجة لایجابہ صغری وکبری القیاس لکلیتہا کبری کما عملنا فی الضرب الاول من الشکل الثانی لینتج من الشکل الاول نتیجة تنعکس الی ما ینافی الصغری مثلا لو لم یصدق لاشئی من ج ا لصدق بعض ج ا فنجعلہا صغری لکبری القیاس وھو کل ا ب لینتج بعض ج ب فبعض ب ج وقد کان صغری القیاس لا شئی من ب ج ھذا خلف۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں پچھلی پانچوں قسموں کا بیان دلیل خلف سے بھی ممکن ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نتیجہ کی نقیض کو مقدمتین میں سے کسی ایک کے ساتھ ملادیں تاکہ نتیجہ نکلے جو دوسرے کی نقیض کی طرف منعکس ہو۔ بہرحال پہلی دونوں قسموں میں جو کہ ایجاب کا نتیجہ دیتی ہیں۔ پس کردیا جائے نتیجہ کی نقیض کیونکہ وہ کلی ہے کبری اور قیاس کے صغری کو۔ کیونکہ وہ موجبہ ہے۔ اس کا صغری قرار دیدیا جائے۔ تو یہ شکل اول کی ہیئت کے تیار ہوجائیں گے۔ جیساکہ اس دلیل خلف میں گذرچکا ہے جو کہ شکل ثالث میں بیان کیا تھا۔ اور ایسا نتیجہ حاصل ہوگا کہ جو کبری کے منافی ہوگا۔ پس اگر بعض ج ا صادق نہ ہوگا تو لاشئی من ج ا صادق ماننا پڑے گا۔ پس اس کو ہم قیاس کے

صغریٰ کے لئے کبریٰ بناتے ہیں اور وہ کل ب ج ہے۔ تاکہ نتیجہ نکلے لاشیٔ من ب ا اس کا عکس آئے گا کہ لاشیٔ من اب۔ اور یہ شکل اول کے کبریٰ کی ضد ہے۔ اور ضرب ثانی کے کبریٰ کی نقیض ہے۔

واما فی الضروب المنتجۃ للسلب :۔ بہرحال ان اقسام میں کہ جو سلب کا نتیجہ دیتی ہیں۔ پس نتیجہ کی نقیض کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغریٰ بنادیا جائے اور قیاس کے کبریٰ کو کلیہ ہونے کی وجہ سے کبریٰ بنادیا جائے جیسا کہ ہم نے شکل ثانی کی ضرب اول میں عمل کیا ہے۔ تاکہ دونوں شکل اول سے نتیجہ دیں۔ ایسا کہ جو صغریٰ کے منافی ہو۔ مثلاً لولم یصدق لاشیٔ من ج الصدق بعض ج ا۔ اس کو ہم قیاس کے کبریٰ کے لئے صغریٰ قرار دیتے ہیں اور وہ کل اب ہے۔ تاکہ نتیجہ نکلے بعض ج ب منبعض ب ج حالانکہ قیاس کا صغریٰ لاشیٔ من بَ ج تھا۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔

تشریح :۔ ماتن کی طرح شارح نے بھی پانچوں اقسام کو دلیل خلف سے بیان فرمایا ہے۔ دلیل خلف کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ قیاس کے دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کے ساتھ نقیض نتیجہ کو ملا دینا۔ تاکہ نتیجہ وہ نکلے جو دوسرے کی نقیض کا عکس ہو۔ بہرحال وہ دونوں اقسام جن کا نتیجہ موجبہ آتا ہے پس نتیجہ کی نقیض کو کلیہ ہونے کی وجہ سے کبریٰ بنادیں۔ پھر قیاس کے صغریٰ کو کیونکہ وہ موجبہ ہے۔ اس کا صغریٰ بنادیں۔ تو یہ شکل اول کی صورت میں تیار ہو جائیں گے۔ اور نتیجہ وہ حاصل ہوگا کہ جو کبریٰ کے منافی ہو۔ لولم یصدق بعض ج الصدق لاشیٔ من ج ا۔ پس اس کو ہم قیاس کے کبریٰ کے لئے صغریٰ بناتے ہیں۔ اور وہ کل اب ہے۔ تاکہ نتیجہ بعض ج ب فبعض ب ج نکل آئے۔ حالانکہ قیاس کا صغریٰ لاشیٔ من بَ ج تھا۔ اور یہ خلافِ مفروض ہے۔

وکذالک یمکن بیان الضرب الثانی والخامس بالافتراض اما بیانہ فی الثانی فھو ان یفرض البعض الذی وھو ا د فکل د ج وکل د بَ فنضم کل د بَ کبریٰ الی صغریٰ القیاس ونقول کل بَ ج وکل د بَ ینتج من اول ھذا الشکل بعض ج د ونجعلھا صغریٰ لکل د ا لینتج من الشکل الاول بعض ج ا وھو المط واما بیانہ فی الخامس فھو ان یفرض البعض الذی ھو بَ د فکل د ب وکل د ج ثم نقول کل د ب و لا شیٔ من ا بَ ینتج من الشکل الثانی لاشیٔ من د ا نجعلھا کبریٰ لکل د ج لینتج من الثالث بعض ج لیس ا وھو المط اعلم ان تحصل الافتراض ان یؤخذ مقدمۃ من مقدمتی القیاس ویجعل وصفا موضوعھا ومحمولھا علی ذات الموضوع فتحصل مقدمتان کلیتان وان کانت مقدمۃ القیاس جزئیۃ لاعتبار سائر افراد ذالک البعض وتضمنھا بہ فان قلت ربما لا یتعدد ذات الموضوع بل یکون منحصرا

فی فرد واحد فلا یحصل کلیة لاقتضاء الکل تعدد الافراد فنقول ح یحصل قضیتان شخصیتان وقد سمعت ان الشخصیات فی الانتاج بمنزلة الکلیات علی ان ذالک لا یکون الا نادرا ثم لا شک ان احد الوصفین هو الحد الاوسط فی القیاس فیکون احدی مقدمتی الافتراض محمولها الحد الاوسط فتنتظم هذه المقدمة الافتراضیة مع المقدمة الاخریٰ القیاسیة وتنتج نتیجة اذا انضمت الی المقدمة الاخریٰ الافتراضیة تحصل النتیجة المطلوبة ففی الافتراض قیاسان وزعم القوم ان احدهما لابد ان یکون علی نظم الشکل الاول والاخر علی نظم ذالک الشکل المطلوب انتاجه وهو لیس بصحیح علی الاطلاق لان الافتراض فی خامس هذا الشکل لیس کذالک بل احد القیاسین فیه من الشکل الثانی والاخر من الشکل الثالث۔

ترجمہ :۔ اسی طرح ضرب ثانی کا بیان بھی ممکن ہے اور ضرب خامس دلیل افتراض سے۔ اور بہرحال اس کا بیان ثانی میں تو وہ یہ ہے کہ بعض فرض کیا جائے اور وہ اد ہے۔ فکل دا دکل دب۔ پس ہم دب کبریٰ کو قیاس کے صغریٰ سے ملاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کل ب ج دکل دب تو نتیجہ اس شکل کے اول سے نکلے گا کہ بعض ج اہے۔ اور وہی مطلوب ہے۔

واما بیانه فی الخامس :۔ اور بہرحال افتراض کا بیان پانچویں قسم میں تو وہ یہ ہے کہ بعض جو کہ دب ہے فرض کیا جائے۔ لہٰذا پس کل دب دکل دج پھر اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ کل دب ولاشیٔ من اب نتیجہ شکل ثانی سے آئے گا کہ لاشیٔ من دا۔ اس کو ہم کل دج کا کبریٰ بناتے ہیں۔ تاکہ ثالث کا نتیجہ نکل آئے کہ بعض ج لیس ا۔ اور یہی مطلوب ہے۔

اعلم ان لمحصل الافتراض :۔ اور تو جان کہ افتراض کا ماحصل یہ ہے کہ قیاس کے دونوں مقدموں میں سے ایک مقدمہ لیا جائے۔ اور اس کے موضوع ومحمول کو وصف بنا کر ذات موضوع پر حمل کیا جائے تو مقدمات کلیہ حاصل ہو جائیں گے۔ گو قیاس کا مقدمہ جزئیہ ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اس میں اس بعض کے سارے افراد کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور اس کا نام بھی اسی کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

فان قلت :۔ پس اگر اعتراض کرے کہ بسا اوقات ذات موضوع میں تعدد نہیں ہوتا بلکہ وہ فرد واحد ہی میں منحصر ہوتا ہے۔ پس کلیہ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کل تعداد افراد کا تقاضا کرتا ہے۔

فنقول :۔ تو ہم جواب دیں گے کہ اس صورت میں دو قضیے شخصیہ حاصل ہوں گے۔ اور تم نے سنا ہوگا کہ قضایا شخصیہ نتیجہ دینے میں کلیات کے درجہ میں ہوتے ہیں علاوہ اس کے یہ نادر الوقوع ہے۔ پھر اس میں شک نہیں ہے کہ قیاس میں حد اوسط احد الوصفین ہوتا ہے۔ پس دلیل افتراض کے دو مقدمات میں سے

ایک مقدمہ کا محمول حد اوسط ہوگا۔ پس یہ مقدمہ افتراضیہ ملایا جائیگا دوسرے مقدمہ قیاسیہ کے ساتھ اور نتیجہ دے گا جب کہ اس کو دوسرے مقدمہ افتراضیہ کے ساتھ ملادیا جائیگا تو مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو جائے گا۔ لہٰذا افتراض میں بھی قیاس پایا جاتا ہے۔ اور قوم نے گمان کیا ہے کہ دونوں میں سے ایک شکل اول کی ترتیب پر دوسرا اس شکل کے نظم پر ہوا کرتا ہے۔ جبکہ نتیجہ مطلوب ہے۔ اور یہ مطلقاً صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس شکل خامس میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ احد القیاسین اس میں شکل ثانی سے ہیں۔ اور دوسرا شکل ثالث سے۔

تشریح :۔ قولہ واعلم ان محصل الافتراض :۔ شارح نے اس جگہ دلیل افتراض کا طریقہ بیان کیا ہے۔ ان یوخذ مقدمۃ کہ اصل قیاس کے دونوں مقدمات یعنی صغریٰ و کبریٰ میں سے کوئی ایک مقدمہ لے لو۔ اور اس کو ذات موضوع پر حمل کرو، اس طریقہ سے دو مقدمات حاصل ہو جائیں گے دونوں کلیہ ہوں گے۔ اگر ان میں سے کوئی مقدمہ جزئیہ بھی ہو تب بھی قضیہ کلیہ ہی نکلیں گے۔ قولہ ثم لاشک یہ قیاس میں دو وصفوں میں سے ایک وصف تو حد اوسط ہوتا ہے۔ لہٰذا افتراض کے دونوں مقدموں میں سے ایک مقدمہ کا محمول حد اوسط ہو جائے گا۔ پس یہ زعمی مقدمہ اخری قیاسیہ کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ اور نتیجہ دے گا جبکہ مقدمہ اخریٰ افتراضیہ کے ساتھ مرکب ہوگا تو مطلوبہ نتیجہ دے گا لہٰذا ثابت ہوا کہ افتراض میں دو قیاس ہوتے ہیں۔

قولہ وزعم القوم :۔ مناطقہ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں قیاسوں میں سے ایک قیاس کیلئے ضروری ہے کہ وہ شکل اول کی ترتیب پر ہو۔ اور دوسرا قیاس اس شکل کی ترتیب پر ہو جس کا اس وقت نتیجہ مطلوب ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس شکل کی پانچویں قسم میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو دونوں قیاس میں سے ایک شکل ثانی کی ترتیب پر واقع ہے اور دوسرا شکل ثالث کی ترتیب پر۔

وَالافتراض فی ثانیۃ ایضاً لا یجب ان یقرر کما قررہ فانہ یمکن ان یبین بحیث یکون القیاس الاول من الشکل الاول وَالثانی من الثالث علی ان الاستنتاج من الاول والثالث اظہر وابین من الاستنتاج من الرابع وَالاول ثم انک تراہم یفترضون فی باب العکوس فی الکلیات والجزئیات وَلا یفترضون فی باب الاقیسۃ الا فی الجزئیات ولعلہ ایضاً لیس بمستقیم مطلقاً بل الافتراض فی الشکل الثانی وَالثالث لا یتم فی المقدمۃ الکلیۃ لان احد قیاسیہ امر غیر مشتمل علی شرائط الانتاج او مرتب علی ہیئۃ الضرب الغیر المنتج واما الافتراض فی الشکل الرابع فقد یتم فی المقدمۃ الکلیۃ کما فی کبری الضرب الاول وصغری الضرب الرابع وعلیک الاعتبار والامتحان بما اعطیناک من القانون الکلی

ترجمہ :- اور افتراض ثانیہ میں بھی ضروری نہیں ہے۔ کہ ثابت ہو جیساکہ مناطقہ نے ثابت کیا ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ اس طرح بیان کیا جائے کہ کیاس اول تو شکل اول کی ترتیب پر ہو۔ اور قیاس ثانی شکل ثالث کی ترتیب پر مشتمل ہو اس کے علاوہ نتیجہ کا نکالنا اول اور ثالث سے زیادہ ظاہر ہے۔ اور زیادہ واضح ہے بمقابلے رابع اور اول سے نتیجہ حاصل کرنے کے۔

ثم انک تراھم :- پھر اے مخاطب تم نے مناطقہ کو دیکھا ہوگا کہ عکوس کے باب میں یہ لوگ کلیات وجزئیات دونوں میں فرض کرتے ہیں۔ اور قیاسیات کے باب میں صرف جزئیات سے فرض کرتے ہیں یہ بھی مطلقاً درست نہیں ہے۔ بلکہ افتراض شکل ثانی وثالث میں مقدمہ کلیہ میں تام نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے دونوں قیاسوں میں سے ایک انتاج کے شرائط پر پورا نہیں اترتا۔ یا پھر وہ اس قسم کی ہیئت پر ترتیب دیا جاتا ہے کہ جس ضرب کا نتیجہ مطلوب ہے۔

واما الافتراض فی الشکل الرابع :- بہر حال شکل رابع میں دلیل افتراض کا اجراء تو وہ مقدمۂ کلیہ میں تام ہوتا ہے۔ جس طرح بر کہ ضرب اول کے کبریٰ میں ضرب رابع کے صغریٰ میں تام ہوتا ہے۔ مگر ان کا اعتبار اور قیاس کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ نیز ہم نے جو اوپر قانون کلی تحریر کر دیا ہے۔ اس کے سمجھنے نہ سمجھنے کا امتحان بھی ہے۔

تشریح :- الافتراض فی الثانیۃ :- دلیل افتراض کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک اوپر گذر چکی ہے۔ دوسری اس جگہ بیان کی گئی ہے۔ دلیل افتراض دوسرے قیاس میں اس طرح تقریر نہ ہوگی جس طرح دوسرے اہل منطق نے تقریر کی ہے۔ کیونکہ اس کا بیان اس طرح ممکن ہے کہ قیاس اول تو شکل اول سے اور قیاس ثانی ثالث سے مرکب ہو۔

قولہ علی ان الاستنتاج :- اس کے علاوہ نتیجہ حاصل کرنا اول اور ثالث سے زیادہ واضح ہے۔ بمقابلے اس کے کہ نتیجہ رابع اور اول سے حاصل کیا جائے۔

قولہ ثم انک تراھم :- اہل منطق کا ایک طریقہ اور بھی ہے جو ہم کو پسند نہیں کہ عکس کے ابواب میں تو وہ کلیات اور جزئیات ہر ایک میں فرض کر لیتے ہیں مگر قیاسات کے ابواب میں صرف جزئیات سے دلیل افتراض قائم کرتے ہیں۔ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔

بل الافتراض فی الشکل الثانی :- بلکہ دلیل افتراض شکل ثانی اور ثالث میں مقدمہ کلیہ میں تام ہی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ دو قیاس میں سے ایک شرائط انتاج پر مشتمل نہیں ہوتا۔ یا پھر اس ہیئت پر مرتب ہوتا کہ جس ضرب کا نتیجہ مطلوب ہو۔ **اما الافتراض فی الرابع :-** بہر حال دلیل افتراض شکل رابع میں تو وہ مقدمہ کلیہ سے تام ہو جاتا ہے۔ جیساکہ ضرب اول کے کبریٰ اور ضرب رابع کے صغریٰ سے تام ہو جاتا ہے۔ ہم نے اصول بیان کر دیئے ہیں۔ آپ خود قیاس کر لیجئے۔

قال وَالمتقدمون حصروا الضروب الناتجة فی الخمسة الاول وذکروا لعدم انتاج الثلاثة الاخیرة الاختلاف فی القیاس من بسیطتین ونحن نشترط کون السالبة فیهما من احدی الخاصتین فیسقط ما ذکروه من الاختلاف اقول المتقدمون کانوا یحصرون الضرب المنتجة فی هٰذا الشکل فی الخمسة الاول وکان عندهم ان الضروب الثلاثة الاخیرة عقیمة لتحقق الاختلاف فیها امّا فی الضرب السادس فلصدق قولنا لیس بعض الحیوان بانسان وکل فرس حیوان وَالحق السلب او کل ناطق حیوان وَالحق الایجاب وَامّا فی السابع فلانہ یصدق قولنا کل انسان ناطق وبعض الفرس لیس بانسان وَالحق السلب او بعض الحیوان لیس بانسان والحق الایجاب واما فی الثامن فکقولنا لاشیٔ من الانسان بفرس وبعض الناطق انسان او بعض الحیوان انسان فاشار المصنف الی جوابہ بان بیان الاختلاف فی هٰذه الضروب انما یتم اذا کان القیاس مرکبا من المقدمات البسیطة لکنا نشترط فی انتاجها ان یکون السالبة المستعملة فیها من احدی الخاصتین فلا ننهض ذالک النقوض علیها.

ترجمہ :- اور متقدمین مناطقہ نے نتیجہ دینے والی ضروب کو پہلی پانچ قسموں میں حصر کیا ہے۔ اور بقیہ تینوں اخیر کی اقسام کے نتیجہ نہ دینے کی وجہ یہ لکھا ہے کہ دونوں بسیطہ سے قیاس کرنے میں اختلاف ہے۔ اور چونکہ ہم نے شرط لگادی ہے کہ سالبہ ان میں دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہوگا لہٰذا جو اختلاف کہ انہوں نے بیان کیا وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اقول المتقدمون :- شارح فرماتے ہیں کہ متقدمین حصر کرتے تھے ضرب منتجہ کا اس شکل میں (آٹھ میں سے) صرف پہلی پانچ اقسام میں۔ اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ باقی تینوں ضروب اخیرہ عقیمہ ہیں۔ اس لئے کہ ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہرحال ضرب سادس میں تو اس لئے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لیس بعض الحیوان بانسان وکل فرس حیوان۔ اور اس قیاس کا نتیجہ سالبہ ہے۔ یا پھر قیاس کل ناطق حیوان۔ نتیجہ ایجاب ہے۔ واما فی السابع :- اور ساتویں قسم میں تو اس وجہ سے ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کل انسان ناطق وبعض الفرس لیس بانسان۔ اور اس قیاس کا نتیجہ سالبہ ہے۔ یا پھر قیاس بعض الحیوان لیس بانسان ہے۔ اور نتیجہ ایجاب ہوگا۔ واما فی الثامن :- اور بہرحال آٹھویں شکل کے نتیجہ نہ صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہمارا قول لاشیٔ من الانسان بفرس وبعض الناطق انسان یا بعض الحیوان انسان۔ اس لئے مصنف ماتن نے ان کے اس اختلاف کے جواب کی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ اختلاف کا بیان ان ضروب

میں اس وقت پورا ہو سکے گا جبکہ قیاس مرکب ہو مقدمات بسیطہ سے۔ لیکن ہم تو شرط یہ لگاتے ہیں کہ ان کے نتائج میں کہ وہ سالبہ جو ان قیاسات میں مستعمل ہو وہ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہونا چاہیے۔ اس قید کے لگ جانے کے بعد مذکورہ اختلاف یا اعتراض وارد نہ ہو سکے گا۔

واعلم ان انتاجها بناء علی انعکاس السالبة الجزئية الخاصة كنفسها لان السادس والسابع انما يرتدان الى الثانی والثالث بعكسهما والثامن انما ينتج لو كان بحيث اذا ابدل مقدمتاه يحصل من الشكل الاول سالبة خاصة تنعكس الى النتيجة المطلوبة ولم يظهر للمتقدمين انعكاسها واتفق لبعض الافاضل من المتاخرين ان وقف عليه فبين ذالك۔

ترجمہ:۔ جان تو کہ ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس کنفسہا آتا ہے۔ اس لئے قسم سادس اور سابع ثانی و ثالث کی عکس کی جانب لوٹتی ہیں۔ اور ضرب ثامن نتیجہ اس وقت دیتی ہے کہ جب اس کے دونوں مقدمات بدل دیئے جائیں تو شکل اول نئے سالبہ خاصہ حاصل ہو۔ اور اس کا عکس نتیجہ مطلوبہ آتا ہو۔ اور دونوں مقدمات کا منعکس ہونا ظاہر نہ ہو۔ اور متاخرین اگر اس پر واقف ہوتے تو اس کو بیان کرتے۔

تشریح:۔ ان ضروب کے نتیجہ دینے کا سبب یہ سالبہ جزئیہ خاصہ کا عکس کنفسہا آنا ہے کیونکہ ضرب سادس و سابع ضرب ثانی و ثالث کے عکس کی جانب لوٹتی ہیں۔ آٹھویں قسم کے نتیجہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کے دونوں مقدمات تبدیل کر دیئے جائیں تو شکل اول سے سالبہ خاصہ حاصل ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ مطلوبہ ہوتا ہے مگر متقدمین کے ذہنوں میں یہ بات نہیں آئی۔ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اگر یہ وجہ ان پر ظاہر ہو جاتی تو بیان ضرور کرتے۔

قال الفصل الثانی فی المختلطات اما الشكل الاول فشرطه بحسب الجهة فعلية الصغرى

اقول المختلطات هی الاقيسة الحاصلة من خلط الموجهات بعضها مع بعض وعند اعتبار الجهات فی المقدمات يعتبر لانتاج الاشكال شرائط اما الشكل الاول فشرطه باعتبار الجهة ان يكون الصغرى فعلية فانها لو كانت ممكنة لم يجب تعدى الحكم من الاوسط الى الاصغر لان الكبرى تدل على ان كل ما هو اوسط بالفعل محكوم عليه بالاكبر والاصغر ليس مما هو اوسط بالفعل بل بالامكان فجاز ان يبقى بالقوة ولا يخرج منها الى الفعل

فلم يتحد الحكم من الاوسط اليه مثلا يصدق في الفرض المذكور كل حمار مركوب زيد بالامكان العام وكل مركوب زيد بالفعل فرس بالضرورة ولا يصدق كل حمار فرس بالامكان العام لان معنى الكبرى ان كل ما هو مركوب زيد بالفعل فهو فرس بالضرورة والحمار ليس بمركوب زيد بالفعل اصلا فالحكم على المركوب بالفعل لا يتعدى اليه۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا کہ دوسری فصل مختلطات کے بیان پر مشتمل ہے۔ بہر حال شکل اول تو اس کی شرط انتاج باعتبار جہت کے صغریٰ کا فعلیہ ہونا ہے۔ اقول :- شارح فرماتے ہیں کہ مختلطات سے وہ قیاس مراد ہیں جو موجہات کو ایک دوسرے سے ملانے سے حاصل ہوں۔ اور مقدمات میں جہت کا اعتبار کرنے سے شکلوں کے نتیجہ دینے میں بعض شرائط کا اعتبار کیا گیا ہے۔ بہر حال شکل اول پس اس کی شرط باعتبار جہت کے یہ ہے کہ صغریٰ فعلیہ ہو۔ اس لئے کہ اگر صغریٰ ممکنہ ہوگا تو حکم کی تعدی اوسط سے اصغر کی جانب نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کہ کبریٰ دلالت کرتا ہے کہ اوسط بالفعل اکبر کا محکوم علیہ ہے۔ حالانکہ اصغر میں یہ نہیں ہے کہ اوسط بالفعل اصغر بلکہ بالامکان ہوتا ہے۔ پس جائز ہے کہ بالقوہ باقی رہے (یعنی بالامکان) اور اس سے فعل کی جانب خروج نہ ہو۔ لہٰذا اوسط سے حکم اس کی طرف متعدی نہ ہو سکے گا۔ مثلاً مذکورہ فرض کردہ صورت میں یہ قول صادق ہے کہ کل حمار مرکوب زید بالامکان العام وکل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ۔ اور صادق نہیں ہے یہ قول کہ کل حمار فرس بالامکان العام۔ اس لئے کہ کبریٰ کے معنیٰ ہیں کل ما ھو مرکوب زید بالفعل فہو فرس بالضرورۃ والحمار لیس بمرکوب زید بالفعل اصلاً۔ پس مرکوب کا حکم بالفعل اس کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔

تشریح :- شارح فرماتے ہیں۔ المختلطات :- وہ قیاسات ہیں جو موجہات میں سے بعض کو بعض کے ساتھ رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جس وقت جہت کا اعتبار مقدمات کیا جائے گا تو شکلوں کے نتیجہ میں بھی شرطوں کا لحاظ کرنا ہوگا۔

اما الشکل الاول فشرطہا :- بہر حال پس شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط باعتبار جہت کے یہ ہے کہ صغریٰ فعلیہ ہو۔ اس لئے کہ اگر صغریٰ ممکنہ ہوگی تو حکم کا متعدی ہونا اوسط سے اصغر کی جانب ضروری نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کبریٰ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ جو بالفعل اوسط ہے۔ وہ اکبر میں محکوم علیہ ہے۔ حالانکہ اصغر اوسط بالفعل نہیں ہے۔ بلکہ امکانی ہے۔ لہٰذا جائز ہے کہ وہ بالقوہ باقی رہ جائے۔ اور فعل کی جانب خروج نہ کرے۔ لہٰذا اوسط کا حکم اس بات کی جانب متعدی نہ ہو سکے گا۔ مثلاً مذکورہ فرض کے مطابق یہ قول صادق ہے کہ کل حمار مرکوب زید بالامکان العام اور کل مرکوب زید بالفعل فرس بالضرورۃ مگر یہ قول صادق نہیں ہے کہ کل حمار فرس بالامکان العام۔ اس لئے کہ کبریٰ کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ ماھو مرکوب زید بالفعل فہو فرس بالضرورۃ والحمار لیس بمرکوب زید بالفعل اصلاً۔ لہٰذا حکم مرکوب بالفعل اس کی طرف متعدی نہ ہوگا۔

قال وَ النتیجۃ فیہ کالکبریٰ ان کانت غیر المشروطتین وَ العرفیتین والا فکالصغریٰ محذوفا عنہا قید اللادوام وَ اللاضرورۃ وَ الضرورۃ المخصوصۃ بالصغریٰ ان کانت الکبریٰ احدی العامتین وبعد ضم اللادوام الیہا ان کانت احدی الخاصتین.

ترجمہ :- ماتن نے کہا۔ اور نتیجہ اس میں کبریٰ کی مانند ہوگا۔ اگر دونوں مشروطہ نہ ہوں اور نہ دونوں عرفیہ ہوں۔ ورنہ پس صغریٰ کی مانند ہوگا۔ جس سے لاضرورۃ اور لادوام کی قید کو حذف کردیا گیا ہو۔ اور ضرورت کی قید صغریٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر کبریٰ دونوں عامہ میں سے ایک ہو۔ اور لادوام کی قید کو اس کی طرف ملادیا گیا ہو۔ اگر دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہو۔

تشریح :- نتیجہ کے سلسلے میں ماتن کا کلام بہت مختصر ہے۔ اس کی پوری تفصیل شارح بیان کر رہے ہیں فرمایا۔

اقول قد عرفت ان الموجہات المعتبرۃ ثلث عشرۃ فاذا اعتبرناہا فی الصغریٰ وَ الکبریٰ حصل مائۃ وتسعۃ وستون اختلاطا وہی الحاصلۃ من ضرب ثلثۃ عشر فی نفسہا لکن اشتراط فعلیۃ الصغریٰ اسقط من تلک الجملۃ ستۃ وعشرین اختلاطا وہی حاصلۃ من ضرب الممکنتین فی ثلثۃ عشر فبقیت الاختلاطات المنتجۃ مائۃ ثلثۃ وَ اربعین وَ الضابطۃ فی نتائجہا ان الکبریٰ اما ان تکون احدی الوصفیات الاربع التی ہی المشروطات وَ العرفیتان او غیرہا فانکانت الکبریٰ غیر الوصفیات الاربع بان تکون احدی المتسع الباقیۃ فالنتیجۃ کالکبریٰ وانکانت الکبریٰ احدہا فالنتیجۃ کالصغریٰ لکن ان کان فیہا قید اللادوام او اللاضرورۃ حذفناہ وکذا لک ان وجدنا فیہا ضرورۃ مخصوصۃ بہا او غیر مشترکۃ بینہا وبین الکبریٰ ثم ینظر فی الکبریٰ ان لم یکن فیہا قید اللادوام کما اذا کانت احدی العامتین کان المحفوظ بعینہ النتیجۃ وانکان فیہا قید اللادوام کما اذا کانت احدی الخاصتین ضممناہ الی المحفوظ کان المجموع الحاصل منہما جہۃ النتیجۃ اما الاول وہو ان الکبریٰ اذا کانت غیر الوصفیات الاربع کانت النتیجۃ کالکبریٰ فللاندراج البین فان الکبریٰ ج دلت علی ان کل ما ثبت لہ الاوسط بالفعل فہو محکوم علیہ بالاکبر بالجہۃ المعتبرۃ فی الکبریٰ لکن الاصغر مما یثبت لہ الاوسط بالفعل فیکون محکوما علیہ بالاکبر بتلک الجہۃ المعتبرۃ وَ اما الثانی وہو ان الکبریٰ اذا کانت احدی الوصفیات الاربع کانت النتیجۃ کالصغریٰ فان الکبریٰ ج تدل علی ان دوام الاکبر بدوام الاوسط ولما کان الاوسط مستدیما للاکبر کان ثبوت الاکبر للاصغر بحسب ثبوتہ الاوسط لہ فانکان

ثبوت الاوسط له دائماً كان ثبوت الاكبر له ايضا دائماً وان كان في وقت كان في وقت وان كان الاوسط مستلزماً للاكبر بالضرورة كما في المشروطة كان ضرورة ثبوت الاكبر للاصغر بحسب ضرورة ثبوت الاوسط له لان الضروري للضروري ضروري واما حدف اللادوام الصغرى ولا ضرورتها فلان الصغرى لما كانت موجبة كان اللادوام واللاضرورة فيها سالبة والسالبة لامدخل لها في انتاج هذا الشكل واما حذف الضرورة المخصوصة بالصغرى فلان الكبرى اذا لم يكن فيها ضرورة جاز انفكاك الاكبر عن كل ماثبت له الاوسط لكن الاصغر مما ثبت له الاوسط فيجوز انفكاك الاكبر عن الاصغر فلم يتعد ضرورة الصغرى الى النتيجة واما ضم لادوام الكبرى فلان ندرج الكبرى في الكبرى تدل على ان الاكبر غيردائم لكل ماهو اوسط بالفعل والاصغر مما هو اوسط بالفعل فيكون الاكبر غيردائم له مثلاً الصغرى الضرورية مع المشروطة العامة تنتج ضرورية لان النتيجة كالصغرى بعينها ومع المشروطة الخاصة تنتج ضرورية لادائمة لانضمام اللادوام مع الصغرى لكن القياس الصادق المقدمات لايتألف منهما لان القياس ملزوم للنتيجة فلو انتظم القياس الصادق المقدمات منهما لزم صدق الملزوم بدون اللازم انه لم ومع العرفية العامة ينتج دائمة بحذف الضرورة التي هي المختصة بالصغرى منهما فلم يبق الا الدوام ومع العرفية الخاصة دائمة لادائمة بحذف الضرورة وضم اللادوام اليها والقياس الصادق المقدمات لاينتظم منهما ايضاً كما عرفت.

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ یہ تم پہچان چکے ہو کہ وہ موجبات جو ان کے یہاں معتبر ہیں وہ تیرہ ۱۳ ہیں جب ہم ان کا اعتبار صغریٰ اور کبریٰ میں کریں تو اس اعتبار کرنے سے ۱۶۹ صورتیں اختلاط کی حاصل ہوں گی۔ اور وہ حاصل ہوتی ہیں تیرہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن صغریٰ کے فعلیہ ہونے کی شرط نے ان صورتوں میں سے چھبیس ۲۶ صورتوں کو ساقط کر دیا ہے۔ اور وہ حاصل ہوتی ہیں دونوں ممکنہ کو تیرہ میں ضرب دینے سے۔ پس اختلاطات منتجہ ۱۴۳ باقی رہ گئیں۔

والضابطہ فی نتائجہا۔ ان ضروب کے نتیجہ دینے کا ضابطہ یہ ہے کہ کبریٰ اگر چاروں وصفیات میں سے کوئی ایک ہو۔ (اور وہ دونوں مشروطہ اور دونوں عرفیہ ہیں۔ یا ان چار کے علاوہ ہوگی۔ (یعنی کبریٰ ان چاروں کے علاوہ ہوگی)

فان کانت الکبریٰ غیر الوصفیات الاربع . پس اگر کبریٰ ان چاروں وصفیات کے علاوہ ہوں بایں طور کہ باقی نو میں سے کوئی ایک ہو . تو نتیجہ مانند کبریٰ کے ہوگا . وان کانت الکبریٰ اور اگر کبریٰ ان میں سے کوئی ایک ہو تو نتیجہ صغریٰ کی مانند ہوگا . لکن ان کان فیہا . لیکن اگر ان میں لادوام یا لاضرورۃ کی قید ہوگی تو اس کو ہم حذف کر دیں گے .

وکذالک ان وجدنا فیہا . اسی طرح اگر ہم ان میں ضرورۃ کو پائیں گے جو اس کے ساتھ مخصوص ہو یا غیر مشترک ہو اس کے اور کبریٰ کے درمیان . ثم ینظر فی الکبریٰ . پھر اس کے بعد ہم کبریٰ میں نظر کریں . اگر اس میں لادوام کی قید نہ ہو . جیسے کہ جب دونوں عامہ میں سے کوئی ایک ہو . تو محفوظ بعینہٖ نتیجہ ہوگا . اور اگر اس میں لادوام کی قید موجود ہو . جیسے کہ جب دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہو تو ہم اس کو محفوظ کی جانب ضم کر دیں گے . تو اس ضم کرنے سے جو مجموعہ ہوگا وہ نتیجہ کی جہت ہوگا .

اما الاول :۔ بہر حال پہلی صورت . اور وہ یہ ہے کہ اگر کبریٰ احد الوصفیات الاربعہ میں سے نہ ہو تو نتیجہ مانند کبریٰ کے ہوگا . پس اندراج بین کی وجہ سے یہ نتیجہ ہوگا . اندراج البین یہ ہے کہ اصغر کے حکم کا اکبر کے حکم میں بعینہٖ مندرج ہونا ہے . فان الکبریٰ حینئذٍ دلت :۔ اس لئے کہ کبریٰ اس وقت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ ہر وہ چیز جس کیلئے اوسط بالفعل ثابت ہے وہ اس جہت میں کہ کبریٰ میں معتبر ہے . وہ اکبر کا محکوم علیہ ہے . لیکن اصغر وہ ہے جس کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہے . پس وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگی . اسی جہت کی وجہ سے کہ جو معتبر ہے .

قولہ واما الثانی :۔ اور بہر حال دوسری صورت . وہ یہ ہے کہ کبریٰ جب وصفیات اربعہ میں سے کوئی واقع ہو . تو نتیجہ صغریٰ کی مانند ہوگا . اس لئے کہ اس وقت کبریٰ اس بات پر دلالت کرے گی کہ اکبر کا دوام اوسط کے دائمی ہونے کی وجہ سے ہے . اور جب اوسط کا ثبوت اکبر کے لئے دائمی ہوگا تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لئے اوسط ہی کے ثبوت کے اعتبار سے ہوگا . پس اگر اس کے لئے اوسط کا ثبوت دائمی ہو تو اس کے لئے اکبر کا ثبوت بھی دائمی ہوگا . اور اگر کسی وقت میں ہوگا تو اکبر کا ثبوت بھی اسی وقت میں ہوگا .

وان کان الاوسط مستندیا للاکبر بالضرورۃ . اور اگر اوسط کا ثبوت اکبر کے لئے دائمی ہو اور بالضرورۃ ہو . جیسا کہ دونوں مشروطہ میں ہوتا ہے . تو ہوگا اکبر کے ثبوت کا ضروری ہونا اصغر کیلئے باعتبار اوسط کے ثبوت کے ضروری ہونے کے اس کے لئے . (اصغر کے لئے) اس لئے کہ ضرورۃ کے ثبوت کیلئے ثبوت کا ضروری ہونا بھی ضروری ہے . واما حذف لادوام الصغریٰ ولاضرورتہا . اور بہر حال یہ صورت کہ صغریٰ سے لادوام اور لاضرورۃ کی قید کو حذف کر دینا . تو اس کیلئے کہ جب صغریٰ موجبہ ہو . تو اس میں لادوام اور لاضرورۃ کا ذکر سلب کیلئے ہوگا . اور اس شکل میں سالبہ کا نتیجہ دینے میں کوئی دخل نہیں ہے .

واما حذف الضرورۃ المخصوصۃ :۔ اور بہر حال صغریٰ سے ضرورۃ مخصوصہ کا حذف کر دینا تو اس لئے کہ کبریٰ

جب اس میں ضرورۃ مذکور نہ ہو۔ تو اس صورت میں اکبر کا انفکاک (جدا ہونا) ہر اس فرد سے کہ جس کے لیے اوسط ثابت ہے، ممکن ہے۔ لیکن اصغر اسی مثال میں وہ ہے کہ جس کے لیے اوسط ثابت ہے۔ لہٰذا پس جائز ہے اکبر کا انفکاک اصغر سے بھی جائز ہوگا۔ پس نتیجہ یہ ہوگا کہ صغریٰ کا ضرورۃ کے ساتھ مقید ہونا، نتیجہ کی طرف متعدی نہ ہو سکا۔ قولہ واما ضم لادوام الکبریٰ۔ بہر حال کبریٰ کے ساتھ لادوام کا ضم کر دینا تو وہ اندراج بین کی وجہ سے ہے۔ (اس کی تعریف گذر چکی ہے) اس لیے کہ کبریٰ اس وقت میں اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اکبر غیر دائمی ہے ہر اس فرد کے لیے کہ جو بالفعل اوسط ہے۔ اور اصغر ان افراد میں سے ہے کہ جن کے لیے اوسط بالفعل ثابت ہے۔ پس اکبر غیر دائمی ہوگا اس کے لیے مثلاً صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ۔ نتیجہ ضروریہ دیتا ہے۔ اس لیے کہ نتیجہ مانند صغریٰ کے بعینہ ہوتا ہے۔ اور مشروطہ خاصہ کے ساتھ ضروریہ لادائمہ کا نتیجہ دے گا۔ اس لیے کہ صغریٰ کے ساتھ لادوام کا انضمام کر دیا گیا ہے۔ الکن القیاس الصادق :۔ لیکن وہ قیاس جسکے مقدمات صادقہ ہوں، ان دونوں سے مرکب نہیں ہوا کرتا۔ لیکن قیاس کے لیے نتیجہ لازم ہوا کرتا ہے۔ پس اگر قیاس صادق المقدمات ان پر مشتمل ہو گیا تو ملزوم کا صادق ہونا لازم آئے گا بغیر لازم کے۔ اور یہ محال ہے۔

قولہ ومع العرفیۃ العامۃ ینتج دائمۃ۔ اور عرفیہ عامہ کے ساتھ نتیجہ دائمہ کا دیگا جس میں اس ضرورۃ کو حذف کر دیا گیا ہوگا۔ کہ جو صغریٰ کے ساتھ مخصوص تھی۔ لہٰذا نہیں باقی رہا مگر صرف دوام۔

ومع العرفیۃ الخاصۃ دائمۃ :۔ اور عرفیہ خاصہ کے ساتھ نتیجہ دائمہ کا دے گا مگر وہ دائمہ نہیں کہ اس سے ضرورۃ کو حذف کر دیا گیا ہو۔ اور اس کی طرف لادوام کو ضم کر دیا گیا ہو۔ (جیسا کہ اوپر کیا گیا ہے) اور قیاس صادق المقدمات ان دونوں کو بھی شامل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تم پہچان چکے ہو۔

تشریح :۔ شارح نے فرمایا کہ اما الاول۔ ان صورتوں میں سے پہلی صورت۔ وہ یہ ہے کہ جب کبریٰ وصفیات اربعہ میں سے نہ ہو تو نتیجہ کبریٰ کے مانند ہوگا۔ اندراج بین کی وجہ سے (وصفیات اربعہ، اندراج بین ان کی اصطلاح ہے۔ ہم پہلے ان کی تشریح کر چکے ہیں۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں کبریٰ اس بات پر دلالت کرے گا کہ جن افراد کیلئے اوسط بالفعل ثابت ہے۔ قولہ ولکن الاصغر :۔ لیکن اکبر کے بعد اب اصغر وہ ہے جس کے لیے اوسط بالفعل ثابت ہے۔ پس وہ اکبر کا محکوم علیہ ہوگا۔ اسی جہت کے ساتھ کہ جو اکبر میں معتبر ہے۔

قولہ واما الثانی :۔ بہر حال دوسری صورت تو وہ یہ ہے کہ جب کبریٰ وصفیات اربعہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ تو نتیجہ مانند صغریٰ کے ہوگا۔ اس لیے کہ کبریٰ اس وقت میں اس بات پر دلالت کریگا کہ اکبر کا دوام اوسط کے دوام کی وجہ سے ہے۔ اور جب اوسط دائمی ہوگا اکبر کیلئے تو اکبر کا ثبوت اصغر کے لیے اوسط کے ثبوت کے اعتبار سے ہوگا۔ پس اگر اوسط کا ثبوت اصغر کے لیے دائمی ہوگا تو اکبر کا ثبوت بھی اس کے (اصغر کے) لیے دائمی ہوگا اور اگر اوسط کا ثبوت اصغر کے لئے کسی وقت میں ہوگا تو اکبر کا ثبوت

بھی کسی وقت میں ہوگا۔ اور اگر اوسط کا ثبوت اکبر کے دائمی ہو اور بالضرورۃ ہو جیساکہ دونوں شرطیہ میں ہوتا ہے۔ تو اکبر کا ثبوت ضروری ہوگا اصغر کے لیے اوسط کے ثبوت کے ضروری ہونے کے اعتبار سے اس کیلئے (اصغر کیلئے) کیونکہ قاعدہ ہے کہ ضرورۃ کا ثبوت ضرورۃ کیلئے ضروری ہے۔

قولہ واما حذف لادوام الصغریٰ واللاضرورتھا۔ بہرحال لادوام اور لاضرورۃ کا حذف کردینا صغریٰ سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ صغریٰ جب موجبہ ہو گی تو لادوام اور لاضرورۃ کے معنی اس میں سالبہ کے ہونگے۔ اور سالبہ کا اس شکل کے نتیجہ دینے میں کوئی دخل نہیں ہے۔

واماحذف الضرورۃ المخصوصۃ۔ بہرحال صغریٰ سے ضرورۃ مخصوصہ کا حذف کرنا تو اس سے لئے کہ کبریٰ میں جب ضرورۃ کا ذکر نہ ہو تو اکبر کا جدا ہونا ہر اس فرد سے جائز ہوگا کہ جن کیلئے اوسط ثابت ہے۔ لیکن صورت یہ ہے کہ یہاں پر اصغر ان افراد میں سے ہے کہ جس کیلئے اوسط ثابت ہے۔ پس جائز ہوگا کہ اکبر کا جدا ہونا اصغر سے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ پس صغریٰ کی ضرورت نتیجہ کی طرف متعدی نہ ہو گی۔

واماضم لادوام الکبریٰ:۔ بہرحال کبریٰ کے ساتھ لادوام کی قید ملادینا تو اس کی وجہ اندراج بین ہے اس لئے کہ اس صورت میں کبریٰ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اکبر دائمی نہیں ہے ہر اس فرد کے لئے کہ جس کے لئے اوسط بالفعل ثابت ہے۔ اور اصغر ان افراد میں سے ہے کہ جس کیلئے اوسط بالفعل ثابت ہے۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ اکبر غیر دائمی ہے اصغر کیلئے۔ مثلاً صغریٰ ضروریہ مشروطہ عامہ کے ساتھ نتیجہ ضروریہ کا دیتا ہے۔ کیونکہ نتیجہ مانند صغریٰ کے ہوگا بعینہ۔ اور صغریٰ ضروریہ مشروطہ خاصہ کے ساتھ نتیجہ دے گا ضروریہ لادائمہ کا دیگا۔ اس لئے کہ صغریٰ کے ساتھ لادوام کا انضمام ہے۔ لیکن قیاس صادق المقدمات ان دونوں سے مرکب نہیں ہوتا۔ کیونکہ قیاس کے لئے نتیجہ ملازم ہوا کرتا ہے۔ پس اگر قیاس صادق المقدمات ان دونوں سے مرکب ہوگیا تو ملزوم کا صدق بغیر لازم کے لازم آئیگا۔ اور یہ محال ہے۔

قولہ ومع العرفیۃ العامۃ تنتج دائمۃ۔ اور صغریٰ ضروریہ کا انضمام عرفیہ عامہ کے ساتھ نتیجہ دائمہ کا دیگا جس سے ضرورۃ کی قید کو حذف کردیا گیا ہو۔ یہ ضرورۃ وہ ہے کہ جو صغریٰ کے ساتھ مخصوص ہے پس صرف دوام باقی رہ گیا۔ قولہ ومع العرفیۃ الخاصۃ:۔ اور صغریٰ ضروریہ کا انضمام عرفیہ خاصہ کے ساتھ نتیجہ دائمہ کا دیتا ہے۔ مگر یہ دائمہ وہ دائمہ نہیں ہے کہ جس سے ضرورۃ کو حذف کردیا گیا ہو۔ اور لادوام کو اس کے ساتھ ضم کردیا گیا ہو مگر قیاس صادق المقدمات ان دونوں سے نہیں بنتا۔ جیسا کہ تم پہچان چکے ہو۔

و الصغریٰ الدائمۃ مع احدی العامتین تنتج دائمۃ ومع احدی الخاصتین دائمۃ لادائمۃ ولا یصدق مقدمتا القیاس منھما ایضا کما عرفت۔ لا یقال المشروطۃ ان فسرت بالضرورۃ مادام الوصف انتج الصغریٰ الدائمۃ

منها ضروریة کالضروریة لان الحکم فی الکبری بضرورة الاکبر لکل ما ثبت
له الاوسط ما دام وصف الاوسط ولما یدوم له وصف الاوسط هو الاصغر فیکون
الاکبر ضروری الثبوت له وان فسرت بالضرورة بشرط الوصف لم ینتج الصغری
الضروریة معها ضروریة کالدائمة لدلالة الکبری علی ان ضرورة الاکبر
بشرط وصف الاوسط فاللازم لیس الا ان الاکبر ضروری للاصغر بشرط وصف
الاوسط لکن الاوسط واجب الحذف عن النتیجة فجاز ان لا یبقی ضرورة الاکبر
لانا نقول وصف الاوسط اذا کان ضروریا لذات الاصغر فکلما تحقق الاصغر
تحقق ذات الاصغر ووصف الاوسط بالضرورة وکلما تحققا ثبت ضرورة الاکبر
فکلما تحقق الاصغر ثبت ضرورة الاکبر وهو المطلوب ثم انک لو تاملت ادنی تامل
امکنک ان تستخرج نتائج الاختلاطات الباقیة من الضابطة المذکورة وان اشکل
علیک شیء منها فارجع الی هذا الجدول تقف علیها مفصلة۔

ترجمہ:- اور صغریٰ دائمہ ہو دونوں عامہ کے ساتھ نتیجہ دائمہ آئے گا۔ اور دونوں خاصہ میں
سے کسی ایک کے ساتھ ورانحالیکہ وہ دائمہ ہو نتیجہ لا دائمہ آئے گا۔ اور قیاس کے دونوں مقدمات ان دونوں
میں سے صادق نہ ہوں گے۔ جیسا کہ تم نے پہلے پہچان رکھا ہے۔ لایقال المشروطۃ:- اعتراض نہ کیا جائے
کہ مشروطہ کی تعریف اگر ضرورۃ مادام الوصف سے کی جائے تو نتیجہ صغریٰ دائمہ آئے گا۔ اور اسی میں
سے ضروریہ بھی ہے۔ جیسے کہ ضروریہ ہے۔ اس لئے کہ کبریٰ میں حکم اکبر کے ضروری ہونے کا حکم ہوتا ہے
ہر اس فرد کے لئے جس کے لئے کہ اوسط ثابت ہے جب تک کہ مادام وصف الاوسط ہو۔ یعنی اوسط کا
وصف جب تک پایا جائے اور ان افراد میں سے کہ ان کے لئے اوسط کا وصف دائمی ہے۔ اصغر بھی ہے۔
پس اکبر ضروری الثبوت ہوگا اصغر کے لئے

قولہ وان فسرت بالضرورۃ بشرط الوصف۔ اور اگر مشروطہ کی تعریف ضرورت بشرط الوصف
سے کی جائے تو نتیجہ وہ صغریٰ ضروریہ نہیں آئے گا کہ جس کے ساتھ ضروریہ کی قید لگی ہوئی ہو جیسا کہ دائمہ
میں گذر چکا ہے۔ اس لئے کہ کبریٰ دلالت کرتی ہے کہ اکبر کا ضروری ہونا وصف اوسط کی شرط کے ساتھ ہے
پس نہیں لازم آتا مگر یہ کہ اکبر ضروری ہے۔ اصغر کے لئے اوسط کے وصف کی شرط کے ساتھ۔ لیکن
اس جگہ اوسط واجب الحذف عن النتیجہ ہے۔ پس جائز ہے کہ اکبر کا ضروری ہونا بھی باقی نہ رہے۔

لانا نقول:- اس لئے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں گے کہ وصف اوسط ذات اصغر کے لئے اگر ضروری
ہو تو جب کبھی اصغر متحقق ہوگا ذاتِ اصغر بھی متحقق ہوگی۔ اور وصف اوسط بھی بالضرورۃ متحقق ہوگی۔ اور

جب کبھی ذات اصغر اور وصفِ اوسط دونوں متحقق ہونگے تو اکبر کا ضروری ہونا ثابت ہوجائے گا۔ لہٰذا پس جب کبھی اصغر متحقق ہوگا اکبر کا ضروری ہونا بھی متحقق ہوگا۔ اور یہی مطلوب ہے۔

قولہ ثم انک لو تأملت ادنی تأمل :- پھر اگر تم تھوڑا سا غور کروگے تو تم کو ممکن ہوگا کہ باقی اختلاطات کے نتائج از خود نکال سکو مذکورہ بالا ضابطہ سے۔ لیکن اگر اس میں تم کو اشکال پیش آئے تو ذیل میں اس کا نقشہ مرتبہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس پر نظر ڈال لینا۔ تو اس پر تفصیلی واقفیت حاصل ہوجائے گی۔

جدول القضایا المختلطات

الصغریات / الکبریات	المشروطة العامة	العرفیة العامة	المشروطة الخاصة	العرفیة الخاصة
الضروریة	ضروریة	دائمة	ضروریة لادائمة	دائمة لادائمة
الدائمة	دائمة	دائمة	دائمة لادائمة	دائمة لادائمة
المشروطة العامة	مشروطه عامه	عرفیه عامه	مشروطه خاصه	عرفیه خاصه
العرفیة العامة	عرفیه عامه	عرفیه عامه	عرفیه خاصه	عرفیه خاصه
المطلقة العامة	مطلقه عامه	وجودیه لادائمه	وجودیه لادائمه	وجودیه لادائمه
المشروطة الخاصة	مشروطه عامه	عرفیه عامه	مشروطه خاصه	عرفیه خاصه
العرفیة الخاصة	عرفیه عامة	عرفیه عامه	عرفیه خاصه	عرفیه خاصه
الوجودیة اللادائمة	مطلقه عامة	مطلقه عامه	وجودیه لادائمه	وجودیه لادائمه
الوجودیة اللاضروریة	مطلقه عامة	مطلقه عامة	وجودیة لادائمة	وجودیه لادائمة
الوقتیة	وقتیه مطلقة	مطلقة وقتیة	وقتیه مطلقة لادائمة	مطلقه وقتیة لادائمة
المنتشرة	منتشرة مطلقة	مطلقة منتشرة	منتشرة مطلقة لادائمة	مطلقة منتشرة لادائمة

قال واما الشکل الثانی فشرطه بحسب الجهة امران احدهما صدق الدوام علی الصغری او کون الکبری من القضایا المنعکسة السوالب والثانی ان لا تستعمل الممکنة الا مع الضروریة المطلقة او مع الکبریین المشروطتین **اقول** یشترط فی انتاج الشکل الثانی بحسب الجهة امران کل واحد منهما احد الامرین الاول صدق الدوام علی الصغری ای کونها ضروریة او دائمة او کون الکبری من القضایا الستة المنعکسة السوالب وذالک لانه لو انتفیا لکانت الصغری غیر الضروریة

وَالدائمة وهی احد عشرة وَالکبریٰ من القضایا السبع الغیر المنعکسة السوالب والاخص الصغریات المشروطة الخاصة والوقتیة لان المشروطة الخاصة اخص من المشروطة العامة وَالعرفیتین والوقتیة اخص من السبع الباقیة واخص الکبریات السبع الوقتیة واختلاط الصغریین اعنی المشروطة الخاصة والوقتیة مع الکبریٰ الوقتیة غیر منتج للاختلاف الموجب لعدم الانتاج فانه یصدق قولنا لاشیٔ من المنخسف بمضیٔ بالضرورة مادام منخسفا اوفی وقت معین لادائما وکل قمر مضیٔ بالضرورة فی وقت معین لادائما مع امتناع السلب بالامکان العام لصدق کل منخسف قمر بالضرورة ولو بدلنا الکبریٰ بقولنا کل شمس مضیئة فی وقت معین لادائما امتنع الایجاب ومتی لم ینتج هذا ان الاختلاطان لم ینتج سائر الاختلاطات لاستلزام عدم انتاج الاخص عدم انتاج الاعم۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا کہ بہر حال شکل ثانی تو اس کی شرط باعتبار جہت کے دو باتیں ہیں اول ان میں سے صغریٰ کا دوام صدق یا کبریٰ کا ان قضایا میں سے ہونا کہ جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ ممکنہ کا استعمال صرف ضروریہ مطلقہ کے ساتھ ہو یا دونوں کبریٰ مشروطہ کے ساتھ ہو اس کے علاوہ میں نہ ہو۔

اقول:۔ شارح فرماتے ہیں کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے میں شرط باعتبار جہت کے دو باتیں ہیں پہلا اول ان میں سے یہ ہے کہ صدق الدوام علی الصغریٰ ہے یعنی صغریٰ کا ضروریہ یا دائمہ ہونا یا پھر کبریٰ ان چھ قضایا میں سے ہو جن کا عکس سالبہ آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں باتیں منتفی ہوں گی (نہ پائی جائیں گی) تو صغریٰ ضروریہ اور دائمہ کے علاوہ ہوگی۔

اور وہ گیارہ ہیں۔ اور کبریٰ ان قضایا سبعہ میں سے ہوگی جو کہ غیر منعکس سوالبہ ہیں۔ (جن کا عکس سالبہ نہیں آیا کرتا) اور تمام صغریات میں اخص مشروطہ خاصہ اور وقتیہ ہیں۔ اس لئے کہ مشروطہ خاصہ مشروطہ عامہ سے اخص ہے۔ اور دونوں عرفیہ سے اخص ہے۔ اور وقتیہ اخص ہے بقیہ ساتوں قضایا سے۔ اسی طرح اخص الکبریات (ساتوں کبریٰ میں سب سے اخص) وقتیہ ہے۔ اور دونوں صغریٰ کا اختلاط یعنی مشروطہ خاصہ اور وقتیہ کا وقتیہ کبریٰ کے ساتھ غیر منتج ہے۔ اس لئے کہ عدم انتاج کا جو موجب ہے وہ بدلا ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لاشیٔ من المنخسف بمضیٔ بالضرورۃ مادام منخسفا اوفی وقت معین لادائما۔ وکل قمر مضیٔ بالضرورۃ فی وقت معین لادائما۔ حالانکہ سلب بالامکان العام محال ہے۔ کیونکہ یہ قول صادق ہے کہ کل منخسف قمر بالضرورۃ۔ اگر ہم کبریٰ کو اپنے اس قول سے بدل دیں کہ کل شمس مضیئۃ فی وقت معین لادائما تو اس تبدیلی کی وجہ سے ایجاب محال ہو جائے گا۔

ومتی لم ینتج ھٰذان الاختلاطان . اور جب ان دونوں اختلاطوں نے نتیجہ نہیں دیا تو تمام اختلاط بھی نتیجہ نہیں دیں گے . اس لئے اخص کا نتیجہ نہ دینا مستلزم ہے عام کے نتیجہ نہ دینے کو .

تشریح :- ماتن رحمہ نے فرمایا: شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی شرط باعتبار جہت کے دو باتیں ہیں . اول صغریٰ میں دوام کا صدق یا پھر کبریٰ کا ان قضایا میں سے ہو نا جن کا عکس سالبہ آتا ہے . دوسری شرط یہ ہے کہ ممکنہ کا استعمال نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ یا دونوں کبریٰ کے مشروطہ ہونے کے ساتھ . پھر شارح نے انہیں شرطوں کو تفصیل سے مثال دیکر تحریر کیا ہے . ترجمہ میں ان کو پیش کیا جارہا ہے .

والثانی عدم استعمال الممکنۃ الا مع الضروریۃ المطلقۃ او مع الکبریین المشروطتین ومحصلہ ان الممکنۃ ان کانت صغریٰ لم تستعمل الا مع الضروریۃ المطلقۃ او المشروطتین وان کانت کبریٰ لم تستعمل الا مع الضروریۃ المطلقۃ اما الاول فلانہ قد ظہر من الشرط الاول ان الممکنۃ الصغریٰ لا تنتج مع السبع الغیر المنعکسۃ السوالب لعدم صدق الدوام علی الصغریٰ وعدم کون الکبریٰ من السبعۃ المنعکسۃ السوالب فلو استعمل الممکنۃ الصغریٰ مع غیر الضروریات الثلاث لکان اختلاطھا مع الدوائم الثلث التی ھی الدائمۃ والعرفیتان لکن اختلاطھا مع الدائمۃ عقیم لجواز ان یکون الثابت لشیء بالامکان مسلوبا عنہ دائما کقولنا کل رومی ھو اسود بالامکان ولا شیء من الرومی باسود دائما مع امتناع سلب الشیء عن نفسہ ولو بدلنا الکبریٰ بقولنا لا شیء من الترکی باسود دائما انتج الایجاب ویلزم من عقم ھٰذا الاختلاط عقم اختلاط الممکنۃ الصغریٰ مع العرفیتین اما مع العرفیۃ العامۃ فلان الدائمۃ اخص وعقم الاخص یوجب عقم الاعم واما مع العرفیۃ الخاصۃ فلعدم انتاج العرفیۃ الخاصۃ فلعدم انتاج العرفیۃ العامۃ مع الممکنۃ وعدم انتاج اللادوام ایضا لان الاصل لما کان مخالفا للممکنۃ فی الکیف کان اللادوام موافقا لھا فی الکیف ولا انتاج فی ھٰذا الشکل من المتفقتین فی الکیف ومتی لم تنتج العرفیۃ الخاصۃ مع الممکنۃ بجزئیھا تکون العرفیۃ الخاصۃ معھا عقیمۃ اذ المعنی بانتاج القضیۃ المرکبۃ مع قضیۃ اخریٰ انتاج احد جزئیھا معھا ولعلہ انتاجھا عدم انتاج جزئیھا معھا ومن ھٰھنا نسمعھم یقولون القیاس من بسیطتین قیاس واحد ومن مرکبۃ وبسیطۃ قیاسان ومن مرکبتین اربعۃ اقیسۃ فان کان المنتج منھا قیاسا واحدا کان نتیجۃ القیاس بسیطۃ والا رکبت النتائج وجعلت نتیجۃ القیاس .

ترجمہ :- شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط یہ ہے کہ قضیہ ممکنہ کا استعمال نہ ہو مگر ضروریہ مطلقہ

کے ساتھ۔ یا ان دونوں کبریٰ کے ساتھ کہ جو دونوں مشروطہ ہوں اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ قضیہ ممکنہ اگر صغریٰ ہو تو نہ استعمال کی جائے مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ یا دونوں مشروطہ کے ساتھ۔ اور اگر ممکنہ کبریٰ میں واقع ہو تو نہ استعمال کی جائے مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ۔ بہرحال اول صورت تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی شرط سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ممکنہ صغریٰ ان سات قضایا کے ساتھ مل کر نتیجہ نہیں دیتی کہ جو سالبہ ہوں اور غیر منعکسہ ہو۔ (یعنی سالبہ جن کا عکس نہ آتا ہو) اس لئے کہ صغریٰ پر دوام صادق نہیں آتا۔ نیز کبریٰ کا نہ ہونا ان سات قضایا میں سے کہ جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ پس اگر ان شرطوں کے خلاف ممکنہ صغریٰ کا استعمال ضروریہ ثلاثہ کے غیر کے ساتھ کیا گیا تو ممکنہ صغریٰ کا اختلاط ہوگا، تینوں دائمہ کے ساتھ۔ (اور تینوں دائمہ یہ ہیں) یعنی دائمہ اور دونوں عرفیہ مگر ممکنہ صغریٰ کا اختلاط دائمہ کے ساتھ عقیم ہے (بے نتیجہ ہے) اس لئے کہ جائز ہے کہ ایک شئی کیلئے کوئی چیز بالامکان ثابت ہو۔ مگر دائمًا اس سے مسلوب بھی ہو۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل رومی فہو اسود بالامکان۔ ولاشئ من الرومی باسود دائمًا۔ باوجودیکہ سلب الشئ عن نفسہٖ محال ہے۔ ولو بدلنا الکبریٰ بقولنا۔ اور اگر ہم کبریٰ کو اس قول سے بدل دیں کہ لاشئ من الترکی باسود دائمًا تو ایجاب ممتنع ہو جائے گا۔ اور اس اختلاط کے بے نتیجہ ہونے سے صغریٰ ممکنہ کے اختلاط کا بے نتیجہ ہونا دونوں عرفیہ کے ساتھ لازم آئے گا۔ اما مع العرفیۃ العامۃ۔ بہرحال عرفیہ عامہ کے ساتھ صغریٰ ممکنہ کا اختلاط تو اس لئے کہ دائمہ اخص ہے۔ اور اخص کا بے نتیجہ ہونا مستلزم ہے۔ واجب کرتا ہے اعم کے بے نتیجہ ہونے کو۔ واما مع العرفیۃ الخاصۃ:۔ بہرحال ممکنہ صغریٰ کا اختلاط عرفیہ خاصہ کے ساتھ تو چونکہ عرفیہ عامہ ممکنہ کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتی۔ نیز لادوام بھی نتیجہ اس کے ساتھ نہیں دیتا اس لئے کہ جب اصل ہی ممکنہ کے کیف میں مخالف ہوگی تو لادوام کیف میں اس کے موافق ہوگا۔ اور اس شکل میں دونوں متفقہ فی الکیف نتیجہ نہیں دیتیں۔ اور جب عرفیہ خاصہ نے عرفیہ عامہ کے دونوں جزؤں کے ساتھ ملکر نتیجہ نہیں دیا تو عرفیہ خاصہ اس کے ساتھ مل کر عقیم ہوگئی۔ اس لئے کہ قضیہ مرکبہ کے دوسرے قضیہ کے ساتھ نتیجہ دینے کے معنی ہیں اس کے دونوں جزؤں میں سے کسی ایک جزء کا اس کے ساتھ مل کر نتیجہ دینا اور اس کے نتیجہ نہ دینے سے دونوں جزؤں کا عدم انتاج معًا لازم آتا ہے۔

ومن ہٰہنا تسمعہم:۔ اسی وجہ سے تم نے مناطقہ کو سنا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ دو بسیطہ سے مرکب قیاس قیاس واحد ہوتا ہے۔ اور وہ قیاس جو ایک مرکبہ اور ایک بسیطہ سے مرکب ہو وہ دو قیاس ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ قیاس جو دو مرکبہ سے ملکر بنے وہ چار قیاس ہوتے ہیں۔ فان کان الملتیج منہا قیاسا واحدا۔ لہٰذا اگر ان سے نتیجہ دینے والا قیاس واحد ہو تو اس قیاس کا نتیجہ بسیطہ ہوگا۔ ورنہ نتائج کو مرکب کیا جاتا ہے۔ اور ان کو قیاس کا نتیجہ بنایا جاتا ہے۔

تشریح:۔ قولہ والثانی عدم استعمال الممکنۃ:۔ یہاں سے شارح نے دوسری شرط کی وضاحت مثال اور دلیل سے بیان کی ہے۔ آسان ہے۔ طوالت کی وجہ سے ہم نے تفصیلات ترک کر دی ہیں۔ مضمون بھی آسان ہے مگر غور طلب ضرور ہے۔

وَاَمّا الثانی وَھوانّ الممکنۃ اذا کانت کبریٰ لا تستعمل الا مع الضروریۃ المطلقۃ فلانہ قد تبین من الشرط الاوّل ان الممکنۃ الکبریٰ مع غیر الضروریۃ والدائمۃ عقیمۃ لعدم صدق الدوام علی الصغریٰ وعدم کون الکبریٰ من القضایا الست فلو استعملت الممکنۃ الکبریٰ مع غیر الضروریۃ لکان اختلاطھا مع الدائمۃ وھو غیر منتج لجواز ان یکون المسلوب عن الشئ بالامکان ثابتاً لہ دائماً کقولنا کل رومی ابیض دائماً ولاشئ من الرومی بابیض بالامکان مع امتناع السلب ولو قلنا بدل الکبریٰ لاشئ من الھندی بابیض بالامکان امتنع الایجاب۔

ترجمہ:۔ اور بہرحال ثانی۔ اور وہ یہ ہے کہ ممکنہ جب کبریٰ ہو تو وہ استعمال نہیں کی جاتی مگر ضروریہ مطلقہ کے ساتھ۔ اس لیے کہ شرط اول سے ظاہر ہو گیا ہے کہ کبریٰ کا ممکنہ غیر ضروریہ صغریٰ کے ساتھ۔ صغریٰ دائمہ کے ساتھ عقیم (بے نتیجہ ہوا کرتا ہے) اس وجہ سے کہ صغریٰ میں دوام صادق نہیں۔ نیز کبریٰ ان قضایا ستہ میں سے نہیں جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ فلو استعملت الممکنۃ:۔ لہٰذا اگر ممکنہ کبریٰ کا استعمال کیا گیا غیر ضروریہ کے ساتھ تو لازم آئے گا کہ اس کا اختلاط دائمہ کے ساتھ ہو۔ اور وہ بے نتیجہ ہے۔ کیونکہ جائز ہے کہ شئی سے کوئی چیز بالامکان مسلوب ہو، مگر اسی کیلئے دائماً ثابت بھی ہو۔ جیسے ہمارے اس قول میں کل رومی ابیض دائماً۔ ولاشئ من الرومی بابیض بالامکان۔ قول صادق ہے۔ مگر سلب محال بھی ہے۔ اور اگر ہم کبریٰ کو بدل کر اس طرح کہدیں کہ لاشئ من الہندی بابیض بالامکان تو ایجاب ممتنع ہو جائے گا۔

تشریح:۔ یہاں پر شارح نے شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دوسری شرط کی وضاحت کی ہے۔ مثال بھی دی ہے اور دلیل بھی بیان کی ہے۔ ترجمہ سے رجوع کر لیجئے۔

قالَ وَالنتیجۃ دائمۃ ان صدق الدوام علی احدی مقدمتیہ والا فکالصغریٰ محذوفاً عنھا اللادوام واللاضرورۃ والضرورۃ ایۃ ضرورۃ کانت اقولُ الاختلاطات المنتجۃ فی ھذا الشکل بحسب مقتضی الشرطین اربعۃ وثمانون لان الشرط الاوّلَ اسقط سبعۃ وسبعین اختلاطات الحاصلۃ من ضرب احدی عشرۃ صغریٰ فی سبع کبریات وَالشرط الثانی اسقط ثمانیۃ الممکنتین والصغریٰ مع الکبریٰ الدائمۃ وَالعرفیتین وَالکبریٰ مع الدائمۃ وَالضابطۃ فی انتاجھا ان الدوام اما ان یصدق علی احدی المقدمتین بان تکونَ ضروریۃ اودائمۃ اولا یصدق فان صدق الدوام علی احدی المقدمتین فالنتیجۃ دائمۃ والا فالنتیجۃ کالصغریٰ بشرط حذف قیدی الوجود ای اللادوام وَاللاضرورۃ منھا

وحذف الضرورة منها سواء كانت وصفية او وقتية اما ان النتيجة كالمقدمة الدائمة او كالصغرى فبالبراهين المذكورة في المطلقات من الخلف والعكس والافتراض مثلاً اذا صدق كل ج ب بالاطلاق ولا شئ من ا ب بالضرورة او دائمة فلا شئ من ج ا دائماً والا فبعض ج ا بالاطلاق ونجعله صغرى لكبرى القياس هكذا بعض ج ا بالاطلاق ولا شئ من ا ب بالضرورة او دائماً ينتج من الاول بعض ج ليس ب بالضرورة او دائماً وقد كان كل ج ب بالاطلاق هذا خلف او نعكس الكبرى الى لا شئ من ب ا دائماً لينتج النتيجة المطلوبة ومن ههنا يظهر ان السالبة الضرورية لو انعكست كنفسها لانتج الضروريتين في هذا الشكل ضرورية فلما لم يبين ذالك اقتصر في النتيجة على الدوام.

ترجمہ:۔ اور نتیجہ دائمہ ہوگا اگر اس کے دونوں مقدمات میں سے کسی ایک مقدمہ پر دوام صادق آ جائیگا ورنہ پس صغریٰ کی طرف اس سے لادوام اور لاضرورۃ دونوں محذوف سمجھے جائیں گے۔ اور ضرورۃ بھی جونسی بھی ضرورۃ ہو۔ اقولُ۔ وہ اختلاطات جو اس شکل میں نتیجہ دینے والے ہیں دونوں مذکورہ شرطوں کے تقاضے کے ماتحت وہ ۳۴ ہیں۔ اس لئے کہ شرط اول نے ساقط کر دیا ہے ۷۷ اختلاط کی صورتوں کو۔ اور ۷۷ صورتیں پیدا ہوتی ہیں درحاصل ہوتی ہیں گیارہ قسم کی صغریٰ کو سات قسم کی کبریٰ میں ضرب دینے سے (۱۱×۷=۷۷) والشرط الثانی:۔ اور دوسری شرط نے آٹھ صورتوں کو ساقط کیا ہے۔ دونوں ممکنہ اس صورت میں کہ صغریٰ کبریٰ کے ساتھ دائمہ ہو۔ اور دونوں عرفیہ کو جبکہ کبریٰ دائمہ کے ساتھ مقید ہو۔ (اس طرح یہ آٹھ صورتیں ہوگئیں۔ والضابطۃ فی انتاجہا۔ ان اختلاطات کے نتیجہ دینے میں قاعدہ (ضابطہ) یہ ہے کہ بیشک دوام یا دونوں مقدمات میں سے کسی ایک مقدمہ میں صادق آتا ہے۔ بایں صورت کہ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو یا صادق نہیں آتا۔ پس اگر دوام دونوں مقدمات میں سے کسی ایک مقدمہ پر صادق آتا ہے تو اس صورت میں نتیجہ دائمہ ہوگا۔ ورنہ پس نتیجہ صغریٰ کے مانند ہوگا۔ اس شرط کے ساتھ کہ وجود کی دونوں قیدوں (یعنی) لادوام ولاضرورۃ کو اس سے (صغریٰ سے) حذف کر دیا گیا ہو۔ نیز ضرورۃ کو حذف کیا گیا ہو اس سے (صغریٰ سے) برابر ہے کہ ضرورت وصفیہ ہو یا وقتیہ ہو۔

قولہ اما ان النتیجۃ۔ بہرحال یہ کہ نتیجہ مقدمہ دائمہ کی مانند ہوگا یا صغریٰ کی مانند ہوگا تو اس کے لئے وہ براہین ہیں۔ یعنی خلف کے جو مطلقات میں مذکور ہیں (مطلقات کے ایک معنیٰ کوئی مخصوص کتاب کا نام ہے۔ یا پھر مطلقات یعنی طویل تفصیل کتابیں مراد ہیں۔) اسی طرح دلیل عکس اور افتراض سے اس کو ثابت کیا گیا ہے۔ مثلاً اذا صدق جیسے جب یہ صادق ہے کہ کل ج ب بالاطلاق۔ ولا شئ من ا ب بالضرورۃ یا دائمہ۔ تو نتیجہ ہوگا کہ فلا شئ من ج ا دائماً۔ اور اگر اس کو صادق نہ مانیں گے تو پھر لازم آئے گا کہ فبعض ج ا بالاطلاق

وبجعلہ صغریٰ الخ :۔ پھر اس نتیجہ کو ہم قیاس کے کبریٰ کے لئے صغریٰ بناتے ہیں اس طرح پر کہ بعض ج أ بالاطلاق، ولاشی من أ ب بالضرورۃ یا دائماً، حالانکہ اصل قیاس میں کل ج ب بالاطلاق تھا۔ یہ خلاف مفروض ہے
قولہ او بعکس الکبریٰ :۔ دوسرا طریق استدلال اس جگہ کبریٰ کے عکس کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ کبریٰ کا عکس لاشئ من ب أ دائماً کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ عکس کبریٰ نتیجہ مطلوبہ دے سکے۔
قولہ ومن ہہنا یظہر :۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ بیشک "السالبۃ الضروریۃ" کا عکس اگر کنفسہ آئے گا تو اس شکل میں اس کا نتیجہ الضروریہ ہوگا۔ فلما لم یبین ذالک :۔ لیکن چونکہ یہ بات ظاہر نہیں ہوسکی تو ماتن نے اکتفاء کیا نتیجہ میں دوام پر۔
تشریح :۔ ماتن نے فرمایا۔ نتیجہ دائمہ مرتب ہوگا اگر قیاس کے دونوں مقدمات میں سے کسی ایک پر دوام صادق آجائے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر نتیجہ صغریٰ کے مانند آئے گا۔ اور اس وقت صغریٰ سے لادوام اور لاضرورۃ اور ضرورۃ تینوں قیود کو حذف کردیا جائے گا۔ نیز فرمایا کہ ضرورۃ جو بھی ضرورۃ ہو بہرحال حذف کردیا جائے گا۔ اس اجمال کی تشریح شارح نے فرمائی ہے کہ۔ قولہ والاختلاطات المنتجۃ۔ اس شکل میں قضایا کے اختلاط کی جو کثیر ترین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سبھی صورتیں نتیجہ دینے والی نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے نتیجہ دینے کی دونوں شرطوں نے بہت سی صورتوں کو نتیجہ دینے سے ساقط کردیا ہے۔ چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ لان الشرط الاوّل اسقط سبعۃ وسبعین اختلاطاً۔ اس لئے کہ شرط اول نے ۷۷ صورتوں کو ساقط کردیا ہے اور یہ ۷۷ صورتیں اس طرح حاصل ہوتی ہیں کہ قولہ الحاصلۃ من ضرب احدی عشرۃ صغریٰ فی سبع کبریات کہ گیارہ قسم کی صغریٰ ہیں۔ ان کو سات قسم کی کبریٰ کے ساتھ ضرب دیا جائے تو ۷۷ صورتیں برآمد ہوجاتی ہیں۔
قولہ والشرط الثانی :۔ اسی طرح دوسری شرط نے آٹھ صورتوں کو ساقط کردیا ہے۔ دونوں ممکنہ جبیں صغریٰ کے ساتھ کبریٰ دائمہ ہو (چار صورتیں ہوگئیں) اور دونوں عرفیہ جبیں کبریٰ دائمہ کے ساتھ ہو۔ (چار صورتیں اس سے برآمد ہوتی ہیں)
قولہ والضابطۃ فی انتاجہا :۔ پھر اس کے بعد شارح نے نتیجہ معلوم کرنے کا ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں۔ ان صورتوں کے نتیجہ دینے کا ضابطہ یہ ہے کہ دوام یا دونوں مقدمات کے ساتھ صادق ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں مقدمات میں سے کوئی ایک مقدمہ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو یا صادق نہیں ہے۔ پس اگر دوام صادق ہے دونوں مقدمات میں سے کسی ایک مقدمہ پر تو نتیجہ اس کا دائمہ آئے گا۔ ورنہ تو نتیجہ صغریٰ کے مانند آئے گا۔ اس میں شرط یہ ہے کہ صغریٰ سے وجودی قید کو حذف کردیا جائے گا۔ یعنی لادوام۔ لاضرورۃ کی قیود کو۔ نیز اس سے ضرورۃ کی قید کو بھی حذف کیا جائے گا۔ برابر ہے کہ ضرورۃ وصفیہ ہو یا وقتیہ ہو۔
قولہ واما ان النتیجۃ کالمقدمۃ الدائمۃ۔ بہرحال یہ دعویٰ کہ نتیجہ مانند مقدمہ دائمہ کے ہوگا یا صغریٰ کے مانند ہوگا۔ تو اس کے وہ براہین ہیں جو خلف اور عکس اور افتراض کے مطلقات میں درج ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے

جب کل ج ب بالاطلاق ولاشئ من أ ب بالضرورۃ یا دائماً صادق ہوگا۔ اور یہ بھی صادق ہوگا کہ فلاشئ من ج أ دائما اور اگر اس کو صادق نہیں مانتے تو یہ لازم آئے گا کہ بعض ج ا بالاطلاق۔ پھر اس کو ہم قیاس کے کبریٰ کیلئے صغریٰ بنادیں گے اور اس طرح کہیں گے کہ بعض ج ا بالاطلاق۔ ولاشئ من ا ب بالضرورۃ او دائماً۔ قیاس اول سے اس کا نتیجہ اس طرح نکلے گا کہ بعض ج لیس ب بالضرورۃ یا دائماً۔ حالانکہ اصل قیاس میں تھا کہ کل ج ب بالاطلاق۔ اور یہ خلاف مفروض ہے۔ دوسرا طریق استدلال عکس کا ہے۔ اس کو شارح فرماتے ہیں کہ قولہ وبعکس الکبریٰ الیٰ لاشئ من ب أ دائماً۔ کہ یا کبریٰ کا عکس لاکر ہم استدلال کریں گے کہ کبریٰ کا عکس لاشئ من ب ا ہے۔ تاکہ یہ عکس نتیجہ مطلوب دے سکے۔

قولہ ومن ہٰہنا۔ اس موقع پر اپنے ایک قاعدہ کی تائید میں فرماتے ہیں کہ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ہمارا قاعدہ کہ سالبہ ضروریہ کا عکس اگر کنفسہٖ آئے گا تو اس شکل میں بالضرورۃ اس کا نتیجہ ضروریہ مرتب ہوگا مگر چونکہ اس کو تفصیل سے ماتن نے ذکر نہیں کیا اس لئے دوام کے نتیجہ پر اکتفاء کرلیا ہے۔

لایقال المقدمتان اذا کانتا ضروریتین لم یکن بد من صدق النتیجۃ ضروریۃ لان الاوسط اذا کان ضروری الثبوت لاحد الطرفین وضروری السلب عن الاخر یکون احد الطرفین ضروری السلب عن الاخر فکان بین الطرفین مباینۃ ضروریۃ فیکون نتیجۃ الطرفین ضروریۃ لانا نقول الحکم فی المقدمتین لیس الابان الاوسط ضروری الثبوت لذات احد الطرفین وضروری السلب عن ذات الاخر واللازم منہ ان ذات احدی الطرفین ضروری السلب عن ذات الاخر وھو لیس بمطلوب بل المطلوب ان وصف احد الطرفین ضروری السلب عن ذات الاخر ولا یلزم من ضرورۃ سلب الذات ضرورۃ سلب الوصف لصدق قولنا فی المثال المشہور لاشئ من الحمار بفرس بالضرورۃ وکل مرکوب زید فرس بالضرورۃ مع کذب قولنا لا شئ من الحمار بمرکوب زید بالضرورۃ لان کل حمار مرکوب زید بالامکان واما حذف قیدی الوجود من الصغریٰ فلانہا ان کانت مع کبریٰ بسیطۃ کان قید وجودھا منافیاً لہا فی الکیف وان کانت مع مرکبۃ لم تنتج مع اصلہا کما ذکرنا ولا مع قید وجودھا لان قیدی الوجود اما مطلقتان او ممکنتان او مطلقۃ وممکنۃ ولا انتاج فی ھذا الشکل منہما واما حذف الضرورۃ من الصغریٰ فلان المقدر ان الدوام لا یصدق علی الصغریٰ فلو کان فیہا ضرورۃ لکانت اما الضرورۃ المشروطۃ او الضرورۃ الوقتیۃ او الضرورۃ المنتشرۃ فاخص الاختلاطات من احد ہما من مقدمۃ اخریٰ الاختلاط من مشروطتین او من وقتیۃ ومشروطۃ والضرورۃ فیہما

لم تنعد الی النتیجة اما فی الاختلاط من المشروطتین فلان الاوسط فیهما ضروری الثبوت لمجموع ذات احد الطرفین ووصفه وضروری السلب عن مجموع ذات الطرف الاخر ووصفه ولا یلزم منه الا المنافاة الضروریة بین المجموعین والمطلوب ضرورة منافاة وصف احد الطرفین لمجموع ذات الطرف الاخر ووصفه وهو غیر لازم واما فی الاختلاط من الوقتیة والمشروطة فلان الاوسط اذا کان ضروری الثبوت للاصغر فی بعض اوقات ذاته وضروری السلب عن الاکبر بشرط الوصف لم یلزم منه الا ان ذات الاکبر مع وصفه ضروری السلب عن الاصغر فی بعض الاوقات واما ان وصف الاکبر ضروری السلب عن ذات الاصغر فلا یلزم لجواز ان یکون لزوم ضرورة السلب ناشیا من اقتران الذات بالوصف نعم لو ظهر انعکاس المشروطة کنفسها تعدت الضرورة من الصغری لکنه لم یتبین وان حاولت تفصیل نتائج هذا القسم فعلیک بتفحص الجدول الصفحة الثانیة ۔

ترجمہ :۔ اور اعتراض نہ کیا جائے کہ قیاس کے دونوں مقدمات جبکہ ضروریہ ہوں تو اس میں چارہ کار نہیں ہوگا کہ نتیجہ ضروریہ صادق ہو (یعنی ایسی صورت میں نتیجہ ضروریہ نکلے گا اور وہ صادق ہوگا) لان الاوسط ۔ اس لئے کہ حد اوسط جب ضروری الثبوت ہوگی طرفین میں سے کسی ایک کیلئے یا ضروری السلب ہوگی دوسرے تو لازمی طور پر احد الطرفین کا سلب دوسرے سے ضروری ہوگا ۔

لانا نقول :۔ شارح فرماتے ہیں ۔ اس اعتراض کے جواب میں ہم کہیں گے کہ دونوں مقدمات میں حکم ہوتا ہی نہیں لیکن اس بنیاد پر کہ حد اوسط ضروری الثبوت ہے احد الطرفین کی ذات کیلئے ۔ اور ضروری السلب ہے دوسرے کی ذات سے ۔ واللازم منہ :۔ اور تمہارے اعتراض سے یہ لازم آتا ہے کہ احد الطرفین کی ذات ضروری السلب ہے دوسرے کی ذات سے حالانکہ اس میں مطلوب یہ نہیں ہوا کرتا ۔ بلکہ مطلوب و مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ احد الطرفین کا وصف ضروری السلب ہے ذات آخر سے ۔ اور ذات کے ضروری السلب ہونے کے لئے وصف کا ضروری السلب ہونا لازم نہیں آتا ۔ کیونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے اور مثال بھی مشہور ہے ۔ لاشئ من الحمار بفرس بالضرورۃ وکل مرکوب زید فرس بالضرورۃ ۔ نیز اسی کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ قول کاذب بھی ہے کہ لاشئ من الحمار بمرکوب زید بالضرورۃ ۔ کیونکہ کل حمار مرکوب زید بالامکان

قولہ واما حذف قیدی الوجود من الصغری ۔ بہر حال وجود کی دونوں قیود کا صغری سے حذف کر دینا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کبری بسیطہ کے ساتھ اسکے وجود کی قید ہوگی ۔ تو اس کے وجود کی یہ قید اس کے کیف میں موافق ہوگی ۔ اور اگر صغری مرکبہ کے ساتھ وجود کی قید ہوگی تو اصل قیاس کے ساتھ مل کر نتیجہ نہ دے گی ۔ جیسا کہ اوپر ہم

ذکر کر چکے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ وجود کی قید کا اضافہ کر کے کوئی نتیجہ دے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ لان قیدی الوجود۔ اس کی وجود کی دونوں قیود یا دونوں مطلقہ ہوں گی یا دونوں ممکنہ ہوں گی یا ایک مطلقہ اور دوسری ممکنہ ہوگی۔ ان شکلوں میں اس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔

قولہ واما حذف الضرورۃ من الصغریٰ۔ بہر حال ضرورت کی قید کا صغریٰ سے حذف کرنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مقدر یہ ہے (یعنی فرض یہ کیا گیا ہے کہ) دوام کی قید صغریٰ کے ساتھ صادق نہیں آتی۔ لہٰذا پس اگر اس میں (صغریٰ میں) ضرورۃ کی قید مذکور ہوگی تو یا وہ ضرورۃ مشروطہ ہوگی یا ضرورۃ وقتیہ ہوگی یا ضرورۃ منتشرہ ہوگی۔

قولہ واخص الاختلاطات:۔ نیز تمام اختلاط کی صورتوں میں سب سے اخص اختلاط جو ہے وہ ان سے اور مقدمۂ اخریٰ سے مرکب ہوتی ہے خواہ اختلاط دونوں مشروطہ سے ہو یا وقتیہ اور مشروطہ سے ہو۔ ضرورت ان میں نتیجہ کی جانب متعدی نہیں ہوتی۔ قولہ اما الاختلاط من المشروطتین۔ بہر حال اختلاط کی صورت دونوں مشروطہ سے تو اس لئے نتیجہ خیز نہیں ہوتی کہ اوسط دونوں میں ضروری الثبوت ہوتی ہے احد الطرفین کی ذات و اس کے وصف کے مجموعہ کیلئے۔ نیز ضروری السلب ہوتی ہے ذات طرف آخر اور اس کے وصف کے مجموعہ سے۔ ولا یلزم منہ الا المنافات۔ اس سے نہیں لازم آتی مگر منافات ضرور یہ دونوں کے مجموعہ اور مطلوب کے درمیان۔ اس لئے کہ یہ بداہتہً معلوم ہے کہ منافات ہے احد الطرفین کے وصف اور وصف و ذات کے مجموعہ کے درمیان منافات پائی جاتی ہے۔ اور وہ لازم نہیں ہے۔ واما فی الاختلاط من الوقتیۃ والمشروطۃ۔ اور بہر حال وقتیہ اور مشروطہ کے ساتھ اختلاط کی صورت میں حکم نتیجہ کی طرف متعدی نہیں ہو گا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اوسط جب اصغر کیلئے ضروری الثبوت ہو بعض اوقات ذات میں۔ اور اکبر سے ضروری السلب بشرط الوصف ہو تو اس سے لازم نہیں آتا لیکن یہ کہ بیشک اکبر مع اپنے وصف کے ضروری السلب ہے۔ اصغر کی ذات سے پس لازم نتیجہ لازم نہ ہو گا۔ کیونکہ جائز ہے کہ ضروری السلب کا لزوم ذات کے وصف کے ساتھ اقتران کی وجہ سے آیا ہو۔ نعم لو ظہر انعکاس المشروطۃ۔ البتہ نتیجہ کے لازم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اگر مشروطہ کا عکس کنفسہ آنا ظاہر ہو جائے تو ضرورۃ صغریٰ سے متعدی ہو جائے گی۔ لیکن یہ ظاہر نہیں ہے۔ وان حاولت تفصیل الخ:۔ اور اے مخاطب اگر تو نے اس قسم کے نتائج کی تفصیل کے معلوم کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اگلے صفحہ پر مذکور نقشہ کو غور سے ملاحظہ کر لو۔ اس نقشے میں اس شکل کے نتائج کی تفصیلات درج ہیں۔

قالَ وَ امّا الشکل الثالث فشرطہ فعلیۃ الصغریٰ و النتیجۃ کالکبریٰ ان کانت الکبریٰ غیر الاربع و الا فکعکس الصغریٰ محذوفا عنہا اللادوام ان کانت الکبریٰ احدی الدائمتین و مضموما الیہا ان کانت احدی الخاصتین اقول شرط انتاج الشکل الثالث بحسب الجہۃ ان تکون الصغریٰ فعلیۃ لانہا لو کانت ممکنۃ لم یلزم تعدی الحکم من الاوسط الی الاصغر لان الحکم فی الکبریٰ علی ما

هو اوسط بالفعل و الاوسط لیس باصغر بالفعل بل بالامکان فجاز ان لا یصدق الاصغر بالفعل علی الاوسط فلم یندرج الاصغر تحتہ فلا یلزم من الحکم بالاکبر علی الاوسط الحکم بہ علی الاصغر کما اذا فرضنا ان زید ایرکب الحمار وعمرا یرکب الحمار دون الفرس یصدق قولنا کل ما ھو مرکوب زید مرکوب عمرو بالامکان وکل مرکوب زید فرس بالفعل مع کذب قولنا بعض ما ھو مرکوب عمرو فرس بالفعل بل بالامکان العام لان کل ما ھو مرکوب عمرو حمار بالضرورۃ فلما لم یصدق مرکوب عمرو بالفعل علی مرکوب زید لم یندرج الاصغر تحتہ حتی یتعدی الحکم منہ الیہ وباعتبار ھذا الشرط سقط من الاختلاطات الممکنۃ الانعقاد ستۃ وعشرون اختلاطاً وبقیت الاختلاطات المنتجۃ مائۃ وثلثۃ واربعین والکبری فیھا اما ان تکون احدی الوصفیات الاربع او لا تکون فان لم تکن احدی الوصفیات الاربع بل احدی التسع الباقیۃ کانت جھۃ النتیجۃ جھۃ الکبری بعینھا وان کانت احدی الاربع فالنتیجۃ کعکس الصغری محذوفا عنہ اللادوام ان کان العکس مقیدا بہ ومضموما الیہ لادوام الکبری ان کانت احدی الخاصتین اما ان النتیجۃ کالکبری او کعکس الصغری فبالطریق المذکورۃ من الخلف والعکس والافتراض علی ما سبق بیانھا واما حذف اللادوام من عکس الصغری فلان عکس الصغری موجبۃ فیکون اللادوام سالبۃ ولا مدخل لھا فی صغری ھذا الشکل واما ضم لادوام الکبری الیہ فلانہ ینتج مع الصغری لادوام النتیجۃ وتفصیل نتائج اختلاطات القسم الثانی فی ھذا الجدول۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا ہے کہ بہرحال شکل ثالث تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط فعلیۃ الصغریٰ ہے۔ اور نتیجہ مانند کبریٰ کے نکلے گا۔ اگر کبریٰ چاروں وصفیات کے علاوہ ہو ورنہ پھر نتیجہ ایسا ہوگا جیسا صغریٰ کے عکس کا تقاضہ جس سے لادوام کو حذف کر دیا گیا ہو۔ اگر کبریٰ دونوں عامہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ اور لادوام کو کبریٰ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اگر دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔

اقول شرط انتاج الشکل الثالث :۔ میں کہتا ہوں کہ تیسری شکل کے نتیجہ دینے کی شرط باعتبار جہت کے یہ ہے کہ صغریٰ فعلیہ ہو۔ کیونکہ اگر صغریٰ ممکنہ ہوگی تو حکم متعدی ہونا اوسط سے اصغر کی طرف ضروری نہ ہوگا۔ قولہ لان الحکم فی الکبریٰ :۔ کیونکہ کبریٰ میں حکم اُن افراد پر تھا کہ جن کیلئے اوسط بالفعل ثابت ہے۔ اور اصغر میں اوسط بالفعل نہیں پائی جاتی۔ بلکہ بالامکان پائی جاتی ہے کیونکہ اصغر میں امکان کی قید ہے بالفعل کی قید نہیں ہے / مجاز ان لایصدق الخ :۔ لہٰذا جائز ہے کہ اصغر بالفعل اوسط پر صادق نہ آئے۔ پس اصغر اس کے تحت میں مندرج داخل نہ ہو سکا / لہٰذا یہ جو حکم جو اکبر کا اوسط پر لگتا

وہ حکم اصغر پر لازم نہیں آتا۔ جیسے جب ہم نے فرض کیا ان زیدا یرکب الفرس ولم یرکب الحمار وعمرو یرکب الحمار دون الفرس تو اس صورت میں ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کل ما ھو مرکوب عمرو بالامکان وکل مرکوب زید فرس بالفعل۔ حالانکہ ساتھ ہی یہ قول کاذب بھی ہے کہ بعض ما ھو مرکوب عمرو فرس بالفعل بلکہ صادق ہے بالامکان العام۔ اس لئے کہ کل ما ھو مرکوب عمرو حمار بالضرورۃ۔ پس جبکہ صادق نہ رہا مرکوب عمرو بالفعل مرکوب زید پر تو اصغر اس کے تحت داخل نہ رہا تاکہ حکم اس سے اس کی طرف متعدی ہوسکے۔ وباعتبار ھذا الشرط الخ۔ اور اس شرط کے لحاظ سے اختلاطات ممکنۃ الانعقاد میں سے ستۃ وعشرون ۲۶ اختلاط ساقط ہوگئے۔ اور وہ اختلاط جو نتیجہ دینے والی ہیں۔ کل ۳۴ صورتیں باقی رہ گئیں۔ اور کبریٰ ان میں یا احدی الوصفیات الاربع (چاروں وصفیات میں سے کوئی ایک) ہوگی یا نہ ہوگی۔ پس اگر وصفیات اربعہ میں سے کوئی نہیں ہے بلکہ بقیہ نو صورتوں میں سے کوئی صورت ہے تو نتیجہ کی جہت بعینہ کبریٰ کی جہت ہوگی۔ اور اگر کبریٰ ان چاروں وصفیات میں سے کوئی ایک ہوگی تو اس صورت میں نتیجہ صغریٰ کے عکس جیسا ہوگا مگر اس سے لادوام کی قید محذوف ہوگی اگر عکس اس قید (لادوام) کے ساتھ مقید ہوگا۔ ومضموماً الیہ۔ اور صغریٰ سے ملا ہوا ہوگا۔ کبریٰ کا لادوام اگر صغریٰ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہوگی۔ اما ان النتیجۃ کالکبریٰ:۔ بہرحال یہ مسئلہ کہ نتیجہ مانند کبریٰ ہوگا۔ یا کعکس الصغریٰ ہوگا۔ تو اس کا طریقہ وہ ہے جو ذکر کیا جاچکا ہے۔ یعنی دلیل خلف، دلیل عکس، اور دلیل افتراض جس کا بیان گذر چکا ہے۔ واما حذف اللادوام من عکس الصغریٰ۔ اور بہرحال صغریٰ کے عکس سے لادوام کی قید کا حذف کیا جانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ صغریٰ کا عکس موجبہ ہے۔ تو اس میں جو لادوام آئے گا وہ سلب کے معنی دے گا۔ حالانکہ سلب کا کوئی دخل اس شکل کے صغریٰ میں نہیں ہے۔ واما ضم اللادوام الکبریٰ بہرحال لادوام کی قید کا ضم کبریٰ کے ساتھ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کبریٰ صغریٰ کے ساتھ ملکر لادوام کا نتیجہ دے گا۔ اور قسم ثانی کے اختلاطات کی صورتوں کے نتائج کی تفصیل درج ذیل نقشہ میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمالیجیے۔

تشریح:۔ قولہ اما الشکل الثالث:۔ ماتن نے شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرائط فعلیۃ الصغریٰ بیان کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اس شکل کا نتیجہ کبریٰ کی مانند ہوگا۔ اگر کبریٰ اربعہ وصفیات میں سے نہ ہو۔ اور اگر کبریٰ چاروں وصفیات میں سے کوئی ایک ہوگا تو نتیجہ صغریٰ کے عکس جیسا ہوگا۔ مگر اس سے لادوام کی قید کو حذف کردیا جائے گا۔ اگر کبریٰ دونوں عامہ میں سے کوئی ایک واقع ہو اور لادوام کو اس کے ساتھ ضم کردیا جائے گا اگر دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک واقع ہوگا۔ پھر شارح نے اسکی تفصیلات مثال دیکر بیان کی ہیں۔ آپ کتاب سے رجوع کیجئے۔ بیان آسان ہے۔

قالَ واَمَّا الشکل الرابع فشرط انتاجہ بحسب الجھۃ امور خمسۃ الاوّل کون القیاس فیہ مِن الفعلیات الثانی انعکاس السالبۃ المستعملۃ فیہ الثالث صدق الدوام علیٰ صغری الضروب

الثالث او العرفی العام علی الکبریٰ الرابع کون الکبریٰ فی السادس من المنعکسة السوالب الخامس کون الصغریٰ فی الثامن من احدی الخاصتین و الکبریٰ مما یصدق علیھا العرفی العام۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا۔ بہر حال شکل رابع تو اس کے نتیجہ دینے کی شرط باعتبار جہت کے پانچ باتیں ہیں۔ اول اس جو قیاس ہو وہ فعلیہ میں سے ہو۔ الثانی: جو سالبہ اس میں مستعمل ہو وہ منعکس ہو۔ الثالث۔ ضرب ثالث کے صغریٰ پر دوام صادق آنا چاہیے۔ یا پھر اس کے کبریٰ میں عرفیہ عامہ کو صادق آنا چاہیے۔ الرابع۔ ضرب سادس میں کبریٰ وہ ہو جس کا عکس سالبہ واقع ہو۔ الخامس۔ آٹھویں ضرب میں صغریٰ کا دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہونا چاہیے۔ اور کبریٰ ان میں سے ہو کہ جن پر عرفیہ عامہ صادق ہو۔

تشریح :- ماتن نے شکل رابع کے نتیجہ دینے کی جو پانچ شرطیں بیان کی ہیں۔ شارح ان کی تشریح فرمارہے ہیں۔ تفصیلات ان پانچوں شرائط کی شرح میں ملاحظہ فرمالیجیے۔

اقول لانتاج الشکل الرابع بحسب الجھة شرائط خمسة الاول کون القیاس فیه من الفعلیات حتیٰ لاتستعمل فیه الممکنة اصلاً لان الممکنة اما ان تکون موجبة او سالبة و ایا ما کان لاینتج اما الممکنة السالبة فلما سیاتی فی الشرط الثانی من وجوب انعکاس السالبة فیه و اما الممکنة الموجبة فلانھا اما ان تکون صغریٰ او کبریٰ وعلیٰ کلا التقدیرین یتحقق الاختلاف و اما اذا کانت صغریٰ فلصدق قولنا فی الفرض المذکور کل ناھق مرکوب زید بالامکان و کل حمار ناھق بالضرورة مع ان الحق السلب و صدق ھذا الاختلاط مع حقیقة الایجاب کثیر کقولنا کل صاھل مرکوب زید بالامکان و کل فرس صاھل بالضرورة مع صدق کل مرکوب زید فرس بالضرورة و اما اذا کانت کبریٰ فکقولنا کل مرکوب زید فرس بالضرورة و کل حمار مرکوب زید بالامکان الخاص مع امتناع الایجاب ولو بدلنا الکبریٰ بقولنا کل صاھل مرکوب زید بالامکان کان الحق الایجاب۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ شکل رابع کے نتیجہ دینے کے لئے باعتبار جہت کے پانچ شرطیں ہیں۔ اول ان میں سے قیاس اس میں فعلیات میں سے ہو۔ حتیٰ کہ اس قیاس میں قضیہ ممکنہ بالکل استعمال نہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ قضیہ ممکنہ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا۔ جو بھی ہو نتیجہ کا نہ دے گا ـــ

اما الممکنۃ السالبۃ ۔ بہر حال ممکنہ سالبہ کے نتیجہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جیساکہ شرط ثانی میں آجائے گا۔
کہ اس میں عکس سالبہ کا آنا ضروری ہے۔ واما الممکنۃ الموجبۃ ۔ بہر حال ممکنہ موجبہ سے نتیجہ کیوں نہ نکلے گا
کیونکہ موجبہ ممکنہ یا صغریٰ واقع ہوگی یا کبریٰ۔ اور دونوں صورتوں میں اختلاف بہر حال متحقق ہو جائے گا۔
واما اذا کانت الصغریٰ ۔ بہر حال ممکنہ موجبہ جب صغریٰ واقع ہو۔ تو چونکہ ہمارا یہ قول مذکورہ بالافرضی
مثال میں صادق ہے کہ کل ناہق مرکوب زید بالامکان وکل حمار ناہق بالضرورۃ۔ باوجودیکہ حق سلب ہے۔
(یعنی نتیجہ سالبہ ہے) وصدق ھذا الاختلاط مع حقیقۃ الایجاب کثیر۔ حالانکہ اس اختلاط کا صادق ہونا
ایجاب کے صحیح ہونے کے ساتھ کثیر ہے۔ جیسے ہمارے اس قول میں موجود ہے کہ کل صاہل مرکوب زید
بالامکان وکل فرس صاہل بالضرورۃ اور ساتھ ہی یہ قول بھی صادق ہے کہ کل مرکوب زید فرس بالضرورۃ۔
واما اذا کانت کبریٰ :۔ اور بہر حال جب کبریٰ ہو۔ پس جیسے کہ ہمارا قول کل مرکوب زید فرس بالضرورۃ
اور کل حمار مرکوب زید بالامکان الخاص صادق ہے باوجودیکہ اس میں ایجاب ممتنع ہے۔ اور اگر ہم کبریٰ کو
بدل دیں اپنے اس قول سے کہ کل صاہل مرکوب زید بالامکان ۔ تو پھر ایجاب درست ہو جائے گا۔

تشریح :۔ قولہ لانتاج الشکل الرابع :۔ چوتھی شکل کے نتیجہ دینے کی شرائط باعتبار جہت کے
پانچ ہیں۔ قیاس اس میں فعلیات میں سے ہونا چاہیے۔ جس میں ممکنہ کا استعمال بالکل نہ کیا جائے گا۔
قولہ لان الممکنۃ اما ان تکون موجبۃ او سالبۃ۔ اس لئے کہ ممکنہ کی دو ہی صورتیں ہیں موجبہ ہوگا یا سالبہ
ہوگا۔ جونسا بھی ہو کوئی نتیجہ نہ دے گا۔ بہر حال ممکنہ سالبہ تو اس لئے کہ جیساکہ شرط ثانی میں اس کا ذکر
آجائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں عکس کا سالبہ ہونا ضروری ہے۔ اور بہر حال ممکنہ موجبہ کیوں نتیجہ نہ
دے گا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ موجبہ ممکنہ صغریٰ واقع ہوگا یا کبریٰ واقع ہوگا۔ دونوں صورتوں میں اختلاف
متحقق ہو جائے گا۔ واما اذا کانت صغریٰ۔ بہر حال جب ممکنہ موجبہ صغریٰ واقع ہو تو اختلاف متحقق
ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالافرضی مثال میں ہمارا یہ قول تو صادق ہے کہ کل ناہق مرکوب زید
بالامکان اور کل حمار ناہق بالضرورۃ حالانکہ اس میں حق سلب ہے۔ (لہٰذا اختلاف واقع ہو گیا) وصدق
ہٰذا الاختلاط ۔ اور اس اختلاط کا صادق ہونا ایک دو جگہ نہیں بلکہ کثیر ہے۔ اور ایجاب بھی حق ہے۔
(لہٰذا اختلاف پایا گیا) واما اذا کانت کبریٰ۔ بہر حال ممکنہ موجبہ جب کبریٰ واقع ہو تو پھر اختلاف متحقق
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہمارا قول کل مرکوب زید فرس بالضرورۃ وکل حمار مرکوب زید بالامکان الخاص
تو صادق ہے۔ حالانکہ اس جگہ ایجاب محال ہے۔ (لہٰذا اختلاف پایا گیا)
قولہ ولو بدلنا الکبریٰ۔ اور اگر ہم کبریٰ کو بدلدیں اپنے اس قول سے کہ کل صاہل مرکوب زید بالامکان
تو ایجاب حق ہو جائے گا۔

الشرط الثانی ان تکون السالبة المستعملة فیه منعکسة لانّ اخص السوالب الغیر المنعکسة هی السالبة الوقتیة وهی اما ان تکون صغریٰ او کبریٰ وایاما کان لم ینتج اما اذا کانت صغریٰ فلصدق قولنا لا شیء من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائما وکل ذی محاق فهو قمر بالضرورة والحق الایجاب واما اذا کانت کبریٰ فلصدق قولنا کل منخسف فهو ذو محاق بالضرورة ولا شیء من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائما مع امتناع السلب الشرط الثالث ان یصدق الدوام فی الضرب الثالث علیٰ صغراه بان تکون ضروریة او دائمة او العرفی العام علیٰ کبراه بان تکون من القضایا الست المنعکسة السوالب فانه لو انتفی الامران کانت الصغریٰ احدی القضایا الغیر الضروریة والدائمة وهی احدی عشرة والکبریٰ احدی السبع لکن لما کانت الصغریٰ فی هذا الضرب سالبة وقد تبین ان السالبة المستعملة فی هذا الشکل یجب ان تکون منعکسة سقط من تلک الجملة اختلاط صغریٰ احدی السبع مع الکبریات السبع فلم یبق الا اختلاط صغریٰ احدی الوصفیات الاربع مع کبریٰ احدی السبع واخص الصغریات المشروطة الخاصة والکبریات الوقتیة وهی لا تنتج معها فلم تنتج البواقی وذلک لانه یصدق لا شیء من المنخسف بمضیء بالاضاءة القمریة بالضرورة ما دام منخسفا لادائما وکل قمر منخسف بالتوقیت لادائما مع امتناع سلب القمر عن المضیء بالاضاءة القمریة واعلم ان البیان فی الشرط الثانی والثالث انما یتم لو بین فیهما امتناع الایجاب حتیٰ یلزم الاختلاف لکن لا یظفر بصورة نقض یدل علیه .

ترجمہ:۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سالبہ جو اس شکل میں استعمال کیا جائے، وہ منعکسہ ہو (اس کا عکس لایا گیا ہو) اس لئے کہ غیر منعکس سالبات میں سب سے اخص وہ سالبہ وقتیہ ہے اور وہ قیاس میں یا صغریٰ واقع ہوگی یا کبریٰ۔ جونسی صورت بھی ہو بہرحال نتیجہ نہ دے گی۔ اما اذا کانت صغریٰ بہرحال جب سالبہ وقتیہ صغریٰ واقع ہو تو چونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ لا شیء من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائما۔ وکل ذی محاق فہو قمر بالضرورۃ۔ اور اس کا نتیجہ ایجاب ہے۔ واما اذا کانت کبریٰ۔ بہرحال وقتیہ سالبہ کبریٰ واقع ہو تو چونکہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ کل منخسف فہو ذو محاق بالضرورۃ۔ ولا شیء من القمر بمنخسف بالتوقیت لادائما۔ حالانکہ سلب اس جگہ محال ہے۔ (تو اختلاف صدق وکذب کا پایا گیا)

الشرط الثالث:۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ ضرب ثالث میں دوام صادق آئے اس کی صغریٰ پر۔ بایں طور کہ صغریٰ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو۔ عرفیہ عامہ ہو اس کی کبریٰ پر۔ بایں طور کہ کبریٰ ان قضایا ستہ میں سے ہو

جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ فان لوانتفیٰ الامران۔ اس لیے کہ اگر دونوں امور نہ پائے جائیں گے تو صغریٰ ان قضایا میں سے کوئی ایک ہوگی۔ جو کہ غیر ضروریہ اور غیر دائمہ ہو۔ اور وہ گیارہ قضایا ہیں۔ اور کبریٰ سات قضایا میں سے کوئی ایک ہوگا۔ لیکن جب صغریٰ اس ضرب میں سالبہ ہوگی۔ اور چونکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ سالبہ جو اس میں مستعمل ہے اس کے لیے منعکس ہونا واجب ہے۔ اس شرط کی وجہ سے اس مجموعہ سے ساقط ہو گیا سات صغریٰ میں سے کسی ایک کا سات کبریات کے ساتھ۔ (اور جب یہ سات صورتیں ساقط ہو گئیں تو) نہیں باقی رہا لیکن صغریٰ کا خلط۔ وصفیات اربعہ میں سے کسی ایک کیساتھ۔ اور یہ ساتوں کبریٰ میں سے کسی ایک کے ساتھ۔ واخص الصغریات المشروطۃ۔ اور چونکہ تمام صغریٰ میں سب سے اخص مشروطہ خاصہ اور کبریات میں سب سے اخص وقتیہ ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ نتیجہ نہیں دیتی۔ لہٰذا باقی صورتیں نتیجہ نہ دیں گی۔ وذالک لا دلیصدق۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قول صادق ہے کہ لاشیٔ من المنخسف بمضیٔ، بالاضاءۃ القمریۃ بالضرورۃ مادام منخسفا لا دائما۔ وکل قمر منخسف بالتوقیت لا دائما۔ اور ساتھ ہی یہ قول کاذب اور محال ہے کہ قمر کا سلب کیا جائے مضیٔ سے اضاءۃ القمریہ کے ذریعہ۔

واعلم ان البیان :- جان تو کہ شرط ثانی اور شرط ثالث کا بیان تام ہوتا ہے۔ اگر اس میں یہ بیان کر دیا جائے کہ ایجاب ممتنع ہے۔ تاکہ اختلاف لازم آئے لیکن نقض کی صورت میں یہ صورت کامیاب ہوگی وہ نقض جو اس پر دلالت کرتا ہو۔

تشریح :- قولہ الشرط الثانی :- شارح نے شکل رابع کے نتیجہ دینے کی پانچ شرطیں ذکر کی تھیں۔ یہاں سے ان شرائط میں سے دوسری شرط کا بیان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ سالبہ جو اس میں استعمال کی جائے وہ منعکسہ ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ اخص السوالب غیر منعکسہ میں سالبہ وقتیہ ہی ہے وہ اس قیاس میں اگر صغریٰ واقع ہوگی۔ یا کبریٰ واقع ہوگی۔ اور جو بھی صورت ہو بہر حال نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

قولہ والشرط الثالث۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اس کی صغریٰ پر ضرب ثالث میں دوام صادق ہو (یعنی صغریٰ کا دائمہ ہونا ضروری ہے) صورت اس کی یہ ہے کہ صغریٰ ضروریہ ہو یا دائمہ، یا پھر کبریٰ میں عرفیہ عامہ ہو بایں صورت کہ کبریٰ ان قضایا ستہ میں سے ہو جن کا عکس سوالب آتا ہے۔ قولہ ولو انتفیٰ الامران۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں گی تو صغریٰ کے لیے لازم ہوگا کہ قضایا غیر ضروریہ وغیر دائمہ میں سے کوئی واقع ہو۔ اور وہ گیارہ قضیہ ہیں۔ اسی طرح کبریٰ بھی ان ساتوں قضایا میں سے کوئی ایک ہو۔

قولہ ولکن لما کانت الصغریٰ فی ہٰذا الضرب۔ لیکن جب اس ضرب میں صغریٰ سالبہ ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہو ہی چکا ہے کہ سالبہ جو اس شکل میں مستعمل ہے اس کا منعکس ہونا ضروری ہے۔ تو اس قید کی وجہ سے ساقط ہو گئی اس مجموعہ سے صغریٰ کا اختلاط ساتوں قضایا میں سے کسی ایک کا کبریات سبعہ میں سے کسی ایک کیساتھ

اور اخص الصغریات مشروطہ خاصہ ہے۔ اور اخص الکبریات ذہنیہ ہے۔ اور یہ نتیجہ نہیں دیتیں ان کے ساتھ۔ لہٰذا جب اخص بے نتیجہ ہیں تو باقی بھی بے نتیجہ ہوں گی۔

الشرط الرابع كون الكبرى فى الضرب السادس من القضايا الست المنعكسة السوالب لان هذا الضرب انما يتبين انتاجه بعكس الصغرى ليرتد الى الشكل الثانى فلابد فيه من شرطين احدهما ان تكون الصغرى سالبة خاصة لتقبل الانعكاس كما عرفت فيما سبق وثانيهما ان تكون الكبرى الموجبة معها على الشرائط المعتبرة بحسب الجهة فى الشكل الثانى ليحصل النتيجة وشرطه انه اذا لم يصدق الدوام على صغراه تكون كبراه من الست المنعكسة السوالب فيجب ان يكون كبرى الضرب السادس كذلك الشرط الخامس كون صغرى الضرب الثامن من احدى الخاصتين وكبراه مما يصدق عليه العرفى العام لان انتاجه انما يظهر بعكس الترتيب ليرجع الى الشكل الاول ثم عكس النتيجة فلابد ان يكون مقدماته بحيث اذا بدلت احدهما بالاخرى انتجتا سالبة خاصة لتقبل الانعكاس الى النتيجة المطلوبة والشكل الاول انما ينتج سالبة خاصة لو كان كبراه احدى الخاصتين وصغراه احدى القضايا الست التى يصدق عليها العرفى العام اما اذا كانت صغراه احدى الوصفيات الاربع فظاهر واما اذا كانت احدى الدائمتين فلان النتيجة ح ضرورية لا دائمة او دائمة لا دائمة وهما اخص من العرفية الخاصة فيصدق على النتيجة السالبة الجزئية العرفية الخاصة وهى تنعكس الى النتيجة المطلوبة فيجب ان يكون صغرى هذا الضرب احدى الخاصتين لانها كبرى الشكل الاول وكبراه من القضايا الست لانها صغرى الشكل الاول ومن ههنا يظهر ان الضرب السابع لما كان انتاجه انما يتبين بعكس الكبرى ليرجع الى الشكل الثالث وجب ان يكون السالبة المستعملة فيه قابلة للانعكاس وان تكون الموجبة مع عكسها على شرائط انتاج الشكل الثالث فلابد فيه ايضا من شرطين احدهما ان تكون السالبة احدى الخاصتين وثانيهما ان يكون الموجبة فعلية لان الصغرى الممكنة عقيمة فى الشكل الثالث وانما لم يذكر ذلك فى الكتاب لان الشرط الاول قد علم فى فصل القياس والشرط الثانى قد علم من اول الشرط وهو عدم استعمال الممكنة فى هذا الشكل

ترجمہ :- اور چوتھی شرط ضرب سادس میں کبریٰ کا ان قضایا ستہ میں سے ہونا جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ اس لئے کہ اس ضرب (قسم) کا نتیجہ صغریٰ کے عکس سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ شکل ثانی کی طرف لوٹ جائے۔ لہٰذا اس میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ صغریٰ سالبہ خاصہ ہو تاکہ وہ عکس کو قبول کرلے۔ جیسا کہ تم ماسبق میں معلوم کر چکے ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ کبریٰ موجبہ ہو انھیں شرائط کے مطابق جو باعتبار جہت کے شکل ثانی میں معتبر ہیں۔ تاکہ نتیجہ حاصل ہو جائے۔ وشرط انہ اذا لم یصدق الدوام علی صغراہ ۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ جب اس کے صغریٰ میں دوام صادق نہ آئیگا۔ تو اس کا کبریٰ ان چھ قضایا میں سے ہوگا کہ جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ لہٰذا واجب ہے کہ ضرب سادس کا کبریٰ بھی اسی قسم کا ہو۔

الشرط الخامس :۔ بہرحال شکل رابع کے نتیجہ دینے کی پانچویں شرط ضرب ثامن (آٹھویں قسم) کے صغریٰ کا دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہونا۔ اور اس کا کبریٰ ان قضایا میں سے ہونا کہ جن پر عرفیہ عامہ صادق آجائے۔ لان انتاجہا انما یظہر۔ اس لئے کہ اس کا نتیجہ ترتیب کے عکس کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے تاکہ شکل اول کی جانب رجوع کرے۔ اس کے بعد پھر نتیجہ کا عکس ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کے دونوں مقدمات اس طور پر ہوں کہ جب ایک مقدمہ کو دوسرے مقدمہ سے تبدیل کیا جائے تو دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دیں۔ تاکہ انعکاس (اس کا منعکس ہونا) نتیجہ مطلوبہ کو قبول کرلے۔ اور شکل اول بیشک نتیجہ سالبہ خاصہ کا دیتی ہے۔ اگر اس کا کبریٰ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ اور اس کا صغریٰ قضایا ستہ میں سے کوئی ایک واقع ہو وہ قضایا ستہ کہ ان پر عرفیہ عامہ ہونا صادق ہو۔ اما اذا کانت صغراہ احدی الوصفیات ۔ بہرحال جب اس کا صغریٰ وصفیات اربعہ میں سے کوئی ایک واقع ہوگا تو پس ظاہر ہے اور بہرحال جب دونوں دائمہ میں سے کوئی ایک واقع ہوگا تو اس لئے کہ اس صورت میں نتیجہ ضروریہ لادائمہ ہوگا۔ یا پھر دائمہ لادائمہ نکلے گا۔ اور یہ دونوں نتیجے عرفیہ خاصہ سے خاص ہیں۔ قولہ فیصدق علی النتیجۃ۔ لہٰذا پس نتیجہ پر سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ صادق آئے گا۔ اور وہ نتیجہ مطلوبہ کی جانب منعکس ہوتا ہے۔ قولہ فیجب ان یکون صغریٰ ہذا الضرب۔ لہٰذا پس واجب ہے کہ اس ضرب (قسم) کا صغریٰ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ کیونکہ شکل اول کا کبریٰ ہے۔ اور اس ضرب کا کبریٰ قضایا ستہ میں سے ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ شکل اول کا صغریٰ ہے۔

ومن ہہنا یظہر :- اسی جگہ سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ ضرب سابع جبکہ اس کا نتیجہ دینا کبریٰ کا عکس کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ شکل ثالث کی طرف رجوع کرے۔ تو واجب ہے کہ وہ سالبہ جو اس میں استعمال کیا گیا ہو وہ انعکاس کو قبول کرنے والا بھی ہو۔ اور نیز یہ بھی ضروری ہے کہ موجبہ ہو اس کے عکس کے ساتھ۔ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرط کے مطابق۔ تو اس میں بھی دو شرطیں ضروری ہیں۔

احدیہما ان تکون الشائبتہ احدی الخاصتین۔ دونوں شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سالبہ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ موجبہ مغلبہ ہو۔ اس لئے کہ صغریٰ ممکنہ شکل ثالث میں عقیم ہے قولہ وانما لم یذکر ذالک فی الکتاب۔ اور بے شک ان کا ذکر متن میں نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ شرط اول تو قیاس کی فصل میں معلوم ہو چکی ہے۔ اور شرط ثانی اول شرط سے معلوم ہو گی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس شکل میں ممکنہ کا استعمال نہ کیا جائے۔

تشریح:۔ قولہ الشرط الرابع۔ چوتھی شکل کے نتیجہ دینے کی پانچ شرطوں میں سے یہ چوتھی شرط کا بیان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ضرب سادس کا کبریٰ ان قضایا ستہ میں سے ہو جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس ضرب کا نتیجہ صغریٰ کے عکس کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ شکل ثانی کی طرف لوٹ جائے۔ اس لئے اس میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ شرط اول۔ صغریٰ سالبہ خاصہ ہو۔ تاکہ وہ عکس کو قبول کرلے۔ دوسری شرط۔ کبریٰ موجبہ ہو۔ اور اس کے ساتھ وہ شرائط بھی ہوں۔ جو کبریٰ میں باعتبار جہت کے شکل ثانی میں ضروری ہیں۔ تاکہ نتیجہ حاصل ہو جائے۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ جب اس کے صغریٰ میں دوام صادق نہ ہو گا۔ تو اس کا کبریٰ ان قضایا ستہ میں سے ہو گا کہ جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ضرب سادس کا کبریٰ بھی اسی قسم کا واقع ہو۔

قولہ الشرط الخامس۔ پانچویں شرط۔ ضرب ثامن کا صغریٰ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہونا۔ اور اس کا کبریٰ وہ ہونا چاہیئے۔ کہ جس پر عرفیہ عامہ صادق آئے۔

قولہ لان انتاجہ انما یظہر۔ اس لئے کہ اس کا نتیجہ ترتیب کے عکس کر دینے سے ظاہر ہوتا ہے تاکہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے۔ اس کے بعد پھر نتیجہ کا عکس کرنا ہو گا۔

فلا بد ان یکون مقدمتاہ۔ ان دونوں مذکورہ باتوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دونوں مقدمات اس حیثیت سے ہوں کہ جب دونوں مقدمات میں سے ایک کو دوسرے سے تبدیل کر دیں تو دونوں سالبہ خاصہ نتیجہ دیں۔ تاکہ نتیجہ مطلوبہ کی جانب منعکس ہونے کو قبول کرلیں۔

قولہ والشکل الاوّل انما ینتج۔ اور شکل اول سالبہ خاصہ نتیجہ دیتی ہے۔ اگر اس کا کبریٰ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک ہو۔ اور اس کا صغریٰ قضایا ستہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ کہ جن پر عرفیہ عامہ صادق آتا ہو۔

قولہ واما اذا کانت صغراہ:۔ اور بہر حال جب اس کا صغریٰ چاروں وصفیات میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر دونوں دائمہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ تو اس لئے کہ نتیجہ اس صورت میں ضروریہ لادائمہ نکلے گا۔ یا دائمہ لادائمہ نکلے گا۔ اور یہ دونوں کے دونوں عرفیہ خاصہ سے اخص ہیں۔ لہٰذا پس نتیجہ پر سالبہ جزئیہ عرفیہ خاصہ صادق آئے گا۔ اور یہ منعکس ہو جائے گا۔ نتیجہ مطلوبہ کی جانب۔ لہٰذا پس واجب ہو گیا کہ اس ضرب کا صغریٰ دونوں خاصہ میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ کیونکہ یہ شکل اول کا کبریٰ ہے۔ اور اس کا کبریٰ قضایا ستہ

میں سے ہو کیونکہ وہ شکل اول کا صغریٰ ہے۔

قَالَ وَالنتیجة فی الضربین الاولین بعکس الصغری ان صدق الدوام علیها او کان القیاس من الست المنعکسة السوالب والا فمطلقة عامة وفی الضرب الثالث دائمة ان صدق الدوام علی احدی مقدمتیه والا فعکس الصغری وفی الضرب الرابع والخامسة دائمة ان صدق الدوام علی الکبری والا فعکس الصغری محذوفا عنها اللادوام وفی السادس کما فی الشکل الثانی بعد عکس الصغری وفی السابع کما فی الشکل الثالث بعد عکس الکبری وفی الثامن کعکس النتیجة بعد عکس الترتیب

ترجمہ :۔ ماتن نے فرمایا۔ اور نتیجہ پہلی دونوں ضربوں (قسموں) میں صغریٰ کے عکس کے ساتھ آئیگا۔ اگر اس پر (صغریٰ پر) دوام صادق آئے۔ یا پھر قیاس ان چھ قضایا سے مرکب ہو جن کا عکس سالبہ آتا ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں گی تو پھر نتیجہ مطلقہ عامہ آئے گا۔

وفی الضرب الثالث :۔ اور تیسری قسم میں نتیجہ دائمہ آئے گا اگر اس کے دونوں مقدمات میں سے کسی ایک پر دوام صادق آجائے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا (یعنی دونوں مقدمات میں سے کسی پر دوام صادق نہ آئے گا۔) تو نتیجہ صغریٰ کا عکس آئے گا۔

وفی الضرب الرابع :۔ اور چوتھی اور پانچویں قسم میں نتیجہ دائمہ آئے گا۔ اگر ان کے کبریٰ میں دوام صادق ہوگا۔ اور اگر کبریٰ میں دوام صادق نہ ہوگا تو پھر نتیجہ صغریٰ کا عکس آئیگا مگر اس سے لادوام کو حذف کردیا جائے گا۔

وفی السادس کما فی الشکل الثانی ۔ اور ضرب سادس میں نتیجہ ویسا ہی آئے گا جیسا کہ شکل ثانی میں آیا تھا صغریٰ کا عکس کرنے کے بعد۔

وفی السابع کما فی الشکل الثالث :۔ اور نتیجہ ضرب سابع میں ویسا ہی آئے گا جیسا کہ شکل ثالث میں آیا تھا کبریٰ کا عکس کرنے کے بعد۔ اور قسم ثامن میں نتیجہ کے عکس جیسا آئے گا ترتیب کو عکس کرنے کے بعد۔

تشریح :۔ ماتن نے آٹھوں ضربات (اقسام) کے نتائج اجمالاً بیان کیے ہیں۔ اور ساتھ ہی نتائج کی شرطیں بھی تحریر کی ہیں۔ شارح اس کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ شرح میں تفصیل لکھی جارہی ہے۔

اقول المنتج من الاختلاطات بحسب الشرائط المذکورة فی کل واحد من الضربین الاولین مائة وواحد وعشرون وهی الحاصلة من ضرب الموجهات الفعلیة الاحدی عشرة فی نفسها وفی الضرب الثالث ستة واربعون وهی الحاصلة من الصغریین الدائمتین مع

الفعليات الاحدى عشرة ومن الصغريات المشروطتين والعرفيتين مع الست المنعكسة السوالب فى الرابع والخامس ستة وستون وهى التى تحصل من الصغريات الفعلية الاحدى عشرة مع الست المنعكسة السوالب وفى السادس والثامن اثنا عشر تحصل من الصغريين الخاصتين مع الست المنعكسة السوالب وفى السابع اثنان و عشرون تحصل من الكبريين الخاصتين مع الفعليات الاحدى عشرة والنتيجة فى الضربين الاولين عكس الصغرى ان كانت ضرورية اودائمة او كان القياس من الست المنعكسة السوالب والا فمطلقة عامة وفى الضرب الثالث دائمة ان كانت احدى المقدمتين ضرورية اودائمة والا فعكس الصغرى وفى الرابع والخامس دائمة ان كانت الكبرى ضرورية اودائمة والا فعكس الصغرى لحذف قاعدة اللادوام وبيان الكل بالبراهين المذكورة فى المطلقات وفى السادس كما فى الشكل الثانى بعد عكس الصغرى وفى السابع كما فى الشكل الثالث بعد عكس الكبرى وفى الثامن كما فى الشكل الاول بعكس النتيجة بعد عكس الترتيب وبالجملة لمّا كانت هذه الضروب الثلاثة الاخيرة ترتد الى الاشكال الثلاثة المذكورة لما ذكرنا من الطرق كانت نتائجها نتائج تلك الاشكال بعينها فى السادس والسابع وبعكسها فى الثامن وعليك بمطالعة هذا الجدول۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا اختلاطات میں سے نتیجہ دینے والی مذکورہ شرائط کے لحاظ سے کہ جو شرائط ہر ضرب میں بیان کردی گئی ہیں۔ اول دونوں ضربوں کا نتیجہ ۱۲۱ ہے۔ وھی الحاصلۃ من ضرب الموجبات۔ اور یہ تمام نتائج حاصل ہوتے ہیں موجبات فعلیہ جو کہ گیارہ کی تعداد میں ہیں۔ ان کو فی نفسہا (یعنی انھیں موجبات فعلیہ گیارہ میں) ضرب دینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۲۱ نتائج۔

وفی الضرب الثالث :- اور تیسری ضرب میں ستۃ واربعون (۴۶) نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ حاصل ہوتے ہیں دونوں صغریٰ دائمہ سے گیارہ مذکورہ فعلیات موجبہ میں ضرب دینے سے ۱۱ × ۲ = ۲۲۔ اور وہ صغریات جو دونوں مشروطہ ہوں اور صغریات جو دونوں عرفیہ ہوں۔ ان چاروں کو ضرب دینے سے قضایا ستۃ منعکسہ سوالب میں۔ ۴ × ۶ = ۲۴۔ (کل ۲۲ + ۲۴ = ۴۶ ہوگئے)

وفی الرابع والخامس :- اسی طرح ضرب رابع اور ضرب خامس میں نتیجہ کی صورتیں ستۃ وستون (۶۶) نکلتی ہیں۔ اور یہ چھیاسٹھ صورتیں گیارہ صغریات فعلیہ کو ستۃ منعکسہ سوالب میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ۱۱ × ۶ = ۶۶ صورتیں۔ وفی السادس والثامن اثنا عشر۔ اور ضرب سادس اور ضرب ثامن میں ۱۲ صورتیں حاصل

ہوتی ہیں۔ جو دونوں صغریٰ خاصہ کو ستہ منعکسہ سوالب میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ۶×۲=۱۲ صورتیں۔
وفی السابع اثنان وعشرون۔ اور ضرب سابع (ساتویں ضرب) میں اثنان وعشرون (کل ۲۲ صورتیں) حاصل ہوتی ہیں۔ جو دونوں کبریٰ خاصہ کو گیارہ فعلیہ موجبات کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں ۲×۱۱=۲۲ صورتیں۔

قولہ والنتیجۃ فی الضربین الاولین۔ شارح نے اب تک پوری آٹھوں ضربات کی نتیجہ دینے والی صورتوں کو الگ الگ تفصیل وار بیان کیا ہے۔ اب یہاں سے ان کے نتائج کو بیان کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اور نتیجہ پہلی دونوں ضربوں میں صغریٰ کا عکس ہوگا۔ اگر صغریٰ ضروریہ یا دائمہ ہوگی۔ یا پھر قیاس مرکب ہوگا۔ قضایا ستہ منعکسہ سوالب سے۔ اور اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں گی تو نتیجہ مطلقہ عامہ آئے گا۔

قولہ وفی الضرب الثالث۔ اور نتیجہ تیسری ضرب میں دائمہ آئے گا۔ اگر اس کے دونوں مقدمات میں سے کوئی ایک مقدمہ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو۔ اور اگر یہ شرط نہ پائی جائے گی تو پھر صغریٰ کے عکس کا نتیجہ نکلے گا۔

قولہ وفی الرابع والخامس :۔ اور ضرب رابع وضرب خامس میں نتیجہ دائمہ نکلے گا۔ اگر ان میں کبریٰ ضروریہ ہو یا دائمہ ہو۔ اور اگر کبریٰ ضروریہ یا دائمہ نہ ہوگی تو پھر نتیجہ صغریٰ کا عکس نکلے گا۔ مگر اس وقت کبریٰ سے لا دوام کی قید کو حذف کر دیا جائے گا۔ قولہ وبیان الکل۔ اور ان تمام نتائج کا بیان مع دلائل فن کی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

قولہ وفی السادس کما فی الشکل الثانی :۔ اور ضرب سادس میں نتیجہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ شکل ثانی میں آیا تھا صغریٰ کا عکس کرنے کے بعد۔

وفی السابع کما فی الشکل الثالث :۔ اور ضرب سابع میں نتیجہ وہی برآمد ہوگا جو آپ شکل ثالث میں پڑھ چکے ہیں۔ کبریٰ کا عکس کرنے کے بعد۔

وفی الثامن کما فی الشکل الاول :۔ اور آٹھویں ضرب میں نتیجہ ویسا ہی برآمد ہوگا جیسا کہ شکل اول کا نتیجہ تھا۔ ترتیب کے عکس کرنے کے بعد نتیجہ کا بھی عکس کر دیا جائے گا۔

قولہ وبالجملۃ لما کانت ہذہ الضروب الثلاثۃ۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ جب کہ یہ تینوں اقسام اخیرہ چونکہ اشکال ثلاثہ (تینوں شکلوں) کی جانب رجوع کرتی تھیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اسلئے ہم نے وہ طریق استدلال جو ان کے نتیجوں کے اخذ کرنے کا تھا ذکر نہیں کیا ہے۔ ان کے نتائج بعینہ سادس وسابع میں، اور اس کے عکس کے ساتھ ثامن میں ہوں گے۔

وعلیک بمطالعۃ ہذا الجدول۔ آپ کی سہولت کے لئے ہم نے نتائج کا ایک نقشہ مرتب کیا ہے آپ اس کو بغور ملاحظہ کیجیے۔

تشریح :۔ نقشہ کتاب میں ملاحظہ کیجیے۔

قال الفصل الثالث فی الاقترانیات الکائنة من الشرطیات وھی خمسة اقسام القسم الاول مایترکب من المتصلتین المطبوع منه ما کانت الشرکة فی جزء تام من المقدمتین وینعقد الاشکال الاربعة فیه لانه ان کان تالیا فی الصغری ومقدما فی الکبری فهو الشکل الاول وان کان تالیا فیهما فهو الشکل الثانی وان کان مقدما فیهما فهو الشکل الثالث وان کان مقدما فی الصغری وتالیا فی الکبری فهو الشکل الرابع وشرائط الانتاج وعدد الضروب والنتیجة فی الکمیة والکیفیة فی کل شکل کما فی الحملیات من غیر فرق مثال الضرب الاول من الشکل الاول کلما کان ا ب فج د وکلما کان ج د فه ز ینتج کلما کان ا ب فه ز۔

ترجمہ :۔ ماتن نے فرمایا۔ تیسری فصل اقترانیات کے بیان میں ہے۔ وہ اقترانیات جو شرطیات سے مرکب ہوتی ہیں۔ (یعنی اقترانی شرطی کا بیان ہے) اور اقترانی شرطی کی پانچ قسمیں ہیں۔ پہلی قسم۔ وہ ہے جو متصلات سے مرکب ہو۔ بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جن میں شرکت دونوں مقدموں کے جزء تام میں پائی جائے۔ اور اس میں چار شکلیں منعقد ہوتی ہیں۔ لانه ان کان تالیاً فی الصغری۔ اس لئے کہ اگر وہ تالی واقع ہو صغریٰ میں اور مقدم واقع ہو کبریٰ میں۔ تو وہ شکل اول ہے۔ اور اگر وہ جزء تالی ہو دونوں میں تو وہ شکل ثانی ہے۔ اور اگر دونوں میں مقدم واقع ہو تو وہ شکل ثالث ہے۔ اور اگر صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی کی جگہ واقع ہو تو وہ شکل رابع ہے۔ وشرائط الانتاج۔ اور ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں اسی تعداد میں ہیں جو تعداد کی ضرب کی ہے۔ اور کمیت وکیفیت میں نتیجہ ہر شکل میں وہی ہے جیسا کہ حملیات میں پایا جاتا ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مثال شکل اول کی پہلی قسم کی یہ ہے کہ کلما کان اب فج د وکلما کان ج د فه ز۔ نتیجہ کلما کان اب فه ز۔

تشریح :۔ قولہ الفصل الثالث فی الاقترانیات : یہاں سے ماتن نے اقترانیات کا بیان شروع فرمایا ہے۔ ان کے بیان میں اجمال ہے۔ اس لیے اس کی پوری تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیے۔ شارح فرماتے ہیں :۔

اقول لیس المراد بالقیاس الشرطی هو المرکب من الشرطیات بل هو ما لا یترکب من الحملیات المحضة سواء یترکب من الشرطیات المحضة او من الشرطیات والحملیات والاقسام خمسة لانه اما ان یترکب من متصلتین او منفصلتین او حملیة ومتصلة او حملیة ومنفصلة او متصلة ومنفصلة القسم الاول ما یترکب من المتصلتین والشرکة بینهما اما فی جزء تام من کل واحد منهما وهو المقدم بکماله او التالی بکماله واما فی جزء غیر تام منهما ای جزء من المقدم او التالی واما فی جزء تام من احدهما غیر تام من الاخری فهذه

ثلاثة اقسام لكن القريب من الطبع منها الاول وهو ما يكون الشركة فى جزء تام من المقدمتين وينعقد فيه الاشكال الاربعة لان الاوسط وهو المشترك بينهما ان كان تاليًا فى الصغرىٰ ومقدمًا فى الكبرىٰ فهو الشكل الاول كقولنا كلما كان اب فج د وكلما كان ج د فه ز فكلما كان اب فه ز وان كان تاليًا فهو الشكل الثانى كقولنا كلما كان اب فج د وليس البتة اذا كان ه ز فج د فليس البتة اذا كان اب فه ز وان كان مقدمًا فيهما فهو الشكل الثالث كقولنا كلما كان ج د فاب وكلما كان ج د فه ز فقد يكون اذا كان اب فه ز وان مقدمًا فى الصغرىٰ وتاليًا فى الكبرىٰ فهو الشكل الرابع كقولنا كلما كان ج د فاب وكلما كان ه ز فج د فقد يكون اذا كان اب فه ز ۔

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اہل منطق کی مراد قیاس شرطی سے وہ قیاس نہیں ہے کہ جو شرطیات سے مرکب کیا گیا ہو۔ بلکہ قیاس شرطی وہ قیاس ہے جو محض حملیات سے ترکیب نہ دیا گیا ہو برابر ہے کہ وہ مرکب ہو محض شرطیات سے یا کہ شرطیات اور حملیات دونوں سے۔ واقسامہ خمسۃ۔ اور اس قیاس شرطی کی اقسام پانچ ہیں۔ اس لئے کہ یا وہ قیاس مرکب ہوگا دونوں متصلہ سے یا دونوں منفصلہ سے یا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے۔ یا ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے۔ یا مرکب ہوگا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے۔ القسم الاول۔ ان میں سے اول قسم وہ قیاس ہے کہ جو دونوں شرطیہ متصلہ سے مرکب ہو۔ اور دونوں قضایا متصلہ میں جو شرکت (مشارکۃ) پائی جاتی ہے۔ وہ یا دونوں کے جزء تام میں ہوگی۔ اور وہ یعنی جزء تام مکمل مقدم ہے یا مکمل تالی ہے۔ اور یا شرکت جزء غیر تام میں پائی جاتی ہوگی۔ یعنی مقدم وتالی کے جزء میں شرکت پائی جاتی ہوگی۔ اور یا پھر شرکت کی یہ صورت ہوگی کہ مقدم وتالی میں سے ایک کے جزء تام میں اور دوسرے کے جزء غیر تام میں شرکت پائی جاتی ہوگی۔ فہذہ ثلاثۃ اقسام۔ پس جزء مشترک کی یہ تین قسمیں ہوگئیں لیکن ان تینوں میں سے ..... طبیعت کے جو قریب ہے وہ صرف اول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شرکت دونوں مقدموں کے جزء تام میں پائی جاتی ہو۔ وینعقد فیہ الاشکال الاربعۃ۔ اسی شرکت کو بنیاد مان کر چاروں شکلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ اوسط اور اوسط ہی دونوں مقدمات میں مشترک ہوتا ہے۔ اگر تالی ہو صغریٰ میں اور مقدم ہو کبریٰ میں تو وہ شکل اول ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کلما کان اب فج د۔ وکلما کان ج د فہ ز۔ فکلما کان اب فہ ز۔ وان کان تالیا فیہما۔ اور اگر حد اوسط دونوں مقدموں میں تالی واقع ہو تو وہ شکل ثانی ہے۔ جیسے کلما کان اب فج د۔ ولیس البتۃ اذا کان ہ ز فج د۔ فلیس البتۃ اذا کان اب فہ ز فقد یکون اذا کان اب فہ ز۔ وان کان مقدما فی الصغریٰ وتالیا فی الکبریٰ۔ اور اگر حد اوسط مقدم ہو صغریٰ میں اور تالی ہو کبریٰ میں تو وہ شکل رابع ہے۔ جیسے ہمارا قول کلما کان ج د فاب وکلما کان ہ ز فج د فقد یکونُ

اذا کان اب فہ ز۔

تشریح:۔ قولہ لیس المراد بالقیاس الشرطی۔ خیال ہوتا تھا کہ جس طرح قیاس شرطی اس کا نام ہے۔ اسی طرح یہ قیاس شرطیات سے ہی مرکب بھی ہوگا۔ شارح نے اس خیال کو دفع فرمایا۔ اور کہا۔ قیاس شرطی سے مراد یہ نہیں کہ قیاس شرطیات ہی سے تنہا مرکب ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ خالص حملیات سے مرکب نہ ہوگا۔ بلکہ شرطیات محضہ سے مرکب ہو۔ یا شرطیات وحملیات دونوں سے مرکب ہو۔ اس طرح اس کی پانچ اقسام بن جاتی ہیں۔

قولہ واقسامہ خمستہ:۔ اس قیاس کی پانچ قسمیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ قیاس یا دونوں متصلہ سے مرکب ہوگا یا دونوں منفصلہ سے مرکب ہوگا۔ یا ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے مرکب ہوگا۔ یا ایک حملیہ ایک منفصلہ سے مرکب ہوگا۔ یا ایک متصلہ وایک منفصلہ سے مرکب ہوگا۔

قولہ القسم الاول:۔ پہلی قسم وہ ہے۔ جو دونوں متصلہ سے مرکب ہو۔ اور دونوں مقدمات کے درمیان شرکت یا ایک جزء تام میں ہوگی اور جزء تام دونوں کا مقدم ہے یا تالی ممکن ہے۔ یا شرکت جزء غیر تام میں ہوگی۔ یا مقدم اور تالی دونوں کے جزء میں شرکت ہوگی۔ یا دونوں میں سے ایک کے جزء تام میں شرکت ہوگی۔ دوسرے کے جزء غیر تام میں۔

فہذہ ثلاثتہ اقسام:۔ اس طرح پر قسم اول کی تین قسمیں نکل آتی ہیں۔ لیکن ان تین میں سے قریب طبعیت کے صرف اول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شرکت مقدمتین کے جزء تام میں ہو۔

وینعقد فیہ الاشکال الاربعۃ۔ اس میں چار شکلیں بنتی ہیں۔ اس لئے حد اوسط ہی دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ اگر صغریٰ میں تالی اور کبریٰ میں مقدم واقع ہے۔ تو وہ شکل اول ہے۔ جیسے کلما کان اب فج د وکلما کان ج د فہ ز۔ نکلما کان اب فہ ز۔

قولہ وان کان تالیا۔ اور حد اوسط اگر دونوں میں تالی کی جگہ واقع ہو تو وہ شکل ثانی ہے۔ جیسے ہمارا قول کلما کان اب فج د۔ ولیس البتہ اذا کان ھ ز فج د۔ فلیس البتہ اذا کان اب فہ ز۔

قولہ وان کان مقدما فیہما:۔ اور حد اوسط اگر دونوں مقدم کی جگہ واقع ہو تو وہ شکل ثالث ہے۔ جیسے ہمارا قول کلما کان ج د فاب۔ وکلما کان ج د فہ ز۔ فقد یکون اذا کان اب فہ ز۔

قولہ وان کان مقدما فی الصغریٰ:۔ اور حد اوسط اگر صغریٰ میں مقدم اور کبریٰ میں تالی کی جگہ واقع ہو تو وہ شکل رابع ہے۔ جیسے ہمارا قول کلما کان ج د فاب۔ وکلما کان ھ ز فج د۔ فقد یکون اذا کان اب فہ ز۔

وشرائط انتاج ہٰذہ الاشکال کما فی الحملیات من غیر فرق حتیٰ یشترط فی الاوّل ایجاب

الصغریٰ وکلیة الکبریٰ وفی الثانی اختلاف مقدمتیه فی الکیف وکلیة الکبریٰ الی غیر ذالک وکذالک عدد ضروبها الا فی الشکل الرابع فان ضروبه ههنا خمسة لان انتاج الضروب الثلاثة الاخیرة بحسب ترکیب السالبة وهو غیر معتبر فی الشرطیات وکذالک حال النتیجة فی الکمیة والکیفیة فتکون نتیجة الضرب الاوّل من الشکل الاوّل موجبة کلیة ومن الشکل الثانی سالبة کلیة وعلی هذا القیاس.

ترجمہ:- اور ان شکلوں کے نتیجہ دینے کی شرطیں جس طرح حملیات میں گذر چکی ہیں بلا فرق کے یہاں بھی وہی شرطیں ہیں۔ یہاں تک کہ اول میں شرط ہے ایجاب صغریٰ اور کلیۃ کبریٰ۔ اور شکل ثانی میں اس کے دونوں مقدمات کا کیف میں مختلف ہونا۔ اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے اس کے علاوہ۔ وکذالک عدد ضروبہا اسی طرح ان کی قسموں کی تعداد بھی حملیات کی طرح ہے۔ لیکن اس کی شکل رابع میں کچھ فرق ہے اس لئے کہ شکل رابع کی ضرب یہاں (قیاس شرطی میں) پانچ ہیں۔ کیونکہ آخیر کی تین ضروب کے نتیجہ سالبہ کی ترتیب کے لحاظ سے ہیں۔ اور شرطیات میں یہ غیر معتبر ہیں۔ وکذالک حال النتیجۃ۔ اسی طرح نتیجہ کا بھی کمیت وکیفیت میں وہی حال ہے۔ پس شکل اول کی ضرب اول کا نتیجہ موجبہ کلیہ آئے گا۔ اور شکل ثانی کا سالبہ کلیہ آئے گا۔ اسی طرح دوسری شکلوں کو قیاس کر لیجیے۔

تشریح:- شارح نے بتایا کہ شرائط انتاج قیاس شرطی میں وہی ہیں ان شکلوں کی شرطیں حملیہ میں گذر چکی ہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے۔

قولہ وکذالک عدد ضروبہا:- اسی طرح ان کی ضروب کی تعداد بھی وہی ہے جو حملیہ میں گذر چکی ہے۔

الا فی الشکل الرابع:- البتہ شکل رابع میں حملیہ اور شرطیہ میں فرق ہوگیا ہے شکل رابع کی ضروب منتجہ پانچ ہیں۔

قال القسم الثانی ما یترکب من المنفصلات والمطبوع منه ما کانت الشرکة فی جزء غیر تام من المقدمتین کقولنا دائماً اما کل اب او کل ج د ودائماً اما کل د ه او کل د ز ینتج دائماً اما کل اب او کل ج ه او کل د ز لامتناع خلو الواقع عن مقدمتی التالیف وعن احدی الاخریین فینعقد فیه الاشکال الاربعة والشرائط المعتبرة بین الحملیتین معتبرة ههنا بین المتشارکین.

ترجمہ:- ماتن ؒ نے فرمایا قسم ثانی وہ ہے جو منفصلات سے مرکب ہو۔ اور اسی سے مطبوع وہ ہے کہ شرکت دونوں مقدمات کے درمیان جزء غیر تام میں واقع ہو جیسے ہمارا قول دائماً اما کل اب او

کل ج د و دائماً اما کل د ہ او کل د ز ۔ نتیجہ آئے گا دائماً اما کل اب او کل ج ہ او کل د ز۔ قولہٗ لامتناع خلو الواقع ۔ اس لئے کہ واقع کا خالی ہونا مولف کے دونوں مقدموں سے اور احدی الاخریین سے محال ہے۔ لہٰذا اس میں چار شکلیں بن جاتی ہیں۔ اور وہ شرائط جو دو حملیہ میں معتبر تھیں وہ شرطیں یہاں دونوں متقابلات متشارکہ میں معتبر ہیں۔

تشریح :- ماتن نے اس مقولے میں شکل ثانی کا بیان شروع کیا ہے۔ شکل ثانی وہ ہے جو دو منفصلات سے مرکب ہو۔ اور دونوں مقدمات میں شرکت کسی جزء غیر تام میں پائی جائے۔ باقی اس کی مکمل تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اقولُ القسم الثانی من الاقترانیات الشرطیۃ ما یترکب من منفصلتین وھو ایضاً ینقسم الی ثلاثۃ اقسام لان الشرکۃ بینھما اما فی جزء تام منھما او فی جزء غیر تام منھما او فی جزء تام من احدھما غیر تام من الاخری الا ان المطبوع من ھذہ الانقسام ماتکون الشرکۃ فی جزء غیر تام من المقدمتین و شرط انتاجہ ایجاب المقدمتین وکلیۃ احدھما وصدق منع الخلو علیھما کقولنا دائماً اما کل اب او کل ج د و دائماً اما کل د ہ او کل د ز ینتج دائماً اما کل اب او کل ج ہ او کل د ز لامتناع خلو الواقع عن مقدمتی التالیف وھما کل ج د و کل د ہ وعن احدی الاخریین ای کل اب و کل د ز فانہ لما کانت المقدمتان مانعتی الخلو وجب ان یکون احد طرفی کل واحد منھما واقعاً فی الواقع و الاخر غیر واقع فالواقع من المنفصلۃ الاولی اما الطرف الغیر المشارک او الطرف المشارک فان کان الطرف الغیر المشارک فھو احد اجزاء النتیجۃ وان کان الطرف المشارک فالواقع معہ من المنفصلۃ الثانیۃ واما الطرف المشارک فیجتمع الطرفان المشارکان علی الصدق ویصدق نتیجۃ التالیف وھی الجزء الاخر من النتیجۃ او الطرف الغیر المشارک وھو الجزء الثالث منھا فالواقع لا یخلو عن نتیجۃ التالیف وعن الطرفین الغیر المشارکین وینعقد الاشکال الاربعۃ فی ھذا القسم ایضاً بحسب الطرفین المشارکین ویعتبر فیھما ان یکونا علی شرائط الانتاج المعتبرۃ بین الحملیتین۔

ترجمہ :- اقترانیات شرطیہ میں سے دوسری قسم وہ ہے جو کہ دو منفصلہ سے مرکب ہو۔ اور یہ قسم بھی تین اقسام کی جانب منقسم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ شرکت ان دونوں مقدمات کے درمیان یا دونوں کے جزء تام میں ہوگی یا جزء غیر تام میں ہوگی۔ یا دونوں مقدمات میں سے ایک مقدمہ کے جزء تام میں اور دوسرے کے جزء

غیر تام میں شرکت ہوگی۔ لیکن ان قسموں طبیعت کے مطابق وہ صورت ہے کہ جس میں دونوں مقدمات کے جز وغیر تام میں شرکت پائی جائے۔ وشرط انتاجہ :۔ اس قسم ثانی کے نتیجہ دینے کی شرط دونوں مقدمات کا موجبہ ہونا اور دونوں میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا ہے۔ اور مانعۃ الخلو کا اس پر صادق آنا جیسے ہمارے اس قول میں کہ دائماً اِمّا کل اب او کل نج و دائماً اما کل دہ او کل دز۔ نتیجہ آئے گا دائماً اما کل اب اور کل نج ہ او کل دز۔ اس لئے کہ واقع کا تالیف کے دونوں مقدمات سے خالی ہونا محال ہے۔ اور وہ دونوں مقدمات کل نج د، کل دہ ہیں۔ وعن احدی الاخریین۔ اور آخر کے دونوں میں سے ایک سے خالی ہونا محال ہے۔ یعنی کل اب اور کل دز۔ اس لئے کہ جب دونوں مقدمات مانعۃ الخلو ہوں گے تو واجب ہوگا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا ایک طرف واقع میں پایا جاتا ہو۔ اور دوسرا واقع میں نہ پایا جاتا ہو۔ فالواقع من المنفصلۃ الاولی :۔ پس منفصلہ اولیٰ میں واقع یا وہ طرف ہے جو غیر مشترک ہے یا وہ طرف ہے جو کہ مشترک ہے۔ پس اگر طرف غیر مشترک منفصلہ اولیٰ میں واقع ہو تو وہ نتیجہ کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ اور اگر طرف مشترک ہے تو اس کے واقع منفصلہ ثانیہ ہوگا۔ اور بہر حال طرف مشترک تو دونوں طرف مشترک صدق میں جمع ہو جائیں گی۔ اور تالیف کا نتیجہ صادق ہوگا۔ اور یہ نتیجہ کا جز آخر ہوگا۔ او الطرف الغیر المشارک :۔ یا طرف غیر مشارک ہوگا۔ اور وہ اس کا تیسرا جز ہے۔ پس اس صورت میں واقع تالیف کے نتیجہ اور دونوں طرف غیر مشترک سے خالی نہ ہوگا۔ وینعقد الاشکال الاربعۃ فی ہذا القسم ایضاً۔ اس قسم ثانی میں بھی چار شکلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اور معیار چاروں شکلوں کا یہ طرف مشارک ہے۔ اور ان دونوں میں نتائج کی شرطیں وہی معتبر ہیں کہ جو دو حملیہ کے درمیان معتبر تھیں۔

تشریح :۔ شارح فرماتے ہیں کہ اقترانیات شرطیہ وہ ہے جو دو منفصلہ سے مرکب ہو۔ پھر اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اس لئے دونوں مقدمات کے درمیان شرکت یا جز و تام میں ہوگی یا جز و غیر تام میں ہوگی۔ یا ایک میں شرکت جز و تام میں اور دوسرے میں جز و غیر تام میں شرکت ہوگی۔ مگر طبعی تقاضہ ان اقسام میں یہی ہے کہ شرکت دونوں کے درمیان جز و غیر تام میں واقع ہو۔

قولہ وشرط انتاجہ :۔ اس قسم کے نتیجہ دینے کی شرائط۔ دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا اور دونوں میں سے ایک کا کلیہ ہونا۔ اور دونوں پر مانعۃ الخلو کا صادق ہونا جیسے دائماً اما کل اب او کل نج د دائماً اما کل دہ او کل دز۔ نتیجہ دائماً اما کل اب او کل نج، او کل دز ہے۔ لامتناع خلو الواقع عن مقدمتی التالیف :۔ واقعہ کی ترکیب جن دونوں مقدمات سے کی گئی ہے اس میں اما اور او سے حصر موجود ہے۔ اس لئے واقعہ ان میں سے کسی ایک سے خالی نہ ہوگا۔ اور دونوں مقدمات جبکہ مانعۃ الخلو ہیں تو دونوں میں سے ہر ایک کے ایک ایک طرف کا واقع ہونا ضروری ہوگا۔

قال القسم الثالث ما یترکب من الحملیة والمتصلة والمطبوع منه ما کانت الحملیة کبریٰ والشرکة مع تالی المتصلة ونتیجة متصلة مقدمها مقدم المتصلة وتالیها نتیجة التالیف بین التالی والحملیة کقولنا کلما کان اب فجد وکل د ہ ینتج کلما کان اب فکل ج ہ و ینعقد فیه الاشکال الاربعة والشرائط المعتبرة بین الحملیتین معتبرة ھٰھنا بین التالی والحملیة۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا۔ قسم ثالث وہ ہے جو ایک حملیہ اور ایک متصلہ سے مرکب ہو۔ اور طبیعت کا تقاضا اس میں یہ ہے کہ حملیہ کبریٰ واقع ہو۔ اور شرکت متصلہ کے تالی میں پائی جائے۔ اور متصلہ کا نتیجہ اور اس کا مقدم متصلہ کا مقدم واقع ہو اور اس کا تالی اس تالیف کا نتیجہ ہو جو تالی اور حملیہ کے درمیان پائی جاتی ہو۔ جیسے ہمارا قول کلما کان اب فج د۔ وکل د ہ نتیجہ دے گا کہ کلما کان اب فکل ج ہ۔ وینعقد فیہ الاشکال الاربعة۔ اور اس میں بھی چار شکلیں بنتی ہیں۔ اور شرائط جو ہیں جو دونوں حملیہ میں معتبر ہیں۔ وہ یہاں بھی معتبر ہیں۔ یعنی تالی اور حملیہ کے درمیان۔

تشریح:۔ اس مقالے میں ماتن نے قسم ثالث کا بیان شروع فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل شارح بیان کرتے ہیں۔ تو شرح میں دیکھئے۔

اقول القسم الثالث من الاقیسة الشرطیة ما یترکب من الحملیة والمتصلة و الحملیة فیه اما ان تکون صغریٰ او کبریٰ وایاما کان فالمشارک لها اما تالی المتصلة او مقدمها فهذه اربعة اقسام الاول المطبوع منها ما کانت الحملیة کبریٰ والشرکة مع تالی المتصلة وشرط انتاجه ایجاب المتصلة ونتیجته متصلة مقدمها مقدم المتصلة وتالیها نتیجة التالیف بین التالی والحملیة کقولنا کلما کان اب فج د۔ وکل د ہ ینتج کلما کان اب فج ہ لانه کلما صدق مقدم المتصلة صدق التالی مع الحملیة اما صدق التالی فظ واما صدق الحملیة فلانها صادقة فی نفس الامر فتکون صادقة علیٰ ذالک التقدیر وکلما صدق التالی مع الحملیة صدق نتیجة التالیف فکلما صدق المقدم صدق نتیجة التالیف وهو المط وتنعقد فیه الاشکال الاربعة باعتبار مشارکة التالی والحملیة والشرائط المعتبرة بین الحملیتین معتبرة ههنا بین التالی والحملیة

ترجمہ:۔ شرطیہ کے قیاسات میں سے تیسری قسم وہ ہے کہ جو ایک حملیہ اور اور ایک متصلہ سے

مرکب ہو۔ اور اس میں حملیہ یا صغریٰ واقع ہوگی یا کبریٰ واقع ہوگی۔ جو بھی صورت ہو۔ پس اس میں جزو مشترک یا منفصلہ کا تالی ہوگا یا متصلہ کا مقدم ہوگا۔ فہٰذہٖ اربعۃ اقسام :۔ اس طرح پر پس یہ بھی چار قسمیں نکل آتی ہیں۔ الا ان المطبوع منہا :۔ البتہ موافق طبیعت ان چاروں شکلوں میں وہ جس میں حملیہ کبریٰ واقع ہو۔ اور شرکت متصلہ کے ساتھ تالی میں پائی جاتی ہو۔ وشرط انتاجہ ۔ اور اس کے نتیجہ دینے کی شرط متصلہ کا موجبہ ہونا ہے۔ اور اس کا نتیجہ وہ متصلہ ہوگا کہ اس کا مقدم متصلہ کا مقدم ہو اور اس کا تالی اس تالیف کا نتیجہ ہوگا۔ جو تالی اور حملیہ کے درمیان پائی جاتی ہوگی۔ جیسے کلما کان اب فج د۔ وکل دٰہٰ۔ نتیجہ لائے گا کلما کان ابٰ فج ہ۔ لانہ کلما صدق۔ اس لئے کہ جب متصلہ کا مقدم صادق ہوگا تو تالی بھی حملیہ کے ساتھ صادق ہوگا۔ اما صدق التالی فظاہر۔ جہاں تک تالی کے صادق ہونے کا تعلق ہے تو وہ بالکل ظاہر ہے۔ اور بہرحال حملیہ کا صدق تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حملیہ نفس الامر میں صادق ہے لہٰذا اس تقدیر پر بھی صادق ہوگی۔ اور جب تالی مع الحملیہ صادق ہوگی تو نتیجہ تالیف کا بھی صادق ہوگا۔ فکلما صدق المقدم صدق نتیجۃ التالیف۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔ وتنعقد فیہ الاشکال الاربعۃ :۔ اس قسم ثالث میں بھی چار شکلیں نکلتی ہیں۔ تالی اور حملیہ کی شرکت کے اعتبار سے۔ اور شرائط جو دونوں حملیہ میں معتبر ہیں وہی یہاں تالی اور حملیہ کے درمیان بھی معتبر ہیں۔

تشریح :۔ شارح نے قسم ثالث کے اجزاء ترکیبیہ بیان کئے۔ پھر اس کی مثال دی اور اس کے بعد اس میں بھی چار شکلیں مرتب ہوتی ہیں۔ اور شرائط بھی وہی معتبر ہیں جو دونوں حملیہ سے مرکب ہونے کی صورت میں معتبر تھیں۔ وہی حملیہ اور تالی سے مرکب ہونے کی صورت میں معتبر ہوگی۔ چاروں شکلوں کا معیار وہ شرکت ہے جو تالی اور حملیہ کے مابین پائی جاتی ہے۔

قالَ القسم الرابع مَا یترکب من الحملیۃ والمنفصلۃ وھو علیٰ قسمین الاوّل ان یکون عددُ الحملیات بعدد اجزاء الانفصال ویشارک کل واحدۃ منہما واحدا من اجزاء الانفصال امامع اتحاد التالیف فی النتیجۃ کقولنا کل ج ا اما ب واما د واما ہ وکل ب ط وکل د ط وکل ہ ط ینتج کل ج ط لصدق واحد من اجزاء الانفصال مع ما یشارکہ من الحملیۃ واما مع اختلاف التالیف فی النتیجۃ کقولنا کل ج اما ب واما د واما ہ وکل ب ج وکل د ط وکل ہ ز ینتج کل ج ء اما ط و اما ز کما مر الثانی ان یکون الحملیات اقل من اجزاء الانفصال ولتکن الحملیۃ ذات جزء واحد والمنفصلۃ ذات جزئین والمشارکۃ مع احدھما کقولنا اما کل ا ط اوکل ج ب وکل ب د ینتج اما کل ا ط اوکل ج د لامتناع خلو الواقع عن مقدمتی التالیف وعن الجزء الغیر المشارک۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا :- چوتھی قسم وہ ہے جو مرکب ہو ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے. اور وہ دو قسم پر ہے. اول حملیہ کی تعداد منفصلہ کے اجزاء کی تعداد کے مطابق ہو. اور ہر ایک حملیہ ان میں سے انفصال کے اجزاء کسی ایک جزء کے ساتھ شریک ہو یا نتیجہ میں تالیف کے اتحاد کے ساتھ ہو. جیسے ہمارا قول کل ج اِمَّا ب واِمَّا د واِمَّا ہ. وکل بَ ط وکل د ط وکل ہ ط نتیجہ آئے گا کہ کل ج ط. اس لئے کہ منفصلہ کے اجزاء صادق ہیں اور ساتھ اس کے حملیہ بھی شریک ہے. واما مع اختلاف التالیف. بہر حال اختلاف تالیف کے ساتھ نتیجہ میں تو اس کی مثال یہ ہے کہ کل ج اماب واماد واماہ. کل ب ج وکل د ط وکل ہ ز. نتیجہ آئے گا کہ کل ج اماج واماط واماز. جیساکہ اوپر گزر چکا ہے. الثانی. دوسری قسم یہ ہے کہ حملیات کے اجزاء منفصلات سے کم ہوں اور حملیہ صرف ایک جزء میں واقع ہو. اور منفصلہ دو جز والی ہو. اور شرکت حملیہ کے ساتھ دونوں اجزاء میں سے کسی ایک جزء میں پائی جاتی ہو. جیسے ہمارا قول اماکل اط او کل ج ب وکل بَ د. نتیجہ آئے گا کہ اِمَّا کل اط او کل ج د. اس لئے کہ واقعہ تالیف کے دونوں اجزاء میں سے کسی ایک سے خالی نہ ہوگا (دونوں اجزاء میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے) اور اس جزء سے کہ جو غیر مشترک ہے. واقعہ اس سے بھی خالی نہ ہوگا.

تشریح :- اس مقالے میں ماتن نے قسم رابع کے اجزاء ترکیبیہ بیان کئے ہیں کہ وہ ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے مرکب ہوگا. پھر اس کی دو قسمیں ذکر کی ہیں. اور ہر قسم کی الگ الگ مثال دی ہے. شرح میں اس کی تفصیل آرہی ہے.

اقول رابع الاقسام مایترکب من الحملیۃ والمنفصلۃ وھو قسمان لان الحملیات اما ان تکون بعدد اجزاء الانفصال او تکون اقل منہما وھٰذہٖ القسمۃ لیست بحاصرۃ لجواز کونہا اکثر عددا من اجزاء الانفصال الاول ان تکون الحملیات بعدد اجزاء الانفصال ولنفرض ان کل واحدۃ من الحملیات یشارک جزء واحدا من اجزاء الانفصال وح اما ان یکون التالیفات بین الحملیات واجزاء الانفصال متحدۃ فی النتیجۃ او مختلفۃ فیہا اما اذا کانت نتائج التالیفات واحدۃ فہو القیاس المقسم وشرطہ ان یکون المنفصلۃ موجبۃ کلیۃ مانعۃ الخلو او حقیقیۃ کقولنا کل ج اماب واماد واماہ وکل بَ طَ وکل دط وکل ہ طَ ینتج کل ج ط لانہ لابد من صدق احد اجزاء الانفصال والحملیات صادقۃ فی نفس الامر فای جزء یفرض صدقہ من اجزاء المنفصلۃ یصدق مع مایشارکہ من الحملیات وینتج النتیجۃ المطلوبۃ

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں کہ مذکورہ قیاس کی اقسام میں سے چوتھی قسم وہ ہے جو ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے مرکب ہو۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ۔ دو قسم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حملیات یا انفصال کی تعداد کے مطابق ہوں گی یا اس سے کم ہوں گی۔ وهذه القسمة :۔ مگر یہ تقسیم حاصر نہیں ہے کیونکہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ حملیات کی تعداد منفصلات کی تعداد سے زیادہ ہو۔ الاول :۔ بہر حال قسم اول وہ ہے کہ حملیات اس میں منفصلات کی تعداد کے مطابق ہوں۔ اور ہم فرض کرتے ہیں کہ حملیات میں سے ہر ایک انفصال کے اجزاء میں سے جزء واحد کے ساتھ شریک ہے (حملیات اور منفصلات میں جزء مشترک منفصلہ کا ایک جزء ہے) تو اس صورت میں یا تالیفات حملیات اور اجزاء انفصال کے درمیان نتیجہ میں متحد ہوگی۔ یا اس میں مختلف ہوگی۔ اماذا کانت نتائج التالیفات واحدۃ۔ بہر حال جب کہ حملیات اور منفصلات کے درمیان تالیفات کے نتائج ایک ہوں۔ تو وہ ایسا قیاس ہے کہ جس کی آگے تقسیم کی گئی ہے۔ اور شرط اس کی یہ ہے کہ منفصلہ موجبہ کلیہ مانعۃ الخلو ہو۔ یا پھر منفصلہ حقیقیہ ہو۔ جیسے ہمارے اس قول میں ہے کہ کل ج اماب واماد واماہ وکل ب ط۔ وکل د ط وکل ہ ط: نتیجہ آئیگا کل ج ط۔ اس لئے کہ انفصال کے کسی ایک جزء کا صادق ہونا نتیجہ میں ضروری ہے۔ اور حملیات نفس الامر میں صادق ہیں لہٰذا منفصلہ کے اجزاء میں سے جس جزء کو بھی صادق فرض کرلیں گے تو اس کے ساتھ حملیہ وہ صادق ہوگی جو اس کے ساتھ شریک ہے اور مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو جائے گا۔

تشریح :۔ شارح نے چوتھی قسم کے اجزاء ترکیبیہ بیان فرمائے کہ یہ قسم ایک حملیہ اور ایک منفصلہ سے مرکب ہوگی۔ پھر اس کی دو قسمیں بیان کی۔ اور دونوں قسموں کے لئے وجہ حصر بھی ذکر فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ لان الحملیات اما ان تکون بعدد اجزاء الانفصال۔ کہ اجزاء ترکیبیہ میں سے حملیہ کی تعداد وہی ہوگی جو منفصلہ کی ہے یا حملیات کی تعداد اجزاء انفصال سے کم ہوگی۔ اول صورت یہ ہے کہ حملیات اور منفصلات دونوں کی تعداد مساوی ہو۔ پھر ہم فرض کرتے ہیں کہ حملیات میں سے ہر حملیہ شریک ہے انفصال کے اجزاء میں سے کسی ایک جزء کے ساتھ۔ پھر اس کے بعد تالیف یا متحد ہوگی نتیجہ میں یا مختلف ہوگی۔ اگر نتائج تالیف متحد ہوں۔ تو یہی وہ قیاس ہے کہ جس کی آئندہ تقسیم کی گئی ہے۔

وشرط ان یکون المنفصلۃ :۔ مگر اس کے نتیجہ کی شرط یہ ہے کہ منفصلہ موجبہ کلیہ جو اس کے بعد خواہ مانعۃ الخلو ہو یا منفصلہ حقیقیہ ہو۔ اس لئے کہ انفصال کے اجزاء میں سے کسی ایک کا صادق ہونا ضروری ہے۔ دوسری طرف حملیہ نفس الامر کے موافق ہے۔ اس لئے وہ تو صادق بہر حال ہے۔ لہٰذا منفصلہ کے اجزاء میں سے جس جزء کو صادق مانیں گے اس کے ساتھ حملیہ صدق میں شریک ہوگا۔ اور نتیجہ مطلوبہ برآمد ہو جائے گا۔

وَاما اذا كانت نتائج التاليفات مختلفة وهو القياس لغير المنقسم فليكن المنفصلة مانعة الخلو كقولنا كل ج اماب واماد واماه وكل ب ج وكل د ط وكل ه ز ينتج كل ج اما ج واماط واماز كما مر من وجوب صدق احد اجزاء المنفصلة مع ما يشاركه من الحمليات والثاني ان يكون الحمليات اقل من اجزاء الانفصال ولنفرض الحملية واحدة وَالمنفصلة ذات جزئين ومانعة الخلو ومشاركة الحملية مع احدهما كقولنا اماكل اط اوكل ب د ينتج اما كل اط اوكل ج د لان المنفصلة كما كانت مانعة الخلو وجب صدق احد جزئيها فالواقع منهما اما الجزء الغير المشارك وهو احد جزئي النتيجة او الجزء المشارك فيصدق مع الحملية وهما مقدمتا التاليف فيصدق نتيجة التاليف وهي الجزء الاخير من النتيجة فالواقع لا يخلو عن جزئيها۔

ترجمہ :۔ اور بہر حال جب تالیفات کے نتائج مختلف ہوں۔ اور یہ وہی قیاس ہے۔ جو منقسم نہیں ہے پس چاہیئے کہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہو۔ جیسے ہمارا قول کل ج اماب واماد واماہ۔ وکل ب ج وکل د ط وکل ہ ز۔ نتیجہ آئے گا کہ کل ج اماج واماط واماز۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ کہ منفصلہ کے متعدد اجزاء میں سے کسی ایک جزء کا صادق ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ اس حملیہ کا صدق بھی ضروری ہے کہ جو اس کے ساتھ نتیجہ میں شریک ہے۔ والثانی :۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ حملیات کم ہوں انفصال کے اجزاء کے مقابلے میں۔ ولنفرض الحملیۃ واحدۃ۔ اور ہم حملیہ صرف ایک فرض کرتے ہیں اور منفصلہ کو دو اجزاء والی فرض کرتے ہیں۔ اور مانعۃ الخلو فرض کرتے ہیں۔ اور حملیہ کی شرکت مانعۃ الخلو کے دونوں اجزاء میں سے ایک جزء کے ساتھ فرض کرتے ہیں۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ اماکل اط اوکل ج ب وکل ب د۔ نتیجہ آئے گا کہ اماکل اط اوکل ج د۔ لان المنفصلۃ کما کانت مانعۃ الخلو۔ اس لئے کہ منفصلہ جس طرح مانعۃ الخلو ہے۔ اس لئے اس کے دونوں اجزاء میں سے کسی ایک کا صدق واجب ہے۔ پس واقع ان دونوں اجزاء میں سے یا تو وہ جزء ہے جو غیر مشترک ہے۔ اور وہ نتیجہ کے دونوں جزؤں میں سے ایک جزء ہے۔ یا پھر وہ جزء ہے جو مشترک ہے۔ لہٰذا وہ جزء مشترک حملیہ کے ساتھ صادق آئے گا۔ وہما مقدمتا التالیف۔ اور یہی دونوں تالیف کے مقدمات ہیں۔ لہٰذا نتیجہ تالیف کا صادق ہوگا۔ اور وہ نتیجہ کا جزء اخیر ہے۔ لہٰذا واقع دونوں اجزاء میں سے کسی ایک جزء سے خالی نہ ہوگا۔

تشریح :۔ شارح فرماتے ہیں، دوسری قسم یہ ہے کہ تالیف میں حملیات کی تعداد منفصلات کی تعداد سے کم ہو۔ جس کے لئے ایک مثال فرض کرتے ہیں کہ ولنفرض الحملیۃ واحدۃ :۔ کہ ہم تالیف میں حملیہ صرف ایک فرض کرتے ہیں اور منفصلہ کو دو اجزاء والا فرض کرتے ہیں۔ اور مانعۃ الخلو فرض کرتے ہیں۔

اور اس میں حملیہ کی شرکت مانعۃ الخلو کے ایک جزء کے ساتھ فرض کرتے ہیں جیسے اما کل اط او کل نج ب وکل ب د. نتیجہ نکلے گا کہ اما کل اط او کل نج د.

لان المنفصلۃ کما کانت مانعۃ الخلو. اس لئے کہ جب منفصلہ مانعۃ الخلو ہے. تو اس کے دونوں اجزاء میں سے کسی ایک جزء کا صدق ضروری ہوگا. لہٰذا پس ان دونوں میں سے واقع یا وہ جزء ہوگا کہ جو حملیہ کے ساتھ مشترک نہیں ہے. حالانکہ وہ نتیجہ کے دونوں اجزاء میں سے ایک جزء بھی ہے.

او الجزء المشارک مع الحملیۃ:۔ یا پھر وہ جزء ہوگا کہ جو حملیہ کے ساتھ مشترک ہے. لہٰذا حملیہ کے ساتھ وہ جزء بھی صادق ہوگا.

وہما مقدمتا التالیف:۔ حالانکہ یہی دونوں تالیف کے مقدمات ہیں. لہٰذا نتیجہ تالیف صادق ہوگا. اور وہ نتیجہ کا جزء اخیر ہے. لہٰذا واقع دونوں اجزاء میں سے کسی ایک سے خالی نہ ہوگا.

قَالَ القسم الخامس ما یترکب من المتصلۃ والمنفصلۃ فالاشتراک اما فی جزء تام من المقدمتین او غیر تام منہما وکیفما کان فالمطبوع منہ ما تکون المتصلۃ صغریٰ والمنفصلۃ کبریٰ موجبۃ مثال الاول قولنا کلما کان اب فج د ودائما اما کل ج د او ہ ز مانعۃ الجمع ینتج دائما اما ان یکون اب او ہ ز مانعۃ الجمع لاستلزام امتناع الاجتماع مع اللازم دائما او فی الجملۃ امتناعہ مع الملزوم دائما او فی الجملۃ ومانعۃ الخلو ینتج قد یکون اذا لم یکن اب فہ ز لاستلزام نقیض الاوسط للطرفین استلزاما کلیا واستلزام ذالک المطلوب من الثالث ومثال الثانی کلما کان اب فج د ودائما اما کل د ہ او د ز مانعۃ الخلو ینتج کلما کان اب فاما کل ج ہ او د ز.

ترجمہ:۔ اور پانچویں قسم وہ ہے جو ایک متصلہ اور ایک منفصلہ سے مرکب ہو. اور شرکت یا دونوں مقدمات کے جزء تام میں ہوگی یا دونوں کے جزء غیر تام میں ہوگی. اور جو صورت بھی ہو. پس طبعی نتیجہ اس میں یہ ہے کہ متصلہ صغریٰ ہو اور منفصلہ کبریٰ موجبہ ہو. مثال اول کلما کان اب فج د ودائما اما کل نج د او ہ ز. مانعۃ الجمع نتیجہ نکلے گا کہ دائما اما ان یکون اب او ہ ز مانعۃ الجمع. لاستلزام امتناع الاجتماع مع اللازم. اس لئے کہ لازم کے ساتھ اجتماع کا محال ہونا لازم آتا ہے دائماً. یا فی الجملہ ملزوم کے ساتھ دائماً یا فی الجملہ. اور مانعۃ الخلو نتیجہ ہوگا کہ قد یکون اذا لم یکن اب فہ ز لاستلزام نقیض الاوسط للطرفین استلزاماً کلیاً. اس مطلوب کا استلزام ثالث سے لازم آتا ہے. ومثال الثانی. اور دوسرے کی مثال کلما کان اب فج د ودائما اما کل د ہ او د ز مانعۃ الخلو. نتیجہ نکلے گا کہ کلما کان اب فاما کل نج ہ او د ز.

تشریح :۔ اس مقالے میں ماتن نے پانچویں قسم کے اجزاء ترکیبیہ اور شرائط انتاج پھر اس کی اقسام اور مثال بیان کی ہے۔ شارح اس کی پوری تفصیل بیان کرتے ہیں۔ سنئے۔

اَقُولُ آخر اقسام الاقترانیات الشرطیة ما یترکب من المتصلة والمنفصلة والشرکة بینهما اما فی جزء تام منهما او فی جزء غیر تام منهما او فی جزء تام من احدهما غیر تام من الاخری فهذه اقسام ثلثة اقتصر المص علی القسمین الاولین وکل منهما ینقسم الی قسمین لان المتصلة فیهما اما ان تکون صغریٰ او کبریٰ لکن المطبوع منهما ما تکون المتصلة صغریٰ والمنفصلة موجبة کبریٰ اما الاوّل وهو ما یکون الشرکة فی جزء تام من المقدمتین فالمتصلة اما مانعة الجمع او مانعة الخلو فان کانت مانعة الجمع کقولنا کلما کان اب فج د ودائما اما ج د او ه ز مانعة الجمع ینتج دائما او قد یکون اما اب او ه ز لان ج د لازم لاب و ه ز ممتنع الاجتماع مع ج د کلیا کان او جزئیا فیکون ه ز ممتنع الاجتماع مع اب کذالک لان امتناع الاجتماع مع اللازم دائما او فی الجملة یستلزم امتناع الاجتماع مع الملزوم دائما او فی الجملة وان کانت مانعة الخلو کما فی المثال المذکور ینتج قد یکون اذا لم یکن اب فه ز لان نقیض الاوسط وهو نقیض ج د یستلزم طرفی النتیجة اعنی نقیض اب وعین ه ز اما انه یستلزم نقیض اب فلان النقیض اللازم یستلزم نقیض الملزوم واما انه یستلزم عین ه ز فلمنع الخلو بین ج د و ه ز فکل امرین بینهما منع الخلو یستلزم نقیض کل واحد منهما عین الاخر علی ما مرّ فی تلازم الشرطیات واذا استلزم نقیض الاوسط للطرفین انتج من الشکل الثالث انّ نقیض اب قد یستلزم عین ه ز وهو المط۔

ترجمہ :۔ اقترانیات کی جملہ اقسام میں سے یہ پانچویں قسم آخری قسم ہے۔ یہ قسم مرکب ہوتی ہے۔ متصلہ و منفصلہ سے۔ اور ان دونوں کے درمیان شرکت یا دونوں کے جزء تام میں پائی جائے گی۔ یا دونوں کے جزء غیر تام میں پائی جائے گی یا دونوں میں سے کسی ایک کے جزء تام میں شرکت پائی جائے گی۔ اور دوسرے کے جزء غیر تام میں۔ پس یہ تین قسمیں نکلتی ہیں۔ مگر ماتن نے صرف دو قسموں پر اکتفاء فرمایا ہے۔ پھر یہ دونوں قسمیں دو اقسام کی طرف منقسم ہوتی ہیں۔ لان المتصلة فیهما الخ :۔ اسلئے کہ متصلہ دونوں میں صغریٰ واقع ہوگی یا کبریٰ۔ لیکن طبیعت کے مطابق اس میں سے یہ ہے کہ متصلہ تو صغریٰ ہو۔ اور منفصلہ موجبہ کبریٰ ہو۔ اما الاوّل۔ بہرحال پہلی صورت اور وہ یہ ہے کہ دونوں مقدمات کے جزء تام میں شرکت پائی جائے۔ پس منفصلہ

یا مانعۃ الجمع ہوگی یا مانعۃ الخلو. پس اگر مانعۃ الجمع ہے. جیسے ہمارا قول کلما کان اب فج د ودائما اما ج د او ہ ز لا یکون اما ج د او ہ ز مانعۃ الجمع نتیجہ نکلے گا کہ دائما اوقد یکون اما اب او ہ ز. اس لئے کہ ج د لازم ہے اب کے لئے. اور ہ ز وہ ہے جس کا ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے. کیونکہ مانعۃ الجمع ہے. ج د کے ساتھ. کلی ہو خواہ جزئی ہو. پس ہ ز کا جمع ہونا محال ہے اب کے ساتھ اسی طرح پر. لان امتناع الاجتماع مع اللازم دائما او فی الجملۃ الخ :- اس لئے کہ لازم کے ساتھ اجتماع کا محال ہونا دائمی طور پر یا فی الجملہ اس بات کو مستلزم ہے کہ ملزوم کے ساتھ بھی اجتماع محال ہے. دائما یا فی الجملہ- وان کانت مانعۃ الخلو. اور اگر مانعۃ الخلو ہو جیساکہ مذکورہ بالامثال میں تو نتیجہ نکلے گا کہ قد یکون اذالم یکن اب فہ ز. اس لئے کہ اوسط کی نقیض اور وہ ج د کی نقیض ہے. نتیجہ کے دونوں اطراف کو مستلزم ہے. یعنی اب کی نقیض کو عین ہ ز کو. اما انہ یستلزم نقیض اب. بہر حال یہ دعوی کہ وہ اب کی نقیض کو مستلزم ہے. تو اس لئے کہ لازم کی نقیض مستلزم ہے ملزوم کی نقیض کو. واما انہ یستلزم عین ہ ز. اور بہر حال یہ دعوی کہ وہ مستلزم ہے ہ ز کے عین کو. تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ج د اور ہ ز کے درمیان اس جگہ مانعۃ الخلو پایا جاتا ہے. فکل امرین بینہما منع الخلو. پس ہر دو امور کہ ان دونوں کے مابین مانعۃ الخلو کی نسبت پائی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک کی نقیض دوسرے کے عین کو مستلزم ہوگی. جیساکہ شرطیات کے تلازم میں یہ مسئلہ گذر چکا ہے. واذا استلزم نقیض الاوسط. اور جب اوسط کی نقیض طرفین کو مستلزم ہوگئی تو نتیجہ شکل ثالث نکل آیا. کہ اب کی نقیض کبھی مستلزم ہوتی ہے عین ہ ز کو. اور یہی ہمارا مطلوب ہے.

تشریح :- شارح نے پانچویں قسم کی چھ صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے اول صورت کا بیان پورا ہوا. آپ شرح سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں. مزید تفصیل کی حاجت نہیں ہے.

واما الثانی وهو ما یکون الشرکۃ فی جزء غیر تام من المقدمتین ولتکن المنفصلۃ مانعۃ الخلو فکقولنا کلما کان اب فکل ج د ودائما اما کل د ہ او دز ینتج کلما کان اب فاما کل ج ہ او دز لانہ کلما فرض اب کان ج د فالواقع من المنفصلۃ اما کل د ہ او دز فان کان د ہ فالواقع علی تقدیر اب کل ج د وکل د ہ وهما یستلزمان کل ج ہ وان کان دز فعلی تقدیر اب یکون الواقع اما کل ج ہ او دز وهو المطلوب هذا کلام اجمالی فی الاقترانیات الشرطیۃ واما بیان تفاصیلها فهو مما لا یلیق بالمختصرات

ترجمہ :- اور بہر حال دوسری صورت. اور وہ یہ ہے کہ جس میں دونوں مقدمات میں شرکت جزء غیر تام میں پائی جاتی ہو. اور چاہیئے کہ منفصلہ مانعۃ الخلو بھی ہو. پس جیسے کہ ہمارا قول ہے کہ کلما کان

اَبَ فکل ج د دائماً اما کل دہ او دز نتیجہ نکلے گا کہ کلما کان اَب فاما کل ج ہ او دز۔ کیونکہ جب کبھی اَبَ فرض کیا جائے گا تو وہ ج د ہوگا۔ پس اس صورت میں واقع منفصلہ سے ثابت ہوگا کہ اما کل دہ او دز۔ پس اگر دہَ ہوگا تو واقع اَبَ کی تقدیر پر کل ج د اور کل دہ ہوگا۔ اور یہ دونوں کل ج ہ کو مستلزم ہیں۔ وان کان دز اور اگر واقع دز ہوگا تو پھر اَبَ کی تقدیر پر واقع اما کل ج ہ اور کل دز ہوگا۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔ ھٰذا الکلام اجمالی۔ مذکورہ طریق استدلال اجمالی ہے جو اقترانیات شرطیہ سے متعلق ہے۔ اور بہرحال ان کا تفصیلی بیان تو مختصر رسالے ان کا تحمل نہیں کرسکتے۔ اس کے لئے تو اہل ذوق کو فن کی طویل کتابوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ وخیر الکلام ما قلّ ودلّ۔

تشریح شارح نے بیان کو مختصر کرکے دوسری قسم پر اقترانی شرطی کے بیان کو ختم کردیا ہے بہرحال دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں دونوں مقدمات کی شرکت جزء غیر تام میں پائی جاتی ہو۔ اور قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہو۔ جیسا کہ اوپر گذری ہوئی مثال سے آپ سمجھ لیجئے۔

قال الفصل الرابع فی القیاس الاستثنائی وھو مرکب من مقدمتین احدٰہما شرطیۃ والاخریٰ وضع لاحد جزئیہا او رفعہ لیلزم وضع الاٰخر او رفعہ ویجب ایجاب الشرطیۃ ولزومیۃ المتصلۃ وعنادیۃ المنفصلۃ وکلیتہا او کلیۃ الوضع او الرفع ان لم یکن وقت الاتصال والانفصال ھو بعینہ وقت الوضع والرفع **اقول** قد مرّ ان القیاس الاستثنائی مایکون عین النتیجۃ او نقیضہا مذکورًا فیہ بالفعل فالمذکور فیہ عین النتیجۃ او نقیضہا اما مقدمۃ من مقدماتہ وھو محال لایلزم اثبات الشیٔ بنفسہ او بنقیضہ او جزء من مقدمتیہ والمقدمۃ التی جزء ھا قضیۃ تکون شرطیۃ والاخریٰ وضعیۃ فالقیاس الاستثنائی مایکون مرکبًا من مقدمتین احدٰہما شرطیۃ والاخریٰ وضعیۃ ای اثبات لاحد جزئیہا او رفعہ ای نفیہ لیلزم وضع الجزء الاٰخر او رفعہ کقولنا کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود لکن الشمس طالعۃ ینتج ان النہار موجود ولکن النہار لیس بموجود ینتج ان الشمس لیست بطالعۃ وکقولنا دائمًا اما ان یکون ھٰذا العدد زوجًا او فردًا لکن ھٰذا العدد زوج ینتج انہ لیس بفرد ولکنہ لیس بزوج ینتج انہ فرد ففی المتصلات ینتج الوضع والرفع الرفع وفی المنفصلات ینتج الوضع الرفع وبالعکس ویعتبر فی انتاج ھٰذا القیاس شرائط احدھا ان تکون الشرطیۃ موجبۃ فانہا ان کانت سالبۃ لم تنتج شیئًا لا الوضع فان معنی الشرطیۃ السالبۃ سلب اللزوم او العناد واذا لم یکن بین الامرین لزوم او عناد لم یلزم من وجود احدھما او عدمہ وجود

الأخر اوعدمه وثانيها ان تكون الشرطية لزومية ان كانت متصلة وعنادية ان كانت
منفصلة لا اتفاقية لان العلم بصدق الاتفاقية اوكذبها موقوف على العلم بصدق
احد طرفيها اوكذبه فلو استفيد العلم بصدق احد الطرفين وكذبه من الاتفاقية
يلزم الدور وثالثها احد الامرين وهو اما كلية الشرطية اوكلية الاستثناء اى
كلية الوضع اوالرفع فانه لوانتفى الامران احتمل ان يكون اللزوم اوالعناد على
بعض الاوضاع والاستثناء على وضع آخر فلا يلزم من اثبات احد جزئى الشرطية اونفيه
ثبوت الآخر اوانتفاؤه اللهم الا اذا كان وقت الاتصال والانفصال ووضعهما هو
بعينه وقت الاستثناء ووضعه فانه ينتج القياس ح ضرورة كقولنا ان قدم زيد
فى وقت الظهر مع عمرو اكرمته لكنه قدم مع عمرو فى ذالك الوقت فاكرمته والمراد بكلية
الاستثناء ليس تحققه فى جميع الازمنة فقط بل مع جميع الاوضاع التى لا تنافى وضع
المقدم فاذا قلنا قد يكون اذا كان اب فج د وكان اب واقعا دائما لم يلزم وجود ذالك
تحقق ج د فى الجملة وانما يلزم ذالك لو كان اب كما هو واقع دائما كان واقعا مع
جميع الاوضاع التى لا تنافى اب وليس يلزم من وقوعه دائما وقوعه مع جميع الاوضاع
الغير المنافية لجواز ان يكون له وضع غير مناف ولا يكون له تحقق اصلا والمذكور
فى بعض الكتب ان دوام الوضع اوالرفع منتج وهو انما يصح لو فسرنا الشرطية الكلية
بما يكون اللزوم اوالعناد فيه موجودا متحققا مع الاوضاع المتحققة فى نفس الامر حتى
يلزم من دوام الوضع اوالرفع تحققه مع جميع الاوضاع المعتبرة وليس كذالك بل هى
مفسرة بتحقق اللزوم اوالعناد على الاوضاع الغير المنافية للمقدم فيجوز ان يكون اللزوم
فى الجزئية له شرط لا يوجد ابدا مع وجود الملزوم دائما وح لا يلزم وجود اللازم
لعدم تحقق وضع الملزوم مع اللازم وشرطه لانتفاءهما دائما كما يصدق قولنا قد
يكون اذا كان الواجب موجودا كان الجزء موجودا من الشكل الثالث والواجب موجود
دائما ولا يلزم منه ان يكون الجزء موجودا فى الجملة لان اللزوم ههنا انما هو على
وضع اجتماع الواجب والجزء فى الوجود وهو ليس بواقع اصلا۔

ترجمہ:۔ فصل رابع قیاس استثنائی کے بیان میں مشتمل ہے۔ اور یہ قیاس مرکب ہوتا ہے
دو مقدمات سے۔ ان میں سے ایک شرطیہ ہوتا ہے۔ دوسرا اس کے دونوں اجزاء میں سے ایک کو رکھدیا جاتا
ہے۔ یا اس کا رفع رکھدیا جاتا ہے۔ تاکہ دوسرے کی وضع یا اس کا رفع لازم آئے۔ اور واجب ہے کہ

شرطیہ موجبہ ہو۔ اور لزومیہ متصلہ اور عنادیہ منفصلہ ہو۔ اور اس کا کلیہ ہونا یا وضع کا کلیہ ہونا یا پھر رفع وضع کا کلیہ ہونا۔ اگر اتصال وانفصال کے وقت وہ بعینہ نہ ہو کر جو بوقت وضع یا بوقت رفع ہے۔

اقول:۔ شارح فرماتے ہیں کہ اتنا بیان گذر چکا ہے کہ قیاس استثنائی وہ قیاس ہے بعینہ نتیجہ یا اس کی نقیض اس میں بالفعل مذکور ہو۔ لہٰذا پس اس قیاس میں عین نتیجہ مذکور ہوگا یا اس کی نقیض مذکور ہوگی۔ یا اس کے مقدمات میں سے کوئی مقدمہ اور یہ محال ہے۔ ورنہ اثبات الشئ بنفسہ او بنقیضہ او جزء من مقدمتیہ لازم آئے گا۔ والمقدمۃ التی جزءھا۔ اور وہ مقدمہ کہ جو اس کا جز رہے وہ قضیہ ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک قضیہ تو شرطیہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا وضعیہ ہوتا ہے۔ پس قیاس استثنائی وہ قیاس ہے کہ جو دو ایسے مقدمات سے مرکب ہو کہ ان میں سے ایک مقدمہ شرطیہ اور دوسرا وضعیہ ہو۔ یعنی قضیہ کے دو اجزاء میں سے ایک جزء کو ثابت کیا گیا ہو۔ یا اس کا رفع کر دیا گیا ہو۔ یعنی اس کی نفی کی گئی ہو۔ تاکہ اس سے جزء آخر کی وضع یا اس کا رفع لازم آجائے۔ جیسے ہمارے اس قول میں کہ کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔ لکن الشمس طالعۃ تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ پس نہار موجود ہے۔ ولکن النہار لیس بموجود تو نتیجہ نکلے گا کہ ان الشمس لیست بطالعۃ دوسری مثال جیسے ہمارا قول۔ دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا۔ لکن ھذا العدد زوج تو نتیجہ نکلے گا کہ انہ لیس بفرد ولکنہ لیس بزوج۔ تو نتیجہ نکلے گا کہ انہ فرد۔ ففی المتصلات۔ پس قضایا متصلہ میں نتیجہ وضع کا وضع اور رفع کا رفع نکلے گا۔ وفی المنفصلات۔ اور قضایا منفصلہ میں وضع کا نتیجہ رفع اور رفع کا نتیجہ وضع نکلے گا۔

ویعتبر فی انتاج ہذا القیاس:۔ اور اس قیاس کے نتیجہ اخذ کرنے میں چند شرطوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ احدہما ان تکون الشرطیۃ:۔ اول شرط یہ ہے کہ شرطیہ موجبہ ہو۔ کیونکہ اگر سالبہ ہوگی تو کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ نہ وضع کا نہ رفع کا۔ کیونکہ شرطیہ سالبہ کے معنی لزوم وعناد کے سلب کے ہیں۔ اور جب دو امور کے درمیان نہ لزوم رہا اور نہ عناد باقی رہا۔ تو دونوں میں سے ایک کے وجود سے یا اس کے عدم سے دوسرے کا وجود یا اس کا عدم کیسے لازم آئے گا۔ وثانیہا۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ شرطیہ لزومیہ ہو۔ اگر متصلہ ہے اور عنادیہ ہو۔ اگر منفصلہ ہے اتفاقیہ نہ ہو۔ کیونکہ اتفاقیہ کے صدق یا کذب کا علم اس کے دونوں اطراف کے صدق وکذب پر موقوف ہے۔ پس اگر اتفاقیہ کے طرفین میں سے کسی ایک کے صدق کا علم حاصل کر لیا گیا یا اس کے کذب کا تو اس سے دور لازم آجائے گا۔ وثالثہا احد الامرین۔ اور تیسری شرط دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ہے۔ اور وہ یا شرطیہ کا کلیہ ہونا ہے یا استثناء کا کلیہ ہونا ہے۔ یعنی وضع یا رفع کا کلیہ ہونا۔ کیونکہ اگر دونوں امور نہ پائے گئے تو اس کا احتمال ہے کہ بعض وضع پر لزوم یا عناد ہو۔ اور دوسری وضع پر استثناء ہو۔ پس اس صورت میں شرطیہ کے دونوں اجزاء میں سے کسی ایک کے اثبات یا اس کی نفی سے دوسرے کا ثبوت یا اس کی نفی لازم نہ آئے گی۔

اللھم الا اذا کان ۔ اعتراض مشکل ہے۔ شارح کو اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا پڑی۔ اور تاویل کر کے فرمایا۔ نتیجہ کا لزوم اس وقت جب کہ اتصال اور انفصال کے وقت ان دونوں کی وضع بعینہٖ وہی ہو۔ جو ان کے استثناء کے وقت رہی ہو۔ تو اس وقت قیاس یقیناً نتیجہ دے گا۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ ان قدم زید فی وقت الظہر مع عمرو اکرمتہ لکنہ قدم مع عمرو فی ذالک الوقت فاکرمتہ۔ والمراد بکلیۃ الاستثناء ۔ اور استثناء کے کلیہ ہونے سے مراد تمام زمانوں میں اس کا تحقق مراد نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ تمام ان اوضاع کے ساتھ استثناء ہے کہ جو مقدم کی وضع کے منافی نہ ہوں۔ لہٰذا جب ہم نے کہا کہ قد یکون اذا کان اَ بَ فج د وکان اب دائماً دائماً تو صرف اس وجہ سے فی الجملہ ج د کا تحقق لازم نہ ہوگا۔ قولہ وانما یلزم ذالک ۔ اور یہ لازم اس وجہ سے ہے کہ اگر دہ اب ہوگا۔ جیسا کہ وہ اَ دائماً واقع ہوا ہے۔ تو جمیع اوضاع کے ساتھ واقع ہوگا۔ جو اوضاع کہ اَبَ کے منافی نہ ہوں گی۔ ولیس یلزم من وقوعہ دائماً ۔ اور اس کے دائماً واقع ہونے سے ان جمیع اوضاع کے ساتھ بھی واقع ہونا لازم نہیں کہ جو اوضاع غیر منافیہ ہو۔ لجواز ان یکون لہ وضع ۔ اس لیے کہ جائز ہے کہ اس کے لیے ایسی وضع ہو جو غیر منافی ہو۔ اور اس کا تحقق بالکل نہ ہو۔

والمذکور فی بعض الکتب ۔ اور فن کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ دوام وضع یا دوام رفع نتیجہ دیتا ہے۔ یہ اس وقت صحیح ہے کہ جب ہم شرطیہ کلیہ کی تفسیر اس سے کریں کہ لزوم یا عناد اس میں موجود اور محقق ہو اوضاع متحققہ کے ساتھ نفس الامر میں۔ تاکہ دوام وضع یا دوام رفع سے اس کا تحقق جمیع اوضاع معتبرہ کے ساتھ لازم آئے۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے۔ بل ہی مفسرۃ بتحقق اللزوم اوالعناد ۔ بلکہ شرطیہ کلیہ کی تفسیر اس سے کی گئی ہے کہ لزوم یا عناد اوضاع غیر منافیہ پر مقدم کے لیے متحقق ہو۔ فیجوز ان یکون اللزوم فی الجزئیۃ ۔ لہٰذا پس جائز ہے کہ جزئیہ میں لزوم پائے جانے کے لیے شرط ہو، جو ملزوم کے وجود کے ساتھ کبھی نہ پائی جاتی ہو۔ اور اس صورت میں لازم کا وجود ضروری نہ ہوگا۔ (لازمی نہ ہوگا) کیونکہ ملزوم کی وضع لازم کے ساتھ متحقق نہ ہونے کی وجہ سے اور اس کی شرائط کے۔ اس لیے کہ دونوں کا انتفاء دائمی ہے۔ جیسا کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ قد یکون اذا کان الواجب موجوداً کان الجزء موجوداً من الشکل الثالث والواجب موجود دائماً مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ جزء بھی فی الجملہ موجود ہو۔ لان اللزوم ہٰہنا۔ اس لیے کہ اس جگہ لزوم اجتماع واجب اور جزء کی وضع پر ہے وجود میں۔ حالانکہ وہ واقع میں ایسا بالکل نہیں ہے۔

تشریح :- شارح نے اپنے اس بیان میں کلیۃ الشرطیۃ کلیۃ الوضع والرفع او کلیۃ الاستثناء کو اپنے انداز میں سمجھایا ہے۔ اور کہا ہے کہ لو انتفی الامران احتمل ان یکون اللزوم اوالعناد علی بعض الاوضاع والاستثناء کہ اگر دونوں امور نہ پائے جائیں گے تو اس کا احتمال ہوگا کہ لزوم یا عناد بعض وضع ہو۔ اور استثناء وضع آخر پر واقع ہو۔ لہٰذا اس بات سے کہ شرطیہ کے دونوں اجزاء میں سے کسی ایک کے اثبات یا نفی سے دوسرے جزء کا اثبات یا نفی لازم نہ آئے گی۔

اللھم الا اذا کان ۔ لزوم کی صورت تو صرف یہی ایک ہے کہ اتصال اور انفصال کے وقت ان دونوں کی وضع بعینہ وہی ہو جو استثناء کے وقت تھی۔ تو اس صورت میں وہ نتیجہ دے گا۔ جیسے ان قدم زید وقت الظہیرۃ مع عمرو اکرمتہ لکنہ قدم مع عمرو فی ذالک الوقت فاکرمتہ۔

قولہ والمراد بکلیۃ الاستثناء۔ استثناء کے کلیہ ہونے سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ وہ تمام زمانوں میں پایا جائے بلکہ جمیع اوضاع کے ساتھ پایا جائے کہ وہ اوضاع کہ جو مقدم کی وضع کے منافی نہ ہوں۔ جیسے ہم نے جب کہا قد یکون اذا کان ا ب ج د اور ا ب دائماً واقع ہے تو صرف اس سے لازم نہ آئے گا کہ ج د کا تحقق فی الجملہ ہو جائے۔ وانما یلزم ذالک ۔ یہ تو اس وقت لازم آئے گا کہ جب ا ب جس طرح ا دائماً واقع ہے اسی طرح جمیع اوضاع کے ساتھ بھی واقع ہو۔ وہ جمیع الاوضاع کہ جو ا ب کے منافی نہ ہوں۔ ولیس یلزم من وقوعہ دائماً۔ اور اس سے دائماً واقع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا وقوع جمیع اوضاع کے ساتھ دائماً ہو جو وضاع کہ غیر منافیہ ہیں۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس کے لئے کوئی وضع ایسی بھی ہو جو غیر منافی ہو۔ مگر اس کا تحقق بالکل نہ ہو۔

والمذکور فی بعض الکتب۔ فن کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ دوام وضع یا دوام رفع نتیجہ دیتا ہے تو یہ دعویٰ اس وقت درست ہے جب ہم شرطیہ کلیہ کی تفسیر اس طرح کریں کہ لزوم یا عناد اس میں اوضاع کیساتھ موجود اور متحقق ہو نفس الامر میں۔ تاکہ دوام وضع یا دوام رفع سے اس کا تحقق جمیع اوضاع معتبرہ کے ساتھ لازم آجائے۔ ولیس کذالک بل ہی مفسرۃ۔ شرطیہ کلیہ کی تفسیر اس مذکورہ طریق پر نہیں کی گئی بلکہ اس طرح پر کی گئی ہے کہ لزوم یا عناد ان اوضاع پر متحقق ہو کہ جو مقدم کے منافی نہ ہوں۔

فیجوز ان یکون اللزوم۔ تو اس تفسیر کی بناء پر جائز ہے کہ لزوم اس کے جزئیہ میں پایا جائے۔ اور اس کے لئے شرط ایسی ہو کہ ملزوم کے ساتھ کبھی بھی نہ پائی جائے۔ تو اس صورت میں لازم کا وجود ضروری نہ ہوگا۔ کیونکہ ملزوم کی وہ وضع ہی لازم کے ساتھ متحقق نہیں ہے۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں دائماً منتفی ہوں۔ جیسے کہ ہمارا یہ قول صادق ہے کہ قد یکون اذا کان الواجب موجوداً کان الجزء موجود من الشکل الثالث ۔ و الواجب موجود دائماً۔ مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ جزء فی الجملہ موجود ہو۔ لان اللزوم ہہنا انما ھو علی وضع ۔ کیونکہ اس جگہ لزوم اجتماع واجب والجزء کی وضع پر ہے۔ اور یہ اصلاً واقع نہیں ہے۔

قال والشرطیۃ الموضوعۃ فیہ ان کانت متصلۃ فاستثناء عین المقدم ینتج عین التالی واستثناء نقیض التالی ینتج نقیض المقدم والا لبطل اللزوم دون العکس فی شئی منھما لاحتمال کون التالی اعم من المقدم وان کانت منفصلۃ فان کانت حقیقیۃ فاستثناء عین ای جزء کان ینتج نقیض الاخر لاستحالۃ الجمع واستثناء نقیض ای جزء کان ینتج عین الاخر لاستحالۃ

الخلو وان کانت مانعة الجمع ینتج القسم الاول فقط لامتناع الاجتماع دون الخلو وان کانت مانعة الخلو ینتج القسم الثانی فقط لامتناع الخلو دون الجمع اقول الشرطیة التی هی جزء القیاس الاستثنائی اما متصلة او منفصلة ان کانت متصلة ینتج استثناء عین مقدمها عین التالی والا لزم انفکاک اللازم عن الملزوم فیبطل اللزوم واستثناء نقیض تالیها نقیض المقدم والا لزم وجود الملزوم بدون اللازم فیبطل اللزوم ایضا دون العکس فی شیء منهما ای لاینتج استثناء عین التالی عین المقدم ولا استثناء نقیض المقدم نقیض التالی لجواز ان یکون التالی اعم من المقدم فلا یلزم من وجود اللازم وجود الملزوم ولا من عدم الملزوم عدم اللازم وان کانت منفصلة فان کانت حقیقیة ینتج استثناء عین ای جزء کان نقیض الآخر لامتناع الجمع بینهما واستثناء نقیض ای جزء کان عین الآخر لامتناع الخلو عنهما فیکون لها اربع نتائج اثنتان باعتبار استثناء العین واثنتان باعتبار استثناء النقیض کقولنا اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا لکنه زوج فهو لیس بفرد لکنه فرد فهو لیس بزوج لکنه لیس بزوج فهو فرد لکنه لیس بفرد فهو زوج وان کان مانعة الجمع انتج القسم الاول فقط ای استثناء عین ای جزء کان نقیض الآخر لامتناع الاجتماع بینهما ولا ینتج استثناء نقیض شیء من جزئیها عین الآخر لجواز ارتفاعهما فیکون لها نتیجتان بحسب استثناء العین کقولنا اما ان یکون هذا الشیء شجرا او حجرا لکنه شجر فهو لیس بحجر لکنه حجر فهو لیس بشجر وان کان مانعة الخلو ینتج القسم الثانی فقط ای استثناء نقیض ای جزء کان عین الآخر لامتناع ارتفاعهما ولا ینتج استثناء عین شیء من جزئیها نقیض الآخر لامکان اجتماعهما فیکون لها ایضا نتیجتان بحسب استثناء النقیض کقولنا اما ان یکون هذا الشیء لا شجرا او لا حجرا لکنه شجر فهو لا حجر لکنه حجر فهو لا شجر۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا :- کہ وہ شرطیہ جو اس میں وضع کی گئی ہے اگر متصلہ واقع ہو تو اس میں استثناء عین مقدم کا ہوگا۔ اور نتیجہ عین تالی آئے گا۔ اور نقیض تالی کا استثناء نتیجہ نقیض مقدم کا دے گا۔ ورنہ البتہ لزوم ہی باطل ہو جائے گا نہ کہ ان دونوں کے عکس کی صورت میں۔ اس لئے احتمال ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو۔ اور اگر شرطیہ منفصلہ ہو تو اگر وہ حقیقیہ ہے تو پس استثناء بعینہ جس جزء کا بھی ہوگا تو دوسرے کی نقیض اس کا نتیجہ نکلے گا۔ اس لئے دونوں کا جمع ہونا محال ہے۔ اور استثناء جس چیز کی نقیض کا ہوگا تو نتیجہ عین جزء آخر ہوگا۔ اس لئے کہ خالی ہونا محال ہے۔ اور اگر مانعۃ الجمع ہے تو نتیجہ فقط قسم اول آئیگا۔

اس لئے کہ اجتماع دونوں کا محال ہے خلو محال نہیں ہے۔ اور اگر مانعۃ الخلو ہو تو نتیجہ فقط قسم ثانی آئیگا کیونکہ خالی ہونا محال ہے جمع ہونا محال نہیں ہے۔

اقول ۔ شارح فرماتے ہیں کہ وہ شرطیہ جو کہ قیاس استثنائی کا جزو واقع ہو متصلہ ہوگا یا منفصلہ ہوگا۔ اگر شرطیہ متصلہ ہو تو استثناء اس کے عین مقدم کا عین تالی ہوگا۔ ورنہ لازم کا ملزوم سے جدا ہونا لازم آئے گا۔ پس لزوم باطل ہو جائے گا۔ اور شرطیہ کی تالی کی نقیض کا استثناء مقدم کی نقیض واقع ہوگا ورنہ ملزوم کا وجود بغیر لازم، لازم آئے گا۔ پس لزوم بھی باطل ہو جائے گا۔ نہ کہ عکس دونوں میں سے کسی ایک میں یعنی عین تالی کا استثناء عین مقدم نتیجہ نہ دے گا۔ اور نہ مقدم کی نقیض کا استثناء تالی کی نقیض نتیجہ آئے گا۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو۔ لہٰذا لازم کے وجود سے ملزوم کا وجود لازم نہ آئے گا۔ اور نہ ملزوم کے عدم سے لازم کا عدم لازم آئے گا۔ وان کانت منفصلۃ۔ اور اگر قیاس کا جزو شرطیہ منفصلہ ہو تو پس اگر منفصلہ حقیقیہ ہے تو نتیجہ استثناء بعینہ اس جزء کا ہوگا جو دوسرے کی نقیض ہو۔ اس لئے کہ دونوں کے درمیان جمع کرنا محال ہے۔ اور ای جزء کی نقیض کا استثناء نتیجہ عین آخر ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں سے خالی ہونا محال ہے فیکون لہا اربع نتائج۔ لہٰذا اس کے چار نتائج ہوں گے۔ دو نتیجے عین کے استثناء کے اعتبار سے۔ اور دو نتیجے نقیض کے استثناء کے لحاظ سے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون ہذا العدد زوجاً او فرداً لکنہ زوج فہو لیس بفرد، لکنہ فرد فہو لیس بزوج لکنہ لیس بزوج فہو فرد۔ لکنہ لیس بفرد فہو زوج۔ وان کان مانعۃ الخلو اور شرطیہ منفصلہ اگر مانعۃ الخلو ہو تو فقط قسم اول ہی نتیجہ دے گی۔ یعنی ای جزء کے عین کا استثناء نتیجہ نقیض الآخر ہوگا۔ اس لئے دونوں کے درمیان اجتماع محال ہے۔ اور اس کے دونوں اجزاء میں سے کسی جزء کی نقیض کا استثناء نتیجہ عین آخر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں کا ارتفاع جائز ہے۔ فیکون لہا نتیجتان لہٰذا پس اس کے (منفصلہ مانعۃ الخلو) کے عین کے استثناء کے لحاظ سے دو نتیجے ہوں گے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون ھذا الشیٔ شجراً او حجراً لکنہ شجر فہو لیس بحجر، لکنہ حجر فہو لیس بشجر۔ وان کان مانعۃ الخلو۔ یعنی ای جزء کی نقیض کے استثناء کا نتیجہ عین آخر ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں کا رفع (ارتفاع) محال ہے۔ اور اس کے دونوں اجزاء میں سے کسی جزء کے عین کا استثناء نقیض آخر نتیجہ نہ آئے گا۔ اس لئے کہ دونوں کا اجتماع جائز ہے۔ فیکون لہا ایضاً نتیجتان۔ لہٰذا پس اس قسم کے نتیجے بھی دو ہی ہوں گے۔ باعتبار نقیض کے استثناء کے۔ جیسے ہمارا قول اما ان یکون ہذا الشیٔ لاشجراً او لاحجراً لکنہ شجر فہو لاحجر، لکنہ حجر، فہو لاشجر۔

تشریح :۔ شارح رح فرماتے ہیں کہ وہ شرطیہ جو کہ قیاس استثنائی کا جزء واقع ہو متصلہ ہوگی یا منفصلہ ہوگی۔ اگر متصلہ ہو تو اس کے عین مقدم کا استثناء نتیجہ عین تالی ہوگا۔ ورنہ ملزوم سے لازم کا انفکاک لازم آئے گا اور لزوم باطل ہو جائے گا۔

قولہ واستثناء نقیض تالیہا۔ اور اگر متصلہ کے تالی کی نقیض کا استثناء کیا جائے گا تو نتیجہ مقدم کی نقیض

نکلے گا۔ ورنہ تو ملزوم کا وجود بغیر لازم کے لازم آئے گا۔ لہٰذا لزوم باطل ہو جائے گا۔

قولہ دون العکس فی شئی منہما۔ ان دونوں کا عکس نہ ہوگا۔ یعنی عین تالی کا استثناء کرنے سے عین مقدم نتیجہ نہ نکلے گا۔ اور نہ مقدم کی نقیض کے استثناء کرنے سے تالی کی نقیض نتیجہ نکلے گا۔ کیونکہ جائز ہے کہ تالی مقدم سے اعم ہو۔ لہٰذا اس صورت میں لازم کے وجود سے ملزوم کا وجود لازم نہ آئے گا۔ اور نہ ہی ملزوم کے عدم سے لازم کا عدم لازم آئے گا۔

قولہ وان کانت منفصلۃ۔ اور قیاس استثنائی کا جزء شرطیہ کی دوسری قسم منفصلہ واقع ہو تو اگر منفصلہ حقیقیہ ہوگی تو ای جزء کے عین کا استثناء اس سے آخر کی نقیض نتیجہ نکلے گا۔ اس لئے کہ دونوں کے درمیان جمع کرنا محال ہے۔ اور ای جزء کی نقیض کے استثناء کرنے سے عین الآخر نتیجہ نکلے گا۔ اس لئے دونوں سے خالی ہونا منع ہے۔

قولہ فیکون لہا اربع نتائج۔ لہٰذا اس لحاظ سے منفصلہ حقیقیہ کے استثناء کی صورت میں چار نتائج برآمد ہوں گے۔ دو نتیجے جن میں عین کا استثناء کیا گیا ہوگا۔ اور دو نتیجے وہ ہوں گے جن میں نقیض کا استثناء کیا گیا ہو۔ جیسے ہمارے اس قول میں اما ان یکون ہذا العدد زوجا او فردا لکنہ زوج فہو لیس بفرد لکنہ فرد فہو لیس بزوج۔ لکنہ لیس بزوج فہو فرد۔ لکنہ لیس بفرد فہو زوج۔

قولہ وان کان مانعۃ الجمع۔ اور اگر قیاس استثنائی کا جزء شرطیہ منفصلہ میں سے مانعۃ الجمع ہو تو فقط اس کی قسم اول ہی نتیجہ دے گی۔ یعنی ای جزء کے عین کا استثناء کا نتیجہ نقیض الآخر ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں کے درمیان اجتماع محال ہے۔

قولہ ولاینتج استثناء نقیض شئی من جزئیہا عین الآخر۔ اور اس کے دونوں جزؤں میں سے کسی ایک جزء کی نقیض کا استثناء کرنے سے عین آخر نتیجہ نہ نکلے گا۔ اس لئے کہ دونوں کا ارتفاع جائز ہے۔ فیکون لہا نتیجتان۔ لہٰذا بس اس کے بھی دو نتیجے نکلیں گے۔ باعتبار عین کے استثناء کے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ اما ان یکون ہذا الشئی شجرا او حجرا۔ لکنہ شجر فہو لیس بحجر۔ لکنہ حجر فہو لیس بشجر۔

قولہ وان کانت مانعۃ الخلو۔ شرطیہ منفصلہ میں سے مانعۃ الخلو اگر قیاس استثنائی میں جزء واقع ہوگی تو اس کی صرف قسم ثانی ہی نتیجہ دے گی۔ یعنی ای جزء کی نقیض کے استثناء کرنے سے عین الآخر نتیجہ نکلے گا۔ اس لئے کہ دونوں کا رفع محال ہے۔

قولہ ولاینتج استثناء عین شئی۔ اور انکے دونوں اجزاء میں سے کسی جزء کے عین کے استثناء کرنے سے نقیض الآخر نتیجہ نہ نکلے گا۔ اس لئے کہ دونوں کا اجتماع جائز ہے۔ فیکون لہا ایضا نتیجتان۔ لہٰذا مانعۃ الجمع کی طرح اس قسم کے دو ہی نتیجے نکلیں گے۔ باعتبار نقیض کے استثناء کے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ اما ان یکون ہذا الشئی لاشجرا او لاحجرا لکنہ شجر فہو لاحجر لکنہ حجر فہو لاشجر۔

قال الفصل الخامس فی لواحق القیاس وھی اربعۃ الاول القیاس المرکب وھو یترکب من مقدمات ینتج بعضھا نتیجۃ یلزم منھا ومن مقدمات اخری نتیجۃ وھلم جرا الی ان یحصل المط وھو اما موصول النتائج کقولنا کل ج ب وکل ب د فکل ج د ثم کل ج د وکل د ا فکل ج ا ثم کل ج ا وکل ا ہ فکل ج ہ واما مفصول النتائج کقولنا کل ج ب وکل ب د وکل د ا وکل ا ہ۔ اقول القیاس المرکب قیاس مرکب من مقدمات ینتج مقدمتان منھا نتیجۃ وھی مع المقدمۃ الاخری تنتج اخری وھلم جرا الی ان یحصل المط وذالک انما یکون اذا کان القیاس المنتج للمط یحتاج مقدمتاہ او احدھما الی کسب بقیاس اٰخر لذالک الی ان ینتھی الکسب الی المبادی البدیھیۃ فیکون ھناک قیاسات مترتبۃ لحصلۃ للمطلوب ولھذا سمی قیاسا مرکبا فان صرح بنتائج تلک القیاسات سمی موصول النتائج لوصل تلک النتائج بالمقدمات کقولنا کل ج ب وکل ب د فکل ج د ثم کل ج د وکل د ا فکل ج ا ثم کل ج ا وکل ا ہ فکل ج ہ وان لم یصرح بھا سمی مفصول النتائج لفصلھا عن المقدمات فی الذکر وان کانت مرادۃ من جھۃ المعنی کقولنا کل ج ب وکل ب د وکل د ا وکل ا ہ فکل ج ہ۔

ترجمہ:- فصل خامس:- ماتن نے فرمایا۔ پانچویں فصل قیاس کے موافق (متعلقات) کے بیان میں۔ اور وہ چار ہیں۔ اول قیاس مرکب۔ یہ وہ قیاس ہے کہ جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو کہ ان میں سے بعض ایسا نتیجہ دے کہ جو ان مقدمات سے لازم آتا ہو۔ اور دوسرے مقدمات سے دوسرا نتیجہ دے۔ اسی طرح ترتیب مقدمات کا سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جائے۔ وھو اما موصول النتائج۔ وہ یا تو نتیجوں کا موصول شدہ ہے جیسے ہمارا قول کل ج ب وکل ب د۔ فکل ج د ثم کل ج د وکل د ا فکل ج ا ثم کل ج ا وکل ا ہ فکل ج ہ اور یا نتائج جداگانہ ہے۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب وکل ب د وکل د ا وکل ا ہ فکل ج ہ۔

اقول۔ شارح فرماتے ہیں کہ القیاس المرکب۔ قیاس مرکب وہ قیاس ہے کہ جو ایسے چند مقدمات سے ترکیب دیا گیا ہو کہ ان مقدمات میں سے دو مقدمے ایک نتیجہ دیں۔ اور وہی مقدمے دوسرے مقدمہ کے ساتھ دوسرا نتیجہ دیں۔ اسی طرح سلسلہ ترتیب مقدمات کا جاری رکھا جائے یہاں تک کہ اپنا مطلوب حاصل ہو جائے۔ وذالک انما یکون۔ اور ایسا اس وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جب وہ قیاس جو مطلوب کا نتیجہ دینے والا ہے اس قیاس کے دو مقدمات یا ان میں سے ایک مقدمہ دوسرے قیاس کا محتاج ہو اسی طرح سلسلہ احتیاج کا سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ کسب کا سلسلہ ان مبادی تک پہونچ جائے کہ جو بالکل

بدیہی ہیں۔ لہٰذا اس طریق قیاس میں چند قیاس (متعدد قیاس) ہوا کرتے ہیں جو ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ مطلوب تک پہونچنے کا ذریعہ و وسیلہ بن جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس طریق قیاس کا نام قیاس مرکب رکھا گیا ہے۔

قولہ فان صرح بنتائج تلک القیاسات سمی موصول النتائج۔ پس اگر ان قیاسات کے نتائج کو صراحت سے بیان کر دیا جائے تو ان کا نام موصول النتائج ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ نتائج مقدمات سے موصول اور ملے ہوئے ہیں۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل ج ب وکل ب د فکل ج د ثم کل ج د وکل د ا فکل ج ا ثم کل ج ا وکل اہ فکل ج ہ۔

قولہ وان لم یصرح بہا سمی مفصول النتائج۔ اور اگر ان قیاسات کے نتائج کو صراحت سے بیان نہ کیا جائے۔ تو ان کا نام مفصول النتائج رکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ نتائج لہٰذا اپنے مقدمات سے فصل کے ساتھ واقع ہیں۔ (جدا ہیں، ملے ہوئے نہیں ہیں) ذکر میں اگرچہ وہ باعتبار معنی کے مراد میں داخل ہیں۔ جیسے ہمارا قول کل ج ب وکل ب د وکل د ا وکل اہ فکل ج ہ۔

تشریح:- پانچویں فصل میں ماتن نے پھر شارح نے قیاس کے لواحق کو بیان فرمایا ہے اور کہا ہے کہ لواحق قیاس بھی چار ہیں۔ اول القیاس المرکب ہے۔ اور قیاس مرکب اس قیاس کا نام ہے جو چند ایسے مقدمات سے ملکر تیار ہوا ہے۔ کہ ان میں سے بعض وہ نتیجہ دیتے ہیں کہ جو اس قیاس سے لازم آیا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقدمات سے بھی ایک نتیجہ دوسرا برآمد ہوا ہے۔ اسی طرح سلسلہ قیاس کو جاری رکھا جائے تا آنکہ مطلوب حاصل ہو جائے۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول موصول النتائج۔ دوسرا مفصول النتائج۔ قیاس کے ساتھ ساتھ نتیجہ کو اگر صراحت سے بیان کرتے جائیں تو وہ موصول النتائج ہے۔ اور قیاس کے ساتھ ساتھ نتائج کو صراحت سے بیان نہ کریں تو مراد میں معنی وہ نتیجہ موجود ہی ہو مگر اس کو مفصول النتائج کہتے ہیں۔

قال الثانی قیاس الخلف وھو اثبات المط بابطال نقیضہ کقولنا لو کذب لیس کل ج ب لکان ج ب وکل ب ا علی انہا مقدمۃ صادقۃ ینتج لو کذب لیس کل ج ب لکان کل ج ا لکن لیس کل ج ا ھذا انہ محال فینتج لیس کل ج ب وھو المطلوب اقول قیاس الخلف قیاس یثبت المط بابطال نقیضہ و انما سمی خلفا ای باطلا لا لانہ باطل فی نفسہ بل لانہ ینتج الباطل علی تقدیر عدم حقیۃ المطلوب وھو مرکب من قیاسین احدھما اقترانی من متصلۃ وحملیۃ والاخر استثنائی ذلک لنا المطلوب لیس کل ج ب فنقول لو لم یصدق لیس کل ج ب لصدق نقیضہ وھو کل ج ب ولنفرض ان ھٰھنا مقدمۃ صادقۃ فی نفس الامر

وکل ب ا فنجعلها کبریٰ للمتصلۃ وھو القیاس الاقترانی لینتج لولم یصدق لیس کل ج ب لکان کل ج ا ثم نجعل ھذہ النتیجۃ مقدمۃ للقیاس الاستثنائی ونستثنی نقیض التالی فنقول لکن کل ج ا محال فلیس یصدق فلیس کل ج ب وھو المطلوب۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا کہ قیاس الخلف نام ہے مطلوب کی نقیض کو باطل کر کے مطلوب کو ثابت کرنے کا۔ جیسے ہمارا قول لوکذب لیس کل ج ب لکان کل ج ب۔ وکل ب ا اس شرط پر کہ وہ مقدمہ صحیح ہے۔ نتیجہ نکلے گا کہ لوکذب لیس کل ج ب لکان کل ج ا لکن لیس کل ج ا۔ اس وجہ سے کہ وہ محال ہے۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ لیس کل ج ب۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

اقول:۔ شارح فرماتے ہیں کہ قیاس خلف ایک قیاس ہے جس میں مطلوب کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اسکی نقیض کو باطل کر کے۔ اور اس کا نام خلف یعنی باطل اس لئے نہیں رکھا گیا کہ وہ فی نفسہ باطل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ باطل کا نتیجہ دیتا ہے۔ اس تقدیر پر کہ مطلوب حق نہ ہو۔ وھو مرکب من قیاسین۔ اور قیاس خلف مرکب ہوتا ہے دو قیاسوں سے۔ ایک قیاس متصلہ کا اقترانی اور حملیہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا جزء قیاس استثنائی ہوتا ہے۔ لیکن مطلوب لیس کل ج ب ہوتا ہے۔ لہٰذا پس ہم کہتے ہیں کہ لولم یصدق لیس کل ج ب لصدق نقیضہ وھو کل ج ب۔ اور اس موقعہ پر ہم ایک ایسا مقدمہ فرض کرتے ہیں جو نفس الامر میں صادق ہے۔ اور وہ ہے کل ب ا۔ پھر اس مقدمہ کو ہم متصلے کے لئے کبریٰ بناتے ہیں۔ اور یہی قیاس اقترانی ہے۔ تاکہ نتیجہ نکلے کہ لولم یصدق لیس کل ج ب لکان کل ج ا۔ اس کے بعد ہم اس نتیجہ کو قیاس استثنائی کا مقدمہ بناتے ہیں اور اس سے نقیض تالی کا استثناء کرتے ہیں۔ اور اس طرح پر کہتے ہیں کہ لکن کل ج ا، اس تقدیر پر کہ بیشک کل ج ا محال ہے۔ پس نتیجہ نکلے گا کہ لیس کل ج ب۔ اور یہی مطلوب ہے۔

تشریح:۔ ماتن نے اس کے بعد شارح نے اس مقالے میں قیاس خلف کی تعریف اور اس کے اجزاء، ترکیب نیز مثال اور وجہ تسمیہ بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ قیاس خلف وہ قیاس ہے کہ جو مطلوب کی نقیض کو باطل کر کے ثابت کیا جائے۔

وانما سمی خلفاً۔ اس قیاس کا نام قیاس خلف اس لئے رکھا گیا ہے کہ خلف کے معنی باطل کے ہیں۔ اگر نتیجہ مطلوبہ تسلیم کروگے تو نتیجہ باطل کا نکلے گا۔

قولہ وھو مرکب من قیاسین۔ قیاس خلف مرکب ہوتا ہے دو قیاسات سے۔ اول متصلہ کا اقترانی اور حملی ہوتا ہے دوسرا استثنائی ہوتا ہے۔ دونوں سے مل کر قیاس خلف تیار ہوتا ہے۔ اور مطلوب ہے لیس کل ج ب۔

قال الثالث الاستقراء وھو الحکم علی کلی لوجودہ فی اکثر جزئیاتہ کقولنا کل حیوان یحرک

فکہ الاسفل عند المضغ لان الانسان والبہائم والسباع کذالک وھو لا یفید الیقین لاحتمال ان لا یکون الکل بھذہ المشابۃ کالتمساح اقول الاستقراء ھو الحکم علی کلی لوجودہ فی اکثر جزئیاتہ وانما قال فی اکثر جزئیاتہ لان الحکم لو کان موجودا فی جمیع جزئیاتہ لم یکن استقراء بل قیاسا مقسما ویسمی استقراء لان مقدماتہ لا تحصل الا بتتبع الجزئیات کقولنا کل حیوان یحرک فکہ الاسفل عند المضغ لان الانسان والبہائم والسباع کذالک وھو لا یفید الیقین لجواز وجود جزئی آخر لم یستقرأ ویکون حکمہ مخالفا لما استقری کالتمساح فی مثالنا فانہ

ترجمہ :۔ ماتن نے فرمایا۔ قیاس کی تیسری قسم استقراء ہے۔ استقراء کلی پر حکم لگانا اس کی اکثر جزئیات اس کے پائے جانے کی وجہ سے۔ جیسے ہمارا قول کل حیوان یحرک فکہ الاسفل عند المضغ (ہر حیوان کھانے کے وقت اپنے نیچے کے جبڑے کو حرکت دیتا ہے) اس لئے کہ انسان، بہائم (جانور) درندے کھانے کے وقت اسی طرح کرتے ہیں۔ وھو لا یفید الیقین۔ مگر قیاس استقرائی یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ احتمال رکھتا ہے کہ تمام جزئیات کی یہ کیفیت نہ ہو۔ جیسے تمساح، مگرمچھ، گھڑیال۔

اقول۔ شارح فرماتے ہیں کہ استقراء وہ کلی پر حکم لگانا، اس کے پائے جانے کی وجہ سے اس کلی کی اکثر جزئیات میں، ماتن نے اکثر جزئیات کی قید اس وجہ سے لگائی ہے۔ کیونکہ وہ حکم اگر اس کی تمام جزئیات میں موجود ہوتا۔ تو وہ قیاس استقرائی نہ ہوتا، بلکہ قیاس مقسم ہوتا۔

قولہ ویسمی :۔ اس قیاس کا نام استقراء رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے مقدمات نہیں حاصل ہوتے مگر تتبع وتلاش کے بعد اس کے اکثر جزئیات میں۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل حیوان یحرک فکہ الاسفل عند المضغ۔ کیونکہ انسان دوسرے جانور درندے سب اسی طرح اپنے نیچے کا جبڑا کھانے کے وقت حرکت دیتے ہیں۔

وھو لا یفید الیقین۔ اور قیاس استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ کوئی دوسری ایسی موجود ہو کہ جس میں یہ کیفیت نہ پائی جاتی ہو۔ اور وہ اس استقراء کے تحت داخل نہ ہو۔ چنانچہ اس کا حکم استقرائی حکم کے خلاف ہو۔ جیسے ہماری بیان کردہ مثال میں گھڑیال کا حال ہے کہ وہ کھانے کے وقت اوپر کا جبڑا حرکت دیتا ہے۔ لہٰذا یحرک فکہ الاسفل کے کلیہ سے یہ جزئیہ خارج ہے۔ استقراء کے تحت داخل نہیں ہے۔

تشریح :۔ ماتن نے پھر شارح نے اس مقالے میں قیاس استقرائی کو بیان کیا ہے۔ قیاس استقرائی۔ اکثر جزئیات کو دیکھ کر اکثر کا حکم کلی کو دیدینے کا نام استقراء ہے۔ استقراء ظن کا فائدہ دیتا ہے۔ یقین کا فائدہ اس لئے نہیں دیتا کہ اس کی جزئیات میں سے بعض جزئیات کے خارج ہونے کا امکان باقی رہتا ہے۔

قال الرابع التمثیل وھو اثبات حکم فی جزئی وجد فی جزئی آخر لمعنی مشترک بینھما کقولھم العالم

مؤلف فهو حادث كالبيت و اثبتوا علية المعنى المشترك بالدوران و بالتقسيم غير المراد بين النفى و الاثبات كقولهم علة الحدوث اما التاليف او كذا او كذا و الاخيران باطلان بالتخلف فتعين الاول وهو ضعيف اما الدوران فلان الجزء الاخير من العلة و سائر الشرائط المساوية ملازم مع انها ليست بعلة و اما التقسيم فالحصر ممنوع لجواز علية غير المذكور و بتقدير تسليم علية المشترك فى المقيس عليه لا يلزم علية فى المقيس لجواز ان تكون خصوصية المقيس عليه شرطا للعلية او خصوصية المقيس مانعة عنها اقول التمثيل اثبات حكم واحد فى جزئى لثبوته فى جزئى آخر لمعنى مشترك بينهما و الفقهاء يسمونه قياسا و الجزئى الاول فرعا و الثانى اصلا و المشترك علة و جامعا كما يقال العالم مؤلف فهو حادث كالبيت يعنى البيت حادث لانه مؤلف و هذه العلة موجودة فى العالم فيكون حادثا كالبيت و اثبتوا علية المشترك بوجهين احدهما الدوران وهو اقتران الشئ بغيره وجودا و عدما كما يقال الحدوث دائر مع التاليف وجودا و عدما اما وجودا ففى البيت و اما عدما ففى الواجب تعالى و الدوران آية كون المدار علة للدائر فيكون التاليف علة للحدوث و ثانيهما السبر و التقسيم وهو ايراد اوصاف الاصل و ابطال بعضها ليتعين الباقى للعلية كما يقال علة الحدوث فى البيت اما التاليف او الامكان و الثانى باطل بالتخلف لان صفات الواجب ممكنة و ليست بحادثة فتعين الاول و الوجهان ضعيفان اما الدوران فلان الجزء الاخير من العلة التامة و الشرط المساوى مدار للمعلول مع انه ليس بعلة و اما السبر و التقسيم فلان حصر العلة فى الاوصاف المذكورة ممنوع لان التقسيم ليس مرددا بين النفى و الاثبات فجاز ان تكون العلة غير ما ذكرت ثم بعد تسليم صحة الحصر لا نسلم ان المشترك اذا كان علة فى الاصل يلزم ان يكون علة فى الفرع لجواز ان يكون خصوصية الاصل شرطا للعلية او خصوصية الفرع مانعة عنها۔

ترجمہ:۔ ماتن نے فرمایا۔ قیاس کی چوتھی قسم تمثیل ہے۔ اور تمثیل وہ ایک جزئی میں حکم کو ثابت کرنے کا نام ہے جو حکم کی دوسری جزئی میں پایا جاتا ہے۔ اس معنی کی وجہ سے کہ جو دونوں (جزئیات کے) درمیان مشترک ہے۔ جیسے اہل منطق کا قول ہے کہ العالم مؤلف فهو حادث كالبيت۔ اور اس پر معنی مشترک کو دوران سے ثابت کیا ہے۔ اور تقسیم سے ثابت کیا ہے کہ یہ نفی اور اثبات کے درمیان (دائر) نہیں کی جا سکتی۔ جیسے ان کا قول ہے کہ علة الحدوث۔

اما التاليف او كذا و كذا۔ بہر حال تالیف یا کذا و کذا دونوں آخر والی باطل ہیں تخلف سے۔ لہٰذا اول متعین ہو گیا اور وہ ضعیف ہے۔ اور بہر حال دوران تو اس وجہ سے علت کا جزء اخیر اور تمام مساوی شرطیں اس کا مدار ہیں۔ اسکے

باوجود وہ علت نہیں ہیں۔

واما التقسیم :۔ بہرحال تقسیم تو حصر اس میں ممنوع ہے۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ علت مذکور کے سوا کوئی دوسری ہو۔ اور اس تقدیر پر کہ مقیس علیہ میں علت کا مشترک ہونا تسلیم ہے۔ لازم نہیں آتا کہ وہ مقیس میں بھی علت واقع ہو کیونکہ جائز ہے کہ مقیس علیہ کی خصوصیت علت ہونے کے شرط ہو۔ یا پھر مقیس علیہ میں کوئی خصوصیت ہو جو علت بننے سے مانع ہو۔

اقول۔ شارح فرماتے ہیں کہ قیاس التمثیل۔ قیاس تمثیل کسی جزئی میں حکم کو ثابت کرنا۔ کیونکہ وہی حکم دوسری جزئی میں موجود ہے۔ اس معنی کی بناء پر کہ جو ان دونوں جزئیات میں مشترک ہے۔ اور فقہاء اس کا قیاس نام رکھتے ہیں۔ اور جس کو قیاس کیا جائے اس کا نام فرع اور جس پر قیاس کیا جائے اس کا نام اصل رکھتے ہیں۔ اور وہ چیز جو دونوں میں مشترک ہو اس کا نام علت رکھتے ہیں۔ اور دوسرا نام جامع بھی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ العالم مؤلف فہو حادث کالبیت۔ یعنی بیت (گھر) حادث ہے۔ اس لئے کہ وہ مرکب کیا ہوا ہے۔ اور مؤلف ہونے کی بعینہ علت عالم میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا پس وہ بھی البیت کی طرح حادث ہے۔ واثبتوا علیۃ المشترک بوجہین۔ اور علت کا اشتراک دو طریقے سے ثابت کیا ہے۔ اول ان میں سے دوران ہے۔ اور وہ شئی کو اس کے غیر کے ساتھ وجود اور عدم میں ملا دینا، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حدوث تالیف کے ساتھ دائر ہے۔ وجود اور عدم دونوں میں۔ باعتبار وجود کے تو وہ بیت ہے۔ اور بہرحال باعتبار عدم کے تو وہ واجب تعالیٰ ہے۔ اور دوران اس بات کی نشانی ہے کہ مدار (جس پر علت دائر ہے) دائر کی علت بن رہا ہے۔ لہٰذا پس تالیف حدوث کے لئے علت ہے۔

وثانیہما السبر والتقسیم۔ اور دوسرا طریقہ سبر اور تقسیم کا ہے۔ اور وہ اصل کے اوصاف کو لینا اور ان میں سے بعض کو باطل کر دینا تاکہ باقی اوصاف اصل کے علت بننے کیلئے باقی رہ جائیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے حدوث کی علت بیت (گھر) میں تالیف ہے۔ یا امکان ہے۔ اور ثانی تخلف سے باطل ہے۔ اسلئے کہ صفات واجب ممکنہ ہیں مگر وہ حادثہ نہیں ہیں۔ لہٰذا اول متعین ہو گیا۔ مگر یہ دونوں کی دونوں وجوہ ضعیف ہیں۔

اما الدوران۔ بہرحال دوران کا باطل ہونا تو اس وجہ سے کہ علت تامہ کا جزء اخیر اور شرط مساوی معلول کیلئے مدار ہیں اس کے باوجود وہ علت نہیں ہیں۔ اما السبر والتقسیم۔ بہرحال سبر وتقسیم کا باطل ہونا تو اس وجہ سے کہ علت کا حصر کرنا اوصاف مذکورہ میں ممنوع غیر مسلّم ہے۔ کیونکہ تقسیم نفی واثبات کے درمیان مردود نہیں ہوتی۔ لہٰذا جائز ہے کہ علت وہ ہو جس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے (یعنی غیر مذکور ہو)

ثم بعد التسلیم صحۃ الحصر۔ پھر حصر کو تسلیم کر لینے کے بعد اس بات کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ امر مشترک جب اصل میں علت قرار پا جائے تو یہ بھی ضروری ہو کہ وہی فرع میں بھی علت ہے۔ لجواز ان یکون خصوصیۃ الاصل۔ کیونکہ جائز ہے کہ اصل میں کوئی خصوصیت ہو جو اس کے علت بننے کے لئے شرط ہو اور وہ خصوصیت فرع میں نہ پائی جاتی ہو اسی طرح فرع میں کوئی خصوصیت ہو کہ جو اصل کی علت کے قبول کرنے سے مانع ہو۔

تشریح:۔ ماتن پھر اس کے بعد شارح نے قیاس تمثیل کی تعریف اور اس کی مثال دیکر اس کا درجہ بتایا ہے۔
تعریف:۔ تمثیل ایک جزئی میں کسی حکم کو ثابت کرنا اس حکم کے دوسری جزئی میں پائے جانے کی وجہ سے۔ اسی کا نام فقہاء کرام قیاس بھی رکھتے ہیں۔ اور اس کی اول جزئی کو فرع، دوسری کو اصل۔ اور وہ چیز جو دونوں جزئیات کے درمیان مشترک ہو اس کا نام علت۔ اور جامع ہے۔ قولہ واثبتوا علیۃ المشترک بوجہین۔ پھر مناطقہ نے امر مشترک کے علت ہونے کو دو طرح سے ثابت کیا ہے۔ اول طریقہ دوران کا ہے۔ اور دوران ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ وجود اور عدم دونوں میں ثابت کرنے کا نام ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ حدوث وجود و عدم میں تالیف کے ساتھ دائر ہے بیت میں تالیف وجود ہے۔ اور واجب میں تالیف کا عدم ہے۔ اور دوران علت کا دائر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ مدار دائر کے لئے علت بن رہا ہے۔ لہٰذا اس قانون سے تالیف حدوث کے لئے علت ہے۔ قولہ وثانیہما۔ دوسرا طریقہ سبر و تقسیم کا ہے۔ اور وہ اصل کے اوصاف کو لے کر ان کو باطل کرنا، تاکہ ما بقی اوصاف علت بن سکیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ بیت میں علت حدوث دو چیزیں ہیں۔ تالیف یا امکان۔ مگر امکان اس لئے علت نہیں ہے کہ صفات واجب (بقول ان کے) ممکن ہیں مگر وہ حادث نہیں ہیں۔ لہٰذا متعین ہوگیا کہ علت امکان نہیں ہے بلکہ تالیف ہے۔ والوجہان ضعیفان۔ شارح کے نزدیک یہ دونوں طریقے ضعیف ہیں۔ دوران کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علت کا جز و آخر اور شرط مساوی معلول کیلئے مدار ہیں۔ حالانکہ وہ علت ہی نہیں۔ اور بہر حال سبر و تقسیم اس لئے ضعیف ہیں کہ علت کا حصر ان اوصاف میں جن کا ذکر کیا گیا ہے ممنوع ہے۔ کیونکہ تقسیم اثبات و نفی کے درمیان دائر نہیں ہے۔ لہٰذا جائز ہے کہ علت مذکورہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہو۔
ثم بعد التسلیم۔ لیکن اگر علت میں حصر کو تسلیم کر لیا جائے تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی امر مشترک جب اصل میں علت واقع ہو تو وہ فرع میں بھی علت بن جائے۔ اس لئے کہ اس کا احتمال باقی رہتا ہے۔ اصل میں کسی خصوصیت کی وجہ سے علت بن گئی ہو۔ یا پھر فرع میں کوئی خصوصیت ہو جو اس علت کے علت بننے سے مانع ہو۔

قَالَ وَاَمَّا الخاتمۃ ففیہا ابحاث الاول فی مواد الاقیسۃ وھی یقینیات وغیر یقینیات اما الیقینیات فست اولیات وھی قضایا تصور طرفیہا کاف للجزم بالنسبۃ بینہما کقولنا الکل اعظم من الجزء ومشاھدات وھی قضایا یحکم بہا بقوی ظاھرۃ او باطنۃ کالحکم بان الشمس مضیئۃ وان لنا جوعا ومجربات وھی قضایا یحکم بہا لمشاھدات متکررۃ معیدۃ للیقین کالحکم بان شرب السقمونیا موجب للاسھال وحدسیات وھی قضایا یحکم بہا لحدس قوی من النفس مفید للعلم کالحکم بان نور القمر مستفاد من الشمس کالحدس ھو سرعۃ

الانتقال من المبادی الی المطالب ومتواترات وھی قضایا یحکم بھا لکثرۃ الشھادات بعد العلم بعدم امتناعھا والامن التواطؤ علیھا کالحکم بوجود مکۃ وبغداد ولا ینحصر مبلغ الشھادات فی عدد بل الیقین ھو القاضی بکمال العدد والعلم الحاصل من التجربۃ والحدس والتواتر لیس حجۃ علی الغیر وقضایا قیاساتھا معھا وھی التی یحکم بھا بواسطۃ لا تغیب عن الذھن عند تصور حدودھا کالحکم بان الاربعۃ زوج لانقسامھا بمتساویین۔

ترجمہ :- ماتن نے فرمایا کہ بہرحال خاتمہ تو اس میں دو بحثیں ہیں۔ اول بحث قیاسات کے مواد کے بیان میں ہے۔ اور وہ یقینیات اور غیر یقینیات ہیں۔ بہرحال یقینیات پس چھ ہیں اولیات یہ وہ قضایا ہیں کہ ان کے دونوں طرف کا تصور کافی ہو۔ ان دونوں کے درمیان نسبت کے پائے جانے کیلئے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ الکل اعظم من الجزء۔

دوم، مشاہدات ہیں۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ جن میں حکم ظاہری قوی سے کیا گیا ہو۔ یا قوائے باطنہ سے حکم کیا گیا ہو۔ جیسے حکم اس بات کا کہ ان الشمس مضیئۃ وان لنا جوعاً۔

سوم مجربات ہیں۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ جن میں ایسے مشاہدات سے حکم کیا گیا ہو جو مکرر ہوں اور یقین کا فائدہ دینے والے ہوں۔ جیسے حکم کرنا کہ شرب السقمونیا موجب للاسھال۔

چوتھے حدسیات ہیں۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ جن کے ذریعہ حکم کیا گیا نفس کے قوی حدس (تجربہ) کی وجہ سے جو علم کا فائدہ دیتا ہو۔ جیسے حکم کرنا کہ ان نور القمر مستفاد من الشمس۔ اور حدس مبادی سے مطالب کی طرف سرعت انتقال کا نام ہے۔

پانچویں متواترات ہیں۔ یہ وہ قضایا ہے کہ جن کے مطابق حکم کیا جاتا ہے کثرت شہادات کی وجہ سے اس بات کے جان لینے کے بعد کہ وہ محال نہیں ہیں۔ ورنہ تو ان پر توافق کی وجہ سے۔ مثلاً مکہ مکرمہ، بغداد وغیرہ شہروں کے وجود کا حکم کرنا۔ شہادتوں کی تعداد کسی عدد پر منحصر نہیں ہے بلکہ یقین آجانا ہی کمال عدد کا فیصلہ کرتا ہے۔ (یعنی جتنی تعداد میں یقین پیدا ہو جائے وہی اس کا عدد ہے۔)

والعلم حاصل۔ وہ علم تجربہ اور حدس، تو اتر سے حاصل ہو وہ غیر پر حجت نہیں ہے۔

چھٹی قسم قضایا قیاساتہا معہاہے۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ جن کے ذریعہ حکم کیا جاتا ہے کہ اس واسطہ سے کہ ان کی حدود کے تصور کر لینے کے وقت یہ ذہن سے غائب نہیں ہوتے۔ جیسے اس بات کا حکم کہ الاربعۃ زوج لانقسامھا بمتساویین۔

تشریح :- فن منطق کے بیان کے آخر میں ماتن نے خاتمہ کے عنوان سے چند مفید اور ضروری باتیں تحریر کی ہیں۔ اور اس میں دو بحثیں کریں گے۔ اول بحث قیاسیات کے مواد میں ہوگی۔ اور

مواد یقینیات وغیر یقینیات دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔ بہرحال یقینیات چھ ہیں۔ اولیات، مشاہدات، مجربات، حدسیات، متواترات اور قضایا قیاساتہا معہا۔ یہ مواد یقینیات میں سے ہیں۔ مگر ماتن کی رائے یہ ہے کہ ان میں سے تجربہ، حدس اور تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ غیر پر حجت نہیں ہے۔

اقول کما یجب علی المنطقی النظر فی صورة الاقیسة کذالک یجب علیہ النظر فی موادھا الکلیة حتی یمکنہ الاحتراز عن الخطأ فی الفکر من جھتی الصورة والمادة ومواد الاقیسة اما یقینیة او غیر یقینیة والیقین ھو اعتقاد الشیٔ بانہ کذا مع اعتقادہ بانہ لا یمکن ان یکون الا کذا اعتقادا مطابقا لنفس الامر غیر ممکن الزوال فبالقید الاول یخرج الظن وبالثانی الجھل المرکب وبالثالث اعتقاد المقلد اما الیقینیات فضروریات وھی مبادی اول فی الاکتساب ونظریات اما الضروریات فستة لان الحاکم بصدق القضایا الیقینیة اما العقل او الحس او المرکب منھما لانحصار المدرک فی الحس والعقل فان کان الحاکم ھو العقل فاما ان یکون حکم العقل بمجرد تصور الطرفین او بواسطة فان کان الحکم بمجرد تصورھما سمیت تلک القضایا اولیات کقولنا الکل اعظم من الجزء وان لم یکن حکم العقل بمجرد تصور الطرفین بل بواسطة فلابد ان لا تغیب تلک الواسطة عن الذھن عند تصورھما والا لم یکن تلک القضایا مبادی اول وتسمی قضایا قیاساتہا معہا کقولنا الاربعة زوج فان من تصور الاربعة والزوج تصور الانقسام بمتساویین فی الحال وترتب فی ذھنہ ان الاربعة منقسمة بمتساویین وکل منقسم بمتساویین فھو زوج فھی قضیة قیاسھا معھا فی الذھن وان کان الحکم ھو الحس فھی المشاھدات فان کان من الحواس الظاھرة سمیت حسیات کالحکم بان الشمس مضیئة وان کان من الحواس الباطنة سمیت وجدانیات کالحکم بان لنا خوفا وغضبا وان کان مرکبا من الحس والعقل فالحس اما ان یکون حس السمع او غیرہ فان کان حس السمع فھی المتواترات وھی قضایا یحکم العقل بھا بواسطة السماع من جمع کثیر احال العقل تواطؤھم علی الکذب کالحکم بوجود مکة وبغداد ومبلغ الشھادات غیر منحصرة فی عدد بل الحاکم بکمال العدد حصول الیقین ومن الناس من عین عدد المتواترات ولیس بشیٔ وان کان غیر حس السمع فاما ان یحتاج العقل فی الجزم الی تکرار المشاھدات مرة بعد اخری اولا یحتاج فان احتاج فھی المجربات کالحکم بان شرب السقمونیا مسھل بواسطة مشاھدات متکررة وان لم یحتج الی تکرار المشاھدة فھی الحدسیات کالحکم بان نور القمر مستفاد من نور الشمس لاختلاف تشکلاتہ النوریة بحسب اختلاف اوضاعہ من الشمس

قریباً وبعد او الحدس وھو سرعة الانتقال من المبادی الی المطالب ویقابلہ الفکر فانہ حرکة الذھن نحو المبادی ورجوعھا الی المطالب فلابد فیہ من حرکتین بخلاف الحدس اذلا حرکة فیہ اصلاً والانتقال فیہ لیس بحرکة فان الحرکة تدریجیة الوجود والانتقال فیہ انی الوجود وحقیقتہ ان ینتقل المبادی المترتبة فی الذھن فیحصل المطلوب فیہ والمجربات والحدسیات لیست بحجة علی الغیر لجواز ان لایحصل لہ الحدس او التجربة المفیدان للعلم بھما۔

ترجمہ :- شارح فرماتے ہیں کہ جس طرح اہل منطق پر یہ ضروری ہے کہ وہ قیاسات کی صورتوں پر نظر کریں۔ اسی طرح ان کو یہ بھی واجب ہے کہ ان کے مواد کلیہ پر بھی نظر کریں۔ تاکہ خطاء فی الفکر سے احتراز ممکن ہو سکے۔ دونوں جہات رجہت مادہ وجہت صورة) سے اور قیاسات کے مواد بالیقینیہ ہونگے یا غیر یقینیہ ہوں گے۔ والیقین ھو اعتقاد الشئی بانہ کذا مع اعتقاد ہ بانہ لایمکن ان یکون الا کذا، اور یقین وہ کسی چیز کے اس اعتقاد کا نام ہے کہ وہ ایسی ہے۔ نیز اسی کے ساتھ اس کا اعتقاد بھی ہو کہ اس کے سوا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ اعتقاد نفس الامر کے مطابق ہو۔ اور غیر ممکن الزوال ہو۔ پس اول قید ظن کو یقین سے خارج کردیتی ہے۔ اور دوسری قید سے جہل مرکب خارج ہو جاتا ہے اور تیسری قید سے اعتقاد مقلد خارج ہو جاتا ہے۔ اما الیقینیات :- بہرحال مواد یقینیہ تو وہ ضروریات ہیں۔ اور وہ مبادی اکتساب میں مبادی اول ہوتے ہیں۔ اور یقینیات نظریات ہیں۔ بہرحال ضروریات پس وہ چھ ہیں۔ کیونکہ قضایا یقینیہ کے صدق کا حکم یا عقل کرتی ہے۔ یا حس کرتی ہے۔ یا وہ قوت کرتی ہے جو ان دونوں سے مرکب ہو۔ اس لئے کہ مدارک حس اور عقل میں منحصر ہے۔ فان کان الحاکم ھو العقل۔ پس اگر حکم کرنے والی عقل ہو۔ پس یا عقل کا حکم محض طرفین کے تصور سے صادر ہوا ہے۔ یا کسی واسطہ سے۔ پس اگر حکم صرف ان دونوں کے تصور سے صادر ہوا ہے تو ان قضایا کا نام اولیات رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول الکل اعظم من الجزء۔ وان لم یکن حکم العقل بمجرد تصور الطرفین۔ اور اگر عقل کا حکم محض تصور طرفین سے نہیں بلکہ واسطہ سے ہے۔ تو پھر ضروری ہے کہ ان دونوں اطراف کے تصور کے وقت وہ واسطہ ذہن سے غائب نہ ہو۔ ورنہ تو یہ قضایا مبادی اول میں سے شمار نہ ہوں گی۔ اس قسم کا نام قضایا قیاساتہا معہا رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ الاربعة زوج۔ اس لئے کہ جس نے اربعہ اور زوج دونوں کا تصور کر لیا۔ تو انقسام بمتساوین کا تصور فی الحال رہے گا۔ اور اسی وقت ذہن میں یہ ترتیب قائم کرلے گا کہ الاربعة منقسمة بمتساوین۔ وکل منقسم بمتساوین فھو زوج۔ پس یہ وہ قضایا ہیں کہ جن کے قیاسات انھیں قضایا کے ساتھ ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔

وان کان الحکم فی الحس فھی المشاہدات۔ اور اگر حکم حس میں ہو تو وہ مشاہدات کہلاتے ہیں۔ پس اگر یہ

حواس ظاہرہ میں سے ہیں تو ان کا نام حسیات رکھا جاتا ہے۔ جیسے اس بات کا حکم کہ ان الشمس مضیئۃ۔ اور اگر حواس باطنہ میں سے ہے تو ان کا نام وجدانیات رکھا جاتا ہے۔ جیسے اس بات کا حکم کہ ان لنا جوعا وان لنا خوفا وغضبا۔ اور اگر حس اور عقل دونوں سے مرکب ہو تو یا حس سمع کی ہوگی۔ یا سمع کے علاوہ کی ہوگی۔ پس اگر حس سمع ہے تو وہ متواترات ہیں۔ اور متواترات وہ قضایا ہیں کہ جن کی وجہ سے عقل حکم کرتی ہے کہ جماعت کثیرہ سے سماع کے توسط سے۔ جماعت کثیرہ وہ ہے کہ عقل محال سمجھتی ہو ان کے موافق ہو جانے کو کذب پر۔ جیسے مکہ شریف اور بغداد کے وجود کا حکم کرنا اور مبلغ شہادات کوئی منحصر عدد نہیں ہے۔ بلکہ کمال عدد کا فیصلہ حصول یقین کرتا ہے۔ (جس تعداد سے یقین حاصل ہو جائے۔ وہی اس کا مبلغ عدد ہوگا۔ ومن الناس من عین۔ اور بعض لوگوں نے متواترات کے عدد کی تعیین بھی کی ہے مگر وہ تعیین کوئی چیز نہیں ہے)

وان کان غیر حس السمع۔ اور اگر وہ حس سماع کے علاوہ ہو۔ پس آیا عقل جزم کے حاصل ہونے کے لئے مرۃ بعد اخریٰ مشاہدات کی محتاج ہے۔ یا نہیں۔ پس اگر محتاج ہے تو وہ مجربات ہیں۔ جیسے حکم کرنا اس بات کا کہ مشرب السقمونیا مسہل۔ مکرر مکرر مشاہدات کے توسط سے یہ حکم کیا گیا ہے۔ وان لم یحتج الی تکرار المشاہدۃ اور اگر مشاہدہ کے تکرار کی محتاج نہ ہو۔ تو وہ حدسیات کہلاتے ہیں۔ جیسے حکم کرنا کہ ان نور القمر مستفاد من نور الشمس اس لئے کہ اس کی نور کی شکلیں مختلف ہوتی رہتی ہیں۔ باعتبار اس کے کہ اس کی وضع ومحاذات سورج سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ باعتبار قرب وبعد کے (یعنی چونکہ قمر کی وضع قرب وبعد کے لحاظ سے سورج سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے اس کے نور میں بھی کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نور قمر نور شمس سے مستفاد ہے)

او الحدس۔ یا بذریعہ حدس کے۔ اور حدس مبادی سے مطالب کی جانب سرعۃ انتقال کا نام ہے۔ اس کے مقابل فکر آتی ہے۔ کیونکہ فکر نام ہے ذہن کا حرکت کرنا ہے مبادی کی جانب۔ اور پھر مبادی سے اس کا رجوع کرنا مطالب کی طرف۔ لہٰذا اس میں (فکر میں) دو حرکتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ (اول حرکت تحصیل مبادی کے لئے۔ دوسری حرکت ان کی ترتیب کے لئے) بخلاف الحدس۔ بخلاف حدس کے کہ اس میں بالکل حرکت ہی نہیں ہوتی۔ اور اس میں جو انتقال ہوا کرتا ہے وہ حرکت نہیں کہلاتا۔ اس لئے کہ حرکت تو تدریجی وجود کا نام ہے۔ حالانکہ اس میں (حدس میں) انتقال آنی الوجود ہے۔ (یعنی وجود آن کی آن میں ہوتا ہے۔) اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ ذہن میں مبادی مرتبہ فی الذہن سے نتیجہ اخذ کیا جائے۔ پس اس میں مطلوب حاصل ہو جائے۔ اور تجربات وحدسیات غیر پر حجت نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ غیر کو وہ حدس یا تجربہ حاصل نہ ہو جائے۔ کہ جو ان دونوں سے علم کے لئے مفید ہو۔

تشریح:۔ شارح نے فرمایا۔ منطقی کے لئے جس طرح ضروری ہے کہ قیاس کی صورتوں پر بھی نظر کرے۔ اسی طرح اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان کے مواد کلیہ پر بھی نظر کرے۔ صورت اور مادہ دونوں

لحاظ سے تاکہ خطائی الفکر سے احتراز ممکن ہو جائے۔ پھر مواد اقیسہ کی دو قسمیں ہیں۔ یقینیہ اور غیر یقینیہ۔
یقین کی تعریف شارح نے یہ بیان کی ہے کہ وہ کسی چیز کا اعتقاد کر لینا کہ وہ ایسی ہے۔ ساتھ ہی یہ اعتقاد بھی ہو
کہ اس کے سوا ہونا ممکن بھی نہیں ہے۔ اور یہ اعتقاد نفس الامر کے مطابق بھی ہو۔ اور ممکن الزوال بھی نہ ہو۔
اول قید سے ظن، دوسری قید سے جہل مرکب اور تیسری سے اعتقاد مقلد خارج ہو گئے۔

قَالَ وَالقیاس المؤلف من ہٰذہٖ الستۃ یسمّٰی برھانا وھو امّا لمی وھو الذی یکون الحد الاوسط
فیہ علۃ للنسبۃ فی الذھن وَالعین کقولنا ھٰذا متعفن الاخلاط وکل متعفن الاخلاط محموم
فھٰذا محموم واما انّی وھو الذی یکون الحد الاوسط فیہ علۃ للنسبۃ فی الذھن فقط کقولنا
ھٰذا محموم وکل محموم فھو متعفن الاخلاط فھٰذا متعفن الاخلاط۔

ترجمہ :- اور وہ قیاس جو ان چھ سے مرکب ہو۔ اسکا برہان نام رکھا جاتا ہے۔ اور وہ یا لمیّ ہوگا
اور لمیّ وہ برہان ہے کہ جس میں حد اوسط ذہن اور عین دونوں کے لئے علت واقع ہو۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ
ہٰذا متعفن الاخلاط وکل متعفن الاخلاط محموم۔ فہٰذا محموم۔ اور بہرحال برہان انّی یہ وہ برہان ہے کہ جس میں
حد اوسط صرف ذہن میں نسبت کے لئے علت ہو۔ جیسے ہمارا قول ہٰذا محموم وکل محموم فہو متعفن الاخلاط فہٰذا
متعفن الاخلاط۔

تشریح :- وہ قیاس جو مذکورہ چھ امور سے مرکب ہو اس کا نام ان کے یہاں برہان ہے۔ برہان
کی دو قسمیں ہیں۔ انّی اور لمّی۔ لمّی وہ برہان ہے جس میں حد اوسط علت ہو ذہن اور عین دونوں کے لئے۔
اور برہان انّی وہ ہے کہ جس میں حد اوسط نسبت فی الذہن کے لئے علت واقع ہو۔ مثالیں کتاب سے رجوع کیجئے۔

اقول فی عبارتہٖ مساھلۃ بل البرھانُ ھو القیاس المؤلف من الیقینیات سواء کانت
ابتداء وھی الضروریات الست او بواسطۃ وھی النظریات وَالحد الاوسط فیہ
لابد ان یکون علۃ لنسبۃ الاکبر الی الاصغر فی الذھن فان کان مع ذالک علۃ
لوجود تلک النسبۃ فی الخارج ایضًا فھو برھان لمی لانہ یعطی اللمیۃ فی الذھن
وَالخارج کقولنا ھٰذا متعفن الاخلاط وکل متعفن الاخلاط فھو محموم فھٰذا
محموم فتعفن الاخلاط کما انہ علۃ لثبوت الحمیٰ فی الذھن کذالک علۃ
لثبوت الحمیٰ فی الخارج وان لم یکن کذالک بل لا یکون علۃ للنسبۃ الا فی الذھن
فھو برھان انّی لانہ یفید انیۃ النسبۃ فی الخارج دون لمیتھا کقولنا ھٰذا محموم

وکل محموم متعفن الاخلاط فہذا متعفن الاخلاط فالحمی ان کانت علۃ لثبوت تعفن الاخلاط فی الذہن الا انہا لیست علۃ لہ فی الخارج بل الامر بالعکس۔

ترجمہ :۔ شارح نے پہلی مرتبہ پوری تصدیقات میں ماتن کی عبارت پر اعتراض فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ماتن کی عبارت میں تساہل ہے۔ فرماتے ہیں کہ بلکہ برہان وہ قیاس ہے کہ جو یقینیات سے مرکب ہو۔ برابر ہے کہ ابتداءً ہو اور وہ ضروریات (بدیہیات) ستہ ہیں۔ (جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔) یا بالواسطہ ہو اور وہ نظریات ہیں۔ اور اس میں اکبر کی نسبت اصغر کی طرف جو ہو رہی ہے اس نسبت کے لئے اگر حدا وسط علت ہو ذہن میں تو اس کے ساتھ اگر اس کی بھی علت ہو کہ یہی نسبت خارج میں پائی جا رہی ہے۔ تو وہ برہان لمی ہے۔ کیونکہ لم کا فائدہ ذہن اور خارج دونوں ہی میں دیتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ہٰذا متعفن الاخلاط وکل متعفن الاخلاط فہو محموم فہٰذا محموم۔ لہٰذا تعفن اخلاط حمی کے ثبوت کے لئے ذہن میں علت ہے۔ اسی طرح حمی کے ثبوت کے لئے خارج میں بھی علت ہے۔
وان لم یکن کذالک۔ اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ نسبت کیلئے علت ہی نہ ہو علاوہ ذہن کے تو وہ برہان اِنّی ہے۔ کیونکہ یہ نسبت کی اِنیّت کا فائدہ خارج میں دیتی ہے۔ نہ کہ اس کی لِمیّت کا۔ جیسے ہمارا قول ہٰذا محموم وکل محموم متعفن الاخلاط۔ فہٰذا متعفن الاخلاط۔ پس حمی اگرچہ وہ علت ہو تعفن اخلاط کے ثبوت کے لئے ذہن میں۔ مگر وہ (تعفن اخلاط) خارج میں علت نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ اسکے برعکس ہے۔

تشریح :۔ شارح کی رائے یہ ہے کہ برہان وہ قیاس ہے کہ جو یقینیات سے مرکب ہو، خواہ ابتدائیات ہوں یعنی مبادیات سے مرکب ہو۔ اور وہ ضروریات ستہ ہیں۔ یا کسی واسطہ سے مرکب ہو، اور وہ نظریات ہیں۔ اور حداوسط اس میں ضروری ہے کہ وہ نسبت ہو اکبر کی اصغر کی جانب ہوتی ہے۔ اس کے لئے حداوسط ذہن میں علت واقع ہو۔ پس اسکے ساتھ ساتھ اگر حدا وسط اس نسبت کے وجود کے لئے خارج میں بھی علت واقع ہو تو وہ برہان لمی ہے۔ اس لئے کہ یہ ذہن اور خارج (واقع) دونوں میں دلیل کا فائدہ دیتی ہے۔

وان لم یکن کذالک۔ اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ حداوسط ذہن کے علاوہ کہیں علت ہی نہ واقع ہو تو وہ برہان اِنّی ہے۔ کیونکہ وہ نسبت کے انی ہونے کا فائدہ خارج میں دیتا ہے۔ لمی ہونے کا فائدہ نہیں دیتی ہے۔

قَالَ وَامَّاغیر الیقینیات فستۃ مشہورات وھی قضایا یحکم بھا الاعتراف جمیع الناس بھا لمصلحۃ عامۃ اور رأفۃ او حمیۃ او انفعالات من عادات وشرائع وآداب العرف

بينها وبين الاوليات انّ الانسان لو خلّي ونفسه مع قطع النظر عما وراء عقله لم يحكم بها
بخلاف الاوليات كقولنا الظلم قبيح والعدل حسن وكشف العورة مذموم ومراعاة الضعفاء
محمودة ومن هذه ما يكون صادقا وما يكون كاذبا ولكل قوم مشهورات ولكل اهل صناعة
بحسبها ومسلمات وهي قضايا مسلمة بتسليم من الخصم فيبنى عليها الكلام لدفعه كتسليم
الفقهاء مسائل اصول الفقه والقياس المؤلف من هذين يسمى جدلا والغرض منه
اقناع القاصر عن درك البرهان والزام الخصم ومقبولات وهي قضايا تؤخذ ممن يعتقد
فيه اما لامر سماوي او لمزيد عقل ودين كالماخوذات من اهل العلم والزهد ومظنونات
وهي قضايا يحكم بها اتباعا للظن كقولك فلان يطوف بالليل فهو سارق والقياس
المؤلف من هذين يسمى خطابة والغرض منه ترغيب السامع فيما ينفعه من تهذيب
الاخلاق وامر الدين ومخيلات وهي قضايا اذا وردت على النفس اثرت فيها تاثيرا
عجيبا من قبض وبسط كقولهم الخمر ياقوتية سيالة والعسل مرة مهوعة والقياس
المؤلف منها يسمى شعرا والغرض منه انفعال النفس بالترغيب والتنفير ويزيدها
الوزن والصوت الطيب ووهميات وهي قضايا كاذبة يحكم بها الوهم في امور غير
محسوسة كقولنا كل موجود مشار اليه وراء العالم فضاء لا نهاية لها ولولا دفع العقل
والشرائع لكانت من الاوليات وعرف كذب الوهم لموافقة العقل في مقدمات القياس
الناتج لنقيض حكمه وانكاره ونفيه عند الوصول الى النتيجة والقياس المؤلف منها
يسمى سفسطة والغرض منه افحام الخصم وتغليطه۔

ترجمہ: ۔ بہر حال غیر یقینیات۔ پس وہ بھی چھ ہی ہیں جو کہ مشہورہ ہیں۔ اور غیر
یقینیات وہ قضایا ہیں جن کے ذریعہ حکم کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ تمام لوگ ان کا اعتراف کرنے
والے ہوتے ہیں۔ مصلحت عامہ کی وجہ سے یا رأفت ونرمی کی وجہ سے۔ یا کسی حمیت کی وجہ سے یا وہ
تأثرات وانفعالات ہیں کہ جو عادت میں داخل ہو چکے ہیں۔ یا شرائع وآداب کی قسم سے ہیں۔

والفرق بينها وبين اليقينيات۔ اور غیر یقینیات و اولیات کے درمیان فرق یہ ہے کہ انسان کو اگر
مخلیٰ بالطبع چھوڑ دیا جائے اور ان چیزوں سے قطع نظر کر لی جائے کہ جو خلاف عقل ہیں۔ اولیات کے
خلاف ان کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ الظلم قبیح والعدل حسن وکشف العورۃ مذموم و
مراعاۃ الضعفاء محمودۃ۔

ومن ہذہ ما یکون صادقا وما یکون کاذبا۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جو صادق ہیں۔ اور بعض وہ ہیں

کہ جو کا ذبہ ہیں۔ اور ہر جماعت و ہر قوم کچھ چیزیں مشہرت کو پہنچی ہوئی ہوتی ہیں۔ نیز ہر اہل صنعت کے لئے اس کی مناسبت سے کچھ صنعتیں ہوا کرتی ہیں۔

ومسلمات وہی قضایا۔ اور مسلمات اور وہ ایسے قضایا ہیں کہ جو خصم کی جانب سے تسلیم شدہ ہوا کرتے ہیں۔ پس وہ اپنے کلام کی بنا راسی پر کرتا ہے تاکہ خصم کے قول کو دفع کرے۔ جیسے فقہاء کا اصول فقہ کے مسائل کو تسلیم کرنا۔

والقیاس المؤلف۔ اور وہ قیاس جو ان دونوں چیزوں سے مرکب ہو اس کا نام جدل رکھا جاتا ہے۔ والغرض منہ۔ اس سے غرض ایسے شخص کو کہ جو برہان کے ادراک سے ہو تسکین وقناعت کا سامان پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اور مقابل پر الزام کا قائم کرنا وغیرہ۔

ومقبولات۔ انہیں براہین غیر یقینیہ میں سے مقبولات بھی ہیں۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ یہ ایسے لوگوں سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ کہ جن کے بارے میں اعتقاد وابستہ ہوتا ہے۔ یا امور سماویہ کی وجہ سے۔ یا عقل کے زیادتی کا۔ یا دین کا۔ جیسے وہ امور جو اہل علم واہل زہد وتقوی سے اخذ کئے جاتے ہیں۔

ومظنونات۔ اور براہین غیر یقینیہ میں سے مظنونات ہیں اور یہ وہ قضایا ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعہ حکم کیا جاتا ہے کہ محض ظن کی اتباع کی وجہ سے۔ جیسے تیرا قول فلان یطوف باللیل فہو سارق۔

اور وہ قیاس جو ان براہین غیر یقینیہ سے مرکب ہو اس کا نام خطابہ رکھا جاتا ہے۔ اور اس سے غرض سامع کو رغبت دلانا ان چیزوں میں جو اس کو نفع دیتی ہیں۔ مثلاً تہذیب، اخلاق اور امور وغیرہ۔

ومخیلات۔ انہیں میں سے مخیلات بھی ہیں۔ مخیلات وہ قضایا ہیں کہ جب وہ نفس پر وارد کئے جائیں تو نفس میں عجیب قسم کا اثر پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً نفس میں قبض کی کیفیت یا بسط کی کیفیت جیسے ان کا قول ہے کہ الخمر یاقوتۃ سیالۃ والعسل مرۃ مہوعۃ۔

والقیاس المؤلف منہا۔ اور وہ قیاس جو مخیلات سے مرکب ہوتا ہے اس کا نام شعر رکھا جاتا ہے۔ اس سے غرض رغبت دلا کر نفس میں تأثر کی کیفیت کا پیدا کرنا۔ یا نفرت کی کیفیت پیدا کرنا۔

ویزید ہا الوزن والصوت الطیب۔ اور اس کے لطف کو دوبالا کرتی ہے وزن اور عمدہ شیریں آواز۔

ووہمیات۔ اور وہ یہ قضایا کاذبہ ہیں جن کا حکم وہم کرتا ہے امور غیر محسوسہ میں۔ جیسے ہمارا قول کل موجود مشار الیہ ووراء العالم فضاء لا نہایۃ لہا۔ اور اگر عقل وشرع نے ان اوہام کا دفاع نہ کیا ہوتا تو یہ توہمات اولیات میں داخل ہو جاتے۔

دعرف کذب الوھم ۔ اور وہم کا کذب ہونا اس سے پہچانا جاتا ہے۔ کہ وہ قیاس جو نتیجہ دینے والے ہیں ان کے مقدمات میں عقل موافقت کرتی ہے اس کے حکم کی نقیض کا۔ اور اس کا انکار کرتی ہے۔ اور نتیجہ تک پہونچنے میں اس کی نفی کرتی ہے۔

اور وہ قیاس جو ان سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ رکھا جاتا ہے۔ اس سے غرض مقابل کو خاموش کرنا اور اس کو غلطی میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔

تشریح :- ماتن نے خلاف عادت بات طویل کردی ہے مگر اس سے زیادہ وضاحت ان کی خود شارح نے فرمائی ہے۔ اس لئے الگ سے تشریح کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

اَقُوْلُ ومِنْ غیرِالیقینیات المشہورات وھی قضایا یعترف بہاجمیع الناس وسبب شہرتہا فیما بینہم اما اشتمالہا علی مصلحۃ عامۃ کقولنا العدل حسن والظلم قبیح واما مافی طبائعہم من الرقۃ کقولنا مراعاۃ الضعفاء محمودۃ واما فیہم من الحمیۃ کقولنا کشف العورۃ مذموم واما انفعالاتہم من عاداتہم کقبح ذبح الحیوانات عند اہل الہند وعدم قبحہ عند غیرہم واما من شرائع وآداب کالامور الشرعیۃ وغیرہا ور بما تبلغ الشہرۃ بحیث تلتبس بالاولیات ویفرق بینہما بان الانسان لوفرض نفسہ خالیۃ عن جمیع الامور المغایرۃ لعقلہ حکم بالاولیات دون المشہورات وھی قد تکون صادقۃ وقد تکون کاذبۃ بخلاف الاولیات ولکل قوم مشہورات بحسب عاداتہم وآدابہم ولکل اہل صناعۃ ایضاً مشہورات بحسب صناعاتہم ومنہا المسلمات وھی قضایا تسلم عن الخصم ویبنی علیہا الکلام لدفعہ سواء کانت مسلمۃ فیما بینہما خاصۃ او بین اہل العلم کتسلیم الفقہاء مسائل اصول الفقہ کمایستدل الفقیہ علی وجوب الزکوٰۃ فی حلی البالغۃ بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحلی زکوٰۃ فلو قال الخصم ھذا خبر واحد فلا نم انہ حجۃ فنقول قد ثبت ھذا فی علم اصول الفقہ ولابد ان ناخذہ ھھنا مسلماً والقیاس المؤلف من المشہورات والمسلمات یسمی جدلاً والغرض منہ الزام الخصم واقناع من ھو قاصر عن ادراک مقدمات البرہان ومنہا المقبولات وھی قضایا تؤخذ ممن یعتقد فیہ اما لامر سماوی من المعجزات والکرامات کالانبیاء والاولیاء واما لاختصاصہ بمزید عقل ودین کاھل العلم والزھد وھی نافعۃ جداً فی تعظیم امر اللہ تعالیٰ والشفقۃ علی خلق اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ:۔ شارح فرماتے ہیں کہ اور براہین جو غیر یقینی مگر مشہور ہیں۔ یہ وہ قضایا ہوتے ہیں کہ جن کا اعتراف تمام لوگ کرتے ہیں۔ ان کے درمیان شہرت کا سبب یا یہ ہوتا ہے کہ وہ مصلحت عامہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارا قول العدل حسن والظلم قبیح یا ان کی طبائع میں نرمی پائے جانے کی وجہ سے ان میں حمیت پائی جاتی ہے۔ جیسے ہمارا قول کشف العورۃ مذموم، اور یا ان کا منفعل (متأثر ہونا) ان کی اپنی عادتوں کی وجہ سے۔ جیسے ذبح حیوانات کی قباحت اہل ہند کے نزدیک اور ذبح قبیح نہ ہونا اہل ہند کے ماسواء کے نزدیک۔ یا ان کا تعلق شرائع وآداب سے ہے۔ جیسے امور شرعیہ وغیرہ۔

وربما تبلغ الشہرۃ۔ اور کبھی یہ شہرت کو پہونچ جاتی ہے۔ اس طور پر کہ اولیات کے مشابہ ہو جاتے ہیں۔

ویفرق بینہما۔ اور ان دونوں کے درمیان تفریق کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان اگر اپنے آپ کو خالی تصور کرے۔ ان تمام امور سے کہ جو اس کی عقل کے خلاف ہوں۔ تو اس وقت وہ شی کے بارے میں اولیات کی مدد سے تو حکم کرسکتا ہے۔ مگر مشہورات کے ذریعہ حکم نہیں کرسکتا۔ اور مشہورات کبھی صادقہ اور کبھی کاذبہ ہوتی ہیں۔ بخلاف اولیات کے۔

ولکل قوم مشہورات:۔ اور ہر قوم وجماعت میں کچھ چیزیں از قسم مشہورات (شہرت یافتہ) ہوا کرتی ہیں۔ ان کی اپنی عادتوں اور آداب وطور وطریق کے مطابق۔

ولکل اہل صناعۃ ایضاً مشہورات بحسب صناعتہم۔ نیز اسی طرح ہر صاحب صنعت وحرفت والے کے لئے بھی کچھ چیزیں از قسم مشہورات ہوا کرتی ہیں، ان کی اپنی صنعتوں کے اعتبار سے۔

ومنہا المسلمات:۔ اور انھیں میں سے مسلمات بھی ہیں۔ اور مسلمات وہ قضایا ہیں کہ جو مقابل سے تسلیم کرائی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور انھیں پر کلام کی بنا رکھی جاتی ہے۔ اس کو دفع کرنے کے لئے (یعنی اس کا جواب دینے کے لئے انھیں مسلمات کو ذریعہ بنایا جاتا ہے) برابر ہے کہ وہ مسلمات جانبین کے درمیان خاصکر تسلیم شدہ ہوں۔ یا اہل علم کے درمیان مسلّم ہوں۔ جیسے حضرات فقہا کرام کا اصول فقہ کو تسلیم کرنا۔ مثلاً ایک شخص استدلال کرتا ہے۔ اور عاقلہ بالغہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیتا ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک سے کہ فی الحلی زکوٰۃ (زیور میں زکوٰۃ واجب ہے) پس اگر مقابل کہے کہ خبر واحد ہے۔ پس ہم اس کا حجت ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ بات اصول فقہ میں ثابت ہو چکی ہے۔ لہٰذا ایسی ضروری ہے کہ اس کو یہاں پر ہم اختیار کریں۔ تسلیم کرنے کی صورت میں۔

والقیاس المؤلف من المشہورات والمسلمات۔ اور وہ قیاس کہ جو مشہورات اور مسلمات

سے مرکب ہو۔ اس کا نام جدل رکھا جاتا ہے۔ اور اس سے مقصود مقابل پر الزام قائم کرنا ہوتا ہے۔ اور تسکین دلانا ہوتا ہے ایسے شخص کو جو برہان کے ادراک (سمجھنے) سے قاصر ہو۔

ومنہا المقبولات۔ انھیں میں مقبولات بھی ہیں۔ اور مقبولات وہ قضایا ہیں جو ان لوگوں سے اخذ (حاصل) کی جاتی ہیں کہ جن پر اعتقاد کیا ہوا ہوتا ہے امور سماویہ کی وجہ سے جیسے معجزات ہیں اور کرامات ہیں اور انبیاء اور اولیا کے (واما اختصاصہ) یا ان حضرات پر خصوصیت مزید عقل (عقل اور فہم ہونے کی) کی پائی جاتی ہو۔ اور دین کی خصوصیت اس میں پائی جاتی ہو جیسے اہل علم اور اور اصحاب زہد اور یہ امور بہت ہی زیادہ نافع ہیں اللہ تعالیٰ کے امور کی تعظیم کے باب میں، اور مخلوق خدا پر شفقت کرتے کے باب میں۔

تشریح شارح فرماتے ہیں کہ قولہ من غیر الیقینیات المشہورات قیاسات غیر یقینیہ مراد ہیں۔ ماتن مشہورات کی تعداد چھ بیان کر چکے ہیں۔ تعریف مشہورات، مشہورات وہ قضایا ہیں کہ جن کا تمام لوگ اعتراف کرتے ہوں۔ لوگوں کے درمیان ان کے مشہورات ہونے کا سبب متعدد ہیں (۱) یا اس وجہ سے کردہ ایسے امور ہیں مصالحہ عامہ پر مشتمل۔ ہیں جیسے العدل حسن والظلم قبیح۔

واما لما فی ... میں شہرت کا یہ سبب ہے کہ ان کے طبائع پر رقت وشرفی پائی جاتی ہے جیسے مراعات السفت محمودۃ۔

قولہ واما لما فیہم من الحمیۃ۔ یا اس وجہ سے مشہور ہیں کہ ان پر حمیت پائی جاتی ہے جیسے کشف العورۃ مذموم اور یا ان انفعال کا اس پر دخل ہوتا ہے۔ مثلاً ان کی عبادت کے مطابق ہوتا ہے جیسے حیوانات کے ذبیحہ کا قبیح ہونا۔ ہندوستانیوں کے نزدیک واما شرائع وآداب یا شہرت کا سبب شرائع وآداب ہوتے ہیں جیسے کہ امور شرعیہ وغیرہ۔

وربما تبلغ الشہرۃ۔ پھر شہرت بسا اوقات اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ اولیات کے ساتھ اس کا خلط ملط اور التباس ہو جاتا ہے۔ اس وقت اولیات اور مشہورات کے درمیان فرق کرنے کی صورت یہ ہے کہ اگر انسان کو محض بالطبع چھوڑ دیا جائے۔ اور ان تمام امور سے کہ جو اس کی عقل کے خلاف ہیں۔ اس کو خالی کر دیا جائے۔ تو ایسا شخص اولیات کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ مشہورات کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا۔ مشہورات کبھی صادقہ اور کبھی کاذبہ ہوتی ہیں۔ مگر اولیات اس طرح کی نہیں ہوتیں۔

ومنہا المسلمات۔ غیر یقینیات مشہورہ میں سے مسلمات بھی ہیں۔ یہ وہ قضایا ہوتے ہیں کہ جو خصم کے تسلیم کردہ ہوتے ہیں۔ اور انھیں پر کلام کی بنیاد ہوتی ہے۔ تاکہ اس کی مدد سے خصم کے قول کا رد کیا جا سکے۔ برابر ہے کہ یہ دونوں فریق کے درمیان تسلیم شدہ ہو خاصکر۔ یا پھر اہل علم کے نزدیک بالعموم مسلّم ہو۔ جیسے فقہا کے مسلمات میں سے اصول فقہ ہیں وغیرہ۔

والقیاس المؤلف من المشہورات۔ مشہورات سے جو قیاس مرکب ہوگا یا مسلّمات سے جو مرکب ہوگا

اس کا نام جدل ہے۔ اس سے غرض خصم پر الزام رکھنا۔ یا اس شخص کو کہ جو برہان کے سمجھنے سے قاصر ہے اس کو تسکین دلانا۔

ومنہا المقبولات۔ انھیں میں سے مقبولات بھی ہیں۔ یہ وہ قضایا ہیں کہ جو حضرات مقبولین سے لئے جاتے ہیں۔ جن کے ساتھ اعتقاد و رابطہ ہوتا ہے۔ جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام معجزات کی وجہ سے، اور کرامات کی وجہ سے حضرات اولیاء کرام۔

ایک مطلب اس کا یہ بھی ہے کہ وہ شخص علم و دانش میں تمام لوگوں میں امتیاز اور فوقیت رکھتا ہے جیسے اہل علم اور اہل زہد حضرات۔ یہ حضرات امور خداوندی میں بہت ہی زیادہ نافع ہیں۔ اس سے خدا کی عظمت قائم ہوتی اور مخلوق کے ساتھ شفقت وابستہ ہوتی ہے۔

ومنہا المظنونات وھی قضایا یحکم بہا العقل حکماً راجحاً مع تجویز نقیضہ کقولنا فلان یطوف باللیل وکل من یطوف باللیل فھو سارق والقیاس المرکب من المقبولات والمظنونات یسمی خطابۃ والغرض منہا ترغیب الناس فیما ینفعھم من امور معاشھم ومعادھم کما یفعل الخطباء والوعاظ ومنہا المخیلات وھی قضایا یخیل بہا فتتاثر النفس منہا قبضا وبسطاً فتنفر او ترغب کما اذا قیل الخمر یاقوتیۃ سیالۃ انبسطت النفس ورغبت فی شربہا واذا قیل العسل مرۃ مھوعۃ انقبضت عنہ وتنفرت عنہ والقیاس المؤلف منہا یسمی شعرا والغرض منہ انفعال النفس بالترغیب والترھیب ویزید فی ذالک ان یکون الشعر علی وزن لطیف او ینشد بصوت طیب۔

ترجمہ:- غیر یقینیات مشہورہ میں سے مظنونات بھی ہیں۔ اور مظنونات وہ قضایا ہیں کہ جن کی مدد سے عقل ایسا حکم کرتی ہے کہ جو راجح ہوتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ اس کی نقیض بھی جائز مانتا ہے۔ جیسے ہمارا قول فلان یطوف باللیل۔ وکل من یطوف باللیل سارق۔ ففلان سارق۔ اور وہ قیاس کہ جو مقبولات اور مظنونات سے مرکب ہو، اس قیاس کا نام خطابۃ رکھا جاتا ہے۔ اور اس قیاس سے غرض لوگوں کو رغبت دلانا ان امور میں کہ جو ان کو نفع دیتے ہوں ان کو دنیاوی امور میں سے ہوں یا اخروی امور سے متعلق ہوں۔ جیسا کہ حضرات خطباء اور واعظین کیا کرتے ہیں۔

ومنہا المخیلات۔ انھیں میں مخیلات بھی ہیں۔ اور مخیلات وہ قضایا ہیں کہ جن کا تخیل کیا جاتا ہے۔ پس نفس اس سے قبض اور بسط کے لحاظ سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پس اس کی وجہ سے کبھی نفرت اور کبھی رغبت کرتا ہے۔ مثلاً جب کہدیا جائے کہ الخمر یاقوتیۃ سیالۃ تو نفس میں انبساط پیدا

ہو جاتا ہے۔ اور نفس اسکے بیچنے کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ العسل
مرۃ مہوعۃ ۔ شہد کڑوا اور نہایت بدمزہ ہوتا ہے۔ تو نفس میں اس انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔
اور اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور جو قیاس کہ ان سے یعنی مخیلات سے مرکب ہو اس کا
نام شعر رکھا جاتا ہے۔ اس سے مقصد ترغیب و ترہیب کے ذریعہ نفس میں انفعال پیدا کرنا ہوتا
ہے۔ اور اس میں مزید اضافہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر شعر کے ساتھ وزن لطیف ہو اور عمدہ شیریں آواز
سے اسکو پڑھا جائے۔

تشریح: شارحؒ نے اس جگہ المظنونات کی تعریف کرکے فرمایا کہ مظنونات و مقبولات
کا نام خطابۃ ہے۔ اس سے مقصد لوگوں میں دینی اور دنیاوی امور کی جانب رغبت دلانا ہوا کرتا
ہے۔

اور مخیلات بھی غیر یقینی مشہورات میں سے ہیں۔ مخیلات وہ قضایا ہیں کہ جو جن کا تخیل کیا جاتا ہے اور
نفس اس تخیل سے متأثر ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں نفس پر قبض یا انبساط کی کیفیت پیدا ہو جاتی
ہے۔ اسی لئے کبھی کسی چیز سے نفرت کرتا اور کسی چیز کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے۔ مخیلات کا
دوسرا نام شعر ہے۔ اس سے غرض نفس میں انفعال کی کیفیت کا پیدا کرنا ہوتا ہے۔

ومنها الوهميات وهي قضايا كاذبة يحكم بها الوهم في امور غير محسوسة وانما قيد
بالامور الغير المحسوسة لان حكم الوهم في المحسوسات ليس بكاذب كما اذا
حكم بحسن الحسناء وقبح الشوهاء وذلك لان الوهم قوة جسمانية للانسان
يدرك بها الجزئيات المنتزعة من المحسوسات فهي تابعة للحس فاذا حكم على
المحسوسات كان حكما صحيحا وان حكم على غير المحسوسات باحكامها كانت كاذبة
كالحكم بان كل موجود مشار اليه وان وراء العالم فضاء لا يتناهى فان الحس
والوهم سبقا الى النفس فهي منجذبة اليهما مسخرة لهما حتى ان احكام الوهميات
ربما لم يتميز عندها من الاوليات ولولا دفع العقل والشرع وتكذيبهما احكام
الوهم لبقي التباسهما بالاوليات ولم يكد يرتفع اصلا وربما يعرف به كذب
الوهم انه يساعد العقل في المقدمات المنتجة نقيض ما حكم بها كما يحكم الوهم
بالخوف عن الميت مع انه يوافق العقل في ان الميت جماد والجماد لا يخاف
منه المنتج لقولنا الميت لا يخاف منه فاذا وصل الوهم والعقل الى النتيجة
نكص الوهم وانكرها والقياس المركب منها يسمى سفسطة والغرض منه تغليط

الخصم واسکاته وَاعظم فائدة معرفتها الاحتراز عنها۔

ترجمہ :- غیر یقینی مشہورات میں سے وہمیات بھی ہیں۔ یہ قضایا کاذبہ ہوتے ہیں ان کے ذریعہ وہم حکم کرتا ہے امور غیر محسوسہ میں۔ امور کو غیر محسوس کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کیوں کہ وہم کا حکم امور محسوسہ میں کاذب نہیں ہوتا۔ جیسے وہم حکم کرے حسینوں کے حسن اور بدصورتوں کے بُرے ہونے کا۔ یہ اس وجہ سے کہ وہم انسان کی قوت جسمانیہ ہے جس کی مدد سے انسان ان جزئیات کا ادراک کرتا ہے کہ جو محسوسات میں سے منتزع اور ماخوذ ہوتی ہیں۔ پس یہ انتزاع حس کے تابع ہے۔ لہٰذا وہم جب محسوسات میں حکم کرے گا تو وہ صحیح ہوگا۔ اور غیر محسوسات میں حکم کرے گا تو وہ کاذب ہوں گے۔ جیسے حکم کرنا کہ کل موجود مشارٌ الیہا دان وراء العالم فضاء لا یتناھی۔

اس لئے کہ حس اور وہم دونوں سبقت لے گئے ہیں نفس کی جانب پس نفس ان دونوں پر منجذب ہوتا ہے اور ان دونوں کے تابع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات وہمی احکامات نفس کے نزدیک اولیات سے ممتاز نہیں ہو پاتے اور اگر عقل اور شریعت ان کو دفع نہ کرے اور وہم کے احکام کی تکذیب نہ کریں تو ان کا التباس اولیات کے ساتھ باقی رہتا ہے اور دور ہونے کے قریب بھی نہیں ہوتا۔

وممایعرب بہ کذب الوہم۔ اور جن باتوں سے وہم کا کذب معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ مقدمات منتجہ پر عقل مساعدت وموافقت کرتی ہے، مثلاً وہم میت سے خوف کرنے کا حکم کرتا ہے۔ اس کے باوجود کہ عقل حکم کرتی ہے کہ میت تو ایک جماد ہے۔ اور جمادات سے خوف نہیں کیا جاتا۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ المیت لایخاف عنہ۔ پس جب وہم اور عقل مل کر کسی نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں تو وہم اس پر جاتا ہے اور اس کا رکر دیتا ہے۔

والقیاس المرکب منہا۔ اور وہ قیاس کہ جو ان سے مرکب ہو اس کا نام سفسطہ رکھا جاتا ہے۔ اور اس سے غرض خصم کو غلطی میں مبتلا کرنا اور اس کو خاموش کرنا ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑا فائدہ ان کے پہچاننے سے خود ان سے احتراز کرنا ہے۔ (یعنی جب انسان ان سے واقف ہو جائے گا تو اس قسم کے تخیلات سے پرہیز کرے گا)

تشریح :- شارح نے فرمایا۔ قولہ ومنہا الوہمیات الخ۔ غیر یقینی مشہورات میں سے وہمیات بھی ہیں۔ وہمیات وہ قضایا ہیں جو کاذب ہوں جن کا وہم امور غیر محسوسہ میں حکم کرتا ہے۔ غیر محسوسہ کی قید اس وجہ سے لگانی پڑی ہے کیونکہ وہم کا حکم امور محسوسہ میں کاذب نہیں ہوتا۔ مثلاً حسینوں کے بارے میں حسن کا حکم کرنا۔ اور بدصورتوں کے بارے میں قباحت کا حکم کرنا۔

قولہ وذالک لان الوھم. اس وجہ سے کہ وہم انسان کی ایک جسمانی قوت کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان جزئیات کا ادراک کرتا ہے. ان جزئیات کا کہ جو محسوسات سے انتزاع کی جاتی ہیں.

قولہ فہی تابعۃ للحس. لہٰذا قوت واہمہ حس کے تابع ہوتی ہے مگر جب وہ محسوسات میں حکم کرتا ہے تو وہ حکم صحیح ہوتا ہے. اور اگر غیر محسوسات میں حکم کرتا ہے تو وہ کاذب ہوتا ہے. مثلاً وہم کا حکم ہے کہ کل موجود مشار الیہ. ان وراء العالم فضاء لایتناہی.

کیونکہ حس اور وہم دونوں نفس کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں. اور نفس ان دونوں میں جذب ہو جاتا ہے. اور ان کے تابع ہو کر رہ جاتا ہے. یہاں تک کہ وہم کے احکامات لبا اوقات نفس کے نزدیک اولیات سے جدا نہیں ہو پاتے.

قولہ ومما یعرف بہ کذب الوہم. اور جن چیزوں سے وہم کا کذب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں کہ جو نتیجہ دینے والے ہوتے ہیں. عقل ان مقدمات کی تائید کرتی ہے اور اس حکم کے نقیض کا فیصلہ کرتی ہے جو حکم وہم نے لگایا ہے. مثلاً وہم حکم کرتا ہے کہ مردہ خوف کرنے کی چیز ہے اس سے ڈرنا اور بچنا چاہیے. مگر ساتھ میں عقل کی تائید بھی کرتا ہے کہ مردہ چیز جماد ہوتی ہے. اور جمادات سے خوف نہیں کیا جاتا. اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ المیت لایخاف منہ. اور وہم وعقل دونوں مل کر جب کسی نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں تو اس مقام پر وہم پیچھے ہٹتا اور اس کا انکار کر دیتا ہے.

القیاس المرکب منہا. جو قیاس وہمیات سے مرکب ہو وہ سفسطہ ہوتا ہے. اس سے خصم کو غلطی میں مبتلا کرنا اور اس کو خاموش کرنا ہوتا ہے. اور اس قیاس سے فائدہ یہ ہے کہ انسان اس کو جان جاتا ہے اور پھر اس قسم کے توہمات سے پرہیز کرنے لگتا ہے.

قَالَ وَالمغالطۃ قیاس یفسد صورتہ بان لا یکون علی ھیئۃ منتجۃ لاختلال شرط معتبر بحسب الکمیۃ او الکیفیۃ او الجھۃ او مادتہ بان یکون بعض المقدمات والمطلوب شیئًا واحدًا لکون الالفاظ مترادفۃ کقولنا کل انسان بشر وکل بشر ضحاک فکل انسان ضحاک او کاذبۃ شبیھۃ بالصادقۃ من جھۃ اللفظ کقولنا لصورۃ الفرس المنقوشۃ علی الحائط ھذا فرس وکل فرس صھال ینتج ان تلک الصورۃ صھالۃ او من جھۃ المعنی کعدم مراعاۃ وجود الموضوع فی الموجبۃ کقولنا کل انسان وفرس فھو انسان وکل انسان وفرس فھو فرس ینتج بعض الانسان فرس ووضع الطبعیۃ مقام الکلیۃ کقولنا الانسان حیوان والحیوانُ

جنس ینتج ان الانسان جنس وَ اخذ الامور الذهنیۃ مکان العینیۃ وبالعکس فعلیک بمراعاۃ کل ذالک لئلا تقع فی الغلط وَ المستعمل للمغالطۃ یسمی سوفسطائیا ان قابل بہا الحکیم ومشاغبیا ان قابل بہا الجدلی ۔

ترجمہ :- اور مغالطہ ایک ایسا قیاس ہے کہ اس کی صورت فاسد ہو بایں طور کہ نہ ہو نتیجہ دینے کی ہیئت پر ۔ شرط میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے ۔ وہ شرط کہ جو کمیت یا کیفیت یا جہت یا مادہ کے اعتبار سے معتبر ہے ۔ یا مادہ میں خلل واقع ہو ۔ بایں طور کہ بعض مقدمات اور مطلوب دونوں شیٔ واحد ہوں ۔ اس لئے کہ دونوں کے الفاظ ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں ۔ جیسے ہمارا قول کل انسان بشر وکل بشر ضحاک ۔ فکل انسان ضحاک ۔ یا دونوں کاذب ہوں ۔ اور مشابہ ہوں الفاظ صادقہ کے ۔ باعتبار لفظ کے ۔ جیسے ہمارا قول فرس کی اس صورت کے بارے میں کہ جو دیوار پر نقش بنی ہوئی ہو ۔ ھٰذا فرس ۔ وکل فرس صہال ۔ نتیجہ نکلے گا کہ ان تلک الصورۃ صہالۃ ۔ یا باعتبار معنی کے کاذب صادقہ کے ساتھ مشابہ ہو ۔ مثلاً قضیہ موجبہ میں موضوع کے وجود کا اعتبار نہ کرنا ۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل انسان وفرس فہو انسان ۔ وکل انسان وفرس فہو فرس ۔ نتیجہ نکلے گا کہ بعض الانسان فرس ۔ یا طبعیہ کو کلیہ کے مقام پر رکھ دینا ۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ الانسان حیوان والحیوان جنس نتیجہ نکلے گا کہ ان الانسان جنس ۔ نیز امور ذہنیہ کو عینیہ کی جگہ لے لینا ۔ اور اس کا عکس کر دینا ۔ پس اے مخاطب تمہارے اوپر واجب ہے ان کی رعایت کرنا تاکہ تم غلطی میں مبتلا نہ ہوسکو ۔ اور وہ شخص جو مغالطہ کا استعمال کرتا ہو اس کو سوفسطائی کہا جاتا ہے ۔ اگر اس کو کوئی حکیم استعمال کرے ۔ اور اس کا نام مشاغبی رکھا جاتا ہے ۔ اگر اس کا استعمال کوئی جدلی کرے ۔

تشریح :- شارح فرماتے ہیں کہ قولہ المغالطۃ ۔ مغالطہ وہ قیاس ہے جس کی صورت فاسد ہو ۔ بایں صورت کہ وہ قیاس نتیجہ دینے والی صورت پر مشتمل نہ ہو ۔ جس کی چند وجوہ ہیں ۔ (۱) کمیت ، کیفیت ، جہت میں جو شرط ہے اس میں خلل پایا جاتا ہو ۔ (۲) مادہ میں خلل ہو ۔ جس کی صورت یہ ہے کہ قیاس کے مقدمات اور مطلوب دونوں شیٔ واحد ہوں ۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ الفاظ مترادفہ کا اس میں استعمال کیا گیا ہو ۔ مثلاً کل انسان بشر ۔ وکل بشر ضحاک فکل انسان ضحاک ۔

(۳) یا مقدمات کاذب ہوں مگر صادق کے مشابہ ہوں ۔ الفاظ میں ۔ جیسے اس صورت کے لئے جو دیوار پر نقش بنی ہوئی ہو ۔ کہنا کہ ھٰذا الفرس وکل فرس صہال ۔ فتلک الصورۃ صہالۃ ۔

(۴) معنی کی جہت سے مقدمات کاذبہ صادقہ کے مشابہ ہوں. جیسے قضیہ موجبہ میں موضوع کے وجود کی رعایت نہ کرنا. اور کہنا کہ کل انسان وفرس فہو انسان وکل انسان وفرس فہو فرس. نتیجہ نکلے گا کہ لبعض الانسان فرس.

(۵) طبعیہ کو کلیہ کی جگہ رکھدینا. جیسے الانسان حیوان والحیوان جنس. نتیجہ نکلے گا کہ ان الانسان جنس.

(۶) امور ذہنیہ کو امور عینیہ کی جگہ رکھدینا. یا اس کا عکس کردینا. اس کی مثال آپ شرح میں دیکھیں گے.

قولہ والمستعمل للمغالطۃ. مغالطہ کا استعمال کرنے والا سو فسطائی کہلاتا ہے. اگر کوئی حکیم ہے تو اس کو مشاغبی اور غیر حکیم کرتا ہے تو اس کو جدلی کہتے ہیں.

اقول المغالطۃ قیاس فاسد امامن جھۃ الصورۃ اومن جھۃ المادۃ امامن جھۃ الصورۃ فبان لا یکون علی ھیئۃ منتجۃ لاختلال شرط معتبر بحسب الکمیۃ او الکیفیۃ او الجھۃ کما اذا کان کبری الشکل الاول جزئیۃ اوصغراہ سالبۃ او ممکنۃ وامامن جھۃ المادۃ فبان یکون المط وبعض مقدماتہ شیئا واحدا وھو المصادرۃ علی المط کقولنا کل انسان بشر وکل بشر ضحاک فکل انسان ضحاک اوبان یکون بعض المقدمات کاذبۃ شبیھۃ بالصادقۃ ومشبہ الکاذب بالصادق امامن حیث الصورۃ اومن حیث المعنی امامن حیث الصورۃ فکقولنا لصورۃ الفرس المنقوشۃ علی الجدار انھا فرس وکل فرس صھال ینتج ان تلک الصورۃ صھالۃ واما من حیث المعنی فلعدم رعایۃ وجود الموضوع فی الموجبۃ کقولنا کل انسان وفرس فھو انسان وکل انسان فرس فھو فرس ینتج ان بعض الانسان فرس والغلط فیہ ان موضوع المقدمتین لیس بموجود اذلیس شیء موجود یصدق علیہ انہ انسان وفرس وکوضع القضیۃ الطبعیۃ مقام الکلیۃ کقولنا الانسان حیوان والحیوان جنس ینتج ان الانسان جنس وربما تغیر العبارۃ ویقال الجنس ثابت للحیوان والحیوان ثابت للانسان والثابت للثابت للشیء ثابت لذلک الشیء فیکون الجنس ثابتا للانسان ووجہ الغلط ان الکبری لیست بکلیۃ وکاخذ الذھنیات مکان الخارجیات کقولنا الحدوث حادث وکل حادث فلہ حدوث فالحدوث لہ حدوث وکاخذ الخارجیات مکان الذھنیات کقولنا الجوھر موجود فی الذھن وکل موجود فی

الذهن قائم بالذهن وكل قائم بالذهن فهو عرض ينتج ان الجوهر عرض فلابد من مراعاة جميع ذالك لئلا يقع فيه الغلط وفى اخذ وضع الطبيعية مقام الكلية من باب فساد المادة نظراً لان الفساد فيه ليس الا لاختلال شرط الانتاج الذى هو الكلية فى يكون من باب فساد الصورة لا المادة ومن يستعمل المغالطة فان قابل بها الحكيم فهو سوفسطائى وان قابل بها الجدلى فهو مشاغبى .

ترجمہ :۔ شارح فرماتے ہیں کہ مغالطہ قیاس فاسد کا نام ہے۔ فساد یا صورت کی جہت سے ہوگا۔ یا مادہ کی جہت سے ہوگا۔ بہر حال من جہۃ الصورۃ تو اس کی صورت یہ ہے کہ قیاس نتیجہ دینے والی ہیئت پر مشتمل نہ ہو۔ شرط میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے۔ وہ شرط کہ جو کمیت، کیفیت یا جہت کے اعتبار سے معتبر ہے۔ جیسے کہ حسب شکل اول کا کبریٰ جزئیہ واقع ہو اور اس کا صغریٰ سالبہ ہو یا ممکنہ ہو۔

واما من جہۃ المادۃ :۔ یا خلل مادہ کی جہت سے واقع ہوا ہو۔ پس بایں صورت کہ مطلوب اور اس کے بعض مقدمات شئی واحد ہو گئے ہوں اس کو مصادرہ علی المطلوب کہا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل انسان بشر وکل بشر ضحاک فکل انسان ضحاک ۔

او بان یکون لبعض المقدمات ۔ یا قیاس کے بعض مقدمات کاذبہ ہوں گے اور مشابہ ہوں صادقہ کے ساتھ۔ اور کاذب کا صادق کے مشابہ ہونا یا من حیث الصورۃ ہوگا یا من حیث المعنی ہوگا۔ بہر حال بحیثیت صورت کے مشابہ ہونا پس جیسے دیوار پر بنی ہوئی فرس کی صورت کے بارے میں ہمارا قول انہا فرس وکل فرس صہال ۔ نتیجہ نکلے گا کہ ان تلک الصورۃ صہالۃ ۔

اور بہر حال من حیث المعنی مشابہ ہونا کاذب کا صدق کے ساتھ۔ پس موضوع کے وجود کی رعایت کا ترک کرنا ہے۔ قضیہ موجبہ میں۔ جیسے ہمارا قول کل انسان وفرس فہو انسان۔ وکل انسان وفرس فہو فرس نتیجہ نکلے گا کہ ان لبعض الانسان فرس ۔

والغلط فیہ :۔ اس مثال میں جو غلطی واقع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں مقدمات کے موضوع موجود نہیں ہیں۔ کیونکہ کوئی ایسی شئی موجود نہیں ہے کہ جس پر انسان اور فرس ہونا دونوں صادق آتا ہو۔

او کوضع الطبیعۃ مقام الکلیۃ ۔ کلیہ کی جگہ طبعیہ کو رکھدینا جیسے ہمارا قول ہے کہ الانسان حیوان ۔ والحیوان جنس فالانسان جنس ۔ نتیجہ نکلے گا کہ ان الانسان جنس ۔

وربما تغیر العبارۃ ۔ اور کبھی کبھی اس عبارت کو بدل دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح کہا جاتا ہے کہ الجنس ثابت للحیوان ۔ والحیوان ثابت للانسان ۔ والثابت للثابت للشئی ثابت لذالک الشئی رجنس حیوان

کے لئے ثابت ہے۔ اور حیوان انسان کے لئے ثابت ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ثابت للشئی کے لئے جو شئی ثابت ہو وہ اس شئی کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے) پس الجنس ثابت للانسان۔ دوجہ الغلط۔ اس قیاس میں جو غلطی واقع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں کبریٰ کلیہ نہیں ہے۔

وکاخذ الذہنیات مقام الخارجیات۔ یا غلطی کی ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً امور ذہنیہ کو امور خارجیہ کی جگہ رکھدیا جائے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ الحدوث حادث وکل حادث فلہ حدوث۔ فالحدوث لہ حدوث۔ یا ذہنیات کی جگہ خارجیات کو لے لیا جائے۔ جیسے ہمارا قول ہے الجوہر موجود فی الذہن۔ وکل موجود فی الذہن قائم فی الذہن۔ وکل قائم بالذہن فہو عرض۔ نتیجہ نکلے گا کہ ان الجوہر عرض فلابد من مراعات جمیع ذالک لئلا یقع فیہ الغلط رجوہر عرض ہے۔ پس اسکے لئے اس کے متعلق تمام امور کی رعایت ضروری ہے۔ تاکہ غلطی واقع نہ ہو۔

وفی اخذ الطبیعتہ۔ اور طبیعت کے رکھنے میں کلیہ کی جگہ مادہ کے فاسد ہونے کے مسئلہ میں ہم کو اختلاف ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں جو فساد واقع ہوا ہے وہ صرف شرط انتاج میں خلل پیدا ہونے کی بناء پر واقع ہوا ہے۔ اور شرط نتیجہ وہ کلیہ ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ فعال از قبیل فساد صورت ہوگی نہ کہ فساد مادہ کے قبیل سے۔

ومن یستعمل :۔ اور جو شخص کہ مغالطہ کا استعمال کرتا ہے اگر وہ حکیم ہے تو اس کو سوفسطائی۔ اور اگر اس کا استعمال کرنے والا جدلی ہے تو اس کو مشاغبی کہا جاتا ہے۔

تشریح :۔ قولہ المغالطۃ :۔ مغالطہ کے معنی کسی کو غلطی میں مبتلا کرنا۔ اہل منطق کی اصطلاح میں مغالطہ کی خاص تعریف ہے۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔

شارح نے اولاً مغالطہ کی تقسیم فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مغالطہ بھی قیاسات میں سے ایک قیاس کا نام ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ امامن جہتہ الصورۃ۔ اومن جہتہ المادۃ۔ مغالطہ ایک صورت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور دوسرا باعتبار مادہ کے ہوتا ہے۔

قولہ امامن جہتہ الصورۃ۔ صورت کی جہت سے مغالطہ یہ ہے کہ قیاس اس ہیئت کے مطابق مرتب نہ ہو جو ہیئت کہ نتیجہ دیتی ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کی شرط کے پائے جانے میں خلل پڑگیا ہے۔ باعتبار کمیت یا کیفیت یا جہت کے۔

قولہ امامن جہتہ المادۃ۔ مادہ کی جہت سے مغالطہ کی صورت یہ ہے کہ مطلوب اور اس کے بعض مقدمات شئی واحد واقع ہوں۔ اسی کا نام مصادرہ علی المطلوب بھی رکھا جاتا ہے۔ جیسے کل انسان بشر وکل بشر ضحاک۔ فکل انسان ضحاک۔

قولہ اوبان یکون بعض المقدمات کاذبۃ۔ یا اس کے بعض مقدمات کاذب مشابہ صادق کے

ہوں۔ اور کاذب کی مشابہت صادق کے ساتھ بحیثیت صورت کے ہوگی۔ یامن حیث المعنیٰ ہوگی۔ من حیث الصورت کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارا قول فرس کی اس صورت کے بارے میں جو دیوار میں نقش ہو۔ یہ کہنا کہ انہا فرس وکل فرس صہال۔ پس اس کا نتیجہ یہ نکلے گا یہ صورت بھی ہنہنانے والی ہے۔

قولہ واما من حیث المعنیٰ۔ بحیثیت معنیٰ کے مشابہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ کسی مثال میں قضیہ موجبہ میں موضوع کے وجود کی رعایت نہ کی جائے۔ جیسے کل انسان وفرس فہو انسان وکل انسان وفرس فہو فرس۔ نتیجہ ہوگا کہ بعض الانسان فرس۔ اس مثال میں اصل غلطی اس میں واقع ہوئی کہ دونوں مقدمات میں جو موضوع واقع ہو رہا ہے وہ موجود نہیں ہے۔ کیوں کہ موجودات میں ایسی کوئی شئی نہیں پائی جاتی جس پر انسان وفرس بھا صادق آتا ہو۔

قولہ وکوضع القضیۃ الطبعیۃ۔ اسی طرح مغالطہ معنوی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قضیہ کلیہ کی جگہ قضیہ طبعیہ کو رکھ دیا جائے۔ جیسے الانسان حیوان والحیوان جنس۔ نتیجہ ان الانسان جنس آئے گا۔

قولہ وربما تغیر العبارۃ۔ مذکورہ بالا عبارت کو بدل کر ذیل کی عبارت میں بھی اسی کو کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً الجنس ثابت للحیوان۔ والحیوان ثابت للانسان۔ اور ثابت للشئی کے لئے جو شئی ثابت ہے تو وہ شئی اس شئی کے لئے بھی ثابت ہوا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے جنس انسان کے لئے بھی ثابت ہوگی۔

قولہ وجہ الغلط۔ اس مثال میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جو کبریٰ واقع ہے وہ کلیہ نہیں ہے۔

وکاخذ الذہنیات مکان الخارجیات۔ مغالطہ معنوی کی یہ صورت یہ بھی ہے کہ امور خارجیہ کی جگہ امور ذہنیہ کو قائم کر دیا جائے۔ جیسے الجوہر موجود فی الذہن۔ وکل موجود فی الذہن قائم بالذہن وکل قائم بالذہن فہو عرض۔ پس اس قیاس کا نتیجہ ان الجوہر عرض نکلے گا۔ لہٰذا قیاسات میں مذکورہ تمام باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔ تاکہ غلطی سے بچا جا سکے۔

وفی اخذ وضع الطبعیۃ الخ:۔ شارح نے اس موقعہ پر ماتن پر ایک اعتراض کیا ہے وہ یہ کہ کلیہ کی جگہ طبعیہ کے رکھنے کو فساد مادہ میں شمار کرنا قابل اعتراض ہے۔ اس لئے کہ اس مثال میں جو فساد واقع ہوا ہے وہ شرط انتاج میں خلل واقع ہو جانے کی بناء پر ہوا ہے۔ اور وہ کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے۔ اور شرط میں خلل کا واقع ہونا فساد صورت میں سے ہے۔ فساد معنی میں سے نہیں ہے۔

قولہ: ومن یستعمل المغالطۃ ؛- مغالطہ کا استعمال کرنے والا اگر حکیم ہے تو وہ سوفسطائی کہلاتا ہے اور اگر کوئی جدلی ہے تو اس کو مشاغبی کہتے ہیں.

قال البحث الثانی فی اجزاء العلوم وھی موضوعات وقد عرفتھا ومبادوھی حدود الموضوعات واجزاءھا واعراضھا الذاتیۃ والمقدمات غیر البیّنۃ فی نفسھا الماخوذۃ علی سبیل الوضع کقولنا ان نصل بین کل نقطتین بخط مستقیم وان نعمل بای بعد وعلی کل نقطۃ شئنا دائرۃ والمقدمات البینۃ بنفسھا کقولنا المقادیر المساویۃ لمقدار واحد متساویۃ ومسائل وھی القضایا التی یطلب بھا نسبۃ محمولاتھا الی موضوعاتھا فی ذالک العلم وموضوعاتھا قد تکون موضوعًا العلم کقولنا کل مقدار مشارک للاخر او مباین وقد تکون ھو مع عرض ذاتی کقولنا کل مقدار وسط فی النسبۃ فھو ضلع ما یحیط بالطرفان وقد تکون نوعہ کقولنا کل خط یمکن تنصیفہ وقد تکون نوعہ مع عرض ذاتی کقولنا کل خط قائم علی خط فان زاویتی جنبیۃ اما قائمتان او متساویتان لھما وقد تکون عرضاً ذاتیًا کقولنا کل مثلث زوایاہ مثل قائمتین واما محمولاتھا فخارجۃ عن موضوعاتھا لامتناع ان یکون جزء الشئ مطلوبا بثبوتہ لہ بالبرھان ولیکن ھذا آخر الکلام فی ھذہ الرسالۃ والحمد لواھب العقل والھدایۃ والصلوٰۃ علی محمدٍ وآلہ منجی الخلائق من الغوایۃ واصحابہ الذین ھم اھل الدرایۃ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

ترجمہ :- دوسری بحث اجزاء علوم کے بیان میں مشتمل ہے. اور موضوعات ہیں جن کو آپ پہچان بھی چکے ہیں. اور کچھ مبادی ہیں اور وہ موضوعات کی حدود اور ان کے اجزاء اور اعراض ذاتیہ ہیں. اور وہ مقدمات جو کہ غیر بیّن بنفسہا ہوں. جو بطور وضع کے لئے گئے ہوں. ان نصل بین کل نقطتین بخط مستقیم اور ان نعمل بای بعد وعلی کل نقطۃ شئنا دائرۃ.

اور مقدمات بیّن بنفسہا کی مثال المقادیر المساویۃ لمقدار واحد متساویۃ. ایک مقدار کی مساوی مقداریں ایک دوسرے کے مساوی ہوتی ہیں.

اور مسائل وہ قضایا ہیں کہ جن کے ذریعہ محمولات کی نسبت موضوعات کی طرف اس علم منطق میں طلب ... کی جاتی ہے. اور اس کے موضوعات کبھی علم کے موضوع ہوتے ہیں. جیسے ہمارا قول ہے کل مقدار

مشارک للآخر او مباین ۔ اور کبھی وہ عرض ذاتی کے ساتھ ہوتی ہے ۔ جیسے کل مقدار وسط فی النسبۃ فھو ضلع مایحیط بہ الطرفان ۔ اور کبھی اس کا نوع ہوتی ہے ۔ جیسے کل خط یمکن تنصیفہ ، اور کبھی اس کی نوع ہوتی ہے عرض ذاتی کے ساتھ ۔ جیسے کل خط قائم علی خط ۔ اس لئے کہ اس کے دونوں جانب کے دونوں زاویے یا دونوں قائمہ ہوں گے یا دونوں ان دونوں کے مساویہ ہوں گے ۔

وقد تکون عرضاً ذاتیاً ۔ اور کبھی عرض ذاتی ہوتا ہے ۔ جیسے ہمارا قول ہے کل مثلث زوایاہ مثل قائمتین ۔

واما محمولاتھا فخارجۃ عن موضوعاتھا ۔ اور بہر حال ان کے محمولات تو وہ ان کے موضوعات سے خارج اور جدا ہیں ۔ اس لئے کہ یہ محال ہے کہ شئی کا جزو مطلوب ہو ۔ اور اس کا اثبات برہان سے کیا گیا ہو ۔

ولیکن ھذا آخر الکلام ۔ ماتن اپنی کتاب شمسیہ کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ان کا یہ رسالہ میں آخری کلام ہو ۔ اور تمام تعریفات ثابت ہیں اس ذات بابرکات کے لئے عقل اور ہدایت کو دینے والی ہے ۔ اور رحمت کاملہ نازل ہو حضرت سیدنا و مولانا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو مخلوق کو گمراہیوں سے نجات دلانے والے ہیں ۔ اور رحمت کاملہ نازل ہو ان کے اصحاب پر جو اہل درایت ہیں ۔ اور اول و آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے حمد کا اظہار کرتا ہوں ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

تشریح :۔ ماتن صاحب شمسیہ نے یہاں بحث ثانی پر پہونچکر اس کے پورا کرنے کے بعد اپنی کتاب کو ختم فرمارہے ہیں ۔ اور اول و آخر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں حمد و ثنا پیش کرتے ہوئے آقائے نامدار حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب پر رحمت کاملہ کی دعا کرتے ہوئے اپنی کتاب اختتام فرمادیا ہے ۔

قولہ اجزاء العلوم ۔ ماتن نے حسب عادت اجزاء علوم کے بیان میں اجمال سے کام لیا ہے ۔ اجزاء علوم میں اول تو موضوع ہیں ، دوسرے مبادیات ہیں ۔ اور مبادیات میں موضوع اس کے اجزاء اور اس کے عوارض ذاتیہ سب کو داخل فرمایا ہے ۔ اور مقدمات جو فی نفسہ غیر بین ہوں ۔ اور وہ مقدمات جو بین بنفسہ ہوں ۔ اور مسائل سے وہ قضایا مراد لئے ہیں جن کے ذریعہ محمولات کی نسبت ان موضوعات کی جانب اس علم میں طلب کی جاتی ہے ۔

اور ان کے موضوع کبھی علم کا موضوع ہوتے ہیں ۔ اور کبھی اسی کے ساتھ عرض ذاتی بھی ہوتے ہیں ۔

وقد تکون نوعہ ۔ کبھی اس کی نوع واقع ہوتے ہیں اور کبھی عرض ذاتی کے ساتھ اس کی نوع واقع ہوتے ہیں ۔ اور کبھی عرض ذاتی ہوتے ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

اقول اجزاء العلوم ثلاثۃ موضوعات ومباد ومسائل اما الموضوع فقد عرفته فی صدر الکتاب وھو اما امر واحد کالعدد للحساب واما امور متعددۃ فلا بد من اشتراکھا فی امر واحد یلاحظ فی سائر مباحث العلم کموضوعات ھذا الفن فانھا مشترکۃ فی الایصال الی المطلوب مجھول والا لجاز ان تکون العلوم المتفرقۃ علما واحدا واما المبادی فھی التی یتوقف علیھا مسائل العلم وھی اما تصورات او تصدیقات اما التصورات فھی حدود الموضوعات واجزائھا وجزئیاتھا واعراضھا الذاتیۃ واما التصدیقات فاما بینۃ بنفسھا وتسمی علوما متعارفۃ کقولنا فی علم الھندسۃ المقادیر المساویۃ لشئ واحد متساویۃ واما غیر بینۃ بنفسھا فان اذعن المتعلم بھا بحسن ظن سمیت اصولا موضوعۃ کقولنا ان نصل بین کل نقطتین بخط مستقیم وان تلقھا بالانکار والشک سمیت مصادرات کقولنا لنا ان نعمل بای بعد وعلی کل نقطۃ منشئا دائرۃ وفی کون الموضوع جزء من العلم علی حدۃ نظر۔

ترجمہ: شارح فرماتے ہیں کہ اجزاء علوم تین ہیں۔ موضوعات، مباد اور مسائل۔ بہرحال موضوع تو اس کو تم کتاب کے شروع میں پہچان چکے ہو۔ اور وہ (موضوع) امر واحد ہوگا۔ جیسے عدد حساب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ یا امور متعددہ ہوں گے۔ پس ان کا مشترک ہونا۔ امر واحد میں ضروری ہے۔ کہ جن کا لحاظ علم کی تمام مباحث میں کیا جاتا ہو۔ جیسے اس فن منطق کے موضوعات میں یہی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ فانھا مشترکۃ فی الایصال الی المطلوب مجھول۔ اس لئے یہ مطلوب مجہول تک پہونچانے میں سب مشترک ہوتے ہیں۔ ورنہ البتہ جائز ہوگا کہ ایک ہی علم کے علوم متفرق ہوا کرتے۔

اما المبادی۔ بہرحال مبادی تو یہ وہ مسائل ہوتے ہیں کہ جن پر علم کے مسائل موقوف ہوتے ہیں۔ اور وہ مبادیات تصورات ہوں گے یا تصدیقات۔

بہرحال تصورات۔ پس وہ موضوعات کی حدیں ہیں۔ اور انھیں کے اجزاء ہیں۔ اور جزئیات ہیں۔ ان کے اعراض ذاتیہ ہیں۔

اور بہرحال تصدیقات۔ پس یا وہ بینہ بنفسہ ہوں گے تو ان کا نام علوم متعارفہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول علم ہندسہ میں ہے کہ المقادیر المساویہ لشئ واحد متساویۃ۔ شئ واحد کی مساوی مقداریں ایک دوسرے کے مساوی ہوتی ہیں۔

واما غیر بینۃ۔ اور یا وہ غیر بین بنفسہا ہوں گے۔ لہٰذا پس اگر طالب علم نے ان کو جان لیا اور یقین کر لیا حسن ظن کی بناء پر۔ تو ان کا نام اصول موضوعہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ ان نصل بین

کل نقطتین بخط مستقیم . اور یہ ہم دونوں نقطوں کو خط مستقیم سے ملادیں۔

وان تلقّیا بالانکار۔ اور اگر تونے ان سے انکار کے ساتھ ملاقات کی اور شک کے ساتھ تو ان کا نام مصادرات رکھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ ہمارے اجازت ہے کہ کسی بعد سے عمل کریں۔ اور جس نقطہ سے چاہیں دائرہ بنائیں۔

وفی کون الموضوع جزءا . موضوع کے علاحدہ سے علم کا جزو واقع ہونے میں شارح کو نظر ہے۔ جس کی تفصیل اگلے صفحے پر آئے گی۔

تشریح:۔ شارح فرماتے ہیں کہ اجزاء علوم درحقیقت تین ہیں۔ موضوع ، مبادی اور مسائل۔ موضوع کا تعارف شروع کتاب میں کرایا جاچکا ہے۔

موضوع کی چند صورتیں ہیں۔ موضوع امر واحد ہوگا جیسے حساب کے لئے عدد ہوتا ہے۔ یا امور متعدد ہوں گے۔ تو اس صورت میں ان امور متعددہ کا امر واحد میں اشتراک ضروری ہے۔ اس متن کے تمام مباحث میں اس کا لحاظ کیا جائے۔ جیسا کہ فن منطق میں ہے کہ مجہول تک موصل ہونے میں تمام موضوع مشترک ہیں۔ ورنہ خرابی یہ لازم آئے گی کہ علم واحد کے لئے علوم متفرق ہیں۔ جہاں تک مبادی کی بات ہے تو مبادیات علم کے وہ ہوا کرتے ہیں کہ جن پر اس علم کے مسائل موقوف ہوتے ہیں۔ اور وہ تصورات ہوں گے یا تصدیقات ہوں گے۔ تصورات میں موضوع کی حدود، ان کے اجزاء اور ان کی جزئیات اور اعراض ذاتیہ سب کے سب داخل ہیں۔ اما التصدیقات تو وہ یا بین بنفسہ ہوں گے ان کا نام علوم متعارفہ رکھا جاتا ہے۔ یا غیر بین بنفسہا ہوں گے۔ اگر متعلم نے انکو جان لیا اور انکا یقین کرلیا اپنے حسن ظن سے تو ان کا نام اصول موضوعہ رکھا جاتا ہے۔

اور اگر متعلم نے ان کے قبول کرنے میں شک کیا یا انکار کیا تو ان کا نام مصادرات رکھا جاتا ہے۔ ماتن نے موضوع کو علم کا علاحدہ جزء مانا ہے۔ شارح کو اس پر اعتراض ہے۔

لانه ان ارید به التصدیق بالموضوعیة فهو لیس من اجزاء العلوم لعدم توقف العلم علیه بل هو من مقدمات الشروع فیه علی ما مر وان ارید به تصور الموضوع فهو من المبادی ولیس جزءا اخر بالاستقلال واما المسائل فهی المطالب التی برهن علیها فی العلم ان کانت کسبیة فلها موضوعات ومحمولات اما موضوعاتها فقد تکون موضوع العلم کقولنا کل مقدار اما مشارک للاخر او مباین له فالمقدار موضوع علم الهندسة.

ترجمہ :۔ موضوع کے علاحدہ جزو قرار دینے میں اعتراض ہے. جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے مراد تصدیق بالموضوعیۃ ہے. (یعنی اس کے موضوع ہونے کی تصدیق مراد ہے) تو وہ اجزاء علوم میں سے نہیں ہے. اس لئے کہ علم اس پر موقوف نہیں ہے بلکہ وہ اس میں (علم میں) شروع ہونے کیلئے مقدمات میں سے ہے جیسا کہ سابق میں اس کا بیان گذر چکا ہے.

وان ارید بہ تصور الموضوع. اور اگر اس سے مراد موضوع کا تصور ہے تو وہ (یعنی تصور) مبادی میں سے ہے. الگ سے کوئی مستقلاً جزء آخر نہیں ہے.

واما المسائل. اور اجزاء علوم میں سے تیسرا جزء مسائل ہیں تو بہر حال مسائل تو یہ وہ مسائل ہوتے ہیں کہ جن پر اس علم میں برہان قائم کی جاتی ہے. اگر وہ (مسائل) کسبی ہیں تو ان کے لئے موضوع، محمول ہوتے ہیں. بہر حال علم کے موضوعات تو تحقیق وہ علم موضوع ہیں. جیسے ہمارا قول ہے کہ کل مقدار اما مشارک لآخر او مباین لہ. (ہر مقدار یا دوسری مقدار کے ساتھ مشترک ہوگی یا اس کے مباین ہوگی اسی طرح مقدار علم ہندسہ کا موضوع ہے.

تشریح :۔ شارح فرماتے ہیں کہ قولہ ان ارید بہ التصدیق. اگر موضوع کو علاحدہ شمار کرنے سے مراد اس کے موضوع ہونے کی تصدیق ہے. تو وہ اجزاء علوم میں سے نہیں ہے کیونکہ علم ابھی تصدیق پر موقوف نہیں ہے.

قولہ بل ھو من مقدمات الشروع. بلکہ وہ تو شروع فی العلم کیلئے مقدمات میں سے ہے. جیسا کہ اس کی پوری تحقیق تصورات کی بحث میں گذر چکی ہے.

قولہ وان ارید بہ تصور الموضوع. اور اگر موضوع کے علاحدہ سے جزء علم شمار کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اس سے موضوع کا تصور کرانا مقصود ہے تو یہ مبادیات علم میں سے ہے. مگر علاحدہ سے مستقلاً کوئی دوسرا جزء نہیں ہے.

قولہ واما المسائل. اجزاء علوم میں سے ایک جزء مسائل علم بھی ہیں. تو مراد مسائل سے وہ مطالب ہیں کہ جن پر اس علم میں دلائل قائم کئے جاتے ہیں. اور ان سے بحث کی جاتی ہے. اگر وہ مسائل کسبیہ ہوں تو ان کے لئے موضوعات و محمولات بھی ہوتے ہیں. بہر حال ان کے موضوعات تو وہ علم کا موضوع ہیں. جیسے ہمارے اس قول میں کل مقدار اما مشارک لآخر او مباین لہ. مقدار یا دوسری مقدار کے ساتھ مشترک ہوگی یا دوسری مقدار سے جدا ہوگی.

والمقدار موضوع علم الہندسۃ. نیز مقدار علم ہندسہ کا موضوع ہے.

وقد یکون موضوع العلم مع عرض ذاتی کقولنا کل مقدار وسط فی النسبة فھو ضلع ما یحیط بہ الطرفان فالمقدار موضوع العلم و قد اخذ فی المسئلة مع کونہ وسطا فی النسبة وھو عرض ذاتی و قد یکون نوع موضوع العلم کقولنا کل خط یمکن تنصیفہ فان الخط نوع من المقدار و قد یکون نوع موضوع العلم مع عرض ذاتی کقولنا کل خط قائم علی خط فان زاویتی جنبیة اما قائمتان او متساویتان لھما فالخط نوع من المقدار و قد اخذ فی المسئلة مع قیامہ علی خط آخر فھو عرض ذاتی للمقدار۔

ترجمہ :۔ اور مقدار کبھی علم کا موضوع ہوتی ہے عرض ذاتی کے ساتھ جیسے ہمارا قول ہے۔ کل مقدار وسط فی النسبة فھو ضلع ما یحیط بہ الطرفان۔

فالمقدار موضوع العلم۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مقدار علم کا موضوع ہے۔ اور اس کی مسائل میں اخذ (لیا گیا) کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ وہ نسبت میں وسط ہے۔ اور وہ عرض ذاتی ہے۔

و قد یکون نوع موضوع العلم۔ اور مقدار کبھی موضوع علم کا نوع بنتی ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل خط یمکن تنصیفہ۔ ہر خط کی تنصیف ممکن ہے۔ اس لئے کہ خط مقدار کی خاص نوع ہے۔

وقد یکون نوع موضوع العلم مع عرض ذاتی۔ اور کبھی مقدار علم کے موضوع کی نوع ہوتی ہے۔ عرض ذاتی کے ساتھ۔ جیسے ہمارے اس قول میں کہ کل خط قائم علی خط فان زاویتی جنبیة اما قائمتان او متساویتان لھما۔ فالخط نوع من المقدار۔ (ہر وہ خط جو کسی دوسرے خط پر قائم ہو تو اس کے دونوں جانبوں کے دونوں زاویئے (کونے گوشے) یا دونوں زاویہ قائمہ ہوں گے۔ یا دونوں زاویہ متساویہ ہوں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خط مقدار کی ایک نوع ہے۔ اور اس کو مسئلہ میں اس طرح لیا گیا ہے کہ وہ خط آخر پر قائم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ مقدار کے لئے عرض ذاتی ہے۔

تشریح :۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ مقدار کے متعلق فرماتے ہیں کہ علم ہندسہ کا موضوع ہے۔ اور کبھی وہ اپنے عرض ذاتی کے ساتھ موضوع بن جاتی ہے۔ جس کی مثال کل مقدار وسط فی النسبة ہے۔

وقد یکون نوع موضوع العلم۔ اور یہی مقدار کبھی موضوع علم کی نوع واقع ہوتی ہے۔ جیسے کل خط یمکن تنصیفہ۔

قولہ وقد یکون نوع موضوع العلم۔ اور مقدار کبھی موضوع علم کا نوع مع عرض ذاتی کے بنتی ہے۔ جو مقدار کو عارض ہوتی ہے۔ جیسے کل خط قائم علی خط۔ کیونکہ اس خط کے دونوں جانب یا زاویہ قائمہ ہوں گے۔ یا زاویہ مساویہ ہوں گے۔ اس مثال میں خط مقدار کی ایک نوع ہے۔ اور اس کو

مسئلہ میں بھی لیا گیا ہے کہ اس کو کہا گیا ہے کہ مع قیامہ علی خط آخر۔ اس لئے وہ عرض ذاتی مقدار کے لئے۔

وقد یکون موضوعها عرضاً ذاتیاً کقولنا کل مثلث فان زوایاه الثلاث مثل قائمتین فالمثلث عرض ذاتی للمقدار وقد یکون نوع عرض ذاتی کقولنا کل مثلث متساوی الساقین فان زاویتی قاعدته متساویتان فهذه موضوعات المسائل۔

ترجمہ:۔ اور کبھی مقدار کا موضوع عرض ذاتی ہوتا ہے۔ جیسے ہمارا قول کل مثلث فان زوایاه الثلاث متساوی الساقین فان زاویتی قاعدتہ متساویتان۔ ر ہر مثلث پس اس کے تینوں زاویہ قائمہ مانند دو زاویہ قائمہ کے ہوتے ہیں۔ پس اس مثال میں مثلث مقدار کا عرض ذاتی ہے۔

وقد یکون نوع عرض ذاتی۔ اور کبھی مقدار عرض ذاتی کی نوع ہوتی ہے۔ جیسے ہمارا قول ہے کہ کل مثلث متساوی الساقین فان زاویتی قاعدتہ متساویتان۔ ہر مثلث مساوی الساقین ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے قاعدہ کے دونوں زاویہ مساوی ہوتے ہیں۔

فہذہ موضوعات المسائل۔ مذکورہ بالا یہی مسائل کے موضوع ہیں۔

تشریح:۔ شارح نے مقدار کے موضوع ہونے کی متعدد صورتیں مثال بیان کی ہیں انہیں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ مقدار کا موضوع عرض ذاتی ہوا کرتا ہے۔ جیسے اس میں ہر مثلث کے تینوں زاویہ مانند زاویہ قائمہ کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس مثال میں مثلث مقدار کا عرض ذاتی ہے۔

قولہ وقد یکون نوع عرض ذاتی۔ جیسے اس مثال میں کل مثلث متساوی الساقین فان زاویتی قاعدتہ متساویتان۔ ہر مثلث کے دونوں ساق مساوی ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس کے قاعدے کے دونوں زاویے مساوی ہوتے ہیں۔

فہذہ موضوعات المسائل۔ شارح نے مسائل کے موضوعات کے بعض نمونے مقدار کو موضوع بنا کر پیش کئے ہیں۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ یہی مسائل کے موضوعات ہیں۔

وبالجملة هي اما موضوعات العلم او اجزاؤها او اعراضها الذاتية او جزئياتها واما محمولاتها فهي الاعراض الذاتية لموضوع العلم فلا بد ان تكون خارجة عن موضوعاتها لامتناع ان يكون جزء الشيء مطلوبا بالبرهان لان الاجزاء بينة الثبوت للشيء ولكن هذا آخر ما اردنا ايراده في هذه الاوراق والحمد لواجب الوجود مفيض

الاوصاف والصلوٰۃ علی افضل البشر علی الاطلاق محمد المبعوث لتتمیم مکارم الاخلاق وعلی آلہ مصابیح الدجی واصحابہ مفاتیح الحجی۔

ترجمہ:۔ حاصل کلام یہ یا تو علم کے موضوعات ہیں۔ یا ان کے اجزاء ہیں یا ان کے اعراض ذاتیہ ہیں۔ یا ان کی جزئیات ہیں۔

واما محمولاتہا۔ بہرحال ان کے محمولات تو وہ موضوع علم کے عوارض ذاتیہ ہیں۔ پس ضروری ہے کہ وہ ان کے موضوعات سے خارج ہوں۔ اس لئے کہ یہ محال ہے کہ شئی کا جزء مطلوب بالبرہان ہول۔ اس لئے کہ شئی کے اجزاء بینۃ الثبوت للشئی ہوا کرتے ہیں۔ (یعنی شئی کیلئے شئی کے اجزاء کا ثبوت واضح غیر محتاج دلیل ہوا کرتا ہے)

ولکن ھذا آخر ما اردنا۔ شارح فرماتے ہیں کہ ہم نے جن مسائل کے بیان کرنے کا ارادہ اپنے ان اوراق کتاب میں کیا تھا یہ اس مقصد کا آخری حصہ ہے (بلکہ آخر ہے)

والحمد لواجب الوجود۔ اور تمام تعریفات اس واجب الوجود کے لئے ثابت ہیں کہ جو رزق کا فیضان جاری کرنے والا ہے۔

والصلوٰۃ۔ اور رحمت کاملہ ایسی ہستی مبارکہ پر نازل ہو جو علی الاطلاق افضل البشر ہیں۔ اور ان کا نام نامی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔

وعلی آلہ۔ اسی طرح رحمت کاملہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اُن (آنحضور صلی اللہ علیہ سلم کی آل پر نازل ہو۔ جو تاریکیوں کے روشن چراغ ہیں۔ اسی طرح رحمت کاملہ ان مبارک اور برگزیدہ اصحاب پر بھی نازل ہو کہ جو دلائل کی کنجیاں ہیں۔

تشریح:۔ شارح نے اپنی کتاب کو ختم کرتے ہوئے فرمایا۔ وبالجملۃ ھی موضوعات العلم۔ ہم نے جو اوپر اجزاء علوم بیان کئے ہیں۔ یا تو یہ علم کے لئے موضوعات ہیں۔ یا موضوعات کے اجزاء ہیں۔ یا موضوعات کے عوارض ذاتیہ ہیں۔ یا پھر ان کی جزئیات ہیں۔ الغرض موضوع میں شئی اور اس کے عوارض ذاتیہ وغیرہ ہر ایک سے علم میں بحث کی جاتی ہے۔

اما محمولاتہا۔ لیکن جہاں تک ان موضوعات کے محمولات کا تعلق ہے تو وہ علم کے موضوع کے عوارض ذاتیہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ذات موضوع سے خارج ہونا ضروری ہے۔

لامتناع ان یکون جزء الشئی۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ شئی کے جزء کو دلیل سے ثابت کیا جائے۔ اس لئے کہ جو چیز جزو شئی ہوتی ہے وہ شئی کی طرح معلوم اور واضح ہوتی ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے

لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

ولکن ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہٰذہ الاوراق۔ اجزاء علوم کے متعلق ہم نے ارادہ کیا تھا کہ کتاب کے آخر میں بیان کریں گے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے وہاں تک پہونچ گئے۔ یعنی اجزاء علوم کو اپنی بساط کے مطابق وضاحت سے اور قدرے تفصیل سے ہم نے تحریر کر دیا ہے۔ اس لئے اب آخر میں حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں عرض گذار ہوں کہ الحمد لو اجب الوجود۔ تمام تعریفات واجب الوجود ہی کے لئے ثابت ہیں جو رزق کا فیضان کرنے والے ہیں۔ اور رحمتِ کاملہ علیٰ الاطلاق افضل البشر پر نازل ہو کہ جن کا نام نامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور رحمتِ کاملہ ان کی تمام آل پر نازل ہو کہ جو تاریکی کے لئے روشن چراغ تھے۔ اور ان کے تمام اصحاب پر بھی رحمت کاملہ نازل ہو کہ جو دلائل و براہین کی کنجیاں تھے۔

الحمد للہ کہ کتاب قطبی تصدیقات اوائل نومبر ۱۹۸۳ء میں احقر نے شروع کی۔ اور بعض مالی پریشانیوں، اور ذہنی قلبی الجھنوں کے باوجود آج بفضلہ تعالیٰ یکم فروری ۱۹۸۴ء (تقریباً تین ماہ) کے عرصہ میں اس کو انجام تک پہونچانے کی سعادت حاصل کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے اس خدمت کو قبول فرمائے۔ اور اس کتاب کو طلباء کیلئے مفید و کارآمد بنائے۔

احقر سید محمد حسن باندوی
مدرس دار العلوم دیوبند

یکم فروری ۱۹۸۴ء

الناشر
قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ۔ کراچی ۱